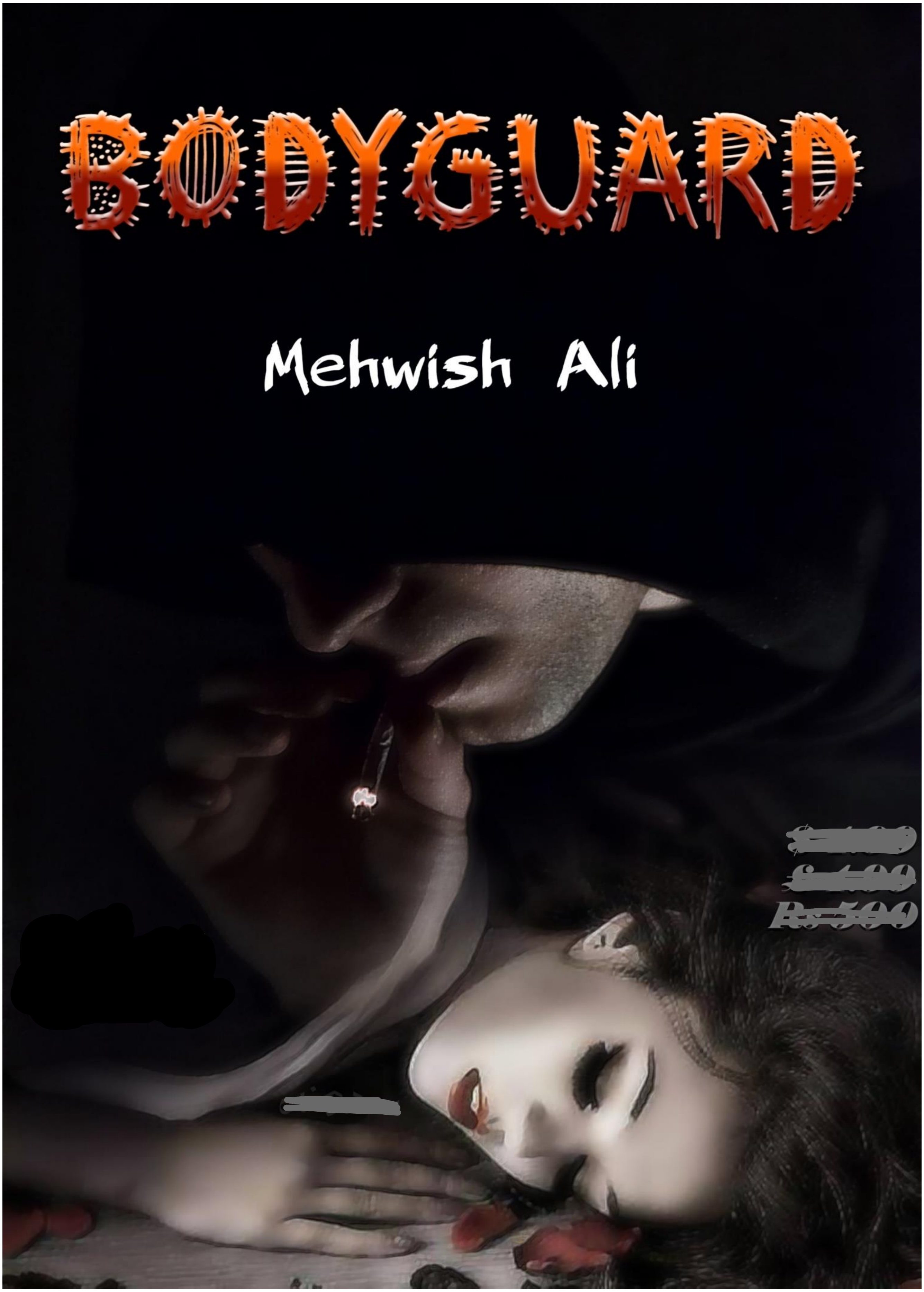
BODYGUARD
Mehwish Ali

رات کی سیاہی ہر طرف پھیلی، نیلے آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے چکی تھی اور اس سیاہ تاریک آسمان پر سفید چمکتے جگنو اپنی اپنی جگمگاہٹ کے ساتھ ماحول کو اپنے حصار میں گھیرے ہوئے تھے۔

جہاں ہر کوئی نرم گرم بستر میں دبکا خوابِ خرگوش کے مزے لوٹ رہا تھا وہیں ایک دل دہلا دینے والا منظر کراچی کے مشہور سیون اسٹار ہوٹل کے اونر اجمل جتوئی کے گھر کے لاؤنج کا تھا۔

لاؤنج کے وسط میں رکھی چیئر سے بندھا وہ خوف دہشت سے پیلا پڑ گیا تھا۔

اسکی ہراساں نظریں سامنے دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھر تھر کانپتی اپنی سترہ سالہ بیٹی کی طرف تھی۔ اسکی بیوی ان دونوں نقاب پوش کے سامنے ہاتھ جوڑ کر روتی معافیاں مانگ رہی تھی۔

پر ان نقاب پوشوں کی زندگی کا سب سے بڑا مقصد، سب سے بڑا خواب آج پایہ تکمیل تک پہنچنے والا تھا وہ کیسے پیچھے ہوتے؟ ناممکن!!

ہلنا نہیں ورنہ اسکی کھوپڑی اڑا دیں گے۔" ایک نقاب پوش کے آگے بڑھنے پر دوسرے نے عورت کو چوکنا دیکھ کر ہاتھ" میں موجود گن اجمل جتوئی کے دماغ پر رکھی۔ جسکے ہاتھ پاؤں چیئر سے بندھے ہوئے تھے اور منہ پر ٹیپ لگایا گیا تھا۔ دوسرا نقاب پوش سامنے دیوار سے لگی کھڑی اس چھوٹی سی لڑکی کی طرف بڑھا جسکی آنکھیں یہ سب دیکھ کر وحشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ نازک وجود لرز رہا تھا۔

وہ اپنے باپ ماں کی آواز پر کمرے سے باہر آئی تھی اور سامنے دو نقاب پوشوں کو اپنے باپ کو کرسی سے باندھے اور گن انکے سر پر رکھتے، اسکی ماں کی طرف خاموش رہنے کا اشارہ کر رہے تھے۔ یہ سب دیکھ کر اسکا دل سوکھے پتے کی طرح لرز رہا تھا آنکھیں خوف وحشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ ان میں سے ایک کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر اسکی سانس رک گئی۔

مما!!" وہ خوف سے سسک اٹھی اور روتی ہوئی اپنی ماں کی طرف دیکھنے لگی پھر اس دراز قد نقاب پوش کو جو بالکل اسکے" سامنے آکر رکا تھا بلکہ اس پر کسی سائے کی طرح پھیل گیا۔

میری بیٹی سے دور رہو۔" وہ عورت چیختی اپنی بیٹی کی طرف لپکنے کی کوشش کرنے لگی کہ اسی پل پہلے نقاب پوش نے اس" کے شوہر کی ٹانگ کا نشانہ لیا۔

بندوق پر سائلنسر لگا ہونے کی وجہ سے گولی کی آواز ڈھز کی صورت نکلی۔ وہ عورت بل کھا کر مڑی اور اپنے شوہر کی درد سے میچی آنکھیں دیکھ کر وہ سسک اٹھی۔

کیوں کر رہے ہو تم دونوں ایسا کیا بگاڑا ہے ہم نے تم دونوں کا؟" وہ عورت روتی ہوئی اس کے آگے ہاتھ جوڑ گئی۔"

پر اس کے شوہر نے درد کی پرواہ کئے بغیر سامنے اپنی بیٹی کی طرف دیکھا جہاں اب وہ نقاب پوش کھڑا اسے دیکھ رہا تھا، یہ سب اپنی بیٹی کے لیے اپنی آنکھوں سے دیکھنا ایک باپ کیلئے مرنے کا مقام تھا۔

اس لڑکی کے سامنے کھڑے نقاب پوش نے انگلی اٹھائی اور اسکے پھڑ پھڑاتے سرخ لبوں پر رکھی۔

پاپا!!" وہ دل میں پکارتی اس نقاب پوش کو خوفزدہ ہو کر دیکھتی اپنا سر جھٹکنے لگی کہ اسکی اس حرکت پر گلووز میں موجود اسکے" ہاتھ کی انگلی نے بے دردی سے اسکا نچلا لب مسلا، درد سے وہ مچل کر رہ گئی۔

نام کیا ہے تمہارا؟" بھاری رعب دار آواز پر وہ سانسیں روک کر روتی اپنے باپ کو دیکھنے لگی جو اسے کمرے میں جانے کا" اشارہ کر رہا تھا۔

پھر اسکی نظریں اپنے باپ کی ٹانگ سے رستے خون پر گئی۔ منہ کھول کر وہ چیخنے کی کوشش کرنے لگی تھی، پر اس سے پہلے ہی اسکی کیفیت کو سمجھتے اس نقاب پوش نے ہاتھ اسکے لبوں پر رکھ کی اسکی آواز حلق میں دبا دی۔

ششش۔۔۔۔نام کیا ہے؟" اب کی بار اسکی آواز میں غصے کے ساتھ ایک عجیب سی غراہٹ بھی تھی۔ وہ ہچکی بھرتی" بے بسی سے اپنی ماں کو دیکھنے لگی۔

وہ بول نہیں سکتی حیوانوں۔" اسکی ماں اپنا سر پکڑتی نیچے بیٹھ گئی۔"

نہیں بول سکتی وہ۔" اس درد بھری آہ پر اس نقاب پوش کو جھٹکا لگا اور وہ اس چھوٹی سی لڑکی کو دیکھنے لگا۔"

پل بھر کا شاک تھا پھر وہ نظریں پھیر گیا۔

اجمل جتوئی پھڑ پھڑاتا خود کو کھولنے کی کوشش میں نڈھال تھا۔ اسکا دل کر رہا تھا ابھی ان کے برے سایوں کو نوچ کر اپنی معصوم بیٹی سے دور پھینک دے۔

انجلین!" گھمبیر لہجے میں سرگوشی سی کی۔"

انجلین آنکھیں پھیلا کر اس نقاب پوش کو دیکھنے لگی۔ "اسے کیسے معلوم اسکا نام؟" سوچ کر وہ روتی پھر سے اپنے ماں باپ کو دیکھنے لگی۔

اسکی ماں کبھی اپنے شوہر کو دیکھتی تو کبھی اپنی بیٹی کو۔

شوہر کی طرف جاتی تو وہاں اس نقاب پوش کو پاتی۔

بیٹی کی طرف جاتی تو بھی دوسرے نقاب پوش کو پاتی۔ آخر بے بس عورت جاتی کہاں؟

انجلین التجا کرتی آنکھوں سے دیکھتی "پلیز" پر سرخ لبوں کو حرکت دینے لگی۔

یہ دیکھتے ہی اس نقاب پوش نے اسکے سرخ و سپید رخسار پر انگلیاں رکھیں اور انہیں سہلایا، وہ پھڑ پھڑانے لگی۔

وہ اس انجان کا لمس پاتی چیخیں مارنے کیلیئے مچلنے لگی، وہ نہیں سمجھ رہی تھی وہ کیا ارادہ رکھتا ہے کیوں اسکے ساتھ ایسا کر رہا ہے؟؟ پر اسے اسکے لمس سے خوف اور وحشت ہو رہی تھی جس کیلیئے وہ چیخ چلا کر اپنے باپ کو بتانا چاہتی تھی کہ اسے ڈر لگ رہا ہے اسے بچا لیں یہ مار دیگا۔

اسے چھوڑ دو ہم سے بدلہ لو ہم نے جو کیا ہے اسکے لئے ہمیں مار دو۔ یہ معصوم بچی ہے جانے دو اسے۔ اسکی ماں روتی ہوئی" ہاتھ جوڑے منت سماجت کرنے لگی۔۔

اجمل جتوئی یہ سب دیکھتا، اس نقاب پوش کی انگلیاں اپنی بیٹی کی گردن کی طرف جاتے دیکھ کر ضبط نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ جان گیا تھا وہ اسکے ساتھ ایسا کیوں کر رہا ہے۔۔

کتنا چھپایا تھا اس نے اپنی بیٹی کو۔ دنیا سے غائب کر دیا کہ کہیں اسکا بر اسایہ اس پر پڑ جائے۔ اتنا چھپانے کے بعد بھی وہ" نہیں چھپ سکی اس سیاہی سے۔

وہ بپھر کر کرسی کو جھٹکے دینے لگا۔ سامنے کھڑے نقاب پوش نے اسکی حالت کو دیکھتے مسکرا کر اسکے بازو پر نشانہ لیا۔

انجلین اپنی آنکھوں کے سامنے ہی اپنے باپ پر گولیاں چلتے دیکھ کر حواس کھو کر لہراتی زمین پر گرتی، اس سے پہلے ہی سامنے دیو کی طرح کھڑے اس نقاب پوش نے اسے بازو سے پکڑ لیا اور اسے اپنی بانہوں میں بھرا۔

یہ سب دیکھتی اسکی ماں تڑپ کر رہ گئی۔۔

چھوڑ دو اسے اللہ کا واسطہ چھوڑ دو۔ "اسے اپنی بیٹی کو لے کر کمرے کی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ عورت روتی ہوئی گڑ گڑانے" لگی۔

اور وہ آدمی کرسی کی پشت سے سر ٹکرانے لگا۔

وہ نقاب پوش مسکراتا اسکے نازک روئی سے بھی ہلکے وجود کو بانہوں میں بھرے قدم اٹھاتا کمرے میں آیا اور اسے جہازی سائز بیڈ پر بچھی ہوئی ململ کی میرون بیڈ شیٹ پر لٹایا۔

کچھ دیر پہلے کی برستی نا سمجھ سی ہیزل براؤن آنکھیں، اسکے ارادوں کو سمجھتے خوف سے ٹھٹھرتی بس روئے جا رہی تھیں۔

اور اب انہی ہیزل براؤن آنکھوں پر سیاہ گھنی پلکوں کا پردہ گرائے سرخ و سپید رنگت چھوٹی سی ناک، بھرے بھرے رخسار، سرخ لبوں والی وہ انجلین خاموش اسکے سامنے پڑی تھی۔۔

وہ دونوں اسکی معصومیت سے واقف تھے اور انکے پلان میں اسکا کوئی کردار نہیں تھا پر اسے دیکھ کر اسکے قدم خود بے خود سے اسکی طرف اٹھ گئے۔

پہلے تو صرف معلومات اکٹھی کی تھی جس میں اس ناسمجھ پری کو پڑھا تھا، یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ معصوم چھوٹی سی پری بول نہیں سکتی۔

اب اسے سامنے پا کر وہ حیران تھا کیا اپنے نام کی طرح ہی کوئی اتنا معصوم ہوتا ہے؟

جس طرح اسکے رخسار سہلاتی انگلیوں کو دیکھ کر خوف کے تاثرات اسکے معصوم چہرے پر ابھرے تھے۔ آنکھوں میں غصہ، وحشت، خوف بھرے اُنہیں دیکھتی چیخنے کی کوشش میں نڈھال کھڑی تھی، پر اب وہ اس سب اذیت وحشت سے لاپرواہ پڑی تھی۔

اور کہیں تو وہ بھی یہی چاہتا تھا کہ وہ اس اذیت سے بچ جائے پر صبح۔۔۔

اسکا وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔۔

"!ویٹ فار می انجلین"

جہان نام ہے میرا۔ جلد آؤں گا تمہیں لینے۔" نقاب ہٹا کر اسکے معصوم چہرے پر بکھرے بالوں کو دیکھتے پھونک مار کر" پراسرار سی مسکراہٹ عنابی لبوں پر سجائے، نظریں اس پری چہرہ پہ ڈال کر وہاں سے چلا گیا، پر نقاب لگانا نہیں بھولا۔

کون ہو تم دونوں؟" وہ اب تک کئی بار یہ لفظ دہرا چکی تھی اور اب اس نقاب پوش کو جلدی سے اپنی بیٹی کے کمرے سے" واپس آتے دیکھ کر خدا کا شکریہ ادا کرتی ان سے بولی۔

سیکیورٹی کوئی نہیں تھی جو انہیں روکتی انکے ارادوں سے، اچانک سے آئے تھے اور اسکے سوئے ہوئے شوہر کو گھسیٹ کر بیڈ سے نیچے پھینکتے باہر لائے اور وہاں پہلے سے رکھی چیئر پر باندھ دیا۔

اس شور وغل سے ساتھ والے روم سے اسکی بیٹی بھی اٹھ کر آ گئی۔

اسکی بیٹی کو باہر دیکھ کر جہاں ان دونوں میاں بیوی کی سانس اٹک گئی تھی خوف سے، وہیں ان میں سے ایک اسکی طرف قدم بڑھانے لگا۔

سیون اسٹار ہوٹل والا اڈہ کس کا ہے؟" وہ نقاب پوش غرایا۔"

اور اسکے شوہر کے سامنے کھڑا پہلا نقاب پوش خونخوار نظروں سے اجمل جتوئی کو دیکھ رہا تھا۔

اجمل جتوئی کی آنکھیں پھیل گئیں۔۔

سمجھ گئے؟" وہ دونوں ساتھ دھاڑے اور ان دونوں کی سانسیں خشک ہو گئیں۔"

اس عورت نے ملامتی نظروں سے اپنے شوہر کو دیکھا۔

ان دونوں کو معلوم تھا اسکی بیوی اس حقیقت سے واقف ہے۔۔

اور اب وہ عورت اپنے شوہر کو دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

میں نے کہا تھا تمھیں کہ تمہارے سیاہ کام ضرور ایک دن تمہارے سامنے آئیں گے اور آج دیکھ لو تم دولت سے موت کو" نہیں لوٹا سکتے۔" اسکی بیوی روتی ہوئی کہتی ہارے ہوئے وجود کے ساتھ وہاں سے چلی گئی اور اپنی بیٹی کے کمرے میں جا کر دروازہ لاک کر دیا۔

تمہارا کھیل ختم اجمل جتوئی۔" وہ دونوں پیاسی نظروں سے اسے دیکھتے گن اسکے سر پر تان گئے۔"

تم دونوں ہو کون یہ تو بتاؤ۔" جان جانے کے خوف سے روتے اس نے کہا۔"

تو دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کو دیکھا۔

جہان" اسکے دائیں طرف والا بھاری رعب دار آواز میں بولا"

جہانگیر" پھر بائیں طرف والا تمسخر سے گویا ہوا ساتھ ہی دونوں نے بیک وقت ٹریگر دبائے۔"

اور پھر اسکے سینے پر ایک دوسرے کو مسکراتے دیکھ کر نشانہ لیا ایک بار پھر سے ٹریگر دبایا۔

اسکے دائیں بائیں سے گولی لگتی اسکا سینہ چیر گئی اور وہ ساکت سا پڑا رہا۔۔

دولت کام نہیں آئی چہ چہ۔۔۔"افسوس سے کہتے دونوں ایک بار پھر اسکی کھلی آنکھوں پر فائر کیا اور اس کے سینے پر لات" مارتے اسے پیچھے پھینکا اور وہاں سے نکل گئے۔

پر دائیں طرف والا مڑ کر بند دروازے کو دیکھنا نہیں بھولا۔

آج تمہیں مجھ سے وحشت ہو رہی تھی، کل مجھ سے نفرت ہو گی۔ پر مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا میں تمہیں یہ حق ہی نہیں" دوں گا کہ تم نفرت کرو۔ تم میری ہو، میری رہو گی انجلین۔"اپنی اس سوچ کے ساتھ لبوں پر پراسرار تبسم سجائے جہانگیر کے پیچھے بائیک پر بیٹھا۔

اور وہ اس پری کے سحر کی حدود سے نکلتے دور چلے گئے۔

ہمارے پلان میں لڑکی کو بیچ میں لانا شامل نہیں تھا۔"آگے بیٹھے جہانگیر نے جتایا، وہ مسکرا دیا۔"

ہمم۔۔۔پر اب زندگی کی پلاننگ میں شامل ہو گئی ہے وہ۔"اسکے ساتھ ہی دونوں کے کھلی فضا میں قہقہے گونجے۔"

وہ کچھ پر سکون ہوئے تھے۔

!!اب بس آخری۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

اللہ تمہیں کبھی معاف نہیں کریگا۔ تم ایک حیوان، شیطان ہو، جب تمہارا مکروہ چہرا دنیا کے سامنے آئے گا تو ہر کوئی" تمہیں پاؤں تلے کچلنے کی خواہش کرے گا۔"وہ سیاہ چادر میں لپٹی اس بڑی سی عمارت سے نکلی۔ جہاں ایک رات میں ہی اس سے سب کچھ اسکا چھین لیا گیا تھا۔ اسکی عزت، غرور، اسکا مان وقار اسی ایک رات کی سیاہی میں روند ڈالا گیا تھا۔

وہ سیاہ گھنی پلکوں والی سرخ آنکھیں اٹھائے عمارت کی حدود سے دور آکر نیلے آسمان کو دیکھنے لگی۔ آسمان کی وسعت کو دیکھ کر اسکی آنکھیں چھلک پڑیں۔

یا اللہ نیست و نابود کرنا اسے، بلندیوں سے گرانا، ٹکڑوں میں تقسیم کرنا اسے۔ میری آبرو کو نوچا ہے اسنے کچل دینا میرے" مالک جن کی وجہ سے میں عزت سے سر اٹھا کر جی نہیں سکتی۔ میرے مالک ان حیوانوں کا برا انجام کرنا۔" وہ روتی ہوئی سڑک کے کنارے کھڑی ہو گئی۔

تیز رفتاری سے بھاگتی گاڑیوں کو دیکھتی وہ آنسو بہا رہی تھی۔" مجھے معاف کرنا، میں تم دونوں کا سامنا نہیں کر سکتی۔ میں نے جو خواب تم دونوں کیلیئے دیکھے ہیں اسے ضرور پورا کرنا، خود کو کبھی اکیلا مت سمجھنا۔ میں تم دونوں کے ساتھ ہوں۔ ہمیشہ تم دونوں کی دھڑکنوں میں رہوں گی۔" وہ کہتی آسمان کو دیکھتی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

اسکی دھڑکنیں تیز ہو رہی تھیں۔

دل جسم کے ہر پور میں دھک دھک کرنے لگا تھا۔

تم دونوں میں میری سانسیں بستی ہیں۔ بھلے ہی دنیا سے میری سانسوں کا رشتہ ختم ہو جائے پر تم دونوں میں، میں ہمیشہ " زندہ رہوں گی۔" وہ اپنی سپید کلائیوں پر نیلے انگلیوں کے نشانات دیکھتی سامنے سڑک کو دیکھنے لگی۔ جہاں بے شمار گاڑیاں ایک دوسرے کو کچل کر بھاگنے کی کوشش میں تھیں۔

وہ پل میں مسکراتی، سسکتی نظریں وہاں سے ہٹا کر اپنی مٹھی میں قید نوٹوں کی گڈی پر ڈالی۔

اگلے ہی لمحے اس گڈی کو اس نے کوئی سانپ بچھو سمجھ کر نیچے پھینک دیا۔

اور روتے ہوئے قدم سڑک کی طرف بڑھائے۔

اے لڑکی کہاں جا رہی ہو مرنا ہے کیا؟" پیچھے سے دھاڑ گونجی۔ جس پہ اس نے اپنے پاؤں کی رفتار تیز کر دی۔ اسکی" دھڑکنیں دو معصوم چہروں کو سامنے گھومتا پا کر سارے وجود میں دھڑک رہی تھیں اور اسکے سیاہ نین کٹورے برس رہے تھے۔

یا اللہ ان پر اپنا سایہ رکھنا۔" اس نے بڑبڑاتے پیچھے سے چیخ و پکار سے ہراساں ہو کر ایک طرف دوڑ لگا دی اور اگلے ہی لمحے " فضا میں دلخراش چیخ بلند ہوئی۔

ایک آہ سی نکلی "اللہ !" ایک سسکی تھی "میرے مالک !" آسمان پر ٹکی آنکھوں نے صدا لگائی۔

اگلے ہی لمحے اس وجود کو پھڑکتے دیکھ کر خوف سے فضا میں چیخ پکار مچ گئی۔

اب جب بھی میں چاہوں گا تم میری ایک کال پر دوڑی چلی آؤ گی۔ ورنہ یہ دیکھ رہی ہو۔ یہ تمہیں دنیا میں کہیں منہ" دیکھانے کے لائق نہیں چھوڑے گا۔ سوائے میری بانہوں میں آنے کے تم سر اٹھا نہیں سکو گی۔

آسمان پر ٹکی آنکھیں بند ہو گئیں اور گلابی پنکھڑیوں سے نازک لبوں پر پر سکون مسکراہٹ پھیلی۔

*_________________*_________________*

یہ جھولا صرف تمہارے لئے بنایا گیا ہے اسٹرا"۔

اور تمہیں صرف مجھے جھلانے کیلیئے بنایا گیا ہے بیری۔ "وہ کہتی کھکھلا کر ہنسی، پیچھے کھڑا وہ بھی اس سچ کو جان کر مسکرایا۔"

اس میں کوئی شک نہیں بیری صرف اسٹرا کا ہے۔ "وہ پیچھے کھڑا اسے جھلاتا محبت سے اسکے گولڈن بالوں کو دیکھتا بولا۔"

اور کسی کا بھی نہیں اگر ہو گا تو میں اسٹرابیری کھانا چھوڑ دوں گی۔ "کہنے کے ساتھ اسکی خوبصورت آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔"

اوہ ہو اسٹرا روتے نہیں میری گڑیا بیری کسی کا نہیں صرف تمہارا ہے۔ بھلا بغیر اسٹرا کے بیری مکمل ہو سکتا ہے نہیں نا؟ یہ" دونوں ملتے ہیں تب ہی مکمل ہوتا ہے وجود اسٹرابیری کا۔ "وہ اسکے سامنے آتا اسکے ساتھ جھولے پر بیٹھ گیا۔

اور اپنی چھوٹی سی دو پونیوں والی کانچ سی گڑیا کا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں بھرا۔

پرامس "اسنے اپنا چھوٹا سا سرخ سپید ہاتھ آگے کیا۔ وہ اسکے ہاتھ کو دیکھتا مسکرا اٹھا اور ہتھیلی کو اپنے لبوں سے لگایا۔"

"تاحیات پرامس۔"

عبید انکل (ملازم) تازہ اسٹرابیری لایا ہے۔ "وہ چھوٹے سے ہاتھوں سے آنکھیں رگڑتی بولی۔"

بیری نے اطلاع ملتے ہی آنکھیں میچ کر حلق سے کڑوا گھونٹ انڈیلا۔ "نو" اسکے سرخ لب پھڑ پھڑائے۔

بے چینی سے دیکھتی اپنی توقع کے مطابق لفظ سن کر بھڑک اٹھی۔

"تم میرے لئے ساری زندگی کھڑے ہو کر جھولا جھلانے کیلئے تیار ہو پر صرف ایک اسٹرابیری نہیں پسند کر سکتے بیری۔" اسکی چیخ پورے لان میں گونجی۔ناک کے چھوٹے سے نتھنے پھولنے لگے اور اس آواز پر سامنے بیٹھے افراد قہقہہ لگا اٹھے۔

اسٹرا تمہیں معلوم ہے مجھے یہ بالکل نہیں پسند۔ یہ میرا گلا خراب کر دیتی ہیں پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔"وہ بے بسی سے" سامنے بیٹھے افراد کو دیکھتا پھر اسکی جانب رخ کر کے پریشانی سے بولا۔

نو آئی کانٹ!!تم کھاؤ گے بس کھاؤ گے اٹس مائے آرڈر۔" اسنے حتمی فیصلہ سنایا جسکے بعد وہ بے بس لاچار ہو گیا۔"

سامنے بیٹھے افراد اسکی حالت سے لطف اندوز ہونے لگے۔

انکل جائیں فریش یمی سی اسٹرابیری لائیں بیس میری بیس بیری کی۔"وہ اسکے ہاتھ اٹھا کر سامنے دس انگلیاں اسکی کرتی" دس اپنی دکھاتی حکم دیتی بولی۔

جو حکم بے بی!" ملازم مسکراتا اندر بڑھ گیا۔"

اس قدر شدید ظلم پر اس نے مدد کیلئے دوسری طرف بیٹھے افراد کی طرف دیکھا۔ جنہوں نے فوراً نظریں پھیر لیں کہ " جیسے "ضدی بنایا ہے ویسے اب بھگتو۔

ایک کو اسکی حالت پہ رحم آیا وہ اٹھا بھی مدد کیلئے پر دوسرے نے آنکھیں دکھائیں جس پر وہ واپس بیٹھ گیا اور فضا میں مردانہ رعب دار آواز گونجی۔

اس پر یہ باور ہونے دو، اسے یہ احساس ہونے دو کہ اسکی زندگی کا سب سے بڑا فرض ہماری گڑیا کو خوش رکھنا ہے پھر چاہے" اس میں اسے کتنی ہی تکلیف کیوں نا پہنچے۔ اسے خوش رکھنا، اسکی خوشی پر اپنی خوشیاں وارنا اسے مسکراتے رکھنا ہی اسکی "زندگی ہے۔ ورنہ بے شک آج ہی اپنا نام بدل دے۔ چھوٹی چھوٹی کمزوریوں پر پیچھے ہٹنے والے ہماری گڑیا کے لائق نہیں۔

یہ رعب دار اٹل لہجہ وہاں کے مکینوں کے سب سے بڑے کا تھا۔ جسکی وہ اولاد تھا اور اپنی اولاد سے زیادہ اسے گھر کی گڑیا عزیز تھی۔

اسکے حکم پر سب خاموش ہو گئے کیونکہ وہ سربراہ تھا سب کا اور اسکے حکم سے کوئی منہ نہیں پھیر سکتا تھا۔ اب سب سامنے دیکھ رہے تھے جہاں وہ دونوں پلیٹ میں اسٹرابیری کو اٹھا اٹھا کر کھلاتے کھا رہے تھے اور اسکی ماں جانتی تھی کل صبح وہ بالکل بولنے کے قابل نہیں رہے گا درد سے۔ پر اسکی اسٹرا خوشی تھی تو بیری کیسے خوش نہ رہتا۔

*-----_____________*_____________*

تم میرے دوست کے ساتھ پارٹی میں جاؤ گی کہ نہیں؟ میں آخری بار پوچھ رہا ہوں، ہاں یا نہ؟" رات کے دوسرے پہر" کمرے کی فضا میں دبی دبی آواز میں غراہٹ گونجی۔

میں نے آخری بار بھی کہہ دیا ہے میں تمہارے اس کمینے دوست کے ساتھ ہرگز نہیں جاؤں گی۔ اگر تم نے مجھ پہ اب" مزید زور دیا تو میں اپنے بچے کو لے کر یہاں سے چلی جاؤں گی۔" وہ خوبصورت سی عورت اس سے زیادہ غصے میں بولی۔

ایسا کر کے تم اپنی موت کو خود دعوت دے رہی ہو۔" وہ بپھرا ہوا شیر بنا اسے نوچنے کے در پہ آ گیا تھا۔"

پر وہ عورت بھی کم نہیں تھی نہ ہی بزدل تھی، جو اسکی دھمکیوں سے ڈر جاتی۔

پاس پڑے اپنے شوہر کے اٹھ کر بیٹھنے پر خود کوفت سے کروٹ بدل گئی اس کی طرف سے۔

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا جب وہ بار بار اسکے دوست کے ساتھ جانے سے انکار کر چکی تھی تو وہ کیوں پھر آ جاتا تھا اپنی بکواس لیے۔

تم مر جاؤ گی، ضائع ہو جاؤ گی میرے ہاتھوں۔" اس نے چوٹی سے پکڑ کر کھینچ کر اسے بٹھایا۔"

تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے سمجھے اور جا کر میری طرف سے اپنے اس ہوس پرست دوست کے منہ پہ تھوک دینا۔ میری" طرف سے نہ ہے، نہ ہے، نہ ہے اور قیامت تک نہ ہی رہے گی۔ میں نے اپنے شوہر کے سوا کسی مرد کی طرف نہیں دیکھا اور نہ ہی کبھی دیکھوں گی سمجھے۔" وہ نیچی آواز میں غراتی اپنے بال جھٹکے سے چھڑواتی اس پر خونخوار نظریں ڈال کر رہ گئی۔

اگر وہ اسکے بچے کا باپ نہ ہوتا تو تھوک کر چلی جاتی اس بے غیرت کے منہ پر جو اپنی بیوی کو اپنے نام نہاد دوست کے حوالے کرنے والا تھا۔

میں تمہیں طلاق دے دوں گا۔" کچھ دیر گھمبیر خاموشی کے بعد اس آدمی کی آواز گونجی۔"

ان الفاظ پر اس خوبصورت سی عورت کی آنکھوں میں نمی آگئی اور لبوں پر تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔

پہلے اپنا پیٹ تو بھرنے لائق بنو۔ میرے ٹکڑوں پر پلتے ہو۔ آئے بڑے طلاق دینے والے۔" تمسخر سے کہتی وہ ہنسی۔"

اور اسکے شوہر پر یہ ہنسی بارود بن کر برسی۔ وہ پیچ و تاب کھا کر رہ گیا۔

میں تمہیں مار دوں گا یہ دو ٹکے کمانے کا زعم ہے نا، مٹی میں مل جائے گا۔" وہ غرایا۔"

شوق سے" اسکی بیوی کھنکدار ہنسی کے ساتھ بولی۔"

اسکا شوہر اسکی پیٹھ کو گھورتا موبائل اٹھا کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

کچھ دن بعد۔۔۔

مام" کیب سے نکل کر اس نے اپنے بیٹے کو اسکول ڈراپ کیا جب اسکے بیٹے نے اپنی ماں کو دیکھتے ہوئے اسے پکارا۔"

یس مائے ہارٹ بیٹ" بیگ کندھے پر لٹکائے اس نے جھک کر اس کے ماتھے پر لب رکھے اور محبت بھرا بوسہ دیا۔"

مام آئی لو یو" اس نے کس احساس کے تحت یہ کہا وہ نہیں جانتا تھا، پر اپنی ماں کا آج اس سے دور جانا بالکل پسند نہیں آرہی" تھا۔

وہ چاہتا تھا اسکی مام اسکے پاس رہیں اس کے دل کے قریب۔۔

می ٹو مائے ہارٹ بیٹ! آج جلدی جاب سے لوٹوں گی تو ساتھ ڈنر پر باہر چلیں گے او کے؟" اسنے بچے کے گال تھپتھپاتے" ہوئے کہا۔

وہ خوشی سے مسکراتا سر ہلا گیا۔

ڈیڈ چلیں گے ہمارے ساتھ؟" اسکے لہجے میں تڑپ تھی جو ایک ماں کا کلیجہ نوچ گئی۔"

ٹرائے کریں گے۔ اب جاؤ تا کہ میں تمہیں جاتے ہوئے دیکھوں۔ پھر مام جاب پر ریلیکس ہو کر جائیں اور شام کو جلدی" لوٹیں۔" اس کے کہنے پر وہ دوسرے بچوں کے ساتھ سر ہلاتا اندر بڑھ گیا۔

اور وہ مسکراتی مڑی۔

مام!!!" پیچھے سے پھر پکار آئی۔ اسنے مسکراتے گردن موڑی تو وہ بند گیٹ کے اس پار کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔"

اور ماں کے دیکھنے پر اس نے فلائنگ کس دی اور بائے کرتا اندر بھاگ گیا۔

وہ مسکراتی ہوئی محبت سے نفی میں سر ہلاتی جانے لگی۔۔

وہ ایک کمپنی میں جاب کرتی تھی۔ اس جاب سے ملنے والے پیسوں میں سے کچھ پیسے اپنے بوڑھے ماں باپ کو دیتی تھی تو کچھ سے وہ گھسیٹ کر اپنا گھر چلاتی تھی۔ شوہر تو اس کا بس نام کا تھا۔

سوچوں میں گم موت اسکے تعاقب میں تھی، پر وہ انجان تھی محسوس ہی نہ کر سکی موت کی بو کو۔

اچانک ہی وہ موبائل کی بیل پر رکی اور موبائل نکال کر اپنے شوہر کا نمبر دیکھتی حیران سی کال اوکے کرتی کہ اچانک سے پیچھے آتی گاڑی اسے دور فضا میں اچھال گئی۔

آہ!!!!" ایک دلخراش چیخ فضا میں گونجی۔"

پکڑو اسے۔" تیز رفتاری سے جاتی کار کے پیچھے گشت پر موجود دو پولیس والے جو کہ ایک بائیک پر تھے اس کے پیچھے گئے" پر وہ گاڑی کافی دور نکل چکی تھی۔ آگے جا کر وہ گاڑی رکی تو اس میں سے ایک آدمی نکلا اور وہاں سے بھاگتا ایک گلی میں گھس گیا۔

پولیس والوں نے بھی اس گلی کے نکڑ پر اپنی بائیک کھڑی کی پر دور دور تک اس آدمی کا کوئی اپتا پتا نہ ملا وہ کار کی جانب مڑے۔

اچانک ہی فضا میں بلاسٹ ہوا۔

وہ دونوں دور جا گرے۔

اور ایک آخری ثبوت بھی مٹ گیا۔

تم مجھے ایسے نہیں چھوڑ کر جا سکتیں۔"وہی آدمی جو کچھ دن پہلے اسے مارنے اور طلاق دینے کی دھمکیاں دے رہا تھا آج" اپنی بیوی کا مردہ وجود سینے سے لگائے دھاڑیں مار رہا تھا۔

میں چھوڑوں گا نہیں اسے جس نے میری بیوی کو مارا ہے۔ کیا بگاڑا تھا اس نے کسی کا۔"روتا ہوا وہ اسکے وجود کو خود میں" بھینچ گیا۔

وہاں موجود ہر آنکھ اسکی دھاڑوں اور آہوں پر اشکبار تھی۔

وہ چھوٹا وجود جو گھر خوشی خوشی لوٹا تھا اب سسکیاں بھرتا صوفے کے پیچھے چھپا ذرا سا سر نکال کر اپنی ماں کے لہولہان وجود کو دیکھتا اور پھر چھپ کر منہ پر ہاتھ رکھتا چیخیں اپنے گلے میں ہی گھوٹنے لگا۔

کر دیا میں نے اپنا شوق پورا ڈارلنگ۔"ایک سرگوشی سی اس مردہ وجود کے کان میں گونجی۔"

پھر سے چیخوں اور آہوں کا سلسلہ شروع ہوا۔

------------------------------------*

مجھے معاف کر دیں ڈیڈ! پلیز مجھے معاف کر دیں۔"نیچے قالین پر پڑا وہ سسکتا ہوا دونوں ہاتھ جوڑ کر کہتا اپنے نازک سے" وجود پر ٹھوکریں جھیلتا لہولہان سا معافیاں مانگ رہا تھا۔

اسے معلوم تھا اس نے انکار کر کے بہت بڑا گناہ کر دیا ہے۔ پر وہ کسی کا دل نہیں توڑ سکتا تھا۔

شٹ اپ باسٹرڈ تم مجھے انکار کرو گے، مجھے اپنے باپ کو۔"وہ دھاڑا اور جھک کر اسکے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر اس کے" کانپتے ہوئے سوجھے پاؤں پر کھڑا کیا۔

درد سے اسکی سسکی نکل گئی۔

"!!مام پلیز! سیو می مام"

اس نے اپنا سر جھکاتے اپنے بندھے ہوئے ہاتھ سامنے کر دیے۔ ہاتھوں کی انگلیاں جوتوں کے کچلنے سے چھلی ہوئی تھیں۔

منہ بند کرو مام کے چمچے۔" اسکی اپنی ماں کیلیئے پکار سن کر سامنے والا اور بگڑ گیا۔ پہلے سے زیادہ بے دردی سے اسکے بالوں کو جھٹکا دیا۔

وہ لڑکھڑا گیا۔

درد سے اسکے منہ سے چیخ نکل گئی۔

جواب دو کرو گے وہ جو میں کہتا ہوں۔" اسکا جھکا چہرا اونچا کرتے وہ دھاڑا۔"

تین دن سے بھوکا پیاسا وہ معصوم اسے اپنی سوجھی آنکھوں سے دیکھنے لگا۔

یہ اسکا باپ تھا؟ کیا باپ ایسے ہوتے ہیں؟؟

یہ کون سا روپ تھا اپنوں کا؟؟

جواب دو۔" ایک بار پھر اس آدمی کی غراہٹ گونجی۔ "بنو گے جو میں کہتا ہوں، اسے اپنی زندگی کا مقصد بناؤ گے؟؟ لاؤ" گے اسے اس گھر میں؟ پوچھنے کے ساتھ ہی اسے جھٹکے سے نیچے پھینکا وہ سسک کر رہ گیا۔

اسکے گھٹنوں کے بل بیٹھنے پر وہ کھسک کر دور ہونے لگا کہ اس آدمی نے اسکی ٹانگ میں اپنی سخت انگلیاں گاڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔

وہ روتا ہوا فنا ہوتے وجود کے ساتھ گھسٹتا اسکی طرف کھسک آیا۔

اس نے پیاس سے بنجر ہوتے اپنے لبوں پر زبان پھیری۔

اور سوکھے خشک حلق کو تر کیا۔

جب اس آدمی نے اسکے جبڑے کو مٹھی میں بھینچا۔

ایک دل دہلانے والی چیخ بلند ہوتی گھٹ کر رہ گئی تکلیف سے۔

کھانا چاہیے؟" شیطانی آنکھوں میں چمک لئے وہ پوچھنے لگا۔ اس بچے نے سسکی لی۔"

"ج۔۔۔جی" اسنے روتے ہوئے شدید بھوک سے سر اثبات میں ہلایا۔ "بہت بھوک لگی ہے ڈیڈ۔"

ہاہاہاہاتو پھر ہاں کیوں نہیں کرتے؟" قہقہہ لگاتے اچانک وہ دھاڑا۔"

اور اٹھ کر لائی ہوئی پانی کی بوتل منہ سے لگائی کہ وہ روتا ہوا پیاسی نظروں سے پانی کو دیکھنے لگا۔

ڈیڈ پیاس بھی لگی ہے۔" اس نے دھندلی سی نظر کو مسلا اور زیادہ دیر بیٹھ نہ سکا تو واپس نڈھال سا گر کر اپنے باپ کو حلق" سے انڈیلتے پانی کو دیکھتا روتا رہا۔

ہاں کہو پھر تمہیں یہ پانی دوں اور یہ کھانا بھی۔" وہ مسکرایا اور اسکے سامنے شاپر میں پیک کھانا کیا وہ مچل کر اٹھ بیٹھا۔"

ڈیڈ وہ ناراض ہو گی۔ وہ بہت پیاری ہے وہ مجھ سے بہت پیار کرتی ہے۔ مجھے کھانا دیتی ہے۔ مم۔۔۔ میں کیسے اسکے ساتھ ایسا" کروں؟" وہ روتا ہوا پانی کی بوتل کو دیکھتا بولا۔

یہی، یہی کمزوری ہے اسکی تم اسکا فائدہ اٹھاؤ۔ اسے بتائے گا کون کہ تم کیا چاہتے ہو؟ تم اسکے دوست بن کر رہو۔ اسکے" سب سے اچھے دوست پھر جب تم بڑے ہو جاؤ تو اسے لے کر یہاں آجاؤ۔" وہ آدمی یکدم اسکے پاس آیا اور اسکا چہرا تھام کر سمجھاتے بولا۔

وہ کبھی اپنے باپ کو دیکھتا تو کبھی پانی کو۔

وہ ناراض نہیں ہو گی؟" اسنے ناک سے بہتے خون کی لکیر کو صاف کیا۔"

نہیں اسے بتائے گا کون کہ تم کیا چاہتے ہو۔" وہ چمکتی آنکھوں سے بولا۔"

اسکی کمزوری دیکھتے اس نے پھر پانی کی بوتل کو لبوں سے لگایا اور وہ چھوٹا سا لڑکا حلق تر کرنے لگا۔

وہ مجھے برا نہیں سمجھے گی"؟ اس نے روتے ہوئے اپنے باپ کی آنکھوں میں دیکھا۔"

نہیں بالکل بھی نہیں۔" وہ مسکرایا۔"

اچھا تم سوچ کر مجھے بتاؤ میں انتظار کرتا ہوں۔" وہ نفسیاتی انسان اسکا گال تھپتھپا کر جانے لگا۔ بچہ اسکے پانی کی بوتل اور" کھانے کا شاپر ساتھ لے جانے پر تڑپ اٹھا۔

ڈیڈ پانی۔۔۔"وہ روتا ہوا اسکی جانب کھسک آیا۔"

اس آدمی نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

"پہلے جواب دو۔"

ٹھیک ہے ڈیڈ مم مجھے پانی دیں آپ جو کہیں گے میں وہ کروں گا مجھے کھانا دیں۔"وہ روتا ہوا سر جھکا کر بولا اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

اس آدمی کی باچھیں پھیل گئیں۔

شاباش میرا شہزادہ یہی امید تھی مجھے اپنے شہزادے سے۔"وہ آدمی خوشی سے پاگل ہوتا اسے نیچے سے اٹھا کر اپنی بانہوں" میں بھر گیا اور لے کر بیڈ پر لٹاتے اسکے بال سنوارے۔

ڈیڈ پانی۔"وہ سسک اٹھا۔"

ہاں ہاں ابھی لایا۔"اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے وہ آدمی نیچے سے بھاگ کر بوتل اٹھالایا اور اسکے لبوں سے لگائی۔"

اس چھوٹے سے تیرہ سالہ لڑکے نے روتے ہوئے ساری بوتل پی ڈالی۔

وہ آدمی خوشی سے بے حال خود ہی نوالے بناتا اسکے منہ میں ڈالنے لگا۔

اب تمہاری زندگی کا ایک ہی مقصد ہے جو تمہیں پورا کرنا ہے۔"اپنے باپ کے خواب! دنیا کو میرے جوتے کی نوک پر" لانا ہے سمجھ گئے؟"وہ رعب سے بولا۔

وہ اپنے باپ کو دیکھتا سر ہلا گیا اور اسکے سر ہلانے پر وہ آدمی جھک کر اسکے سر پر بوسہ دیتے اسکے منہ نوالہ ڈالنے لگا۔

جب تک آپ تھیں مام، تب ڈیڈ ایسے نہیں تھے، آپ کے جانے کے بعد میں اکیلا ہو گیا اور ڈیڈ مجھے بالکل بھول چکے ہیں" کہ میں انکا بیٹا ہوں۔

بیٹے کے ساتھ تو ایسا نہیں کرتے، اسے تو پیار کرتے ہیں نا۔"وہ معصوم دل ہی دل اپنی ماں سے مخاطب تھا۔

میں دوائی لاتا ہوں، پھر میرے بیٹے کو درد نہیں ہو گا۔"اسکا باپ بات کرتا ہوا دوائی لینے چلا گیا۔"

----------------------------------*

آپ حیوان ہیں قاتل ہیں۔" میں نے ساری باتیں سن لی ہیں آپکی اور میں سب کچھ پولیس کو بتاؤں گا۔ آپکو اور آپکے" ساتھیوں کو موت کی سزا ملے گی حیوانوں۔" وہ سرخ آنکھوں سے لاؤنج میں کھڑا دھاڑا۔

اور اسکی باتیں سن کر سگار کے گہرے کش لیتا اسکا باس پہلے شاک ہوا پھر اس نے ایک بلند و بانگ قہقہہ لگایا۔

تم میرے باڈی گارڈ ہو۔ صرف باڈی گارڈ۔" انہوں نے اسکی حیثیت و اوقات جتائی۔"

یہی میری طاقت، میری پہچان اس بات کی گواہی اور ٹھوس ثبوت ہے کہ میں آپکا باڈی گارڈ، آپکے کتنا قریب ہوں اور" آپکے اس شیطانی چہرے سے واقف ہو گیا ہوں۔ کیسے دنیا کے سامنے سفید بھیس میں گھومتے ہو تم لوگ۔" اسکی غراہٹ پر سامنے بیٹھا وجود شیشے کی میز کو دیکھتا سوچوں میں ڈوبا سگار کے کش لے رہا تھا۔

کتنے پیسے لوگے منہ بند کرنے کے؟" کچھ توقف کے بعد اسکے باس کی گھمبیر آواز فضا میں گونجی۔"

اب کی بار اپنے باس کی اوقات دیکھتے وہ ہنسا۔" سب بکاؤ نہیں ہوتے سر، الحمد اللہ میرا ایمان مضبوط ہے۔ آپکو اور آپکے ساتھیوں کو جیل کے پیچھے پھینک کر ہی میں سکون کا سانس لوں گا۔" وہ جتا کر کہتا وہاں سے جانے لگا اسی ساعت گھبراہٹ و بوکھلاہٹ میں وہ وجود صوفے کی ٹیک چھوڑ کر اٹھ بیٹھا۔

رکو! ٹھیک ہے میرا انجام یہی ہے تو میں چلتا ہوں تمہارے ساتھ۔ تم خود مجھے سلاخوں کے پیچھے دیکھو اور اپنے دل کو" سکون دو۔" اسکا باڈی گارڈ رکا اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

پھر وہاں سے نکل گیا۔

اسکا اٹل ارادہ دیکھ کر اس آدمی نے جلدی سے موبائل نکال کر اس میں موجود ایک نمبر پہ کال کی۔

ہمارا شک درست تھا اسے سب کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اس نے ہماری باتیں سن لیں تھیں۔ ابھی میں اسکے ساتھ جا رہا ہوں" پولیس اسٹیشن، ہماری گاڑی پر اٹیک کرواؤ اور نشانہ میرے باڈی گارڈ کا لو۔" حکم دیتے اس نے کال منقطع کر دی اور سگار

ایش ٹرے میں پھینک کر اپنے وقت کی بربادی پر دانت پیستا اسکے پیچھے گیا۔ جہاں پورچ میں اسکا گارڈ اسکے لئے گاڑی کا دروازہ کھولے کھڑا تھا۔

ابھی بھی وقت ہے سوچ لو۔ میں بچ سکتا ہوں اور تم لکھ پتی بن جاؤ گے، پھر نہ یہ ٹکے کی نوکری کرنی پڑے گی نہ ہی پریشانی" آس پاس پھٹکے گی۔" انہوں نے گاڑی کے دروازے پر ہاتھ ٹکاتے کہا۔

آپ بیٹھ رہے ہیں یا میں جاؤں؟" باڈی گارڈ نے غصے سے کہا وہ کندھے اچکاتا مایوس ہو کر اندر بیٹھ گیا۔"

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا باڈی گارڈ خوش تھا کہ اسکا باس سیدھی طرح مان گیا۔

گناہ کبھی نہیں چھپتا سر ایک نا ایک دن اپنی بدبو سے سب کو متوجہ کر لیتا ہے۔ چاہے آپ اسے زمین کی ساتویں تہہ تلے ہی" کیوں نا چھپا دیں۔ یہ اچھی بات ہے کہ آپکو احساس ہوا اور آپ مان گئے اپنے گناہ کی سزا بھگتنے کیلیئے، اب اپنے ساتھیوں کو بھی سامنے لائیے گا جو آپکے گناہ میں شریک تھے۔" وہ انہیں سمجھانے لگا اور پیچھے بیٹھا وجود سوچوں میں ڈوبا ہوا تھا۔

گاڑی کیوں روک دی؟" وہ حیران ہوئے اچانک گاڑی کے بیچ سڑک پر رکنے پہ۔"

لگتا ہے کسی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے سر۔" وہ پریشان سا کہتا باہر نکلا ساتھ پیچھے بیٹھا وجود بھی نکل آیا۔"

ٹھا!!!" دفعتاً فضا میں گولی کی آواز گونجی اور باڈی گارڈ جو مدد کیلیئے اس ہجوم کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پیچھے سے آتی گولی اسکا" سینہ چیر کر باہر نکلی۔ دوسری ٹھا کے ساتھ ہی "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" پڑھتے وہ منہ کے بل اپنے توانا وجود کے ساتھ سڑک پر گر پڑا۔

پھر اچانک اندھا دھند فائرنگ اس آدمی کی گاڑی پر ہوئی اور وہ جھک کر گھبراتا نیچے بیٹھ گیا۔

ہر طرف چیخ و پکار مچ گئی۔ باڈی گارڈ کی منہ کے بل گری لاش کے قریب سے ایک بائیک سوار گزرتا سڑک پر پڑے آدمی کے پاس آیا جس پر وہ چھلانگ مار کر اسکے پیچھے بیٹھا۔

اور دونوں ہی کسی جہاز کی طرح وہاں سے بھاگ گئے۔

کوئی ایمبولنس بلاؤ ہاسپٹل لے چلو اسے۔" سڑک کے صاف ہونے پر اسکا سر بھاگ کر باڈی گارڈ کے قریب آتا دھاڑ کر"

بولا۔

سوری سر یہ نہیں رہے۔" اسکی نبض چیک کرتے ایک لڑکا افسوس اور دکھ سے بولا۔"

------------------------*----------------*

سنسان سڑک تھی، سیاہی چاروں اطراف میں پھیلی ہوئی تھی۔ موت اسکے تعاقب میں تھی۔ وہ بھاگ رہا تھا، تیز تیز بھاگتا جا رہا تھا۔ آنسو بے تحاشہ برس رہے تھے سیاہ آنکھوں سے۔ اچانک اسے رکنا پڑا اسکے سامنے دو راستے تھے۔ ایک دائیں دوسرا بائیں۔۔

وہ دائیں طرف مڑا تو لڑکھڑا گیا۔

جہاں تم لڑکھڑاؤ وہاں کبھی مت جانا۔" اسکے کان میں ایک مردانہ آواز گونجی، اسنے روتے ہوئے سر ہلایا اور بائیں طرف" کے گھنے جنگلات میں ڈوبے راستہ کا انتخاب کیا۔

زندگی تیرے لئے۔" اس راستے پر موجود چھوٹے چھوٹے پتھر اسکے ننگے پاؤں میں چبھ رہے تھے۔ جس سے اسکی" سسکیاں بلند ہوتیں اور وہ تڑپ جاتا۔ پیچھے سے بھاگتے قدموں کی چاپ کو سنتے ہی اس نے رفتار بڑھائی اور اگلے ہی پل وہ اس سیاہی میں لپٹی سڑک پر موجود اس پتھر کو دیکھ نہ پایا اور دیکھتے ہی دیکھتے لڑکھڑا کر منہ کے بل گرا۔ آہیں آسمان کو چھونے لگی چیخ حلق میں دب گئی۔

زندگی تمہیں چاہتا ہوں"۔"

"پاؤں اتنے پھیلاؤ جتنی بساط ہو۔"

یس ڈیڈ!" وہ روتا سسکتا لہولہان اٹھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ابھی وہ بمشکل اپنے پاؤں پر سنبھلا بھی نہیں تھا کہ سامنے آتی" تیز رفتار گاڑی اسکے وجود کو فضا میں بلند کر گئی۔

"زندگی تمہیں ہارنے لگا ہوں۔"

ایک اذیت بھری چیخ اسکے حلق سے نکلی اور بیڈ پر پڑا وہ وجود اچھل پڑا جیسے تکلیف اسے ہوئی ہو۔۔ وہ دور جا گرا اور اسکے منہ سے سسکی نکلی۔

ہمت کبھی مت ہارنا" اسکے باپ کی وقفے وقفے سے بتائی گئی باتیں اسکے کانوں میں گونجنے لگی۔"

اسٹرا!" آنکھوں کے سامنے مکمل اندھیرا دیکھ کر وہ سسکا اور لڑکھڑا کر دوبارہ گر گیا۔"

ہمت نہیں بچی ڈیڈ!" اسکی چیخ گونجی۔"

"زندگی تجھے ہار گئے ہم"

بیری!" بیڈ پر پڑا اسکا نازک وجود چیختا جھپٹتا ہاتھ پیر مارنے لگا۔"

اسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا، ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ وہ وحشت سے چیخیں مارتی گلابی بیڈ پر پڑی مخمل کی بیڈ شیٹ کو نوچ رہی تھی۔

ہنی بیٹا ہوش میں آؤ۔" حارث صاحب اسکی چیخوں پر بھاگتے روم میں آئے اور اپنی گیارہ سال کی بیٹی کو بیڈ پر پھڑ پھڑاتے" اچھلتے دیکھ کر آگے بڑھتے اسے بانہوں میں بھر گئے۔

بیری! بیری!!" وہ ابھی بھی اسکے نام کی صدائیں لگاتی اندھیرے میں ڈوبی چھت کو گھور رہی تھی۔"

آپ اسے بیڈ پر لٹائیں۔" ڈاکٹر بھاگتے ہوئے کمرے میں آکر حارث صاحب سے بولے۔ ٹیبل پر میڈیکل باکس رکھتے" اس میں سے اسے ہمیشہ لگنے والا انجکشن نکالنے لگے۔ حارث صاحب نے نم آنکھوں سے اسے بیڈ پر لٹایا اور اسکے حلق سے نکلتی خرخر کی آوازوں پر آنکھیں میچتے اسکے ہاتھ پاؤں پکڑنے لگے۔ انکے پکڑنے پر ڈاکٹر دوسری طرف سے آتے اسکے بازو میں انجکشن لگانے لگے۔

پھر کچھ دیر وہ کسی زخمی چڑیا کی طرح پھڑ پھڑاتی رہی اور پھر آہستہ سے ہچکولے کھاتا اسکا وجود ساکت پڑ گیا۔

ماما" ایک ہچکی سی حلق سے بر آمد ہوئی۔ وہ حارث صاحب کے ضبط کا کڑا امتحان لیتی انہیں اذیتوں میں دھکیل گئی۔ اسے" ساکت ہوتے دیکھ کر وہ بھیگی پلکوں سے اپنی معصوم بچی کے چہرے کو دیکھتے اس کے گال پر ہاتھ پھیر کر کمبل اوڑھا گئے۔ پھر آہستہ سے جھک کر اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

وہ سنبھل رہی ہے آہستہ آہستہ ہمت رکھو۔ "ڈاکٹر نے حارث صاحب کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور پھر اپنا میڈیکل باکس" لئے وہاں سے نکل گیا۔ حارث صاحب نڈھال سے کرسی کھسکا کر اسکے پاس بیٹھے اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگے۔

کل اسکا نکاح تھا اپنے بچپن کے دوست ہادی سے۔

جس سے اسکے کوئی جذبات نہیں جڑے تھے، ایک تو اپنے باپ کی خوشی دیکھتے دوسرا بچپن سے منسوب ہونے کی وجہ سے وہ حامی بھر گئی تھی۔ نظر میں ہادی اچھا شخص تھا اور خاص بات وہ بچپن سے اسکا دوست تھا اسکے نخرے خوب اٹھاتا تھا۔ وہ اپنے ہاتھوں پہ لگی سمپل سی مہندی ڈیزائن کو دیکھتی سوچنے لگی، لیمپ کی مدہم روشنی میں اسکا خوبصورت چہرا کسی چاند کی طرح چمک رہا تھا۔ گولڈن شولڈر کٹ بال، دودھیاں میدے سی سفید رنگت، معصوم نقوش، سرخ گلابی پنکھڑیوں جیسے لب، چھوٹی سی ناک جس پہ ہر دم غصہ سوار رہتا، اور سب سے حسین قیامت برپا کرتے اسکے حسن میں اسکی ٹھوڑی پر موجود گڑھے پہ تین سیاہ نقطے۔ وہ ایک خوبصورت مجسمہ تھی۔

جو بھی پہلی نظر میں اسے دیکھتا دوبارہ پلٹ کر دیکھنے سے خود کو باز نا رکھ پاتا۔ وہ اپنی زندگی آپ جینے والی بندی تھی پر۔۔۔ وہ جی نہیں پاتی تھی۔ اسکی خوشیوں کا دائرہ اپنے باپ تک محدود تھا۔ وہ ہوم منسٹر حارث خان کی لاڈلی بیٹی تھی۔ خوبصورت اپنی مرحومہ ماں جیسی، مزاج اپنے باپ جیسا روکھا۔ وہ صرف اپنے باپ کی سنتی تھی یا دوسرا اپنے انکل فواد جو کہ حارث صاحب کے بچپن کے دوست تھے، کی سنتی تھی۔ اسکی زندگی صرف ان تین شخصیت کے گرد گھومتی تھی۔ حارث خان، فواد چوہان، بیری (کھویا وجود)۔

ماں بچپن میں ہی ساتھ چھوڑ گئی تھی ہمیشہ کیلیئے دوسرا کوئی تھا نہیں۔ نہ ہی وہ زیادہ میل جول پسند کرتی تھی۔ ہاں کچھ فرینڈز تھے یونیورسٹی کی اور دوستی بھی تھی پر ایک حد تک۔

دفعتاً خاموش روم میں موبائل پہ کال بیل کی مخصوص دھن بجنے لگی۔ کہنیوں کے بل اٹھ کر ہانیہ نے موبائل پہ چمکتے ہادی کے نام کو دیکھتے کوفت سے گہرا سانس بھرا۔ جب سے نکاح کی تاریخ رکھی گئی تھی وہ پیچھے ہی پڑ گیا تھا۔ عجیب سے لہجے میں چیپ چیپ باتیں کرتا کہ ہانیہ کو غصہ آجاتا اور وہ اچھی خاصی اسکی انسلٹ کر کے موبائل آف کر دیتی اور صبح وہ ڈھیٹ بغیر اسکی انسلٹ کا اثر لئے رومانٹک ایس ایم ایس کرتا۔

وہ جانتا تھا اسے اس سب سے نفرت ہے پھر بھی وہ ایسا کر رہا تھا آخر کیوں؟؟ یہ وہ خود بھی نہیں جانتی تھی۔ وہ چڑ جاتی دل کرتا جا کر ڈیڈ کو دکھائے اس چیپ انسان کی حرکتیں، پر انکا جواب جو شروع میں ہوا کرتا تھا "میں سمجھا تا ہوں اسے" پہ وہ صبر کا گھونٹ پی کر رہ جاتی کیونکہ سمجھانے کا وقت انہیں اپنے مصروف شیڈول میں نہیں ملنے والا تھا۔

وہ ڈھیٹ انسان اپنے اوچھے ہتھکنڈوں سے باز نا آتا ناچار ہانیہ کو اسکا نمبر بلاک کرنا پڑتا۔ دوسرے دن وہ "خان مینشن" ٹپک پڑتا اور مصنوعی غصے سے باز پرس کرتا جس پہ ہانیہ کا ایک جواب ہوتا "تم جیسی ترسی مخلوق کی میرے موبائل یا زندگی میں کوئی جگہ نہیں۔" اس پہ ہادی کا زوردار قہقہہ گونجتا۔ جیسے یہ سب سن کر اسے سکون ملتا ہو۔۔

پر پھر الٹا ایسی نظروں سے دیکھتا کہ وہ چیخ چیخ کر سارا گھر سر پہ اٹھا لیتی اور اسے دھکے مار کر اپنے گارڈز سے باہر نکلوا دیتی۔ پھر وہی تیسرے دن فواد صاحب آدھمکتے کہ وہ آئندہ ایسا نہیں کرے گا۔ میری جان! اسکا نمبر ان بلاک کرو۔ فواد صاحب تب آتے جب ہادی کے سارے نمبر بلاک ہو جاتے۔ وہ اپنے باپ سے کہتا کہ وہ اسے پسند نہیں کرتی۔ میں تھوڑا مزاق کرتا ہوں تو چڑ جاتی ہے بلاک کر دیتی ہے اور ہانیہ کو ناچار فواد صاحب کے کہنے پہ ان بلاک کرنا پڑتا۔ دو دن تو وہ اپنے شریفوں والے بھیس میں رہتا اور تیسرے دن کچھ تعریفیں کی جاتی پھر واپس اپنے کمینے روپ میں آجاتا تھا۔ اب تو ہانیہ نے اسے اگنور کرنا شروع کر دیا تھا یہی ایک راستہ تھا اس کے پاس۔ اب جب انکا رشتہ مضبوط بندھن میں بندھا جا رہا تھا تو وہ

اس کے ایک دو میسج پڑھ لیتی تھی۔ کبھی منہ ہی منہ میں سخت جملے بڑبڑا کر رہ جاتی کبھی فنی میسج پہ ہنس پڑتی۔ اگر چہ موڈ اچھا ہو تو۔

کیا ہے کیوں کال کی ہے اس ٹائم؟" وہ غصے سے پوچھنے لگی دوسری طرف ہادی ہنس پڑا۔"

اپنی ہونے والی بیوی سے کچھ محبت بھری باتیں کرنے کیلیئے، ان پلوں کو یادگار بنانے کیلیئے۔" وہ لفظوں میں محبت کی مٹھاس" بھر کر بولا پر ہانیہ پہ خاک اثر نہ ہوا۔ اس وقت جب ہانیہ کی آنکھوں میں نیند بھر آئی تھی۔ اسکی بکواس سن کر اسے غصہ آ گیا۔

جسٹ شٹ اپ، ہادی! کس مٹی کے بنے ہو؟ ابھی ہماری شادی نہیں ہوئی جو تم مجھ سے ایسی گھٹیا گفتگو کرو، انڈرسٹینڈ!" وہ" دبے دبے لہجے میں برہمی سے گویا ہوئی۔

سو واٹ ہنی! کل تو ہو جائے گی نا، ابھی مجھے نیند نہیں آ رہی اور اس وقت صرف تم ہی ہو جس سے میں سکون حاصل" کر سکتا ہوں۔ سو ڈونٹ ویسٹ آور ٹائم، کچھ دنوں بعد تو ویسے ہی تمہیں میرے پاس آنا ہے تو مجھ سے کیسی شرم؟" وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر ہاتھوں میں کشن دبوچے بولا۔

دوسری طرف اسکے لہجے و الفاظ پہ ہانیہ کو تو جیسے کسی نے آگ کی لگا دی۔

ہنی!!" اس سے پہلے کہ وہ اسے سخت سست سناتی یا اسے اسکی اوقات یاد دلاتی، وہ خمار زدہ لہجے میں بولا۔ اسکی پکار پہ ہی ہانیہ" کے جسم میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔ اسے ہادی سے بے ساختہ گھن محسوس ہونے لگی۔

یو نو واٹ ہادی! مجھے اس وقت تم سے اتنی نفرت محسوس ہو رہی ہے کہ دل کرتا ہے تمہارا منہ نوچ لوں یا تمہارے چہرے" پہ اپنی ہیل مار کر اس کا حشر بگاڑ دوں پر افسوس میں مجبور ہوں۔ مجھے بہکانے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں ہانیہ حارث خان ہوں۔ کوئی عام لڑکی نہیں۔ تم جیسے تو کتے کی طرح میرے آگے پیچھے دم دہلاتے پھرتے ہیں یہ تو میری بدقسمتی ہے کہ انہی کتوں میں سے ایک کو اپنی زندگی میں داخل کرنا پڑ رہا ہے۔ ورنہ میں تم جیسے تھرڈ کلاس گھٹیا انسان کو منہ بھی نہ لگاتی کجا کہ

نکاح کرنا، میرا بس چلے تو صبح ہی انکار تمہارے منہ پہ مار دوں، انڈرسٹینڈ مسٹر ہادی چوہان!" غصے و نخوت سے ساری دل کی بھڑاس نکال کر کھٹاک سے کال منقطع کی۔ تکیہ درست کر کے، نیم دراہو کر اپنا بازو آنکھوں پر رکھ لیا۔

اچھی طبیعت صاف کی ہے آج تو، آئندہ اس گھٹیا اقدام کی جرات نہیں کرے گا۔" وہ بڑبڑائی اور کروٹ بدل گئی۔ہادی کو" غصے، نفرت اور بدلے کی آگ میں چھوڑ کر وہ سکون کی نیند سو گئی۔

ہانیہ میڈم! اکڑلو جتنا اکڑنا ہے۔ آنا تو میرے ہی پاس ہے، پھر بتاؤں گا تمہیں تمہاری اوقات۔" خطرناک ارادوں لیے" اس نے سگریٹ سلگایا۔ ہانیہ کے بے عزتی کرنے پر اس کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔ وہ کون سا اس سے پیار کرتا تھا۔ بس ایک ضد تھی اسے نیچا دکھانے کی۔

تمہیں تو ایسا سبق سکھاؤں گا کہ موت کی بھیک مانگو گی ہنی ڈارلنگ!" نفرت و زہر میں ڈوبا اسکا لہجہ، بہت دور کی سوچ بیٹھا" تھا۔

----------------------------------------*

سیاہ تاریک، سنسان سڑک پہ اس نے اپنی گاڑی منزل قریب آنے پہ ایک سائیڈ پر روک دی۔ ہڈی میں موجود وہ شخص ڈیش بورڈ سے پیپرز اٹھا کر باہر نکلا۔ آس پاس کے سفید بنگلے ایک دوسرے پہ سایہ بنے ہوئے تھے۔ وہ اسی تاریکی کا ایک حصہ لگ رہا تھا۔ اس سنسان سڑک پہ وہ اپنے مضبوط قدم اٹھاتا آگے بڑھ رہا تھا۔ اچانک اسکی جیب میں موجود موبائل بجا۔

ہاں بولو کریم؟" لہجہ سرد اور ٹھہرا ہوا تھا۔"

آپ آرہے ہیں؟ سر! سب کچھ ہینڈل کر لیا گیا ہے۔" کریم نے جلدی سے کہا۔"

"ہمم! پہنچ گیا ہوں۔" اس نے کہہ کر کال منقطع کی اور موبائل واپس جیب میں رکھا۔ وہ چلتا ہوا "ہوم منسٹر حارث خان" کے مینشن کے سامنے رکا۔

اور اسکی نظر اس عالیشان "خان عمارت" پہ پڑی۔ جیب میں موجود پیپرز تھپتھپاتے ہوئے وہ بیرونی دیوار پھلانگ کر اندر لان میں داخل ہوا۔ بلیک ڈاگز اور گارڈز کا چاروں طرف پہرا تھا۔ پر اسکے آدمی سب کچھ ہینڈل کر چکے تھے۔ سیکیورٹی

فورسز سے لے کر کیمرہ تک۔ اس نے بے فکر ہو کر قدم آگے بڑھائے اور سامنے موجود کمرے کی بالکونی کے ساتھ جڑے ہوئے پائپ پہ چڑھا۔ بہت آہستہ سے کسی چیتے کی طرح پائپ پہ چڑھتے بالکونی میں چھلانگ لگائی۔ وہ باآسانی اسکے کمرے تک پہنچ گیا تھا۔ جس کا اسکے آدمیوں نے بتایا تھا۔ کھڑکیوں پر

مصنوعی اسٹرابیری کی لڑیاں اور دبیز سفید پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اسکے عنابی لبوں پہ ایک مخصوص تبسم بکھرا۔

وہ پردے ہٹا کر کمرے میں داخل ہوا۔ جہاں مہندی اور اسکی سانسوں کی ملی جلی خوشبو بہرام ملک کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

لیمپ کی مدہم روشنی میں وہ چلتا ہوا اسکے پاس آیا۔ جہازی سائیز بیڈ پہ وہ سلک کی پنک نائٹی میں

دنیا جہاں سے غافل میٹھی نیند کی آغوش میں تھی۔ بہرام ملک کی نظریں اسکے ہاتھوں پر لگی مہندی پہ پڑیں۔ اس کے مسکراتے لب سختی سے آپس میں پیوست ہو گئے اور وہ غصے بھری نظروں سے ہانیہ خان کو دیکھنے لگا۔

لیمپ کی سنہری روشنی میں اسکے معصوم نقوش کسی گلاب کے تازہ پھول طرح نکھرے ہوئے تھے۔ وہ چاند نگر کی شہزادی معلوم ہو رہی تھی کہ دل بے ساختہ اسے چھو کر محسوس کرنے کی خواہش کرنے لگا تھا۔ اسکی چھوٹی سی سرخ ناک پہ دھرا غصہ اور ماتھے پہ بل دیکھے تو بہرام کے لب ایک بار پھر مسکرائے۔ اسے فرصت میں سراہنے کا ارادہ کرتے ہوئے اس نے آہستہ سے لیمپ آف کیا اور گن نکالی۔

وہ اسکے اتنا قریب بیٹھا تھا کہ دونوں میں ہاتھ بھر کا فاصلہ رہ گیا تھا۔

نیند میں کسی کی موجودگی اپنے آس پاس محسوس کر کے اچانک ہانیہ کی آنکھ کھلی۔ نیند سے بوجھل سیاہ خمدار پلکوں کی باڑ جھپک جھپک کر وہ خالی الذہنی سے اسے دیکھنے لگی۔

کک کون ہے؟؟ وہ اندھیرے میں ایک سایہ اور اسکی سانسوں کی تپش اپنے قریب محسوس کر کے خوف سے ہکلائی۔"

بہرام ملک نے نظریں اسکی طرف اٹھائیں اور اس اندھیرے میں ہانیہ خان کی بڑی بڑی نیند کے خمار سے بھری آنکھوں میں بہرام ملک نے اپنی نیلی سرد آنکھیں گاڑ دیں۔ ہانیہ کی سانس اندھیرے میں اسکی چمکتی آنکھیں دیکھ کر رک سی گئی۔

"کک کون ہو تم؟" خوف سے اسکے ہاتھ پاؤں سن پڑ گئے۔ اتنی رات میں کسی انجان کی اپنے کمرے میں موجودگی، وہ بھی اپنے اتنے قریب کہ اسکی سانسیں بھی وہ خود پہ محسوس کر رہی تھی۔

جسم میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔

"تمہارا ہونے والا شوہر۔" بہرام نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ہانیہ کو رونا آ گیا۔ وہ اپنی سسکیاں اپنے حلق میں ہی دبانے ی کوشش کرنے لگی۔ وہ بہادر لڑکی اس وقت بھیگی بلی بنی ہوئی تھی۔ یہ خواب تھا یا حقیقت، اسکے شل اعصاب سمجھ نہیں پا رہے تھے۔ مزید جان تو اسکے الفاظ نے نکال دی تھی۔ اس کے خوبصورت نینوں سے آنسو پھسلتے اس کے رخساروں پہ گرتے اس کے بالوں میں جذب ہو رہے تھے۔

"ڈے!!!" اس سے پہلے کہ وہ چیخ و پکار کر کے سب کو اکٹھا کرتی بہرام نے بہت آہستگی سے اسکے منہ پر اپنا بھاری ہاتھ جما دیا۔

"شش۔۔۔ ہنی شور نہیں۔" بہرام نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ہانیہ اسکے لمس پہ مچل گئی۔ وہ اسکی گرفت میں مچلتی ساکت ہو گئی جب بہرام نے اسکے ماتھے پہ پسٹل رکھی۔

"کہا نا شور نہیں ہنی۔" اس نے سرد لہجے میں اس کے کان میں سرگوشی کی۔ ہانیہ خوف سے سپید پڑ گئی۔ اسکا وجود خوف سے سرد پڑتا ہلنے سے انکاری ہو گیا تھا۔ البتہ آنکھیں زار و قطار برس رہی تھیں۔

"اٹھو" اس نے حکم دیا جس پہ ہانیہ نے نفی میں سر ہلایا۔ بہرام نے اسے غصے سے دیکھا۔

"میں نے کہا اٹھو۔" سرد ٹھٹھرا دینے والا لہجہ پر ہانیہ بے آواز روتی اٹھ بیٹھی۔ بہرام مسکرا دیا اور اپنے ی جیب سے پیپرز اور پن نکالا۔ موبائل کی روشنی اسکے گلابی چہرے پہ ٹکا کر دونوں چیزیں ہانیہ کے سامنے کیں۔

"سائن کرو، ہمارا نکاح ہے آج اور ابھی۔" اس نے پن ہانیہ کی کپکپاتی انگلیوں میں تھمایا۔ وحشت زدہ سی ہانیہ کی نظریں اس کے دستانے پہنے ہاتھوں پہ گئیں۔

مم میں ایسا نہیں کروں گی۔ تم میرے ڈیڈ کو نہیں جانتے۔ انہیں جب معلوم ہو گا تو وہ تمہاری جان لے لیں گے۔" دونوں ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر وہ پھر سے رو پڑی۔ کل صبح اسکا ہادی کے ساتھ نکاح تھا۔ ساری تیاریاں ہو چکی تھیں۔ اسکے پاپا اور انکل کتنے خوش تھے۔

ہنی! میں جانتا ہوں تمہارے ڈیڈ کو، اور تمہیں بھی اچھی طرح۔ اب تم ان پیپرز پہ سائن کرو۔" گن ماتھے سے سرکتی اسکے بھیگے گال تک آئی اور ہانیہ کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ گئے۔

وہ اسکے بالکل پاس بیٹھا تھا۔ اگر وہ ذرا سی مزاحمت کرتی یا چیختی تو دوسرے ہی پل وہ اس پہ حملہ کر دیتا۔ گن تو پہلے ہی اس کے نشانے پہ تھی۔ صرف ٹریگر دبانے کی دیر تھی اور وہ سیدھا اوپر۔۔۔

لو سائن کرو اس سے پہلے کہ میرا ارادہ بدل جائے۔" اسکی گردن پہ گن رکھتے وہ سرد آواز میں بولا۔ ہانیہ کے پاس سائن" کرنے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہ بچا۔ اس نے کانپتی انگلیوں سے پن تھاما۔

تت تم کک کون ہو یہ تو بتا دو؟" اس نے بھاری آواز میں التجا کی۔ جس پہ بہرام مسکرایا۔"

بتاؤں گا ہنی! جب تمہیں رخصت کروانے آؤں گا، تو بتاؤں گا" گن سے اسکا چہرہ اوپر کرتے وہ سرگوشی میں بول رہا تھا۔" بہرام نے اسکا سر اونچا کرتے اسکے پن والا ہاتھ پکڑ کر سائن والی جگہ پہ رکھا۔

اب سائن کرو شاباش۔" اس کے کہنے پہ نا چاہتے ہوئے بھی ایک انجان شخص کے ساتھ رات کے اندھیرے میں نکاح" جیسے پاک رشتے میں بندھ گئی۔ چاہے زبردستی ہی صحیح۔۔۔

اب اسکا نکاح ہو گیا ہے اور نکاح پر نکاح نہیں ہو سکتا۔" وہ اچانک ہی آیا تھا اور اس سے نکاح کر کے اسے روتا بلکتا چھوڑ" کر چلا گیا تھا۔

تو کیا وہ جانتا تھا کل اسکا نکاح ہے؟ وہ جاتے ہوئے کہہ کر گیا تھا کہ وہ اب اسکی امانت ہے۔ وہ جلد ہی آئے گا اسے اپنا "بنانے۔

وہ کون تھا کہ اسے اس تک پہنچنے سے اسکے باپ کی سخت سیکیورٹی فورسز بھی نہ روک پائیں۔ وہ آرام سے آیا اور اس سے نکاح کر کے چلا گیا۔

نہ اسے بتایا کہ وہ کون ہے؟ اس کا کیا نام ہے؟ وہ کہاں رہتا ہے؟ بس آیا، ڈرایا دھمکایا اور گن پوائنٹ پہ نکاح کر کے چلا گیا۔ اور وہ اسے روک بھی نہ سکی۔ اس سب کے دوران وہ پیپرز پر دھیان ہی نہ دے پائی کہ وہ سچ میں نکاح نامہ ہے یا صرف اسکا نکاح رکوانے کی کوئی چال۔

----------------------------------*

ہنی بیٹا دروازہ کھولو۔ " حارث صاحب نے بے بسی سے کہا۔ "

نو!!!" وہ بیڈ پہ بیٹھی اب ملازمین کی جگہ اپنے ڈیڈ کی آواز سن کر دھاڑی۔ "

چلیں جائیں ورنہ میں خود کو ختم کرلوں گی، گو پلیز!" وہ بھاری آواز میں چیخ رہی تھی۔ حارث صاحب کو تشویش ہونے " لگی۔ ویسے تو وہ اکثر ایسی حرکتیں کرتی رہتی تھی۔ کوئی بات موڈ کے خلاف ہو جائے تو یوں ہی دروازہ بند کر کے بیٹھ جاتی تھی پر آج اسکی روئی روئی بھاری آواز حارث صاحب کو پریشانی و گھبراہٹ میں مبتلا کر گئی۔

کچھ ہی گھنٹوں بعد اسکا نکاح تھا۔ خان مینشن دلہن کی طرح سجا ہوا تھا اور ایسے میں اسکا یوں کمرہ بند ہو جانا انہیں پریشان کر گیا تھا۔

ابھی تو پارلر سے لڑکیاں اسے تیار کرنے کے لیے آنے والی تھیں۔ یہ نکاح عام نوعیت کا نا تھا۔ ملک کے مہشور بزنس ٹائیکون فواد چوہان کے بیٹے اور ہوم منسٹر حارث خان کی بیٹی کے نکاح میں دنیا بھر کے امیر کبیر لوگ شرکت کی غرض سے آنے والے تھے۔ پھر ایسے نازک وقت پہ ان کی بیٹی کا رویہ۔۔۔

حارث صاحب نے عبداللہ کو دوسری کیز لانے کا اشارہ کیا تو وہ لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے چلا گیا۔

لیجیے سر !"عبد اللہ مؤدب سا کیزان کے سامنے کرتے پیچھے ہٹ گیا اور حارث صاحب نے انہیں جانے کا اشارہ کیا اور خود دوران لاک کرتے اندر داخل ہوئے۔ سامنے ہی وہ عام سے سوٹ میں گھٹنوں میں منہ دیے بیٹھی ہولے ہولے لرز رہی تھی۔

ہنی بیٹا! کیا ہوا میری جان ؟" حارث صاحب لپک کر اس کے پاس پہنچے۔ اس کے پاس بیٹھ کر اسکا چہرا اوپر اٹھایا تو دھک سے رہ گئے۔ اپنی لاڈلی، کل کائنات، اپنی ہانیہ بیٹی کی سرخ سوجی ہوئی بھیگی آنکھیں اور بخار میں تپتا وجود دیکھتے دل جیسے ساکت ہو گیا۔ ہولے ہولے لرزتی وہ انہیں موت کے قریب کر گئی۔ ہانیہ نے اپنے باپ کو دیکھا۔ اسکے ساتھ ایک رات میں کیا کیا ہو گیا تھا۔ وہ اس بات سے انجان تھے۔ وہ ساری رات روتی رہی تھی۔ ایک پل بھی خوف سے سو نا سکی تھی۔

کہاں تھے آپ رات کو ڈیڈ ؟" ٹھوڑی پہ موجود انکے ہاتھ جھٹکتی وہ غصے سے پوچھنے لگی۔ حارث صاحب اس کے سوال پہ حیران ہوئے۔

بیٹا اپنے روم میں تھا۔" انہوں نے اسکا چہرا اپنے ہاتھوں کے پیالوں میں بھرا، ہانیہ سسک اٹھی۔"

ہوا کیا ہے میری جان ؟ اپنے ڈیڈ کو کیوں تڑپا رہی ہو؟ بتاؤ کیا ہوا ہے ؟ بچپن کی طرح پھر کوئی برا خواب دیکھا ہے ؟" انہوں نے اسے سینے سے لگاتے پوچھا تو ہانیہ اپنے لب سختی سے کاٹنے لگی۔

وہ کیسے انہیں بتاتی کہ رات کو ایک انجان شخص اسکے روم میں آکر اس سے نکاح نامے پہ سائن لے کر اسے اپنی امانت بنا کر چلا گیا تھا اور وہ کچھ بھی نا کر سکی۔

ڈیڈ !" کرب سے انہیں پکارتی وہ اس طرح رونے لگی کہ حارث صاحب ایک بار پھر گھبرا اٹھے۔ انہوں اس کے گرد اپنی" بانہوں کا حصار قائم کر کے اسے اپنے تحفظ کا احساس دلایا۔ پر کیا فائدہ اب اس تحفظ کا۔ جو ہونا تھا وہ تو ہو گیا۔ اب وہ ایک انجان شخص کی بن چکی تھی۔

کیا ہوا ہے ہنی ؟ پلیز ٹیل می مائے بے بی۔ واٹ ہیپنڈ ؟" حارث صاحب اسکے ماتھے پہ لب رکھ کر اسکا سر سہلاتے پوچھنے لگے۔

ڈیڈ! آج رات کو۔۔۔وہ سسکتے ہوئے حارث صاحب کی شرٹ کو مٹھی میں دبوچتی بہت ہمت سے اس روح فرسا منظر کو" یاد کرتی بولی۔

یس مائے بے بی! کیا ہوا رات کو؟ کیوں میرا بہادر بیٹا اتنا ڈرا ہوا ہے؟" حارث صاحب نے اسکا اپنے سینے میں چھپا چہرہ اٹھا" کر گال صاف کرتے محبت سے کہا۔

ڈیڈ! وہ رات کو کوئی آیا تھا میرے روم میں اور۔۔۔ اور۔۔۔" وہ لب دبا کر ہچکیاں لینے لگی۔ حارث صاحب ششدر سے" اسے دیکھتے رہ گئے۔

کون تھا؟ بیٹا! کیا ہوا تھا؟" وہ گھبرا گئے، دل جیسے کسی نے مٹھی میں دبوچ لیا۔"

ڈیڈ! اس نے زبردستی، گن پوائنٹ پہ مجھ سے نکاح نامے پہ دستخط لے لیے۔" وہ بات مکمل کرتی چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر" پھر سے رونے لگی۔

حارث صاحب ساکت سے بت بنے بیٹھے اسے روتا ہوئے دیکھ رہے تھے۔ ان میں اتنی طاقت نہیں رہی تھی کہ اسے چپ کرواتے یا کوئی دلاسہ دیتے۔

کون تھا وہ حرام خور؟" اچانک ہی وہ دھاڑے۔ روتی ہوئی ہانیہ بھی سہم گئی۔"

بتاؤ مجھے کون تھا؟ کس کی ہمت ہوئی حارث خان کی بیٹی کو ڈرانے دھمکانے کی؟ وہ حرام زادہ میرے گھر میں گھس آیا اور" کسی کو خبر بھی نا ہوئی۔" غیض و غضب کے عالم میں انکی دھاڑ پورے مینشن میں گونجی۔

ڈیڈ! مم میں نہیں جانتی۔ ہانیہ نے نفی میں سر ہلایا تو حارث صاحب ٹھٹھکے۔"

تم نے دیکھا تھا اسے؟" انہوں نے دوسرا سوال کیا جس پہ اس نے نفی میں سر ہلایا۔"

لائٹ آف تھی۔ کمرے میں بالکل اندھیرا تھا۔" وہ بے بسی سے بولی حارث صاحب نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔"

پھر نکاح نامے پہ سائن کیسے کیے؟" وہ حیرانگی سے بولے۔"

اسکی موبائل کی ٹارچ میں۔ اس نے خود ہاتھ پکڑ کر سائن کروائے۔" حارث صاحب بت بن گئے۔"

نکاح نامے پر نام دیکھا تھا اسکا؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے تیسرا سوال پوچھا جس پہ ہانیہ کا سر نفی میں ہلا۔ حارث" صاحب لب بھینچ گئے تھے۔

ایک منٹ گارڈ سے پوچھتے ہیں۔" حارث صاحب اسکے سر پہ ہاتھ رکھ کر اٹھے۔ انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا۔ کمرے میں" اندھیرے کے باعث چہرہ نہیں دیکھا۔ پر نام۔۔۔ نام تو دیکھا ہو گا نا نکاح نامے پہ، جب اسنے سائن کروائے تھے۔ سوچوں میں گم ماتھے پہ بل لیے، لب بھینچے وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آئے اور گارڈز کو بلایا۔

رات میں تم سب کہاں تھے؟" وہ غصے سے پوچھنے لگے جس پہ سامنے کھڑے مؤدب سے گارڈز ایک دوسرے کو نا سمجھی" سے دیکھتے حارث صاحب کی جانب متوجہ ہوئے۔

سر آن دے ڈیوٹی۔" سب یک زبان بولے۔"

تم سب ڈیوٹی پہ تھے تو وہ آدمی۔۔۔ وہ چور کیسے گھس آیا اندر؟" وہ بے دھیانی میں منہ سے نکلتی بات کو پلٹ گئے۔ جانتے" تھے اگر یہ بات میڈیا تک پہنچ گئی تو کس مصیبت کا سامنا کرنا پڑے گا اور پھر ان کی بیٹی کا مستقبل کیا ہو گا؟ یہ سوچ کر ہی ان کا دل گھبرا رہا تھا۔

آئی ایم سوری سر! لیکن رات کو کوئی نہیں آیا تھا۔ آپ سب سے پوچھ سکتے ہیں۔" دوسرا ابھی بولا۔ حارث صاحب نے اپنا" ماتھا مسلا۔ کیا کریں کیسے؟ کیا وہ فواد سے بات کریں؟ پھر کچھ سوچتے انہوں نے ہمت کر کے موبائل نکالتے گارڈز کو جانے کا اشارہ کیا اور فواد چوہان کا نمبر ملایا۔ دوسری طرف سلام کے جواب پر انہیں گھر آنے کا کہتے حارث صاحب نے فون بند کر دیا۔

ہانیہ اٹھ کر اپنا ایک لباس نکالتی باتھ روم میں گھس گئی اور تھوڑی دیر میں فریش ہو کر باہر نکلی۔ اپنے بکھرے بالوں کو سنوارتے اس کی نظر اپنے ہاتھوں پہ گئی، جہاں کل ہادی کے نام کی مہندی لگی تھی۔ اب وہ تھوڑا بہت سنبھل گئی تھی۔ اپنی بزدلی کے بارے میں سوچ کر وہ اب کڑھ رہی تھی۔ کیا ضرورت تھی موت سے ڈر کر سائن کرنے کی۔ پر یہ بھی تو سچ تھا

جب موت سامنے ہو تو اچھے اچھے بے بس ہو جاتے ہیں اور خود کو بچانے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ اس کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو یہی کرتا۔ کیسا برا سایہ تھا اسکے اوپر۔ کیسے وہ اسے اپنی امانت بنا کر کے چلا گیا۔

میں تمہاری امانت نہیں ہوں باسٹرڈ۔" وہ پرفیوم کی بوتل آئینے پہ مار کر چیخی اور بیڈ پہ بیٹھ کر اس انجان شخص کی لگائی" آگ میں جلنے لگی۔

حارث صاحب نے کمرے سے آتی آوازوں پر سر اٹھا کر اضطراب سے دیکھا۔

سر! فواد چوہان آئے ہیں۔" گارڈ کی اطلاع پہ انہوں نے گردن موڑی اور سر ہلا کر اسے جانے کا اشارہ کیا۔"

کیا ہوا؟ حارث! خیریت صبح صبح بلا لیا؟" فواد صاحب پریشانی سے کہتے اندر آئے۔ ان کے پیچھے پیچھے ہادی بھی تھا۔ دونوں" حارث صاحب سے ملتے ہوئے سامنے پڑے صوفے پہ بیٹھ گئے۔ حارث صاحب کو ملازموں کی موجودگی میں بات کرنا صحیح نا لگا تو وہ انہیں اپنے ساتھ لے کر اپنے کمرے میں آ گئے۔

کچھ خیریت نہیں فواد! ہمارا پتا نہیں کون سا دشمن ہے؟ جس نے رات کو ہانی کے روم میں آ کر اس سے زبردستی نکاح نامے" پہ سائن لے لیے ہیں اور جس طرح وہ چوروں کی طرح آیا تھا ویسے ہی چلا بھی گیا۔ گارڈز کو بھنک تک بھی نہیں پڑی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ ساری رات ڈیوٹی پہ تھے۔ نہ کوئی اندر آیا تھا نہ ہی باہر گیا تھا۔" حارث صاحب کی بات پہ دونوں باپ بیٹا انہیں حیرت سے دیکھنے لگے۔

تم ہوش میں تو ہو حارث، کیا کہہ رہے ہو؟" فواد صاحب بے یقینی سے بولے۔"

یہی تو بات ہے فواد کہ یہ سب کہتے میں خود کو ایک پاگل محسوس کر رہا ہوں۔" حارث صاحب دونوں ہاتھوں میں سر تھام" گئے۔ حارث صاحب کی بات پہ دونوں حیرت و بے یقینی کے عالم میں گنگ سے بیٹھے تھے۔

کیا اس نے دیکھا اس آدمی کو؟ ہانیہ کو بلاؤ"۔ فواد صاحب ہوش میں آتے بولے۔"

ہانی نے نہیں دیکھا اسے کیونکہ کمرے میں اندھیرا تھا۔ لائٹ آف تھی اور نہ ہی وہ اسکا نام جان سکی۔ وہ ایک انتہائی شاطر" انسان تھا۔ جو آیا اور بغیر ثبوت چھوڑے یہ سب کر گیا۔" حارث صاحب کے کہنے پہ فواد نے ہادی کی طرف دیکھا۔ جس کے چہرے پہ غصے کی لالی تھی۔۔

فواد صاحب اور حارث صاحب نے سارے کیمرے چیک کیے پر وہاں گارڈز اور پہرہ دیتے ڈاگز کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ یہ کیا مذاق ہوا تھا ان کے ساتھ۔

واہ انکل! کیا پلان بنایا ہے آپکی بیٹی نے۔" ہادی کی برداشت کا مادہ جب ختم ہوا تو وہ تالی بجا کر بولا۔ پریشان سے بیٹھے حارث" صاحب اور فواد صاحب نے اسے دیکھا۔

یہ کیا حرکت ہے ہادی؟" فواد صاحب نے سخت لہجے میں اسے باز رہنے کا اشارہ کیا۔"

ڈیڈ! یہ میری حرکت نہیں انکی بیٹی کا ناٹک ہے۔ کل رات ہی اس نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے شادی نہیں کرنا چاہتی۔ وہ مجھ پہ" " تھوکنا بھی پسند نہیں کرتی۔ اس کے نزدیک میری کوئی اوقات نہیں۔ کتا ہوں میں، دم ہلاتا اسکے آگے پیچھے پھرتا ہوں۔ وہ حارث صاحب کو دیکھ کر بولا۔

ہادی بیٹا! مگر وہ ایسا کیوں کرے گی؟" حارث صاحب نے فواد کی آنکھوں میں سوچ دیکھ کر پہلو بدلا۔"

کیونکہ انکل میں اسے پسند کرتا ہوں وہ نہیں۔ چیپ انسان ہوں میں، تھرڈ کلاس ہوں۔ اسکے لائق نہیں ہوں۔" وہ چیخ کر" بولا۔

بس" فواد صاحب اسکی آواز غصے سے بلند ہوتی دیکھتے دھاڑ کر بولے اور پریشان سے بیٹھے حارث صاحب کی جانب" مڑے۔ ہادی لب بھینچ کر رہ گیا۔

حارث یہ بھی تو ہوسکتا ہے شاید اس نے کوئی برا خواب دیکھا ہو۔ آخر کوئی ثبوت بھی تو نہیں، ہے اس کی بات کا۔ کوئی نام" نشان نہیں تو کیسے ایسا ہوسکتا ہے؟ مجھے لگتا ہے ہانیہ دماغی طور راضی نہیں تھی اس نکاح کیلیئے۔ اس وجہ سے شاید اس نے کوئی

خواب دیکھ لیا ہو اور وہ ڈر گئی ہو۔ پہلے بھی تو وہ ایسے خواب دیکھ کر ڈر جاتی تھی۔" فواد صاحب کی تفصیلی بات اور سمجھانے پہ وہ کچھ مطمئن ہوئے پر وہ ہادی کی بات پہ الجھے ہوئے تھے۔

مجھے بھی ایسا لگتا ہے شاید اس نے برا خواب دیکھا ہو گا۔" انہوں نے حامی بھرتے سر ہلایا۔"

نہیں ہے کوئی برا خواب۔ وہ حقیقت تھا۔ آپکو یقین کیوں نہیں ڈیڈ؟" اچانک وہ دروازے سے نمودار ہوتی سرخ سوجے" چہرے کے ساتھ چلائی۔ ہادی اور فواد صاحب نے اسے حیرت سے دیکھا پر بولے کچھ نہیں۔

ہنی! کیا تم نے ہادی کو کہا تھا کہ وہ تمہارے لائق نہیں، تم اس سے شادی نہیں کرنا چاہتیں؟" حارث صاحب اٹھ کھڑے" ہوئے۔ ہانیہ نے ٹھٹھک کر سامنے بیٹھے ہادی کو دیکھا جو اسکی طرف ہی متوجہ تھا۔

اوہ تو اس گھٹیا انسان نے آپکو کہا ہے کہ یہ میرا خواب ہے۔ پر یہ خواب نہیں ہے، حقیقت ہے۔ اور ہاں یہ بات اچھی طرح" جان لیں میں اس سے شادی نہیں کروں گی اور تب تک شادی نہیں کروں گی جب تک آپ مجھے اس انجان شخص سے طلاق نہیں دلواتے اور تم! پھر بھی میں تم سے شادی نہیں کروں گی۔ جسے میری بات پہ یقین نہیں تو جائیں بھاڑ میں۔ میں ایک نکاح کے اوپر دوسرا نکاح نہیں کر سکتی۔" غصے کی حالت مین جو اس کے منہ میں آیا وہ بدلحاظی سے کہتی واپس سیڑھیاں طے کرتی اپنے روم میں بند ہو گئی۔

آپ نے دیکھا انکل، اسے مجھ سے نکاح ہی نہیں کرنا تھا۔ یہ تو اس نے صرف ایک بہانہ بنایا تھا۔' ہادی مٹھیاں بھینچتا ایک" ایک لفظ چبا کر گویا ہوا۔

پھر کیا سوچا تم نے حارث؟" سگار کے گہرے کش لیتے فواد نے استفسار کیا۔"

وہ اپنے بیٹے کی بے عزتی پہ بمشکل خود پہ ضبط کیے بیٹھے تھے۔

"کچھ نہیں، جیسے چل رہا ہے چلنے دو۔ نکاح کی ساری تیاریاں ہو گئی ہیں۔ اب صرف شام کو نکاح کی رسم ادا کرتے ہیں۔"

حارث صاحب کی بات پہ ہادی کے چہرے کی سرخیاں واپس لوٹ آئیں۔

تمہارا آئیڈیا تو فلاپ ہو گیا ڈارلنگ! اب میرا آئیڈیا۔" اس نے سوچا اور پھر کچھ دیر بعد وہ فواد صاحب کے ساتھ روانہ "ہو گیا۔

اپنی بیٹی کے اس اچانک رویے سے حارث صاحب بہت پریشان تھے۔ وہ اپنے کمرے میں بیٹھے اس پہ سوچ بچار کر رہے تھے۔

اور پھر وہ ہوا جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔ ان کی بیٹی سارے مہمانوں کے سامنے اپنے باپ اور فواد صاحب کو شرمندہ چھوڑ کر انگلینڈ چلی گئی تھی۔ اس نے انہیں کسی کے سامنے نظر اٹھانے کے قابل نہیں چھوڑا تھا۔

--------------------------*

میڈیا والوں کو انہوں نے بمشکل سنبھالا تھا۔ فواد صاحب اور ہادی کا بس چلتا تو اسے ابھی زندہ زمین میں گاڑ دیتے، جسے انکی عزت کی ذرا پرواہ نہیں تھی۔ وہ دونوں بہت ضبط سے بیٹھے تھے۔

بس نہیں چل رہا تھا کہ جائیں اور اسے چوٹی سے پکڑ کر لائیں اور ایسا سبق سکھائیں کہ دوبارہ ایسی کوشش کرنے کا وہ سوچے بھی تو اسکی روح کانپ جائے مگر وہ دونوں بے بس تھے۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔

نو ڈیڈ! میں قطعی نہیں آؤں گی پاکستان۔" حارث صاحب کے مسلسل اسرار پر وہ غصے اور ہٹ دھرمی سے بولی۔"

ہنی! کیوں اتنی ضدی ہو گئی ہو؟" حارث صاحب کے لہجے میں بہت بے بسی تھی۔"

عبداللہ خاموش کھڑا یہ سب دیکھ اور سن رہا تھا۔۔

حارث! میں بات کرتا ہوں اپنی بیٹی سے۔ تمہاری نہیں سنے گی وہ مگر اپنے انکل کی بات ضرور مانے گی۔" فواد صاحب" محبت سے بولے اور حارث صاحب کے ہاتھ سے موبائل لے لیا۔

آئی ایم سوری! آپ کے کہنے سے پہلے میں بتا رہی ہوں کہ میں پاکستان نہیں آؤں گی، تو نہیں آؤں گی، بات ختم۔ اگر کسی" نے مجھے فورس کیا تو میں یہاں خودکشی کر لوں گی انڈرسٹینڈ۔" فواد صاحب کے ہیلو کہنے پر وہ چیخ اٹھی۔ پاس بیٹھا ہادی بے ساختہ ہنسا۔

فواد صاحب نے موبائل اسپیکر پہ لگا کر درمیان میں موجود میز پہ رکھا۔

حقیقت یہی ہے انکل، اسے مجھ سے شادی ہی نہیں کرنی تھی۔ نکاح کا تو بہانہ تھا بس، اونہہ۔" ہادی ناگواری سے بولا۔"

حارث صاحب نے اپنی پیشانی مسلی، اب تو انہیں بھی یہی لگ رہا تھا۔

ڈیڈ! آپ اس کمینے کے کہنے پر مت اعتبار کیجیے گا کیونکہ میں سچ کہہ رہی ہوں۔ ڈیڈ! اس رات سچ میں اس آدمی نے مجھ" سے نکاح کیا تھا۔" اب کی بار وہ انہیں یقین دلانے کیلئے بے بسی سے کہتی ہوئی رو پڑی۔

انف ہنی! بہت ہو گیا۔ میں کچھ نہیں بول رہا تو تم سب کو پاگل بنا رہی ہو۔ کیسے کوئی آ سکتا ہے اتنی سخت سکیورٹی میں، وہ" " بھی تمہارے کمرے میں آ کر تم سے نکاح نامے پر سائن لے کر چلا گیا۔ مطلب حد ہو گئی ہے جھوٹے بہانے بنانے کی۔

حارث صاحب غصے سے دھاڑ اٹھے۔ دوسری طرف ہانیہ نے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

آپ یقین مت کریں ڈیڈ، لیکن یہی سچ ہے۔ وہ آیا تھا اور مجھ سے نکاح نامے پر سائن لے کر چلا گیا۔ ٹرسٹ می ڈیڈ! یہ" حقیقت ہے، میرا خواب نہیں۔" وہ روتی ہوئی بھاری آواز میں گڑگڑائی۔ فواد صاحب نے حارث صاحب کے پریشان چہرے کو دیکھا۔

ہنی! تم مجھے پاگل کر دو گی۔" وہ کمزور لہجے میں بولے تو ہانیہ نے غصے سے آنسو صاف کرتے ہوئے کال کاٹ دی۔ ہانیہ نے" غصے سے موبائل دیوار پہ دے مارا۔

ریلیکس ڈارلنگ!" نینی نے ٹی وی سے نظریں ہٹا کر اسے سرخ چہرے کو دیکھا تو ہانیہ نے اپنی سبز آنکھیں انکی طرف" اٹھائیں۔

نینی! آپ کو بھی مجھ پر ٹرسٹ نہیں ہے؟ اس رات سچ میں وہ آیا تھا۔ مجھ سے سائن لیے پیپرز پر اور کہا یہ ہمارا نکاح نامہ" ہے۔ آج سے ہم محرم ہیں ایک دوسرے کے اور ایک نکاح پہ دوسرا نکاح نہیں ہو سکتا۔ مجھ پر یقین کریں نینی۔" وہ بھرائی آواز میں کہتی نینی کو بھی تڑپا گئی۔

"مجھے یقین ہے ڈارلنگ ضرور وہ کوئی دشمن ہو گا تمہارے ڈیڈ کا۔ اس نے ایسا اس لیے کیا ہو گا تا کہ تمہارا اور ہادی کا نکاح نہ ہو سکے۔" نینی ٹی وی بند کر کے اسکے پاس آئیں اور اسکا چہرا اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا تو ہانیہ نے بے یقینی سے انہیں دیکھا۔

"کوئی کیسے اتنا گھٹیا ہو سکتا ہے؟ نینی! اس نے میری زندگی تباہ کر دی ہے۔ نہ ڈیڈ کو مجھ پہ یقین ہو رہا ہے نہ ہادی کو جو میرا بچپن کا دوست ہے اور نہ ہی انکل کو۔" نینی کے کندھے پر سر رکھ کر وہ بولی تو نینی نے ایک گہرا سانس بھرا۔

"تم بہت معصوم ہو۔ ڈارلنگ! تم نہیں جانتی لوگوں کو۔ تمہارے ڈیڈ سیاست میں ایک خاص پوزیشن رکھتے ہیں۔ وہاں ان کے ہزاروں دشمن ہوں گے۔ ان میں سے ہی کسی نے یہ گھٹیا کھیل کھیلا ہے تا کہ تمہارے ڈیڈ پریشان ہو جائیں اور سیاست چھوڑ دیں۔" نینی نے اسے محبت سے سمجھایا۔ ہانیہ ششدر سی نینی کو دیکھنے لگی۔ اسے گھن آ رہی تھی ایسے لوگوں سے۔

"کتنے گرے ہوئے ہیں یہ لوگ۔ نینی! ایک سِیٹ کیلیئے ان لوگوں نے میری زندگی برباد کر دی۔ ان لوگوں نے نکاح جیسے پاک بندھن کو مذاق بنا دیا۔ آئی ہیٹ ہم۔ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں اپنے ہاتھوں سے اسے مار دوں گی۔" وہ نفرت و طیش سے بولی۔

"تم نے انگلینڈ آ کر ان کے منصوبے کو مزید مضبوط کر دیا ہے۔ تمہارے ڈیڈ وہاں پریشان ہوں گے اور اپنی سِیٹ کی طرف دھیان نہیں دے پائیں گے اور پھر وہ الیکشن ہار جائیں گے۔ انکے مخالفین جیت جائیں گے۔" نینی مزید بولیں تو ہانیہ اپنا سر تھام کر رہ گئی۔

"تو آپ بتائیں میں کیا کروں؟ اگر وہاں جاتی ہوں تو وہ لوگ میرا نکاح ہادی سے کروا دیں گے۔ انہیں لگتا ہے میں نے ایک خواب دیکھا تھا اور اس خواب کو حقیقت سمجھ کر سر پر سوار کر لیا۔ وہ مجھے اسے بھولنے کا کہہ کر ہادی سے نکاح کروا دیں گے۔ نکاح کے اوپر نکاح۔" وہ کرب سے بولی۔ لہجے میں بے بسی کے تمام تر رنگ شامل تھے۔

کچھ دیر دونوں کے بیچ خاموشی رہی۔ ہانیہ نینی کے کندھے پہ سر رکھ کر سسکتی رہی۔

"کیا تمہیں یقین ہے وہ حقیقت تھا؟ڈارلنگ! ذرا سوچو کوئی کیسے یوں تمہارے روم میں آکر تم سے نکاح کر سکتا ہے؟"
خاموشی میں نینی کی آواز گونجی تو ہانیہ نے جھٹکے سے سر اٹھایا۔ انہیں بے یقین آنکھوں سے دیکھا جن میں اب آنسو کی جگہ غصہ تھا۔

اوہ اسٹاپ اٹ نینی! میں ہر کسی کو یقین نہیں دلاتی پھروں گی کہ میرے ساتھ ایسا حقیقت میں ہوا ہے۔ مجھے لگتا ہے میں" سب کو یقین دلاتے دلاتے پاگل ہو جاؤں گی۔" وہ بے بسی سے چلائی اور اپنے روم سے گاڑی کی کیز اٹھا کر اونچی ہیل سے ٹک ٹک کرتی گھر سے نکلتی چلی گئی۔ پورچ سے اپنی کار نکال کر اس کا رخ کلب کی جانب کر دیا۔ اسکا ارادہ اپنے دوست کے ساتھ کچھ وقت گزار کر اس ڈپریشن سے باہر نکلنے کا تھا۔

ایک ہاتھ سے ڈرائیونگ کرتی دوسرے سے موبائل نکال کر اپنی واحد فرینڈ رینا کو میسج کیا اور اسے کلب میں بلایا۔
کچھ ہی دیر میں اوکے کا میسج اسکے موبائل کی اسکرین پر چمکنے لگا اور وہ موبائل ڈیش بورڈ پر پھینک کر ڈرائیونگ کی طرف متوجہ ہو گئی۔

----------------------*

انگلینڈ کی رنگین راتوں میں وہ اس وقت وہاں کے مہشور کلب میں اپنی دوست رینا کی سنگت میں کاؤنٹر پہ کھڑی سافٹ ڈرنک کا گلاس ہاتھوں میں پکڑے سامنے ہی اسٹیج پہ تھرکتے جھومتے ایک دوسرے میں گم لوگوں پہ سرسری نظر ڈال کر رینا کی جانب متوجہ ہوئی جس کا منہ کھلا ہوا تھا۔

واٹ!! ایسا کیسے ہو سکتا ہے یار؟ کیسے کوئی ایسا کر سکتا ہے؟؟ تم نے اپنے ڈیڈ کو کیوں نہیں پکارا؟؟؟" حیرت کی زیادتی سے" اس کے منہ سے چیخ نکلی اور وہ اپنی نیلی آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی پوچھنے لگی۔
رینا یہاں اسکی واحد دوست تھی، وہ کرسچن تھی۔

دونوں کی دوستی بچپن سے چلتی آرہی تھی۔ دونوں ایک ہی اسکول میں پڑھتی تھیں اور گھر بھی آمنے سامنے ہی تھے۔

وہ پانچ سال کی تھی جب اپنی ماں کی ڈیتھ کے بعد وہ پاکستان شفٹ ہوئے تھے پر پھر بھی دونوں کی دوستی میں کوئی کمی نہ آئی۔ البتہ اس دوری نے اس دوستی کو اور بھی گہرا رنگ دے دیا تھا۔

ہر چھٹیوں میں ہانیہ اس سے ملنے یہاں آتی تھی۔ وہ یہاں موجود اپنی نینی سے بہت قریب تھی۔

ہانیہ نے اسے کہا تھا ان کے ساتھ پاکستان چلے پر وہ اپنے ملک کو چھوڑنے کیلیئے تیار نا تھی لہٰذا ہانیہ کو ہی اس سے ملنے کے لیے آنا پڑتا تھا۔

اس کے ہاتھ میں گن تھی ایڈیٹ! وہ مجھے بولنے بھی نہیں دے رہا تھا۔ چیخنا تو دور کی بات ہے۔" اسکے حیران ہو کر چیخنے پہ" ہانیہ نے ناگواری سے کہا۔

اوہ!" رینا کو افسوس ہوا اپنی پیاری سی دوست پہ۔"

وہ تو کوئی انکل کا بڑا دشمن لگتا ہے۔" اس نے ڈرنک منہ سے لگاتے اپنی سوچ کا اظہار کیا۔ اسے میں ہی ملی تھی اپنی دشمنی" کیلیئے، ہانیہ دل مسوس کر رہ گئی۔

اس نے کہا تھا وہ سامنے آئے گا اور تب میں اس باسٹرڈ کا ایسا حال کروں گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آجائے گا اسے، وہ ابھی" ہانیہ خان کو جانتا نہیں ہے۔" وہ خود سے عہد کرتی ہوئی بولی۔

ہمم! رینا نے سر ہلایا۔"

جب اسکی درگت بناؤ گی تو مجھے ویڈیو بنا کر بھیجنا یا صرف کال کر دینا۔ میں پہلی فلائٹ سے پاکستان پہنچ جاؤں گی اور ہم پھر" مل کر اسکا بھرتا بنائیں گے۔" اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھتی وہ مسکراہٹ دبا کر بولی۔

ویسے وہ یقیناً کوئی بڑا ہی شاطر بندہ تھا۔ جس نے تمہیں ایک ہی رات میں جنگلی بلی سے چوہیا بنا دیا۔" رینا ہنس کر کہتی اسے" آگ لگا گئی۔

شٹ اپ رینی!" وہ گلاس کاؤنٹر پہ پٹخ کر سرخ چہرے سے دھاڑتی ہوئی پے کر کے رینا کو چھوڑ کر وہاں سے نکل گئی۔"

سوری یار میں مذاق کر رہی تھی ہنی! وہ گاڑی اسکے برابر لاتی ہوئی بولی۔"

بھاڑ میں جاؤ۔" وہ اس کی گاڑی کو ٹکر مارتی دھاڑی اور زن سے گاڑی بھا گا لے گئی۔ انگلی میں کی رنگ گھماتی وہ جب گھر میں داخل ہوئی تو نینی کو اپنے منتظر پایا۔ انہیں دیکھ کر اسے شام والی گفتگو یاد آئی اور یہ بھی کہ کیسے انہوں نے بھی یقین کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

ڈارلنگ!" اسے نخوت سے منہ پھیر کر سیڑھیاں چڑھ کر جاتے دیکھ کر نینی نے پیچھے سے پکارا۔"

ہانیہ رکی اور مڑی۔

آپ! جائیں سو جائیں۔ میں آپ سے ناراض نہیں ہوں کیونکہ جب میرے ڈیڈ کو ہی اپنی بیٹی پہ یقین نہیں تو آپ سے کیسا" گلہ یا رنجش؟ دکھ سے کہتی وہ اوپر چلی گئی۔ نینی اسے دیکھتی رہ گئیں۔

روم میں داخل ہوتے ہی اس نے موبائل ڈریسنگ ٹیبل پہ رکھا اور ہیل پاؤں سے نکال کر دور پھینکے، اسکارف گلے سے نکالا اور منہ کے بل بیڈ پہ گر گئی۔

کچھ ہی دیر میں اسکی مدھم سانسوں کی آواز روم کی فضا میں ابھرنے لگی۔ تب نینی دروازے سے اندر داخل ہوئیں۔ اسکی ہیلز اٹھا کر شوز ریک میں رکھیں۔ سکارف اٹھا کر اسے سیدھا لٹایا پھر اسکے اوپر کمبل ڈال کر لائٹ آف کر کے اپنا موبائل اٹھا کر چلی گئی۔

وہ دروازہ بند کرتی باہر آئیں تو حارث صاحب کی کال آ گئی۔

السلام علیکم سر!" موبائل کان سے لگاتے انہوں نے سلام کیا۔ دوسری طرف حارث صاحب نے جواب دیا۔"

موبائل کہاں تھا؟ میں کب سے کال کر رہا ہوں۔ اٹینڈ کیوں نہیں کر رہی تھیں آپ؟" وہ کچھ غصے سے بولے۔"

سوری سر موبائل بے بی لے کر گئی تھی۔" سیڑھیاں اترتی نینی انکے لہجے میں صورتحال کے زیر اثر غصہ محسوس کرتی نرمی" سے بولیں۔

آ گئی وہ؟ کہاں ہے اس وقت؟" انہوں نے بے تابی سے پوچھا۔"

جی آ گئی ہے اور ابھی سو رہی ہے۔" نینی نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔"

اچھا اسکا خیال رکھنا اور اسے سمجھانے کی کوشش کرو کہ وہ ایک برا خواب تھا۔ ہادی تمہارے لیے ایک پرفیکٹ لائف پارٹنر ہے۔" انکی بات پہ نینی لب بھینچ گئیں۔ ابھی جو ذرا سی کوشش کی تھی انکے اصرار پہ اسکا رد عمل وہ دیکھ چکی تھیں۔ وہ پھر آگے پتا نہیں کیا کرتی؟

یس سر! میں ٹرائے کرتی ہوں۔ آپ بے فکر رہیں۔" اس نے امید جگائی اور حارث صاحب کچھ مطمئن ہو گئے۔"

سر! کہیں بے بی ٹھیک تو نہیں کہہ رہی؟ ہو سکتا ہے ایسا ہوا ہو کوئی۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکیں۔"

ایسا کچھ نہیں ہے۔ اس نے صرف ہادی سے نکاح نہ کرنے کا بہانہ بنایا ہے۔ آپ جانتی ہیں وہ کچھ بھی کر سکتی ہے۔" حارث صاحب کی بات پہ نینی نے سر ہلا دیا۔ اب وہ کر بھی کیا سکتی تھیں جب اسکا باپ یہ کہہ رہا تھا تو وہ کون ہوتی تھیں۔

کال کٹ جانے پر وہ سر جھٹک کر رہ گئیں البتہ وہ ہانیہ کیلیئے فکر مند ضرور تھیں۔ وہ ہادی کے ساتھ شادی کیلیئے تیار نہیں تو کیا ضرورت تھی اپنی بیٹی کو یوں مجبور کرنے کی کہ وہ یہ انتہائی قدم اٹھانے پر مجبور ہوئی۔

--------------------------*

سر ایک بری خبر ہے۔" بہرام ملک کی اجازت ملنے پر کریم اندر آیا اور مودب سا بولا۔"

بتاؤ" اس نے اجازت دی۔"

سر میڈم نے پاکستان آنے سے انکار کر دیا ہے اور۔۔۔ اس نے جھکی نظریں تھوڑی سی اٹھائیں تو بہرام کی بے تاثر نظریں" خود پر ٹکی پائیں۔ کریم کے دیکھنے پر اس نے ابرو اچکا کر چپ ہو جانے کی وجہ پوچھی۔

اور؟؟" پر سکون اور ٹھہرا ہوا لہجہ تھا۔ اور کریم جانتا تھا وہ جتنا پر سکون ہوتا ہے دوسرے کو اتنا ہی بے سکون کرتا ہے۔"

اور سر وہ آپ سے طلاق چاہتی ہیں۔" کریم بات مکمل کر کے گہرا سانس بھر کر سامنے چیئر پر بیٹھے بہرام ملک کے اگلے" حکم کا انتظار کرنے لگا۔ جو دنیا کا مشہور بزنس ٹائیکون تھا۔ ایک دنیا اسے جانتی تھی۔ ہزاروں لوگ اس کے ساتھ بزنس کرنے کیلیئے ترستے تھے۔ ایک دنیا کا ماننا تھا جس کے ہاتھ میں بہرام ملک کا ہاتھ ہو اسے ترقی کی آخری حد چھونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

بہرام ملک کی مردانہ وجاہت پر ہزاروں لڑکیاں مرتی تھیں۔اسکی ایک نظر الفت کیلئے ترستی تھیں۔
چھ فٹ سے نکلتا قد، لمبا چوڑا کڑیل جوان، سحر انگیز شخصیت، بھورے پف اسٹائل بال، چہرے کی جاذبیت بڑھاتا بھورا رواں نفاست سے تراشا گیا تھا اور سب سے خوبصورت اپنے سحر میں جکڑنے والی اسکی گہری نیلی آنکھیں۔۔۔ایک گہرے نیلے سمندر کی طرح خاموش تھیں جو اپنے اندر نا جانے کتنے طوفان لیے ہوئے تھیں۔اس کی ساکت و جامد آنکھیں جو صرف ایک نام پر چمکتی تھیں

جس کے لئے اس نے اپنے تمام تر جذبے سینے میں چھپا کر رکھے تھے اور وہ تھی ہوم منسٹر حارث خان کی صاحبزادی۔
مغرور، گھمنڈی، شدت پسند، بد تمیز، نخریلی "ہانیہ حارث خان۔"جو اپنے حسن کی بدولت دنیا کو اپنے قدموں تلے سمجھتی تھی۔باپ کے منسٹر ہونے کے زعم نے اسکی گردن میں سریافٹ کر دیا تھا۔نیچے چلتے لوگ اسے کیڑے مکوڑے لگتے تھے جنہیں وہ اپنے پاؤں تلے کچل کر آگے بڑھ جاتی تھی۔

°°°°°°°° °°°°°°°°

کریم نے لیپ ٹاپ کے کی بورڈ پر چلتی اسکی انگلیوں کو دیکھتے ہوئے اسکے چہرے کی طرف دیکھا۔جہاں اس کی مونچھوں تلے عنابی لبوں پر ایک مخصوص مسکراہٹ اپنی چھب دکھا کر غائب ہوگئی تھی۔وہ اسکے حکم کے انتظار میں مؤدب سا کھڑا تھا۔کچھ دیر بعد بہرام ملک نے اپنا کام مکمل کر کے لیپ ٹاپ بند کیا اور چیئر سے اٹھ کھڑا ہوا۔
اسکا کوٹ چیئر کی پشت پر پڑا ہوا تھا۔سفید شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ خوبصورت و باوقار سا مرد اپنی پروقار چال چلتا بادلوں کو چھوتی اس عمارت کی گلاس ونڈو کے پاس آیا اور نقطوں کی صورت اپنے راستے پر بھاگتی گاڑیوں کو دیکھنے لگا۔"ملک ایمپائر" کو شہرت و کامیابی کی بلندیوں تک پہچانے والا "بہرام ملک" تھا۔
اس عمارت کے ٹاپ فلور پر بہرام ملک کا ہیڈ آفس روم تھا۔جہاں صرف اس کے خاص آدمیوں کو آنے کی اجازت تھی۔

ہوم منسٹر حارث خان نے کیا کہا؟" اسکے گھمبیر لہجے میں پوچھے گئے سوال پر کریم نے اسکی چوڑی پشت کی طرف دیکھا۔"

حارث خان کچھ نہیں کر پارہا۔ وہ اپنی بیٹی کی ضد کے آگے مجبور ہے۔" اس نے فوراً سوال کا جواب دیا۔ جس پر بہرام ملک" کے لبوں کے ساتھ آنکھیں بھی مسکرائی تھیں۔ وہ تھی ہی ایسی اپنی ضد کے سامنے سب کو جھکا دے۔

مجبوری صرف حارث خان کی نہیں ہونی چاہیے۔ اسکا ذائقہ ہانیہ خان کو بھی چکھاؤ، اب جاؤ۔" ٹھہرے سرد لہجے میں کہتے" ہوئے وہ مڑا اور واپس اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ کریم نے اسے دیکھ کر سر ہلایا اور اسکی آنکھوں کا پیغام سمجھتے ہوئے اجازت مانگتا آفس روم سے باہر نکلا۔

ہیلو!" لفٹ میں کھڑے کریم نے موبائل کان سے لگاتے دوسری طرف موجود کسی کو مخاطب کیا۔"

ایک اٹیک کا انتظام کرو۔" وہ حکم دیتے ہوئے بولا۔"

اوکے! بندہ؟؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔"

ہوم منسٹر حارث خان۔" کریم نے کہتے ہوئے موبائل جیب میں رکھا اور ایک لفٹ سے نکل کر دوسری میں داخل ہوا۔" اسکے پیچھے مینیجر اور کچھ میٹنگ سے فارغ ہوئے بزنس مین کھڑے تھے۔ کریم ان پر ایک سرسری نظر ڈال کر سامنے دیکھنے لگا۔

-------------------------*

اسکی گاڑی کو دیکھتے ہی گارڈز الرٹ ہوئے اور گیٹ سے گزرتے دیکھ کر سلام کیا۔

بہرام نے سر ہلا کر جواب دیا اور گاڑی پارک کر کے باہر نکلا، کوٹ اور بریف کیس ملازم کو پکڑاتے ہوئے وہ اندر گھر میں داخل ہوا۔

السلام علیکم!" سامنے ہی بڑے سے لاؤنج میں فانوس کی سنہری روشنوں کے نیچے بیٹھے اپنے ڈیڈ اور پیاری سی مام کو دیکھتے" ہوئے اس نے اپنی گھمبیر آواز میں سلام کیا۔

آہاں! آگیا میرا شیر! اب بولئے آپ۔ دونوں نے مڑ کر دیکھا۔"

وعلیکم السلام!وعلیکم السلام!!" ظفر ملک نے خوش ہوتے ہوئے کہا تو بہرام مسکرادیا۔ وہ چلتا انکے پاس پہنچا۔

بس کردیں آپ۔" مسز شمیم نے نظریں پھیریں تو انہونے ابرو اچکا کر پوچھا۔"

اتنی جلدی ہار گئیں آپ؟ وہ ہنسے تو بہرام دونوں کو دیکھنے لگا۔"

کوئی مجھے بھی بتائے۔ کس ہار جیت کی بات ہو رہی ہے؟" اس نے اپنی مام کے گلے میں بازو ڈال کر کہا۔"

کچھ نہیں میں نے کہا کہ اب تمہیں شادی کرلینی چاہیے۔" گلے میں اسکے بازو پر ہاتھ رکھتی ہوئی وہ محبت سے گویا ہوئیں۔"

بہرام نے انہیں دیکھا تو وہ معصومیت سے مسکرانے لگیں اور ظفر صاحب ان کی معصوم صورت پہ قہقہ لگا اٹھے۔

اس میں ہنسنے کی کیا بات ہے؟ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔ تیس کے ہوگئے ہو۔ اب شادی نہیں کروگے تو پھر کب" کروگے؟ جب بوڑھے ہوجاؤگے تب؟" وہ غصے سے بولیں۔ بہرام نے ان سے الگ ہو کر گہرا سانس لیا۔

مام انیتس کا ہوں۔" وہ بے چارگی سے بولا۔ لاؤنج میں ظفر صاحب کا دوسرا قہقہہ پڑا۔ ملازمین بھی مسکرانے لگے۔"

شرم کرو، بتا ایسے رہے ہو جیسے انیتس نہیں انیس کے ہو۔" مسز شمیم نے شرم دلانی چاہی وہ سر جھٹک کر رہ گیا۔"

تمہاری عمر کے لڑکوں کے پانچ پانچ بچے ہیں اور ایک تم ہو کہ کوئی پسند ہی نہیں آرہی۔ مطلب حد ہے۔" وہ تپ گئیں پر" انکے پانچ پانچ بچوں پر جہاں ظفر صاحب، بہرام کی صورت پہ ہنسے تھے۔ وہیں بہرام حیرت سے اپنی مام کو دیکھنے لگا۔

اللہ کو مانیں مام پانچ پانچ بچے؟؟" اس نے ایک نظر ظفر صاحب کے ہنستے مسکراتے چہرے پہ ڈال کر حیرت کی زیادتی سے" کہا۔

کیوں زیادہ ہیں؟" وہ گھورنے لگیں کیونکہ انہوں نے پہلے اللہ سے دعا مانگی تھی کہ انکے بہرام کو پانچ بچے دے۔"

نہیں! بالکل نہیں بلکہ بہت کم ہیں۔ میں تو بیس نہیں، پچیس کا سوچ کر بیٹھا ہوں۔" وہ بغیر شرمندہ ہوئے سنجیدگی سے" بولا۔

پہلے شادی کیلئے تو راضی ہو جاؤ۔" انہوں نے اسکی شرارت سمجھتے ہوئے اس کے بازو پہ ہنستے ہوئے چپت لگائی۔"

میم! ڈنر ریڈی ہے۔" ملازمہ ایکسکیوز کرتی ہوئی بولی۔"

اچھا اب تم جاؤ۔ فریش ہو کر آؤ، میں تب تک کھانا لگاتی ہوں ٹیبل پہ۔" مسز شمیم بہرام سے کہتی ہوئی ملازمہ کے ساتھ چلی گئیں اور بہرام سر ہلا کر اپنے ڈیڈ کے جانب متوجہ ہوا۔ جو اسے سوالیہ نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کیسی رہی میٹنگ؟" وہ پوچھنے لگے پر بہرام کی نظریں انکے پاس رکھی صوفے سے لگی بیساکھی پہ ٹکی تھیں۔ اسکی گہری نیل آنکھوں میں غصہ، کرب اور دکھ ہلکورے لے رہا تھا۔

اچھی رہی۔" وہ کہہ کر لب بھینچ گیا۔"

اللہ تمہیں کامیابی دے۔" وہ مسکرائے بہرام انکے پر سکون چہرے کو دیکھتا رہ گیا۔"

جاؤ اب فریش ہو جاؤ ورنہ تمہاری مام پھر میرے پیچھے پڑ جائیں گی۔" وہ ہنس کر کہتے بہرام کو مسکرانے پہ مجبور کر گئے۔ وہ" سر ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔ ظفر صاحب محبت سے اسکی چوڑی پشت کو دیکھنے لگے۔

آئیں آپ!" مسز شمیم نے انہیں سہارا دے کر کھڑا کیا اور بیساکھی انہیں تھمائی۔ انہوں نے مسکرا کر بیساکھی تھامی اور" آگے بڑھ گئے۔

کچھ سال پہلے ایک ایکسیڈنٹ میں انکی ایک ٹانگ ناکارہ ہو گئی تھی۔ جس کی وجہ سے ڈاکٹرز کو انکی ٹانگ کاٹنی پڑی، ڈاکٹرز مصنوعی ٹانگ لگا رہے تھے پر ظفر صاحب نے انکار کر دیا اور اسکی جگہ بیساکھی کو اپنا سہارا بنایا۔ اس فیصلے سے مسز شمیم پہ بہت گہرا اثر پڑا پر حالات اور وقت کے ساتھ ساتھ وہ بھی سنبھل گئیں۔

آجاؤ بھئی کہاں رہ گئے؟ پچیس بچوں نے راستہ روک تو نہیں لیا؟" بہرام کے انتظار میں بیٹھے ظفر صاحب نے شرارت سے" ہانک لگائی۔ مسز شمیم کے ساتھ ڈائننگ ٹیبل کی طرف آتا بہرام بھی ہنس پڑا۔

،ابھی پچیس بچوں کی اماں راستہ روک لے یہی میرے لئے بڑی بات ہے۔" وہ آنکھ دبا کر بولا ظفر صاحب کھل کر ہنسے" جبکہ مسز شمیم نے منہ بنایا۔

خاک راستے روکے گی؟ جب لاؤ گے تب ہی تو راستہ روکے گی۔" مسز شمیم انہیں کھانا سرو کرتے ہوئے بولیں۔ بہرام نے" ظفر صاحب کی طرف دیکھا جنہوں نے اسے شرارت سے دیکھتے ہوئے قہقہہ لگایا۔ وہ تھے ہی ہنستے ہنسانے والے، ہشاش بشاش سی شخصیت۔ انہیں ہنستے دیکھ کر بہرام کے ساتھ مسز شمیم بھی مسکرا دیں۔

*___________*___________*

آگے پیچھے گارڈز کی گاڑیاں اور بیچ میں چلتی بڑی سی گاڑی میں بیٹھے ہوم منسٹر حارث خان ایک اہم میٹنگ کیلئے جا رہے تھے کہ فواد صاحب کی کال آگئی۔

ہاں فواد بولو۔" موبائل کان سے لگاتے انہوں نے دوسری طرف موجود فواد صاحب کو مخاطب کیا۔"

تمہاری بیٹی نے کیا کہا وہ آ رہی ہے کہ نہیں؟" فواد صاحب کی آواز اسپیکر سے گونجی۔"

آجائے گی اسے کچھ دن سنبھلنے کے لیے دیتے ہیں، ابھی وہ اس خواب کے زیر اثر ہے۔ ہمارے مسلسل اصرار پہ وہ غصے" میں خود کو نقصان بھی پہنچا سکتی ہے۔ اس لیے کچھ دن دیں گے اسے سنبھلنے کیلئے۔ پھر میں کسی بہانے سے اسے بلواوں گا اور پیار سے سمجھاؤں گا تو مان جائے گی۔" حارث صاحب کی باتوں پہ دوسری طرف اپنے آفس میں بیٹھے فواد صاحب کے ساتھ ہادی نے سن کر غصے سے مٹھیاں بھینچیں۔

ہمم! یہ تو ٹھیک ہے پر تم جانتے ہو نا کہ اس نے نادانی میں ہی ہادی کی انا پہ وار کیا ہے۔ سب فرینڈز اسکا مذاق بنا رہے ہیں کہ" دلہن نکاح کے وقت بھاگ گئی۔" انہوں نے ہادی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو حارث صاحب نے غصے سے موبائل گھورا۔

کیا انہوں نے نیوز نہیں دیکھی جو یہ بکواس کر رہے ہیں میری بیٹی کی بابت؟ ہادی جواب نہیں دے سکتا کہ نکاح کسی قریبی" رشتہ دار کی ڈیتھ ہو جانے کی وجہ سے ملتوی کیا گیا ہے۔" وہ برہمی سے بولے۔

حارث بچے مت بنو۔ میں جانتا ہوں تم اپنی بیٹی کے خلاف یہ سن نہیں سکتے پر حقیقت تو یہی ہے نا اور ہم نے میڈیا کا منہ بند" کیا ہے لوگوں کا نہیں، ہادی کے دوست مذاق ہی مذاق میں اس کی انا کو ٹھیس پہنچا رہے ہیں۔" فواد صاحب کے لہجے میں ناگواری صاف محسوس کی جا سکتی تھی جس پہ حارث صاحب نے لب بھینچ لیے۔

،تم ہادی بیٹے سے کہو صبر سے کام لے، وہ ہمارا سمجھدار بچا ہے، سمجھے گا اپنے انکل کی پوزیشن"

برا وقت ہے گزر جائے گا اور پھر ان شاء اللہ کچھ ہی دن کی تو بات ہے۔ ہم دھوم دھام سے نکاح کروائیں گے۔" حارث

صاحب کی بات سنتے دونوں باپ بیٹے نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

حارث!" فواد صاحب نے کچھ کہنے کیلئے پکارا ہی تھا کہ حارث صاحب ان کی بات کاٹ کر بولے۔"

فواد! میں میٹنگ اٹینڈ کر کے تمہارے آفس کا چکر لگاؤں گا پھر تفصیل سے باتیں ہوں گی۔" انہوں نے دوسری طرف"

سے اوکے سنتے کال منقطع کر دی اور سیٹ کی پشت سے ٹیک لگا کر گہرا سانس خارج کیا۔

دیکھا ڈیڈ دونوں باپ بیٹی ملے ہوئے ہیں اور آپ میری مان نہیں رہے، وہ ہمیں بیوقوف بنا رہے ہیں۔" ہادی نے حارث"

صاحب کے جان چھڑوانے والے انداز پہ تپ کر فواد صاحب سے کہا۔

مجھے ایسا کچھ بھی نہیں لگا، تم خواہ مخواہ عورتوں والے وسوسے چھوڑو اور اس لڑکی کو کنوینس کرو، تم سے ایک چیونٹی جتنی"

لڑکی نہیں سنبھالی جاتی؟ اگر پہلے اس پر تھوڑی توجہ دیتے تو آج یہ دن دیکھنے نا پڑتے۔" فواد صاحب اسے ملامتی نظروں

سے دیکھتے ہوئے غصے سے اپنی فائلز کی جانب متوجہ ہوئے۔ ہادی دانت پیس کر رہ گیا۔

سنبھلنے والی تھی وہ گھمنڈی عورت جو سنبھل جاتی؟" مٹھیاں بھینچ کر وہ بڑبڑایا۔ وہ اسے کتنی بار کال کر چکا تھا پر اس کا"

موبائل بند تھا اور نینی سے معلوم ہوا تھا کہ میڈم نے غصے میں اپنا موبائل توڑ دیا ہے۔

تم نے جس طرح مجھے ہرٹ کیا ہے اسکے بعد میں تم پر تھوکنا بھی نا چاہوں گی کجا کہ بات کرنا۔" ہادی نے نینی سے کہا کہ"

آپ اپنا موبائل دیں اسے، میں بات کرنا چاہتا ہوں پر دوسری طرف سے جواب میں یہ کہہ کر اس نے کال کاٹ دی۔

وہ احساس تذلیل سے سرخ ہوتا صبر کا گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

آپ کا بہرام ملک کی بابت کیا خیال ہے مارکیٹ میں ہلچل مچ گئی ہے، کل ہی میں نے میگزین میں پڑھا کہ بہرام ملک کی"

طرف سے پاکستان کے بزنس مینز کیلئے ایک سنہری موقع ہے۔ وہ اس بار اپنا ٹینڈر کسی پاکستانی بزنس مین کو دیں گے۔" ہادی

نے کل کے میگزین میں چھپے بہرام ملک کے انٹرویو کے بارے میں بتایا۔ اگر انہیں یہ ٹینڈر مل جاتا تو انکی قسمت چمک جاتی۔

ہاں میں نے بھی نیوز میں دیکھا تھا اور ملک انڈسٹری کے مینیجر سے رابطہ بھی کیا پر وہاں سے جواب موصول ہوا کہ بہرام" ملک مصروف ہیں۔ "پوری فائل ریڈ کرنے کے بعد وہاں اپنے دستخط کرتے وہ مایوسی سے بولے۔

بھئی مصروف لوگ ہیں۔ ویسے ڈیڈ میرا مشورہ تھا کہ کیوں نا ایک پارٹی ارینج کریں گھر میں اور بہرام ملک کی فیملی سمیت" انہیں پرسنلی انوائٹ کریں؟"ہادی کے مشورے پہ فواد صاحب نے اسے دیکھا۔

صرف ایک طرف نہیں چاروں طرف دیکھ کر پھر اپنے نادر مشورے دیا کرو۔ ابھی کچھ دن پہلے تمہارا نکاح ہوتے ہوتے" رک گیا اور تمہاری ہونے والی دلہن کے قریبی عزیز کی وفات ہوگئی تھی اور اب ہم پارٹیاں ارینج کریں۔"انہوں نے اسے شرم دلانی چاہی۔ہادی سر جھٹک کر رہ گیا۔

ایک تو یہ لڑکی ہر طرح سے رکاوٹ بن جاتی ہے میری زندگی میں۔ دل کرتا ہے قصہ ہی ختم کر دوں اس کا۔"۔وہ کڑھ کر دل ہی دل میں سوچنے لگا اور ایکسکیوز کرتا اٹھ کر انکے آفس روم سے باہر نکل کر اپنے روم میں آگیا۔

----------------------*

آج اسکا انٹرویو تھا۔ تعلیم نہیں بلکہ اچھی جسامت کی وجہ سے اسے ایک ریسٹورنٹ میں دربان کی نوکری مل رہی تھی۔

ویسے تو وہ مر کر بھی یہ نوکری نہ کرتا پر اب وہ مجبور ہو گیا تھا۔ ایک تو انور کے ابا کی چائے کے کھوکے والے کا ادھار، دوسرا مولوی کے اس ڈربے نما کمرے کے پانچ ماہ کا کرایہ اور چھوٹی موٹی اپنی ضرورتوں کیلئے اس جیسے محلے کی لڑکیوں کے ہیرو کا دربان بننا مجبوری ہی تو ہو سکتی تھی۔ سر جھٹک کر وہ الماری کے پاس آیا اور اس میں سے اپنی ایک شرٹ نکال کر دیکھنے لگا پر کوئی بھی شرٹ پہننے کے لائق نہ تھی۔ سب بدرنگی ہو چکی تھیں۔ پینٹوں کا بھی یہی حال تھا۔

کہتے ہیں فرسٹ آپریشن از دا لوسٹ (فرسٹ امپریشن از دا لاسٹ) پر میرے پاس نا فرسٹ کیلئے شرٹ ہے، نا لوسٹ" کیلئے پینٹ۔"وہ ان میں سے ایک براؤن شرٹ منتخب کرتا ساتھ بلیو جینز نکالنے لگا جو گھس تو گئی تھی پر ابھی بھی کچھ بہتر

حالت میں تھی۔ کپڑے نکال کر سنگل بیڈ پر پھینکے پر ان میں پڑی سلوٹیں دیکھ کر وہ سر کھجانے لگا۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ انہیں اٹھا کر چولہے کے پاس آیا اور سلور کی دیگچی گرم کر کے بیڈ پر رکھی شرٹ پر اِدھر سے اُدھر گھمانے لگا اور پھر کچھ دیر کی محنت و مشقت کے بعد جب شرٹ اٹھا کر دیکھی تو سلوٹیں کم ہو چکی تھیں۔ وہی جوہر جینز پر دکھا کر وہ کچھ ہی دیر میں ریڈی ہو چکا تھا۔ بالوں میں برش کر کے فائل اٹھا کر روم کو لاک کر تا وہ اپنی پھٹپھٹی پر آ بیٹھا۔

جا رہے ہو؟" مولوی صاحب باہر نکلے اور اسے لفنگوں والے حلیے کے بجائے کچھ تیار شیار دیکھ کر انہوں نے پوچھا۔ "

آ رہا ہوں۔" بہزاد مسکرا کر بولا تو مولوی صاحب نے گھورا۔ "

میاں اس بار میں چھوڑنے والا نہیں۔ مجھے اس ماہ کے ساتھ پچھلے تمام مہینوں کا بھی پورا کرایہ چاہیے۔ ورنہ اپنا بوریا بستر "باندھو اور نکلو یہاں سے۔" اسکے الٹے جواب پر وہ بھڑک اٹھے۔

مولوی تُو پتا نہیں کیسے مولوی بن گیا ہے؟ ذرا بھی رحم نام کی چیز نہیں تیرے اندر، دوسرے محلے کے مولوی دیکھیں ہیں؟" یتیم بچوں کو اپنے گھر میں اپنا بچہ بنا کر رکھتے ہیں اور تم نے کیا کرائے پر گھر دے کر اس غریب بچے کا جینا حرام کیا ہوا ہے۔ حالانکہ حرام کام کرنا گناہ ہوتا ہے۔" وہ منہ بنا کر کہتا مولوی صاحب کے بگڑے موڈ کو دیکھ کر اپنی پھٹپھٹی اسٹارٹ کرنے لگا۔ جس کی آواز پر سامنے والے گھر کی بالکونی سے ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ بہزاد نے چور نظروں سے اوپر دیکھا۔ وہ بھی مولوی صاحب کی موجودگی میں کالر کھڑا کر تا کک مار کر بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ مولوی اسکی چور نظریں اوپر جاتے دیکھ چکا تھا اور جب اس نے غصے سے اوپر دیکھا تو سامنے رحیم بخش درزی ماسٹر کی بیٹی کو دیکھ کر اسکے ماتھے پر بل نمودار ہوئے۔ وہ لڑکی بھی مولوی پر نظر پڑتے ہی چھپاک سے اندر غائب ہو گئی۔

مولوی صاحب بہزاد کی طبیعت سے واقف تھے کہ محلے کی لڑکیوں کی وہ کتنی عزت کرتا تھا۔ یہ تو لڑکیاں خود تھیں جو اسکی بائیک کی آواز پر پردوں اور دیواروں سے نمودار ہوتی تھیں۔

اپنی بائیک کی مرمت کرواؤ میاں! یوں تو لوفر تم پہلے ہی ہو پر ثبوت تو نا دو۔" مولوی صاحب غصے سے کہتے چلے گئے۔ "

ان شاءاللہ پہلی سیلری پر۔" پیچھے سے اس نے ہانک لگائی۔ پہلی سیلری نا ہوگئی، لاٹری ہوگئی۔ جس سے سب کچھ کرے گا۔"

بائیک کی مرمت سے لے کر کھانے پینے کے اخراجات اور گھر کا کرایہ بھی۔

وہ سر جھٹک کر مسکراتا ہوا کھوکے کے سامنے رکا۔

چل انور ایک چائے اور ایک سگریٹ نکال۔ تیرا یار آج انٹریو (انٹرویو) پر جارہا ہے۔ ان شاءاللہ تیرے سارے شکوے" دور کر دے گا۔" انور کے کھوکے کے سامنے بائیک روکتے وہ اسکے کچھ کہنے سے پہلے بولا۔

ایسے انٹریو (انٹرویو) پتا نہیں تو کتنی بار دے چکا ہے اور ہر بار تیرے کو وہ نوکری تیرے اشٹینڈرڈ (سٹینڈرڈ) کی نہیں" لگتی۔" انور منہ بنا کر بولا۔

اب تو ابا نے بھی منع کر دیا ہے تجھے ادھار دینے سے۔ انہیں یقین ہو گیا ہے کہ تیرا کچھ نہیں ہو سکتا۔ دو ہزار ہو گیا ہے" ادھار کچھ تو دے دے تاکہ ابا کو مطمئن کر سکوں۔" انور اپنی دوستی کا خیال کرتا ہوا بولا۔

یار بس تم لوگوں کی وجہ سے میں اپنے سٹینڈرڈ کو بھاڑ میں جھونک کر دربان کی نوکری کے لئے جا رہا ہوں اور ان شاءاللہ" کامیاب بھی لوٹوں گا تو فکر نا کر۔ کچھ ایڈوانس لے کر تیرے ابا کو مطمئن کر دوں گا۔ اب جلدی سے نکال، دیر ہو جائے گی۔" وہ اسے دلاسہ دیتا ہمیشہ کی طرح ایک چائے کا کپ پی کر سگریٹ سلگا کر ہونٹوں میں دبائے بائیک اسٹارٹ کرتا وہاں سے نکل گیا۔

"بس اللہ کوئی اچھی نوکری اور چھوکری دے دے میرے یار کو ورنہ اس چڑیل کے ارادے مجھے نیک نہیں لگ رہے۔"

انور، ماسٹر کی بیٹی کا سوچتا دعا مانگنے لگا اور منہ پر ہاتھ پھیر کر دوسرے گاہک کو چائے دینے لگا۔

*___________*____________*

وہ ریلیکس انداز میں بیٹھے ہانیہ کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ اچانک ہی ان کی گاڑی پہ اندھادھند فائرنگ شروع ہو گئی۔ کراچی کی مین شاہراہ پر ہوم منسٹر کی گاڑی پہ اچانک ہوتی فائرنگ سے ہر طرف افراتفری مچ گئی تھی۔ چیخ و پکار کے درمیان لوگ حواس باختہ سے اپنی گاڑیاں چھوڑ کر بھاگ گئے اور گاڑی کے اندر بیٹھے حارث خان بوکھلائے ہوئے تھے۔

"سر آپ باہر نکلیں جلدی، ہمیں یہاں سے نکلنا ہو گا۔"

ڈرائیور آگے پیچھے گارڈز کو ان سے مقابلہ کرتے دیکھ کر حارث صاحب سے بولا۔

ایسے کیسے نکلیں باہر؟ گولیاں دیکھو، مارنا چاہتے ہو مجھے؟" حارث صاحب دھاڑے۔ڈرائیور بھی گھبرا گیا۔"

نن نہیں سر! گارڈز کتنی دیر ان کا مقابلہ کریں گے۔ اگر ہماری گاڑی بلاسٹ ہو گئی تو؟ آپ سوچیں یہاں مرنے سے بہتر" ہے کہ ہم یہاں سے نکل چلیں۔" ڈرائیور نے انہیں بائیں طرف جانے کا اشارہ دیا۔ حارث صاحب کشمکش میں پڑ گئے تھے کہ نکلے یا نہیں تبھی اچانک پیچھے سے ایک گارڈ کی چیخ سنائی دی۔ موت کو قریب دیکھ کر ان کے اعصاب شل ہو گئے، عقل نے جواب دے دیا اور وہ کچھ بھی سوچے سمجھے بغیر گاڑی سے باہر نکلے تھے۔ انہیں نشانے پہ لیے بیٹھے شوٹر نے ٹریگر پہ انگلی کا دباؤ بڑھا دیا۔ ابھی حارث صاحب نے اپنے دونوں پاؤں زمین پر رکھے ہی تھے کہ اگلے ہی لمحے ٹھاہ کی ایک آواز دوسرے فائرز کے ساتھ گونجی۔

سر!" ڈرائیور چیخا۔ روڈ پر اچانک سے ہوم منسٹر اور اسکے گارڈز کی گاڑی پہ اندھادھند فائرنگ دیکھتا اپنے انٹرویو کیلئے جاتا" بہزاد بائیک ایک طرف پھینک کر خود کو فائرنگ سے بچاتا ان کی جانب لپکا۔ حارث صاحب کو بازو سے پکڑ کر ایک طرف کھینچا پر اسکے باوجود گولی انکے کندھے سے ہوتی ہوئی نکلی۔

آہ!!" حارث صاحب کراہ کر ایک جانب گرتے اس سے پہلے ہی بہزاد نے انہیں تھام لیا۔"

نکلو کام ہو گیا۔" اس شوٹر نے اشارہ کیا تو باقی کے تین آدمی گاڑی میں بیٹھتے جیسے ہوا کے جھونکے کی طرح اچانک آئے" تھے ویسے ہی چلے گئے۔ گارڈز اپنے بازو اور ٹانگ تھامے ان میں سے رستے خون کو دیکھ رہے تھے۔ وہ انکی حالت دیکھتا حارث صاحب کو گاڑی میں ڈال کر خود ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھا۔ ڈرائیور کہیں بھاگ گیا تھا۔ شاید وہ انکے مخالفین سے ملا ہوا تھا۔ بہزاد نے ایک نظر فرنٹ مرر میں دکھائی دیتے حارث صاحب کے نڈھال وجود پہ ڈالی اور گاڑی وہاں سے نکال کر زن سے قریبی ہاسپٹل کی طرف بھگا لے گیا۔

کہاں لے کر جا رہے ہو لڑکے ؟" کندھے سے اٹھتی ٹیسوں پر درد سے چور لہجے میں بمشکل آنکھیں کھولتے ہوئے حارث صاحب نے سامنے ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے پرانی بدرنگ شرٹ میں ملبوس چوڑی پشت والے کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

سر! بس تھوڑی میں دیر ہم ہاسپٹل پہنچ رہے ہیں۔" بہزاد نے اپنی کالی پریشان آنکھیں اٹھائیں اور بیک ویو مرر سے حارث صاحب کے ضبط سے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ لب بھینچ گئے۔ کندھے سے نکلتا خون حارث صاحب کی وائٹ شرٹ اور کوٹ پہ پھیلتا جا رہا تھا اور وہ بے بس سے سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے پڑے تھے۔ کچھ ہی دیر میں گاڑی سٹی ہاسپٹل کے سامنے ایک جھٹکے سے رکی۔ وہ دروازہ کھول کر باہر نکلا۔

آیئے سر! ہمت کریں۔" حارث صاحب کی سائیڈ کا ڈور کھول کر اس نے انہیں سہارا دے کر باہر نکالا اور انکا بوجھ خود پہ ڈال کر انہیں لے کر ہاسپٹل کے اندر آیا۔

رکو!" بہزاد نے وارڈ بوائے جو اسٹریچر لے جا رہا تھا کو روک کر اس پہ حارث صاحب کو ڈالا۔ وارڈ بوائے حارث صاحب" کو دیکھ کر بدحواس ہو گیا۔

ہوم منسٹر صاحب!" وہ بڑبڑایا اور اسٹریچر کو دھکیلتے ہوئے چیخ کر ڈاکٹرز کو بلانے لگا۔ کچھ ہی دیر میں پورے ہاسپٹل میں" افراتفری مچ گئی تھی

حارث صاحب کو ایمرجنسی وارڈ میں منتقل کر دیا گیا۔

کون ہو تم؟ کہاں رہتے ہو؟؟ ہمیں اپنا ایڈریس دو اور تم اتنی خطرناک صورتحال میں ہوم منسٹر تک کیسے پہنچے؟ کہیں تم" اس گروہ سے ملے ہوئے تو نہیں ہو؟ کاریڈور میں کھڑے بہزاد کو پولیس نے گھیر لیا تھا اور وہ اس سے تفتیش کرتے مختلف سوال جواب پوچھے جا رہے تھے۔ وہ حارث صاحب کی مدد کرتے پچھتا رہا تھا۔

بہزاد نام ہے۔ دس جماعتیں پاس ہوں، انٹریو (انٹرویو) کیلئے جا رہا تھا کہ اچانک ہی راستے میں کچھ گاڑیوں پہ حملہ ہوا۔" ایک نقاب پوش کو گاڑی سے نکل کر ہوم منسٹر صاحب کو نشانے پر لیتے دیکھ کر انسانیت کے ناطے انکی مدد کر بیٹھا۔" وہ بیزاری سے ان کے سوالوں کا جواب دینے لگا۔

یہ انسانیت تم نے گارڈز کیلئے کیوں نہیں دکھائی؟" دوسرے سوال پہ بہزاد نے کوفت سے مٹھیاں بھینچی۔"

کیونکہ ان کے پاس ہتھیار تھے۔وہ اپنا دفاع کرسکتے تھے۔" وہ بولا تو انہوں نے سر ہلایا۔"

تو تمہارا کہنا ہے تم نے اس آدمی کو دیکھا تھا جس نے حملہ کیا تھا؟" وہ اسے الجھا رہے تھے۔ان کے ہاتھ مجرم نہیں آنے" والا تھا تو مدد کرنے والے کو ہی پھانسی چڑھانے کی کوشش میں تھے پر آگے بھی بہزاد موجود تھا۔

میں نے کہا ہے وہ نقاب پوش تھا، جب اس نے نقاب کیا ہوا تھا تو اتنی دور سے میں کیسے اسے پہچان سکتا ہوں؟ میرے پاس" ابھی ایسا کوئی چشمہ ایجاد نہیں ہوا جس سے میں سامنے والے کا چہرہ نقاب کے پیچھے سے بھی دیکھ لوں۔" اس نے اپنے انداز میں طنزیہ کہا تو پولیس والے نے اسے گھورا۔

پھر تمھیں کیسے لگا کہ وہ ہوم منسٹر صاحب کو نشانے پر لے کر بیٹھے ہیں؟" اب کی بار بہزاد نے ان کے بے وقوفوں والے" سوال پر گہرا سانس بھرا۔

جواب دو ورنہ تمہارے یہ ٹھنڈے سانس خوب نکالیں گے تھانے لے جا کر۔" آفیسر نے غصے سے کہا۔"

پہلے تو میں معذرت کرتا ہوں کہ میں نے ہوم منسٹر صاحب کی مدد کی، دوسرا انہوں نے گن نقاب کے پیچھے نہیں چھپائی" تھی، وہ سامنے سے نظر آرہی تھی اور میں نے دونوں طرف دیکھتے ہوئے جب اس گاڑی کی طرف دیکھا تو اس نقاب پوش کو نشانہ لیتے دیکھ کر ہی ہوم منسٹر کی جانب بھاگا تھا۔ورنہ میں کسی فلم کا ہیرو نہیں جسے پہلے ہی معلوم ہو جاتا ہے کہ اسے کسے بچانا ہے۔" وہ غصہ ہوتا بیزار ہونے لگا۔

عجیب بندے تھے اور آج اسے حقیقت میں معلوم ہو گیا تھا کہ واقعی بھلائی کا زمانہ نہیں۔

نہیں معذرت کیوں کر رہے ہو؟ جوان تم نے تو بہت اچھا کام کیا ہے۔ہوم منسٹر کے ہوش میں آنے کے بعد اپنا انعام آکر" لے جانا۔" آئی جی سرفراز صاحب نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے پٹڑی بدلی تو بہزاد نے اپنا شانہ پیچھے کیا۔

شکریہ وہ تو مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ میں نے کتنا اچھا کام کیا ہے۔دوسرا یہ میں نے انعام کیلئے نہیں کیا۔اب مجھے اجازت" دیں۔اس چکر میں پہلے ہی لیٹ ہو گیا ہوں۔" وہ کہتا ہوا انہیں اپنا ایڈریس بتا کر اجازت ملنے پر وہاں سے نکلا اور پیدل چلتا

ہوا اسی حادثے والی جگہ پر آیا۔ جہاں اب پولیس کھڑی تھی۔ اس نے ایک سائیڈ پہ پڑی اپنی بائیک کو اٹھا کر اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی اور کچھ دیر کی مشقت کے بعد اس کی بائیک کھٹ کھٹ کی آواز کے ساتھ اسٹارٹ ہو گئی تو بہزاد نے اپنے گھر کا ،راستہ ناپا۔ ظاہر ہے اب نوکری تو ملنے سے رہی۔ انٹرویو کا وقت تو گزر چکا تھا۔ اب وہاں جا کر وہ کسی کی فالتو سننے والا نہیں تھا پہلے ہی پولیس اس کے دماغ کا بھرتا بنا چکی تھی۔ وہ مزید کسی کی چخ چخ سننے والا نہیں تھا۔ اس لیے اپنے گھر کا راستہ ہی لینا بہتر سمجھا۔

آج کا سالا دن ہی خراب تھا۔" وہ اپنی پھٹپھٹی مولوی کے گھر کے سامنے روکتے ہوئے بڑبڑایا۔ نیچے اتر کر جیب سے چابی" نکالتے ہوئے مولوی کے گھر کے پاس ہی موجود اپنے روم کا لاک کھولا۔ یہ تو شکر تھا دوپہر کے وقت انور کا کھوکا بند ہو جاتا تھا اور مولوی ظہر کی نماز کیلئے مسجد میں ہوتے تھے۔ وہ پرسکون سی سانس خارج کرتا اندر آیا اور دروازہ بند کرتے بیڈ پر گر کر لمبی تان کر سو گیا۔

یہی حال رہا تو وہ زیادہ دیر یہاں ٹکنے والا نہیں تھا کوئی اور نہیں تو کرایہ نہ ملنے پر مولوی ہی اسے یہاں سے بھگا دے گا۔

--------------------*

وہ فلائٹ میں بیٹھی مسلسل رو رہی تھی۔ اس نے جب نیوز دیکھی تو اسکے ہاتھ پاؤں کام کرنا چھوڑ گئے۔ دل جیسے بند ہونے لگا تھا اور وہ روتی ہوئی ملنے والی پہلی ہی فلائٹ سے پاکستان جا رہی تھی۔ کل تک وہ کہہ رہی تھی کہ مر کر بھی نہیں آؤں گی اور آج وہ دعائیں مانگتی پاکستان اڑ کر جانا چار ہی تھی۔ اپنے باپ کے پاس پہنچ کر انکے سینے میں چھپنا چاہ رہی تھی۔ پتا نہیں کون تھے جو اچانک انکے جانی دشمن بن بیٹھے تھے۔ اب تو اسکے باپ کو یقین آ گیا ہوگا کہ اس رات سچ میں کسی نے اس سے نکاح نامے پہ سائن کروائے تھے، وہ اسکا خواب نہیں حقیقت تھی۔

ڈیڈ! آئی پرامس میں آئندہ آپ کو کبھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گی۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے میں آپکے پاس ہی رہوں" گی۔" اس نے ہتھیلی کی پشت سے چہرا صاف کیا اور خود سے عہد کرنے لگی۔

اس نے پہلے ہی انفارم کر دیا تھا کہ وہ آ رہی ہے۔ اسی لیے ڈرائیور گاڑی لیے اسکے انتظار میں کھڑا تھا۔ پاکستان انٹر نیشنل ایئر پورٹ پر فلائٹ کے لینڈ کرتے ہی ہانیہ اپنا سانس روکے بھاگتی ہوئی سامنے سے آتے چھوٹے سے لڑکے سے ٹکرا کر گرتے گرتے بچی۔

اندھے ہو کیا؟" وہ سات آٹھ سالہ لڑکے پر غصے سے دھاڑی۔ جو بالکل درمیان میں راستہ روکے کھڑا تھا۔ اسکی دھاڑ پہ" لوگ مڑ مڑ کر دیکھنے لگے جبکہ وہ لڑکا جو مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا سہم گیا۔ پر اسے حیرت کا جھٹکا تب لگا جب اس لڑکے نے اپنے پیچھے سے سرخ گلاب کا بکے نکال کر اس پر پھینکا اور "ویلکم بیک" کہہ کر ایک طرف بھاگ گیا۔ ہانیہ ساکت سی ہاتھوں میں سرخ مہکتے گلاب کا بکے تھامے کھڑی تھی۔

تو کیا وہ اس پر نظر رکھے بیٹھا ہے؟" دماغ میں فوری سوال آیا اس خیال کے آتے ہی اسکے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔"

میڈم!" ڈرائیور کی آواز نے اسے ہوش کی دنیا میں لا پٹخا اور وہ اپنے ہاتھوں میں موجود گلاب دیکھنے لگی۔"

نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ صرف میرا وہم ہے۔" وہ بدحواسی کے عالم میں بڑبڑائی اور بکے کو کسی سانپ بچھو کی طرح خود" سے دور پھینکا۔

تم جو کوئی بھی ہو مجھے ڈرا نہیں سکتے۔" اس نے آس پاس نظریں دوڑائیں پر اسے کوئی بھی ایسا مشکوک وجود نظر نہ آیا جس" پہ وہ شک کر سکے۔ اسے گلے سے پکڑ کر اپنے باپ کے سامنے کر سکے۔

میڈم! آپ ٹھیک ہیں؟" ڈرائیور نے اسکی عجیب وغریب حرکات دیکھتے ہوئے گھبرا کر پوچھا۔"

کیوں مجھے کیا ہونا ہے؟" ہانیہ نے غصے سے ابرو اچکایا۔ ڈرائیور پہلے ہی گھبرایا ہوا تھا اسکے تیکھے لہجے میں پوچھنے پر نفی میں سر" ہلا کر نظریں جھکا گیا۔

ہنی! میں نے جیسے ہی سنا، تم واپس آ رہی ہو تو بھاگا چلا آیا تمہیں پک کرنے۔ کہیں کوئی تمہیں بھی نقصان نا پہنچا دے۔" اف! انکل کی حالت دیکھی تھی میں نے۔" ہادی ہانیہ کو دیکھتا اسکی طرف لپکا اور فکرمندی سے کہتے ہوئے اس نے آخر میں حارث صاحب کی حالت پر افسوس کیا۔ ہانیہ نے اسے مکمل طور پر نظر انداز کر دیا۔

چلو۔" وہ اسے اگنور کر کے ڈرائیور سے کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ہادی نے مڑ کر خود سے دور جاتی ہانیہ کو دیکھا۔ لمبی سی" ہیل کی ٹک ٹک اسکی سماعتوں سے دور ہوتی جارہی تھی۔ وہ پر سوچ نظروں سے اسے دیکھتا رہا جواب گارڈز کے ساتھ گاڑی میں بیٹھتی وہاں سے روانہ ہو گئی تھی۔ ہمیشہ کی طرح آج پھر وہ زہر کا گھونٹ بھر کر رہ گیا۔

واپس آنا ضروری تھا۔" دانت پیستے وہ بڑبڑایا اور اپنی گاڑی کی طرف چلا آیا۔ نیچے گرا تازہ گلابوں کا مہکتا بکے اپنی" بے قدری پر رو رہا تھا۔

جس پر بہرام ملک نے سرسری سی نظر ڈال کر گاڑی کا شیشہ اوپر چڑھایا۔ سگار ہونٹوں میں دبا کر ڈرائیور کو چلنے کا حکم دیا۔

------------------------*

ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں۔ ان شاء اللہ جلد ہی ہوم منسٹر صاحب کے دشمن کو گلے سے پکڑ کر انکے" قدموں میں لائیں گے۔" کاریڈور میں کھڑے فواد صاحب سے آئی جی صاحب نے کہا جس پر انہوں نے سر ہلایا۔

کچھ بھی کرو جلد ہی انہیں سامنے لاؤ اور پھر ہم اسے ایسی سزا دیں گے کہ اس کی نسلیں بھی توبہ کریں گی۔" فواد صاحب" غصے سے بولے۔

انہوں نے جب نیوز میں حارث صاحب پر حملے کا سنا تو وہ دونوں باپ بیٹے بھاگم بھاگ وہاں پہنچے۔

اس لڑکے کا کیا خیال ہے؟ جس نے ہوم منسٹر صاحب کی جان بچائی تھی۔" آئی جی صاحب نے فواد سے پوچھا۔"

ہم بہت مشکور ہیں اسکے۔ جلد ہی حارث کے سنبھلنے پر اسے انعام دیں گے۔ جسکا وہ مستحق ہے۔" انکی بات پر سر ہلاتے" آئی جی صاحب اپنے ساتھ کھڑے آفیسرز کو سخت کاروائی کا حکم دینے لگے۔ ہر طرف پولیس الرٹ ہو گئی تھی اور اس مجرم کے پیچھے تھی جس نے آس پاس کے بنگلوں کے سارے کیمرے ہیک کر دیے تھے اور کوئی بھی ثبوت نہ چھوڑا تھا۔ اتنے شاطر تھے انکے دشمن، اب تو حارث صاحب کی سکیورٹی اور بھی سخت کر دی گئی تھی۔ ہاسپٹل کے چاروں طرف سخت سکیورٹی کے انتظامات کیے گئے تھے۔

انکل! ڈیڈ؟؟" وہ بمشکل پولیس کی مدد سے میڈیا سے جان چھڑوا کر ہاسپٹل میں داخل ہوئی تھی اور اب لفٹ سے نکلی تو" سامنے ہی فواد صاحب کو دیکھ کر انہیں پکارتی ہوئی بھاگی۔ وہ ان کے سینے سے لگ کر بے تحاشہ رونے لگی۔

ریلیکس ہنی بیٹا! کچھ نہیں ہوا آپ کے ڈیڈ ٹھیک ہیں۔ گولی صرف انکے کندھے سے چھو کر نکل گئی۔" اسکا سر سہلاتے وہ" اسے تسلی دے رہے تھے۔

کیا میں ان سے مل سکتی ہوں؟ میں انہیں دیکھنا چاہتی ہوں پلیز۔" وہ آنکھیں صاف کرتی سر اٹھا کر فواد صاحب کے" چہرے کو دیکھتی التجا کرنے لگی۔

نہیں بیٹا! ابھی انکا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے۔ زخم بڑے نہیں تو چھوٹے بھی نہیں ہیں۔ تھوڑا ویٹ کریں ہم خود اس سے ملنا" چاہتے ہیں۔" فواد صاحب کے کہنے پر وہ لب بھینچ کر رہ گئی۔ ہادی بھی آ گیا اور ہانیہ کا نخرہ دیکھنا اسکے بس سے باہر تھا۔ جہاں سب بڑی بڑی شہر کی ہستیاں آ کر اسے ہمت و صبر قائم رکھنے کی تلقین کرتے جا رہے تھیں۔ وہ تھکی تھکی سی ایک سائیڈ پر چیئر پہ بیٹھ گئی۔

____

دروازے پر ہوتی مسلسل دستک نے اسے آنکھیں کھولنے پر مجبور کر دیا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے باہر موجود افراد دروازہ توڑ کر اندر گھسنے کی کوشش کر رہے ہوں۔

بہزاد نے اپنی آنکھیں مسلیں اور ایک بھرپور انگڑائی لے کر اپنے بازو کو جھٹکا دیا۔ شرٹ کے بٹن بند کرتا وہ بیڈ سے اٹھا۔ میلی کچیلی، شکن آلود بیڈ شیٹ اپنا سفید رنگ بدل کر پیلی پڑ چکی تھی اور یہی حال تکیوں کا بھی تھا۔ جیسے انہیں مہینوں سے دھویا نا گیا ہو۔

چھوٹے سے روم میں ایک چھوٹے قد کی دیوار سے لگی الماری جس میں اسکے چند کپڑے رکھے ہوئے تھے۔ ایک کونے میں میلے پڑے تھے۔ پہلے تو دھوبی کو دے دیے جاتے تھے پر اب پیسے نا ہونے کی وجہ سے ایک کونے میں پڑے اپنی حالت پر

ماتم کناں تھے۔ ایک چھوٹا سا آئینہ دیوار میں لگا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ ایک برش رکھا تھا۔ اگر دل کیا تو اس میں اپنا چہرہ دیکھ لیا ورنہ وہ ایسے ہی سجاوٹ کا کام سر انجام دیتیما تھا۔

ایک سائیڈ ٹیبل جس پر پانی کا چھوٹا سا کولر رکھا تھا۔ کچن کا کام کرنے والی کوئی نہیں تھی، تو اسکی موجودگی ہی بے کار تھی۔

ڈمدوسری سائیڈ پر نیچے کونے میں ایک چولہا پڑا تھا ساتھ ہی ایک دیگچی جو استری کا کام بھی سر انجام دیتی تھی۔

ایسی صورتحال میں شادی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ایک تو وہ اپنا پیٹ بمشکل پالتا تھا کسی دوسرے بوجھ کیسے اٹھاتا اور اسے اپنی بیٹی دیتا بھی کون؟ ویسے تو وہ بہت صفائی پسند تھا مگر معاشی حالات میں تنگی کے باعث نوکری کے چکر میں اسے گھر کی صفائی کا وقت نہیں مل پا رہا تھا ورنہ اسکا روم چمکتا رہتا تھا۔

آ رہا ہوں دروازہ توڑنا ہے کیا؟" نیند میں خلل کی وجہ سے وہ چڑتا ہوا بھاری آواز میں بولا۔ دروازہ کھولا تو سامنے ہی خشمگیں" نظروں سے مولوی صاحب کو خود کو گھورتے پا کر وہ ہڑبڑا گیا۔

مولوی صاحب! آپ کچھ کام تھا کیا؟ مجھے بلایا ہوتا۔" وہ انہیں اندر آنے کیلئے رستہ دیتے ہوئے تم سے آپ پر آ گیا۔"

میاں! کام کچھ نہیں ہے۔ جو آلسی گدھے کی طرح پڑے ہو۔ صبح ہو گئی ہے نوکری پر نہیں جانا کیا؟" انکی بات پر بہزاد نے" جھٹکے سے انہیں دیکھا۔

حیرت کا اس قدر شدید جھٹکا تھا کہ اسکا منہ بھی تھوڑا کھل گیا۔ تو کیا مولوی صبح صبح صرف اسے نوکری پر بھیجنے کے لیے دروازہ توڑ رہا تھا۔

دیکھ کیا رہے ہو؟ تیار ہو اور نکلو جلدی۔" مولوی صاحب نے اسے حیرت میں غوطہ زن دیکھ کر اسکے چہرے کے سامنے" ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔

تمہیں یاد ہے نا اس بار تمہیں نوکری اور مجھے کرایہ نہ ملا تو محلے سے ہی نکلوا دوں گا۔" انہوں نے پھر کہا تو بہزاد نے دانت" پیس کر احترام سے سر ہلایا۔

یاد ہے مولوی! آپ کی بات بھلا میں بھول سکتا ہوں۔ بس میں تیار ہو جاؤں۔" وہ فرمانبر داری کی تمام حدیں پھلانگ گیا" تھا۔ حالانکہ کے انٹرویو سے ناکام لوٹتے ہوئے اسے مولوی کی باتیں بالکل بھی یاد نہ تھیں۔ وہ کل کمرہ بند کر کے بھوکا پیاسا جو سویا تھا تو ابھی مولوی صاحب کے اٹھانے پر ہی بیدار ہوا تھا۔

سنو اب نوکری لگ گئی ہے تو حلیہ بھی انسانوں والا بنالو۔" مولوی صاحب نے اسکے کالے لمبے بال اور گھنی داڑھی" مونچھوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ جس پر بہزاد نے سر جھٹکا۔

یہ ناممکن ہے اپنا اسٹال (اسٹائل) کوئی مائی کالال نہیں بدل سکتا۔" وہ بولا تو مولوی صاحب نے اسے گھورا۔"

چلو اب جلدی کرو ورنہ پہلے دن ہی نا نکال دیں وہ تمہیں۔" بحث چھوڑ کر مولوی کہتے ہوئے چلے گئے۔ بہزاد بے چارگی" سے انکی پشت دیکھنے لگا۔

کونسی نوکری یار؟ یہ جینے کیلئے پیسا اتنا ضروری کیوں ہے؟ ذرا سا یتیم بچے پر ترس نہیں آتا۔" وہ سوچتا ہوا اٹیچ باتھروم" میں بند ہو گیا اور کچھ دیر بعد پہنے ہوئے کپڑوں کو میلے کپڑوں کے ڈھیر پر پھینکتا ہوا بالوں میں برش پھیر کر جوتے پہنتا بیڈ پر بیٹھا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ چائے انور دے گا یا اسکی بھی سننی پڑے گی اور سننے والا تو وہ بھی نہیں تھا۔ ایسے ہی والٹ نکال کر دیکھا جس میں دس روپے پڑے تھے۔

آجکل اس میں تو پانی بھی نہیں ملتا۔ یہ کہاں سے چائے کا کپ پلائے گا۔ ویسے بھی والٹ کو خالی نہیں چھوڑنا چاہیے۔" اس" نے کہتے ہوئے والٹ واپس پینٹ کی جیب میں رکھا اور اٹھ کھڑا ہوا شاید کہیں اور نوکری مل جائے۔

بھائی یہ آپکے لیے۔" وہ ابھی باہر نکلنے کا سوچ ہی رہا تھا کہ چھوٹو اندر داخل ہوتا بیڈ پر ٹرے رکھتے ہوئے بولا۔ جس میں" ایک پراٹھا، ایک فرائی انڈہ اور چائے کا ایک کپ موجود تھا۔

ارے واہ! کس فرشتے نے بھیجا ہے؟" تازہ گرم گرم پراٹھا دیکھتے ہی اسکی بھوک چمک اٹھی تھی۔ وہ بیڈ پر بیٹھتا ہوا خوشی" سے بولا۔

آپو زیبی نے۔" چھوٹو نے اپنی بہن زیبا کا نام لیا جو ماسٹر صاحب کی بیٹی تھی۔"

چل مولوی کی نہیں تو ماسٹر کی بیٹی کو تو مجھ پر ترس آیا۔ شکریہ کہہ دینا۔" وہ رغبت سے کھاتا ہوا بولا تو چھوٹو ہنس پڑا۔"

چل پھر شام کو ملتے ہیں۔" وہ چائے کا آخری گھونٹ کا پی کر کپ ٹرے میں رکھتا ہوا بولا اور دس روپیہ چھوٹو کو تھما دیا۔"

چھوٹو نے سر ہلایا اور ٹرے اٹھائی۔

سن اپنی آپو کو کہنا آئندہ ایسا کچھ مت کرے۔ خواہ مخواہ لوگ مشکوک نظروں سے دیکھیں گے اور جوتے مار کر یہاں سے" بھگا دیں گے۔" چھوٹو کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ کہہ کر دروازہ بند کرتا اپنی بائیک پہ بیٹھ کر اسے اسٹارٹ کرنے لگا۔

مبارک ہو سنا ہے نوکری مل گئی ہے۔" جاتے ہوئے محلے کے ایک آدمی نے اسے مخاطب کیا تو آس پاس کے چلتے ہوئے" لوگوں نے بھی مسکرا کر اسے دیکھا۔

اس مولوی کو افواہ پھیلانے کے علاوہ کوئی کام نہیں ہے کیا؟" اس نے سر ہلا کر مبارکباد وصول کی۔ بائیک اسٹارٹ" ہوتے ہی وہ زن سے وہاں سے بھگا لے گیا۔

اس ریسٹورنٹ کے پاس سے گزرتے ہوئے اس نے ایک آس کے تحت اس کے داخلی دروازے پہ دیکھا کہ

شاید وہ ریسٹورنٹ کا مالک ابھی بھی اس کا منتظر ہو مگر مایوسی اسکا منہ چڑھا رہی تھی۔ وہاں کھڑا دربان احترام سے سب کیلئے ڈور کھول رہا تھا.

دھت تیری یہ تو اپنے اسٹینڈرڈ کی ہی نہیں۔" وہ ایک ناپسندیدہ نظر ڈالتا اگلا موڑ مڑ گیا۔"

*__________*__________*

حارث صاحب کو پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا اور ابھی وہ انجکشن کے زیر اثر غنودگی میں تھے۔ پاس ہی بائیں طرف بیڈ پر سر رکھے ہانیہ چیئر پہ بیٹھی ہوئی تھی۔ فواد صاحب کے گھر جا کر آرام کرنے کے اصرار پر بھی وہ ایک پل کیلئے یہاں سے وہاں نا ہوئی تھی۔ جب انہیں پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تو وہ انکے پاس آکر کافی دیر تک بیٹھی ان سے باتیں کرتی رہی تھی اور پھر رات میں کسی وقت اسکی آنکھ لگ گئی تھی۔

ہاسپٹل کے چاروں طرف پولیس کا سخت پہرہ تھا۔

سیکیورٹی فورس ہتھیاروں سمیت الرٹ کھڑی تھی۔

کچھ دور مین روڈ پر ایک طرف گاڑی روکتے وہ باہر نکلا اور جیب سے موبائل نکال کر ایک نمبر ڈائل کرت ہوئے موبائل کان سے لگایا۔

دوسری طرف سے ہاسپٹل اور ہوم منسٹر حارث صاحب کے روم کی مکمل انفارمیشن لینے کے بعد اس نے موبائل واپس جیب میں ڈالا اور اپنے قدم آگے بڑھائے۔

اسکے حلیے کو دیکھ کر اسکا آدمی آگے بڑھا اور وہاں کھڑی سیکیورٹی فورس کے آدمی سے کچھ کہنے لگا۔ کچھ ہی دیر میں اسکے لیے راستہ صاف تھا اور ان کی جگہ اسکے آدمی نے لے لی تھی۔

وہ آگے بڑھتا ہاسپٹل کی عمارت کو دیکھتے ہوئے تھرڈ فلور پہ موجود روم کی کھڑکی کو دیکھنے لگا۔

اسکے لبوں پر ایک تمسخر بھری مسکراہٹ آگئی اور کچھ ہی دیر میں وہ اوپر پہنچ کر روم کی کھڑکی کو ایک مخصوص تکنیک سے با آسانی کھولتا ہوا وہاں سے اندر داخل ہوا۔

ہاسپٹل کے پرائیوٹ روم میں ہوم منسٹر صاحب سامنے ہی لیٹے دوائیوں کے زیر اثر سو رہے تھے اور پاس چیئر پر سر رکھے ان کی بیٹی بھی سو رہی تھی۔

ویسے تو اسے اپنی قابلیت پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ آسانی سے اپنا کام کر کے چلا جائے گا اور اگر پکڑا بھی گیا تو مقابلے کیلئے اسکی گن پہلے ہی لوڈ تھی۔

مدھم روشنی میں اس نے بند دروازے پر ایک نظر ڈالتے ہوئے اپنی جیب سے وائس ڈیوائس نکال کر روم میں ایک گہری نظر ڈالی اور ایک جگہ منتخب

کر کے وہ آہستگی چلتا ہوا حارث صاحب کے پاس پہنچا اور ان کے دائیں طرف بیڈ کے نیچے وہ وائس ڈیوائس لگا دیا۔ پھر اس نے اپنا موبائل نکال کر وہاں کچھ ٹائپ کیا۔ جس پر فوراً ہی گڈ کا میسج وصول ہوا۔

بہرام نے ایک مسکراتی نظر ہانیہ کے چہرے پہ ڈالی اور جس طرح آیا تھا ویسے ہی وہاں سے نکلتا چلا گیا۔ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر موبائل کان سے لگایا اور دوسری طرف موجود شخص سے باتیں کرتے ہوئے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

*___________________*___________________*

صبح حارث صاحب کی جب آنکھ کھلی تو انکی پہلی نظر اپنے پاس، اپنے ہاتھ پر گال ٹکائے سوئی اپنی بیٹی کے معصوم چہرے پر پڑی وہ مسکرا دیے۔ کچھ دیر خاموشی سے اسے دیکھتے رہے۔

اسکے چہرے کے تاثرات دیکھتے ہوئے انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ ساری رات ایسے ہی ان کے پاس بیٹھی رہی تھی۔

ہنی بیٹا!" انہوں نے محبت سے پکارا۔ ہانیہ نے حارث صاحب کی پکار پر جھٹکے سے سر اٹھایا جیسے انکی پکار کی ہی منتظر ہو۔ وہ" اپنی سرخ آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی اور پھر اٹھ کر انکے سینے سے لگ گئی۔

ڈیڈ!" اچانک ہی وہ بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگی۔ حارث صاحب نے مسکراتے ہوئے ایک ہاتھ سے اسکے گرد" گھیر اڈالا۔

ڈیڈ کی جان! آگئی آپکو ڈیڈ کی یاد؟ ہو گئی آپکی ضد پوری؟" انہوں نے شکوہ کیا۔ ہانیہ نے تڑپ کر سر اٹھایا۔"

ایم سوری ڈیڈ! ایم ریئلی سوری، میں آپکے بغیر نہیں رہ سکتی۔ ڈیڈ! آپکو کچھ ہو گیا تو میں اپنی جان دے دوں گی۔" وہ بھرائی" ہوئی آواز میں انکے سینے سے لگی کہتی گئی۔

شش! ایسا نہیں کہتے۔ جب تک آپکی دعائیں آپکے ڈیڈ کے ساتھ ہیں آپکے ڈیڈ کو کچھ نہیں ہو سکتا۔" انہوں نے اسکے بال" سہلائے۔ جس پر روتی ہوئی ہانیہ نے سر ہلایا۔

کون تھے وہ لوگ؟ ڈیڈ! مجھے بتائیں۔ میں انکی جان لے لوں گی۔" ان سے الگ ہو کر وہ چہرہ صاف کرتی غصے سے بولی۔"

حارث صاحب ہنس پڑے۔

دیکھا تم نے کیسے دشمن ہمارے پیچھے پڑے ہیں۔ اسی لیے میں اپنی آنکھوں کے سامنے ہی تمہیں کسی مضبوط سہارے کے" حوالے کر دینا چاہتا ہوں تاکہ کبھی پھر جو ایسا اٹیک ہو تو میں سکون سے مر سکوں اور معلوم ہے جب مجھ پر اچانک اٹیک ہوا تو میری آنکھوں کے سامنے صرف تمہارا چہرہ تھا۔ میں اتنا بے بس تھا کہ تمہیں بتا نہیں سکتا۔ یہ تو اس جوان کا شکریہ ادا کروں گا جس نے بروقت پہنچ کر مجھے بچایا اور گولی سینے میں لگنے کے بجائے کندھے کو چھو کر گزر گئی۔" حارث صاحب کہہ رہے تھے اور ہانیہ لب دبائے آنسو بہا رہی تھی۔

ڈیڈ! آپ صرف مجھے بتائیں کہ کون ہیں آپکے دشمن؟ میں جا کر انکا خون کر آؤں گی۔" وہ طیش میں بولی۔ حارث صاحب" اسکے بچگانہ انداز پر ہنسے۔

یہی تو معلوم نہیں جان۔" چھت کو دیکھتے وہ بے بس سے بولے۔"

اور وہ شخص کون تھا ڈیڈ! جس نے آپکو بچایا؟" انکے ہاتھ پہ بوسہ دیتی وہ پوچھنے لگی۔ حارث صاحب نے محبت سے اسے" دیکھا۔

پتا نہیں میری جان! کوئی غریب لڑکا تھا شاید۔ مجھے حلیے سے ایسا ہی لگا پر اسکا چہرہ میں نہیں دیکھ سکا۔" حارث صاحب نے" بہزاد کی بدرنگ شرٹ میں پشت اور مرمریں کالی آنکھیں یاد کرتے ہوئے کہا تو ہانیہ سر ہلا گئی۔

السلام علیکم!" ہانیہ نے کچھ کہنے کیلیئے منہ کھولا ہی تھا جب اسے اپنے پیچھے سے فواد صاحب اور ہادی کی آواز میں سلام سلام" سنائی دیا۔

وعلیکم السلام!" حارث صاحب نے مسکرا کر فواد صاحب کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔"

کیسا محسوس کر رہے ہو اب؟" فواد صاحب پوچھتے ہوئے سامنے صوفے پر بیٹھے اور ہادی نے سائیڈ ٹیبل پر پھولوں کا بکے" رکھا۔

گیٹ ویل سون انکل!" ہادی مسکرا کر بولا جس پر حارث صاحب نے مسکرا کر سر ہلایا۔"

ہانیہ بیٹا! اب آپ ہادی کے ساتھ گھر جائیں۔ فریش ہو کر آرام کریں۔ شاباش میرا بیٹا۔" فواد صاحب کو دیکھتے ہوئے" انہوں نے ہانیہ سے کہا۔ جس پر وہ نانا کرتی آخر کار انکے مزید اصرار پر اٹھ کھڑی ہوئی اور ہادی بھی ساتھ ہی اٹھا۔

تم رہنے دو میں جا سکتی ہوں۔" کمرے سے باہر آ کر وہ نخوت سے کہتی وہاں سے چلی گئی اور وہ صرف اسکی پشت تکتا رہ گیا۔"

حارث! مجھے لگتا ہے یہ موقع اچھا ہے۔ ہم ہادی اور ہانیہ کا نکاح کروا سکتے ہیں اور تمہاری حالت کے پیشِ نظر وہ مزید ضد" بھی نہیں کرے گی۔" انکے جاتے ہی فواد صاحب نے حارث صاحب کی طرف اپنا رخ کیا اور بولے۔ حارث صاحب نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور بولنے کی ہمت کرنے لگے۔

حارث! مجھے لگتا ہے میری بیٹی سچ کہہ رہی ہے، کسی نے ہمارے خلاف یہ سازش رچی ہے اور بہت گہری چال چل کر میری" بیٹی سے نکاح کیا ہے۔ پھر مجھے مارنے کا پلان بنایا تاکہ جب میں مر جاؤں تو وہ نکاح نامے کے دعوے پر میری بیٹی اور اسکی پراپرٹی پر قبضہ کر سکے۔" حارث صاحب نے سوچ بچار کے بعد کہا۔ جس پر فواد صاحب انہیں دیکھنے لگے۔ بات میں واقعی دم تھا۔

آج اسکا پلان کامیاب بھی ہو جاتا اگر اس لڑکے نے اپنی جان خطرے میں ڈال کر مجھے بچایا نہ ہوتا تو میرے دشمن آج" کامیابی کا جشن منا رہے ہوتے۔" حارث صاحب کی آواز میں ان دیکھا ایک ڈر تھا۔ وہ اس لڑکے کے مشکور تھے۔ اللہ نے اسے وسیلہ بنا کر انہیں نئی زندگی دی تھی۔

پر ایسا کون کر سکتا ہے؟ حارث! سوچنے کی بات ہے۔ کون ہے یہ دشمن؟ اتنا تیز اور شاطر اگر ایسا رہا تو اسے اپنے پلان میں" کامیاب ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔ مثلاً اگر وہ تم پر دوسرا اٹیک نا کر سکا تو کہیں اسکا دوسرا ٹارگٹ ہانیہ بیٹی نا بنے؟ " کہیں اسے کڈنیپ وغیرہ یا وہ ایسی کوئی گھٹیا حرکت نا کرے۔ جو شخص اتنا کر سکتا ہے اسکے لئے یہ کون سی بڑی بات ہے۔

فواد صاحب نے مستقبل کا جو نقشہ کھینچا تھا وہ بیڈ پر پڑے حارث صاحب کی روح تک کو کپکپانے پر مجبور کر گیا تھا۔

ایسا نہیں ہو سکتا۔ میری بیٹی کی طرف کوئی آنکھ تو اٹھا کر دیکھے۔ میں جان نکال دوں گا اسکی۔" وہ غضبناک لہجے میں گویا" ہوئے۔

ہمم! وہ جو کوئی بھی تھا تمہارے گھر میں آکر تمہاری بیٹی سے نکاح کر گیا اور تم کہہ رہے ہو آنکھ اٹھا کر تو دیکھے؟" فواد صاحب کے طنزیہ لہجے پر حارث صاحب لب بھینچ گئے۔

فواد اس نے اچانک وار کیا ہے۔" وہ بے بسی سے بولے۔"

دشمن اچانک ہی وار کرتا ہے۔ یہ تم سے بہتر کوئی نہیں جان سکتا۔ خیر پھر مجھے جواب دو کہ آخر اب تمہارے ارادے کیا" ہیں؟ یہ بات تو تم جانتے ہو کہ ہانیہ بیٹی صرف میری ہی بہو بنے گی۔ یہ رشتہ بچپن سے طے ہے۔ اب تم کیسے اور کیا کر کے اس نکاح کو ختم کرتے ہو یہ تم جانو۔ میرے پاس اتنا وقت نہیں، مجھے جلد کوئی جواب دو۔ اب میں چلتا ہوں۔ ایک اہم میٹنگ میں جانا ہے۔ اپنا خیال رکھنا۔" وہ کہہ کر چلے گئے اور حارث صاحب بے بسی سے انکی پشت دیکھتے اپنی بیٹی کا سوچنے لگے۔ اس نے کس قدر تکلیف اٹھائی ہو گی جب ہم میں سے کوئی بھی اس پر یقین نہیں کر رہا تھا۔

ایم سوری ہنی! جب خود پر پڑی تو انہیں اسکا احساس ہوا۔ ایم رئیلی سوری۔" وہ تصور میں ہی اپنی چاند سی بیٹی کو مخاطب" کرتے معافیاں مانگ رہے تھے۔

____

مے آئی کم ان سر؟" دروازہ ناک کرتے منیجر نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ جس پر بہرام نے سر ہلا کر اسے اجازت" دی۔

سوری فار ڈسٹربنس سر!" اس نے ظفر صاحب کو دیکھتے مؤدب سی معذرت کی۔ پھر بہرام ملک کی جانب اپنا رخ کیا۔"

سر ویٹنگ روم میں فواد چوہان صاحب انتظار کر رہے ہیں۔ وہ آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ آپ نے انٹرویو میں جو آفر پاکستان" کے بزنس مینز کیلئے اناؤنس کی تھی اسی سلسلے میں وہ تشریف لائے ہیں۔" مینیجر کے بتانے پر بہرام ایک مسکراتی نظر ظفر صاحب پر ڈال کر اپنے لیپ ٹاپ کی جانب متوجہ ہو گیا۔ وہ اسکرین پر ویٹنگ روم میں موجود فواد چوہان کو دیکھنے لگا۔ اس نے سکرین دیکھتے ہوئے چیئر سے پشت ٹکائی اور کچھ سوچنے لگا۔

سر کیا جواب دوں؟" وہ مؤدب سا اسکے جواب نہ دینے پر پوچھنے لگا۔ "

کب سے انتظار کر رہا ہے؟" وہ سیدھا ہو کر بیٹھا۔ "

سر دو گھنٹے سے۔" مینیجر نے جواب دیا۔ "

گڈ! کچھ گھنٹے مزید انتظار کرنے دو اور پھر کہہ دو میرا اشیڈول بزی ہے، انڈرسٹینڈ! آگے تمہیں کیا کرنا ہے تم اچھے سے " جانتے ہو۔" بہرام ملک نے حکم دے کر اسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ یس سر کہتا چلا گیا۔ بہرام خاموش بیٹھے ظفر صاحب کی جانب متوجہ ہوا۔

میں نے نیوز میں دیکھا۔ ہوم منسٹر حارث خان پر اٹیک ہوا ہے اور وہ تو اسکا گہرا دوست ہے نا پھر اسکے پاس ہونے کے " بجائے وہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" انہوں نے کہتے ہوئے بہرام کو دیکھا جو انکے سوال پر مسکرا رہا تھا۔

ڈیڈ! پیسا" وہ ہنسا۔ "

اسے معلوم ہے حارث خان کے پاس بیٹھنے سے پیسا نہیں ملے گا۔ اس لیے یہاں آ گیا، ایسے لوگوں کی کہاں کی دوستی، کیسی " دوستی۔ یہ آپ اور مجھ سے بہتر کوئی جان سکتا ہے؟" اس نے نفرت سے کہا جس پر انہوں نے افسوس سے سر ہلایا۔

ہاں جانتا ہوں۔ ایسے سانپوں کی دوستی کو۔ اور میں ایسے سانپوں کو پاؤں تلے کچل دیتا اگر وہ۔۔۔" سوچتے ہوئے اسکی " رگوں میں آگ بھڑک اٹھی۔

میں تمہیں لینے آیا ہوں۔ تمہاری ماں کا آرڈر ہے۔ آج تم کہیں کسی میٹنگ وغیرہ کیلئے آؤٹ آف کنٹری نہیں جاؤ گے بلکہ " آج سب کچھ چھوڑ کر ہمارے ساتھ لنچ اور ڈنر کرو گے۔" ظفر صاحب نے اپنے آنے کی وجہ بتائی تو بہرام اپنی ماں کے آرڈر پر مسکرایا۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے مگر آج تو میری بہت امپورٹنٹ میٹنگ ہے اور کچھ دیر بعد فلائٹ بھی ہے نیویارک کی۔" وہ" معصوم صورت بنائے ظفر صاحب کو دیکھنے لگا جس پر انکا قہقہہ گونجا۔

اوکے جاؤ۔ مجھے کیا پرابلم ہو سکتی ہے۔ میں کال کر کے تمہارا مصروف شیڈول تمہاری ماں کو سناتا ہوں۔" انہوں نے کہتے ہوئے موبائل جیب سے نکالا جس پر بہرام بوکھلا کر فوراً انکے پاس پہنچا۔

دوستی کے کچھ قانون بھی ہوتے ہیں یار۔" اس نے موبائل جھپٹ کر کہا۔ ظفر صاحب نے چیئر کا رخ اسکی جانب کیا۔"

کیسے قانون؟" انہوں نے شرارت سے بہرام کی صورت دیکھی۔ جو اب انکا موبائل دیکھ رہا تھا اور ظفر صاحب کو سچ میں" اپنی ماں کو کال کرتے دیکھ کر وہ حیران ہوتا انہیں دیکھنے لگا۔

ناٹ فیئر ڈیڈ! آپکی باری آئے گی تو پھر مجھ سے کسی ہیلپ کی امید مت رکھیے گا۔" اس مصنوعی ناراضگی سے کہا۔"

ہم شیر کا سینہ رکھنے والے لوگ ایسی چھوٹی موٹی چوہیا کو سنبھال لیتے ہیں۔ تم بس اپنی خیر مناؤ۔" وہ اپنے سینے پر ہاتھ رکھ" کر بولے۔ جس پر بہرام کا بلند و بانگ قہقہہ گونجا۔

اچھا ابھی معلوم ہو جائے گا ذرا یہ سنیے۔" شیر کا سینہ رکھنے والے لوگ ایسی چھوٹی موٹی چوہیا کو سنبھال لیتے ہیں۔ تم اپنی" خیر مناؤ۔" اس نے کچھ دیر پہلے کے ظفر صاحب کے کہے الفاظ کی ریکارڈنگ سنائی تو ظفر صاحب حیرت زدہ ہوئے۔

ڈیڈ! آپ نے میری اتنی خوبصورت ینگ سی ماں کو چوہیا کہا اوہ گاڈ۔" اس نے ہنستے ہوئے چھیڑا۔"

"تم سے مجھے اس غداری کی توقع نہیں تھی۔ بہرام! اب تم اپنے ماں ڈیڈ کی لڑائی کرواؤ گے؟ یہ سکھایا ہے میں نے تمہیں؟" وہ دکھ سے بولتے اسے غمگین لگے۔

اوہ سیڈ! آپ نے تو بہت کچھ سکھایا ہے پر ابھی صرف اسکا ہی استعمال کرنا چاہتا ہوں تاکہ آپکو معلوم ہو کہ ایک بزنس مین" سے پنگا نہیں لیتے۔" اس نے کہہ کر موبائل جیب میں رکھا۔ اپنا کوٹ اٹھا کر بازو پر ڈالا اور ان کی طرف آیا۔

ظفر صاحب حیرت سے اسے دیکھنے لگے۔ بہرام نے مسکراتے ہوئے انہیں اٹھنے میں مدد دیتے بیساکھی تھمائی۔

چلو بیٹا! پھر ہمیں بھی کہنا ہے کہ اب ہمیں بہو چاہیے۔ چلو میرے شیر۔" ظفر صاحب نے اسکی کمزور رگ پر ہاتھ رکھا اور" وہ بلبلا کر مڑا۔

آپ میرے ساتھ ایسا کریں گے ؟" اسے معلوم تھا اگر پھر اپنی مام کو بہونا ہونے کا دکھ یاد آیا تو سچ میں گھر میں طوفان آجانا" تھا۔

چلو دیر ہو رہی ہے۔"وہ اسکی التجا کو نظر انداز کرتے رعب سے کہتے لفٹ میں داخل ہوئے۔ انکے پیچھے بہرام بھی آیا۔" اگر آپ نے ایسا کچھ کہا تو میں نے سچ میں کسی لڑکی کو بھی اٹھا کر لے آنا ہے۔ آگے پھر فیس کیجیئے گا اس لڑکی کی فیملی" کو۔"وہ دھمکانے لگا پر ان پر کوئی اثر نہ پڑا البتہ لفٹ سے نکل کر اسے اگنور کرتے آگے جا رہے تھے اور وہ پیچھے پریشان صورت لیے آرہا تھا۔

ڈیل کر سکتے ہو؟" گاڑی میں بیٹھے ظفر صاحب کو جب اسکی مسلسل التجا کرتی حالت پر رحم آیا تو بولے۔"

منظور ہے میرے باپ سب کچھ منظور ہے"۔ ایکدم اسکے کہنے پر ظفر صاحب اسکی بات سے لطف اندوز ہوتے قہقہہ لگا" اٹھے۔

آئندہ خیال رکھنا بزنس چھوڑا ہے ڈیل اور مجبور کرنا نہیں بھولے ہم۔" انکی بات پر بہرام نے تائید میں سر ہلایا۔ اب وہ" موبائل کان سے لگائے اپنی سیکریٹری سے بات کرتا آج کی میٹنگز کینسل کروا رہا تھا۔

انکے جانے کے کچھ گھنٹوں کے مسلسل ناکام انتظار کے بعد فواد چوہان غصے سے ویٹنگ روم سے باہر نکلے۔ سرخ آنکھوں پر سن گلاسز لگا کر اپنی گاڑی میں آبیٹھے۔ مینیجر نے بار بار ڈسٹرب کرنے پر ان کی اچھی خاصی انسلٹ کر دی تھی جس پر وہ صبر کا گھونٹ پی کر وہاں سے نکل آئے۔

--------------------*

ایک ماہ کی مسلسل بے روزگاری سے تنگ آکر اس نے بائیک بیچ کر دو ہزار انور کو دیے تھے اور باقی کے مولوی کو یہ کہہ کر دے دیے کہ سیلری مل گئی ہے۔

کم پیسوں پر وہ کچھ بگڑے تو تھے پر پھر یہ سوچ کر مطمئن ہو گئے کہ چلو شکر اب وہ نوکری کر رہا ہے تو باقی کے پیسے بھی لوٹا دے گا۔

بہزاد نے چند پیسے دھوبی کو دے کر اپنے کپڑے دھلوائے اور پھر آخر میں اسکے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہ بچی۔

"میاں! کافی دنوں سے دیکھ رہا ہوں۔ پیدل جا رہے ہو نوکری پر بائیک کہاں گئی تمہاری؟" مولوی کافی دنوں سے اسکے پاس بائیک نہ دیکھ کر بولا۔

"بیچ دی ہے۔" بہزاد نے ایک نظر مولوی پر ڈال کر کہا۔

"ہیں پر کیوں اچھی خاصی تو تھی۔ ذرا سی مرمت کرواتے تو چمک جاتی۔" انہوں نے مشورہ دیا جس پر بہزاد دانت پیس کر گیا۔

"نئی لے لوں گا کچھ ماہ بعد۔" وہ کہہ کر خدا حافظ کہتا وہاں سے نکلا اور انور کے کھوکے پر آگیا۔

"چل یار چائے کا کپ دے۔" وہ چیئر پر بیٹھتے بولا۔

انور اسکی مجبوری اور حالات سے واقف تھا اس سے بھی کہ اس نے بائیک بیچ دی ہے۔

"کیا سوچا پھر نوکری کا؟ مل رہی ہے کہ نہیں؟" انور دو چائے کے کپ لے کر چیئر کھسکاتا اسکے سامنے بیٹھا۔

"کہاں ملنی ہے یار! گیا تھا ایک آدمی کے پاس بولا کہ نوکری چاہیے۔ تنخواہ چاہے کم ہو بعد میں بڑھا دینا اور وہ بولا کہ کتنی تعلیم ہے میں نے کہا دس پاس ہوں تو کہا پہلے جا کر مزید جماعتیں پڑھو اور تمیز سیکھ لو، میں نے کہا اتنی تمیز سے تو بول رہا ہوں۔ کون سی بدتمیزی کر لی تو وہ بولا کہ تیری تمیز تیری تعلیم بتا رہی ہے۔ اب اسکا مطلب یہ کہ ہم ان پڑھ لوگ جن کے پاس ڈگریاں نہیں وہ بدتمیز ہو گئے اور یہ دو کاغذ کے ٹکڑوں پر تمیز دار ہو گئے واللہ۔" بات مکمل کرتے اس نے کپ منہ سے لگایا۔

"پھر تو نے کچھ نہیں کہا؟" انور نے حیرت سے سنتے اسکے ریلیکس انداز کو دیکھا ورنہ اسکے سامنے ایسا ویسا کوئی کچھ کہے تو وہ سامنے والے کا نقشہ بدل دیتا تھا۔

"نہیں، چھوڑ دیا سالے کو۔ سوچا اگر لگاؤں گا تو اسکی بات سچ ہو جائے گی اسی لیے بخش دیا۔" اس نے تین گھونٹ میں کپ خالی کرتے ٹیبل پر رکھا اور سگریٹ مانگا۔ انور اپنا ادھا کپ میز پر رکھتا سگریٹ لے کر آیا۔

میں تو کہتا ہوں شہر کے کسی ہوٹل میں دیکھ وہاں مل جائے گی نوکری پر تو سنے تب نا۔ وقت برباد کرنے سے بہتر ہے کہ" کوشش کر لے۔ وہاں تو امیر امیر لوگ آتے ہیں اور پھر کیا کہتے ہیں تپ، ٹپ پتا نہیں کیا نام ہے۔ وہ دے جاتے ہیں الگ سے، اگر ابا اجازت دے تو میں تو ضرور جاتا ہوٹلوں میں نوکری کرنے۔ یار! سوچ تو اتنا زبردست کھانا پھر وہاں کے نظارے ہائے۔" شرارت سے کہتے انور نے دل پر ہاتھ رکھا تو بہزاد نے اسے ایک دھپ لگائی۔

ایسی نیت ہے اسی لیے تو پڑا ہے یہاں اور میرے سے نہیں ہوتے ویٹر شیٹر کے کام۔ میں تو کوئی بڑا ہی آدمی بنوں گا۔ جس" کا رعب ہو گا لوگوں پر۔" وہ اپنے خیالوں کا اظہار کرنے لگا جس پر انور نے قہقہہ لگایا۔

یہی حال ہیں تیرے۔ حالت دیکھ بالکل جنگلی بن گیا ہے۔ بال دیکھ اپنے، پھر مونچھیں داڑھی کتنی بڑھ گئی ہیں۔ اچھا خاصا" لوفر لگ۔۔۔ باقی کے لفظ اسکے گلے میں ہی دب گئے جب کھوکے کے سامنے رکتی بلیک مرسڈیز کو دیکھا۔ اس میں سے سوٹ بوٹ والے دو بندے باہر نکلے۔

کون ہیں یار؟" انہیں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر انور کھڑا ہو گیا البتہ بہزاد ویسے ہی بیٹھا رہا تھا۔"

بہزاد! تمہیں ہمارے ساتھ ہوم منسٹر صاحب کے پاس چلنا ہو گا۔" وہ دونوں آدمی بہزاد کے سامنے رکے اور بولے تو" آس پاس کے محلے کے سادہ لوگ حیران و ششدر بہزاد اور اس سوٹ بوٹ والے بندوں کو دیکھنے لگے جو بہزاد سے مخاطب تھے۔

کیوں؟" بہزاد نے نا سمجھی سے دیکھا۔"

وہاں چل کر معلوم ہو گا۔" انہوں نے کہا تو وہ انور اور محلے کے لوگوں کو دیکھنے لگا۔"

سوری ان سے کہہ دیں انعام کیلئے بلا رہے ہیں تو میں نہیں آ رہا۔ میں نے جو کیا وہ انسانیت کے ناطے کیا تھا کسی لالچ میں" آکر نہیں۔" وہ انکا بلاوا سمجھ کر سگریٹ کا کش لیتا بولا جس پر انور نے حیرت سے اسے دیکھا۔

ارے تُو بے وقوف ہو گیا ہے؟ پاگل اتنا اچھا موقع مل رہا ہے اور تو انکار کر رہا ہے۔ دیکھا نہیں کیسے آج ان پڑھ ہونے کی وجہ سے دھکا دے کر نکالا گیا تھا۔ اب جب موقع ملا ہے تو انسانیت دکھا رہا ہے۔" انور غصے سے اپنے بے وقوف دوست سے بولا جس پر اس نے سر جھٹکا۔ اسکے انکار پر دونوں گارڈز نے ایک دوسرے کو دیکھ کر پھر ہوم منسٹر سے رابطہ کیا۔

سر کہہ رہے ہیں وہ تمہیں انعام کیلئے نہیں بلا رہے۔ کام ہے تمہارے لیے۔" گارڈز نے موبائل رکھتے بہزاد سے کہا تو اس نے الجھ کر انور کو دیکھا اور انور نے دانت پیستے اسے ان کی طرف دھکا دیا۔

جاؤ ہاں، معلوم ہو جائے گا۔ نکل اب اور چمک دمک کر آنا۔" وہ خوشی سے بولا تو بہزاد بمشکل مسکراتا گارڈز کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا۔

کہیں پولیس کے چکر میں تو نہیں پڑنے والا؟" ایک خیال دماغ میں آیا جسے جھٹک کر وہ اس عالیشان گاڑی کو دیکھتے سوچنے لگا کہ "واقعی بڑے لوگوں کے نوکر بھی سیٹھ ہوتے ہیں سالے۔" گاڑی چلتی ہوئی ایک عالیشان محل نما خان مینشن میں داخل ہو کر پورچ میں رکی۔" وہ دونوں آدمیوں کے ساتھ باہر نکلا۔ آس پاس گارڈز کھڑے تھے اور ان کے حلیے کو دیکھ کر بہزاد نے اپنی گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرا۔ وہ انکے ساتھ پورے کانفیڈنس سے چلتا اندر داخل ہوا جہاں دوسرے بھی کئی ہٹے کٹے گارڈز موجود تھے۔

تم یہیں رکو۔" ان میں ایک بہزاد سے بولا تو وہ سر ہلا کر رک گیا۔ ایک اسکے ساتھ کھڑا رہا دوسرا اندر چلا گیا۔"

سر ہم اس لڑکے کو لے کر آ گئے ہیں۔ اندر بھیج دیں اسے؟" حارث صاحب لاؤنج میں بیٹھے ہانیہ سے باتیں کر رہے تھے جب ایک گارڈ اجازت لے کر اندر داخل ہو کر بولا۔

ہاں بھیج دو اسے اندر۔" ان کی اجازت پر گارڈ سر کو خم دیتا چلا گیا اور کچھ ہی دیر میں بہزاد اس عالیشان گھر کے لاؤنج میں داخل ہوا۔

بہزاد نے اس ہال نما لاؤنج کو دیکھا۔ سامنے ہی بیٹھے اسکی نظر حارث صاحب پر گئی تو وہ مسکرا دیا۔

السلام علیکم! کیسی طبیعت ہے سر اب آپکی؟" پاس پہنچ کر اس نے مسکرا کر پوچھا۔"

حارث صاحب نے اسکی کالی آنکھوں کو دیکھا اور اسے پہچاننے میں ذرا دیر نا لگائی۔

وعلیکم السلام! الحمد اللہ اب ٹھیک ہوں۔ تم تو احسان کر کے ایسے گئے پھر مڑ کر بھی نہ دیکھا۔" انہوں نے جواب دیتے ہلکا سا شکوہ کیا۔ بہزاد کو تو جھٹکا لگا پر ساتھ بیٹھی ہانیہ نے بھی اپنے ڈیڈ کو حیرت سے دیکھا۔

واٹ یو مین ڈیڈ! اب آپ ایسے سڑک چھاپ لوفر لوگوں سے شکوہ کریں گے۔ پیسے منہ پر ماریں اور رفع دفع کریں" اسے۔" وہ نخوت سے لمبے چوڑے بدرنگ پینٹ شرٹ اور پرانے شوز میں بہزاد کی حالت کو دیکھتی کراہت سے بولی۔

اسے یہاں بلوانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ آپ وہیں پیسے بھیج دیتے جہاں سے اٹھالائے ہیں اس وائلڈ مین کو۔" حارث صاحب نے اپنی صاحبزادی کی باتوں پر نفی میں سر ہلایا جیسے کہنا چاہ رہے ہو کہ تم باز نہیں آؤ گی۔

بہزاد جو مسکرا کر حارث صاحب کو دیکھ رہا تھا اس نے نخوت و کراہت بھری آواز پر ذرا سی گردن موڑی تو اسے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے آف وائٹ شارٹ شرٹ بلیک جینز میں اسکارف پہنے وہ شولڈر کٹ گولڈن بالوں والی انتہائی نازک کانچ جیسی سبز آنکھوں والی گڑیا اپنے سرخ پنکھڑیوں جیسے لبوں سے کانٹے جھاڑتی ہوئی نظر آئی۔

ہانیہ کو دیکھ کر ایک پل کے لیے تو اسے گمان ہوا جیسے وہ کوئی خواب ہو، کسی کے خوابوں کی شہزادی جو اسکے خوابوں سے نکل کر مجسم یہاں آبیٹھی ہو۔ پر اسکے لبوں سے نکلتے زہریلے اور گھمنڈی الفاظ پر اسے یقین ہو گیا کہ وہ امیر باپ کی بگڑی ہوئی گھمنڈی اولاد تھی۔

اسکے انداز تخاطب پہ بہزاد کو بہت غصے آیا۔

سر میں نے پہلے ہی کہا ہے جو میں نے کیا وہ سب انسانیت کے ناطے کیا تھا۔ چلتا ہوں اب۔ بہت شکریہ بلا کر اتنی عزت" دینے کا۔" وہ کہہ کر ایک غصے بھری نظر اس کانچ سی گڑیا پر ڈال کر واپس جانے کے لیے مڑا۔

رکو بہزاد! تمہیں میں نے انعام کیلئے نہیں نوکری کیلئے بلایا ہے۔" اسکے دوسرا قدم اٹھانے پر حارث صاحب جلدی سے" بولے اور اپنی بیٹی کے جانب مڑے۔

ہنی! آپ ذرا اندر جائیں۔ ہم پھر بات کریں گے۔" حارث صاحب کے کہنے پر ہانیہ نے ایک شاکی نظر اپنے ڈیڈ پر ڈالی اور پھر اس لفنگے ٹائپ لڑکے کو دیکھا۔

ٹو مچ ڈیڈ!" غصے سے پاؤں پٹخ کر ناراضگی کا اظہار کرتی وہ چلی گئی تو حارث صاحب نے اپنی غصیلی بیٹی کو جاتے دیکھا جسے " بات بات پر غصہ آجاتا تھا۔ اگر کوئی مزاج کے خلاف بات ہو تو ناراضگی الگ۔ ایک ماہ کے مسلسل بیڈ ریسٹ کے بعد جب وہ تندرست ہو کر ڈسچارج ہوئے تو پہلی ہی فرصت میں انہوں نے اپنے آدمیوں سے اس لڑکے کو طلب کیا جس نے اسکی جان بچائی تھی۔

اسکی مکمل انفارمیشن نکلوانے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک غریب لڑکا تھا۔ دس جماعتیں پاس تھا اور آجکل نوکری کیلئے یہاں وہاں خوار ہو رہا تھا۔

انہوں نے سوچا تھا کہ اپنی بیٹی کی حفاظت کیلئے گارڈ رکھیں گے۔ ان کی بیٹی گھر سے باہر کہیں بھی جائے، یونیورسٹی یا دوستوں کے ساتھ تو وہ ہمیشہ اسکے ساتھ رہے اور جن لوگوں نے ان کے خلاف پلان بنایا تھا ان لوگوں سے اپنی بیٹی کو محفوظ رکھ سکیں۔ کوئی ایسا ہو جو اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر ان کی بیٹی کی حفاظت کرے اور اس نوکری کو اپنا فرض سمجھ کر اس میں کبھی خیانت نہ کرے اور یہ سب انہوں نے اس لڑکے میں دیکھا تھا۔

اس ایک ماہ کے دوران انہوں نے ہانیہ پر سخت پابندیاں لگا دی تھیں کہ وہ باہر کہیں نہ جائے اور اسے سخت سیکیورٹی میں رکھا۔

میرے پاس ڈگریاں نہیں ہیں سر!" وہ لوٹ کر انکے سامنے آیا۔"

میں جانتا ہوں اور مجھے ڈگریوں کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔ بیزاد پہلے تو اس انسان کے نرم" مزاج پر حیران ہوا۔ اس نے تو سنا تھا کہ یہ منسٹر شنسٹر بہت تیز مزاج کے ہوتے ہیں پر یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ ہوم منسٹر ایک غریب ان پڑھ لڑکے کو نوکری کی آفر کر رہا تھا۔ حیرت سے مرنے کا مقام تھا۔ پر وہ زندہ تھا کیونکہ وہ اتنی جلدی مرنے والوں میں سے نہیں تھا۔

سر! یہ سب تو فلموں میں ہوتا ہے۔ کیا آپ فلمیں دیکھنے کے شوقین ہیں؟" اس نے پوچھا تو شرارت سے تھا پر اسکا لہجا اور" آنکھیں ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔

یہ بھی تو مویز میں ہوتا ہے کہ کوئی انجان اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر کسی دوسرے کی جان بچائے، کیا تم بھی مویز دیکھنے" کے شوقین ہو؟" حارث صاحب نے اسکی بات اسی پر الٹ دی تو وہ ہنس پڑا۔

کیا آپ اس وجہ سے مجھے نوکری دے رہے ہیں کہ میں نے آپ کی جان بچا کر آپ پر احسان کیا تھا؟ اس احسان کا بدلہ" چکانہ چاہتے ہیں؟" اس نے پوچھا کیونکہ وہ کسی کا احسان نہیں لینا چاہتا تھا۔ اس نے جو کیا وہ احسان نہیں بلکہ انسانیت تھی اور ہوم منسٹر صاحب جو کر رہے تھے وہ انسانیت نہیں، احسان تھا۔

اگر میں کہوں ہاں تو؟" انہوں نے جانچتی و پرکھتی نظروں سے اسے دیکھا۔ جہاں بہزاد کے چہرے سے مسکراہٹ کہیں" غائب ہو گئی تھی اور اسکی جگہ سنجیدگی نے لے لی تھی۔

معاف کیجیئے گا سر! میں احسان نہیں لیتا اور نا کرتا ہوں، مجھے اجازت دیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا وہاں سے جانے لگا۔ پھر" اسکے قدموں کی رفتار کو دیکھتے ہوئے حارث صاحب نے اپنے لفظوں سے اسکے پاؤں جکڑ لیے۔

میں تمہیں تمہاری قابلیت پر یہاں "باڈی گارڈ" کی نوکری دے رہا ہوں۔ اپنی بیٹی کا باڈی گارڈ بنانا چاہتا ہوں اور اس میں" تو نہ تمہاری ڈگریوں کی ضرورت ہے نہ ہی احسان کی بات۔ میں تمہیں تمہاری قابلیت اور انسانیت کو دیکھتے ہوئے یہ جاب دینا چاہتا ہوں۔ مجھے امید ہے تم انکار نہیں کرو گے۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تو بہزاد حیران سا مڑا۔

"پولیس تو مجھے اس گروہ کا حصہ سمجھ رہی تھی۔ جس نے آپ پر اچانک حملہ کیا تھا اور آپ مجھ پر اتنا بھروسہ کر رہے ہیں؟" وہ شاکڈ تھا۔ ہوم منسٹر کی بیٹی کا "باڈی گارڈ" کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ وہ غریب، سڑک چھاپ، لوفر ٹائپ انسان اسکی قسمت یوں اچانک چمکے گی تو حیران ہونا بنتا ہے۔

تم فکر مت کرو۔ میں نے ایسے ہی بھروسہ نہیں کیا تم پر۔ تمہاری پیدائش سے لے کر اب تک کی انفارمیشن ہے میرے" پاس،۔ تم ایک یتیم لڑکے ہو جس کے ماں باپ بچپن میں ایک ایکسیڈنٹ میں چل بسے اور انکے بعد تم کہاں کہاں رہے ہو؟

اور تم نے کون کون سے کام کیے ہیں۔ جہاں تمہاری لاسٹ جاب تھی۔ لاہور میں ایک بزنس مین کے گھر کے گارڈ کی حیثیت سے، وہاں لڑائی ہونے پر تم یہاں کراچی آئے اور تمہاری دوستی انور کھوکے والے سے ہوگئی۔ جس نے تمہیں مولوی کا ایک کمرہ کرائے پر لے کر دیا۔ جہاں اب تم رہتے ہو۔ مسلسل نوکری کی تلاش میں اس دن دربان کی جاب کیلئے انٹرویو دینے جارہے تھے کہ میری گاڑی پر حملہ ہوتا دیکھ کر تمہیں رکنا پڑا اور جب میں باہر نکلا تو مجھ پر نشانہ دیکھ کر تم نے مجھے بچایا۔ جہاں انٹرویو دینے جانا تھا۔ میری وجہ سے وہاں جانے کا وقت نکل گیا تو تم ناکام ہو کر لوٹ گئے۔ اب کرائے اور ادھار سے تنگ آکر اپنی بائیک بھی بیچ چکے ہو۔ ایم آئی رائٹ؟" حارث صاحب نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھاتے لبوں میں سگار دبایا۔ بہزاد ہونقوں کی طرح انہیں تک رہا تھا۔

پھر کیا کہتے ہو؟ کر رہے ہو جوائن باڈی گارڈ کی نوکری؟ کل سے صبح نو سے رات آٹھ بجے تک۔" انہوں نے اسکی حیران صورت دیکھتے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

جب سب کچھ فکس کرلیا ہے تو یہ بھی بتادیں سیلری پیکیج کیا ہے؟" اسکی بات پر حارث صاحب کا قہقہہ گونجا۔"

ڈونٹ وری اتنا ہے کہ تمہاری ضرورت کے علاوہ بھی جیب فل رہی گی۔" وہ مسکرا کر بولے اور اٹھ کھڑے ہوئے" انہیں فواد صاحب سے ڈسکس کرنا تھا یہ سب اور اپنی بیٹی کو بھی سمجھانا تھا۔

بہزاد انہیں مثبت جواب دے کر خوش خوش روانہ ہوا۔ اسے یہ دھماکے دار نیوز انور کو سنانی تھی اور اسکاری ایکشن بھی دیکھنا تھا۔

سنو!" اسے پیچھے حارث صاحب کی آواز سنائی دی تو وہ مڑا۔"

جی؟" اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

میری نظریں تم پر ہیں۔ جو میرا بھروسہ توڑتا ہے اسکا انجام بہت برا ہوتا ہے۔ میں نے تم پر یقین کیا ہے اور اس یقین کو" قائم رکھنا۔" انکے سنجیدہ، سرد و سپاٹ لہجے پر بہزاد نے سر ہلا دیا اور انہیں مطمئن کر کے اپنی راہ لی۔

چلو اب جیسے اٹھا کر لائے تھے ویسے پھینک آؤ۔" وہ ان گارڈز کے سامنے کھڑا حکم دیتے ہوئے بولا۔"

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔

ہمیں سر کی طرف سے ایسا کوئی حکم نہیں۔ تم جاسکتے ہو۔" دونوں نے انکار کیا تو بہزاد نے ابرو اچکایا۔"

جاؤ چھوڑ آؤ اسے۔" پیچھے سے حارث صاحب کی آواز پر جہاں ڈھیٹ بنا بہزاد مسکرایا تھا وہیں وہ دونوں نے اس لوفر کیلئے" حارث صاحب کو اٹھ کر آتے دیکھ کر حیران ہوئے۔

بہت دور ہے محلہ۔" وہ مسکرا کر حارث صاحب سے بولا جس پر انہوں نے سر ہلا دیا۔"

تمہیں کل سے پک اینڈ ڈراپ مل جائے گی۔" وہ بولے تو بہزاد نے نفی میں سر ہلایا۔"

اگر آپکے سارے گارڈز کو پک اینڈ ڈراپ کی سہولت مہیا ہے تو مجھے کوئی پرابلم نہیں۔ اگر نہیں ہے تو صرف میرے لئے" معذرت۔ میں اپنی ڈیوٹی اپنے بل بوتے پر کروں گا اور آنے جانے کے مسئلے کو بھی خود حل کروں گا، اب چلتا ہوں۔" وہ کہہ کر چلا گیا اور حارث صاحب سر جھٹک کر اپنی بیٹی کے روم کی طرف چلے گئے۔

*____________________________*____________________________*

کچھ معلوم ہوا؟" آفس روم کی چیئر پر بیٹھے بہرام نے آئی جی سرفراز سے پوچھا۔ جس پر اس نے مایوسی سے سر نفی میں" ہلایا۔ آئی جی صاحب کے جواب پر اس نے اپنے لب بھینچ لیے۔

ڈونٹ وری کامیابی ہم سے دور نہیں۔" انہوں نے اسکی ہمت بندھائی جس کی اسے قطعی ضرورت نہیں تھی کیونکہ وہ جانتا تھا" اگر کامیابی دور بھی ہوتی تو وہ اسے اپنے قریب گھسیٹ لاتا۔

آئی نو! میں یہ سوچ رہا ہوں کہ ہوم منسٹر کے ساتھ ہوئے اتنے بڑے حادثے پر براک ڈینئل کی آمد نہیں ہوئی؟" وہ" انگلی میں گھماتا پن باکس میں ڈال کر چھت پر لگے فانوس کو دیکھنے لگا۔ جس کی روشنی اس کی آنکھوں میں چبھ رہی تھی۔ مگر پھر بھی وہ مسلسل اس فانوس کو دیکھتا رہا۔

ہاں یہ میں نے معلوم کروایا تھا اور انفارمیشن ملی ہے کہ وہ آسٹ آف کنٹری ہے۔ اپنی کسی گرل فرینڈ کے ساتھ۔ پر تم پریشان نہ ہو وہ جلد ہی لوٹے گا کیونکہ انکی میٹنگ کی تاریخ قریب آرہی ہے۔" ان کی بات سنتے ہوئے سامنے والے کی آنکھیں چمکیں۔

بہت خوب۔" وہ ہنسا۔"

میں نے وہ وائس ڈیوائس ہٹالیا تھا وہاں سے۔ ویسے بھی اب وہاں دوسرا مریض شفٹ ہو گیا تھا۔ جس کی کراہیں اتنی تیز" تھیں کہ میرے کان دکھنے لگے تھے۔" آئی جی صاحب کی بات پر وہ قہقہہ لگا اٹھا۔

مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ وہ وہاں ایسی کوئی بات نہیں کریں گے۔ پھر بھی آپکے اصرار پر گیا تھا میں، اب بھگتیں۔" اس" نے آنکھیں گھما کر کہا تو اس بار ہنسنے کی باری آئی جی صاحب کی تھی۔

اب اسکا مطلب یہ تو نہیں جینٹلمین کہ کوئی فائدہ نہیں ہوا۔" آئی جی صاحب آنکھیں ترچھی کر کے بولے۔"

یہ تمہیں وہیں سے معلوم ہوا کہ وہ اپنی بیٹی کی حفاظت کیلئے باڈی گارڈ رکھ رہا تھا۔" انہوں نے جتایا جس پر بہرام نے" مسکراہٹ دبا کر کورنش بجالایا۔

رومیصہ کا بتاؤ؟" انہوں نے پوچھا۔"

ٹھیک ہے۔" بہرام نے جواب دیا۔"

کام کیسا کر رہی ہے؟" دوسرا سوال ہوا۔"

کام تو اچھا ہے پر ہمیں الرٹ رہنا پڑے گا اسکی طرف سے۔" بہرام کی بات سے متفق ہوتے آئی جی صاحب نے سر ہلایا۔" پھر مزید کچھ ڈسکس کرنے کے بعد آئی جی صاحب "خان مینشن" سے نکل گئے۔

----------------------------*

حارث صاحب بہزاد کے جانے کے بعد ہانیہ کے روم میں آئے۔ وہ سکتے میں بیڈ پہ بیٹھی اپنے ڈیڈ کا چہرہ تک رہی تھی۔

ڈیڈ! آپکو میرے لیے باڈی گارڈ کے طور پر یہی ملا تھا لوفر، غنڈہ ٹائپ شخص؟ اسے میں اپنے ساتھ لیکر موو کروں گی؟ ہاؤ پاسیبل ڈیڈ؟" اس نے حیرت کی زیادتی سے چیخ کر پوچھا۔

ہنی بیٹا! اس وقت میرا کسی پر اعتبار کرنا بہت مشکل ہو رہا ہے۔ میں ایسے کسی پر بھروسہ نہیں کر سکتا۔ جس طرح آپکے ساتھ ہوا اور جس طرح مجھ پر اٹیک ہوا، ناممکن ہے کہ کوئی بھروسے والا شخص ملے۔ جو آپکی حفاظت کرے اور ہمارے مخالفوں سے چند پیسوں کے عوض نہ ملے۔ آپ نے دیکھا نہیں میرا ڈرائیور کیسے میرا ہی دشمن ثابت ہوا تھا۔ اگر وہ مجھے مل جائے نا تو ایسا حال کروں گا کہ زندگی بھر یاد رکھے گا۔" حارث صاحب اسے سمجھانے لگے پھر آخر میں ڈرائیور کی غداری پر غصہ ضبط کر کے بولے۔

تو کیا ڈیڈ وہ لفنگا آپکے بھروسے کے لائق تھا؟ وہ کسی سے نہیں مل سکتا پیسوں کیلئے حالانکہ وہ حلیے سے ہی کوئی غنڈہ لگ رہا تھا۔" وہ ناراضگی سے بولی۔

میری جان! آپکے ڈیڈ نے مکمل تفتیش کے بعد ہی اسکا انتخاب کیا ہے۔ اسکے نہ کردار میں جھول ہے نہ ہی وہ حرام کھاتا ہے۔ ایک سچا اور وفادار شخص ہے وہ۔ ہمیشہ حق کے لیے آواز اٹھاتا ہے۔ آپ ایک بار اپنے ڈیڈ کو موقع دیں اگر کوئی بھی کوتاہی ہوئی تو اسے اسی وقت فارغ کر دیں گے بلکہ پھر جیسے آپ چاہیں گی ویسی سزا دیجئیے گا۔ اوکے ڈیڈ کی جان؟" انہوں نے اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرا اور محبت سے کہا تو انکی ملتجی آنکھوں میں دیکھ کر وہ نا چاہتے ہوئے بھی حامی بھر گئی۔

اوکے! لیکن اگر اس نے میری مرضی کے خلاف کچھ کیا تو میں اسے سخت سزا دوں گی؟" وہ لاڈ سے بولتی حارث صاحب کی گردن میں بانہیں ڈال گئی۔

وہ مسکرائے، اسکا سر تھپکا اور اسکا ماتھا چومتے اوکے کر گئے۔

"تو کل سے آپ پر ساری پابندیاں ختم اور آپ جائیں گی یونیورسٹی۔ پھر سے اپنے فرینڈز سے ملیں گی۔ خوش ہیں آپ؟" انہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا تو وہ یاہو کرتی "یس ڈیڈ" بولتی ان سے لپٹ گئی۔

کچھ دیر بعد انہوں نے فواد صاحب سے بات کی۔ ہانیہ کی پروٹیکشن کیلئے اسے رکھ کر اچھا کیا پر خیال رکھنا ایسے ہی کسی پر یقین مت کرنا۔ فواد صاحب کی بات پر حارث صاحب نے اثبات میں سر ہلا کر تائید کی۔

-------------------------*

"گارڈ رکھا گیا ہے۔"

ہاہاہا! کریم کے بتانے پر اس نے قہقہہ لگایا۔

بہت ڈر گیا ہے۔" کریم تمسخر سے بولا جس پر بہرام نے سر ہلایا۔"

ڈرنا بھی چاہیے۔ ابھی تو بہت ہے۔ گیم کے اسٹارٹ ہوتے ہی منسٹر سے خرگوش بن گیا ہے۔" اس کے لہجے میں نفرت ہی" نفرت تھی۔ کریم نے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھا۔

نظر رکھنا ان پر۔ خاص کر کے ہانیہ خان پر، میں بھی دیکھوں کتنی پروٹیکش مہیا ہوتی ہے اسے کہ وہ بہرام کی پہنچ سے دور" ہو جائے۔" وہ مسکراتے ہوئے استزائیہ بولا۔

اس پر بھی نظر رکھنا کوئی آنچ نا آئے۔" وہ حکم دے کر میٹنگ کیلئے روانہ ہوا تو کریم سر ہلاتا وہاں سے نکلا۔"

---------------------*

واپس آکر اسنے جب انور سے ذکر کیا اپنی نوکری کا تو کچھ دیر حیرت کی زیادتی سے وہ گنگ رہ گیا۔

اور پھر خوش ہوتے اسے اپنے ساتھ بھینچ لیا۔ انور اسے نصیحتیں کرنے لگا کہ کیا کرنا، کیسے کرنا ہے کیونکہ اس نے باڈی گارڈ کی کافی فلمیں دیکھی ہوئی تھیں اور ان کے مطابق وہ بہزاد کو سمجھا رہا تھا۔ "بس کر دے بھائی سمجھ گیا ہوں۔" وہ سنتے سنتے اکتا گیا اور ہاتھ جوڑ کر بولا۔

سن منسٹر کی بیٹی کیسی تھی؟ کسی اپسرا سے کم تو نہیں ہوگی ہے نا؟" انور نے شرارت سے پوچھا تو بہزاد اس گھمنڈی لڑکی کو" یاد کرتے ہی بدمزہ ہو گیا۔

خاص نہیں تھی۔ بدتمیز بداخلاق ہونے کے ساتھ مغرور بھی تھی جیسے عام امیروں کی اولادیں ہوتی ہیں۔" اس نے کہا تو" انور نے منہ بنا کر سر ہلایا۔

ہاں اب سب کچھ فلموں کی طرح تو نہیں ہوگا کہ ہیروئن کو اپنے گارڈ سے پیار ہو جائے۔ چل کچھ الگ صحیح۔" اس نے سر" ہلاتے دل مسوس کر کہا پر اس کے لہجے میں افسوس بھی تھا کیونکہ اس نے اپنے دوست کیلئے ایک سیکنڈ میں ہی اس ہوم منسٹر کی لڑکی کو سیٹ کر لیا تھا۔

کوئی نہیں، نوکری مل گئی ہے چھوکری بھی مل جائے گی۔" اس نے بہزاد سے زیادہ خود کو تسلی دی کیونکہ وہ اپنے دوست" کو آباد دیکھنا چاہتا تھا۔ جس کا اس دنیا میں کوئی نہیں تھا۔ بہزاد نے سڑک کی طرف دیکھا جہاں گاڑیاں اپنی تیز رفتاری سے بھاگ رہی تھی۔

کل سے جاؤ گے کپڑے کوئی ڈھنگ کے ہیں کہ نہیں؟ اور تنخواہ کتنی ہے؟" انور کو پھر اسکے کپڑوں کی ٹینشن ہوئی۔ وہ" اپنے دوست کو پرفیکٹ دیکھنا چاہتا تھا۔

یار کپڑے بہت ہیں وہی، جب تک تنخواہ نہیں مل جاتی ان سے ہی گزارا کرنا پڑے گا اور تنخواہ اتنی ہے کہ سمجھ لو ساری" ضرورتیں پوری کرنے کے بعد بھی جیب فل رہے گی، ہاہاہا۔" وہ کہہ کر قہقہہ لگا بولا۔

ایڈوانس نہ لے کر تو نے اچھا نہیں کیا۔" وہ افسوس سے بولا۔"

یار بس! اچھا نہیں لگا۔ چاہتا ہوں پہلے کام دیکھیں پھر تنخواہ دیں تو ٹھیک رہے گا نا۔" اسکی بات پر انور نے سر ہلا کر تائید" کی۔

دونوں اس وقت ایک ہوٹل میں بیٹھے مووی دیکھنے کے ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہے تھے۔ سامنے ہی مین روڈ تھا جس پر کبھی کبھار بہزاد نظریں ڈال لیتا۔ پھر چھوٹی موٹی باتوں کے دوران مووی ختم ہونے پر دونوں گھر کی طرف چل پڑے۔ صبح اسکی نوکری کا پہلا دن تھا اور انور کو کھوکے کیلیئے جلدی اٹھنا تھا۔

مطلب میں سمجھ لوں تو ابھی بڑا آدمی بن گیا ہے ؟" گھر کے راستے پر چلتے انور نے شرارت سے پوچھا۔ جس پر بہزاد نے " نیچے پڑے پتھر کو شوز سے ٹھوکر مارتے اسے گھورا۔

بڑا آدمی تو ایسے کہہ رہا ہے جیسے ہوم منسٹر نے نوکری نہیں چھوکری دی ہو مجھے۔" اس بات پر انور نے بلند و بانگ قہقہ " لگایا۔ جس پر بہزاد سر کھجا کر رہ گیا۔

سن فرض میں کوتاہی ہے یہ۔" اس نے چھیڑا تو وہ منہ بنا گیا۔ "

تو میں کونسا رخصت کروا کر لا رہا ہوں۔ بھئی ایسی مغرور گھمنڈی نک چڑھی کو میں منہ نا لگاؤں۔ ایسا ویسا تو دور کی بات " ہے۔ یہ تو مذاق تھا۔ اس نے سر جھٹک کر صفائی دی اور آگے بڑھ گیا انور بھی ہنستا ہوا اسکے پیچھے آیا۔

*______________*____________*

وہ صبح تیار ہو کر نو بجے ہوم منسٹر کے گھر پہنچا۔

یہ تمہارے لیے۔" ملازم نے ایک پسٹل کے ساتھ لائسنس دیا اسے۔ جسے شکریہ کہتے بہزاد نے اٹھالیا اور گن بیلٹ میں لگا " کر لائسنس جیب میں رکھا۔

میڈم کو بلا دیں یونیورسٹی کیلیئے نکلنا تھا۔ نو بج گئے ہیں۔" اس نے ملازم کو کہا تو وہ اسے دیکھنے لگا جیسے اس نے کوئی غلط بات " کر دی ہو۔

انتظار کرو بے بی آجائے گی۔" ملازم نے اسکے پونی میں بندھے بالوں کو اور پھر گھنی داڑھی مونچھوں کو دیکھا۔ "

بہزاد اسے خود کو سر سے پاؤں تک تکتا پا کر اپنے آپ کو دیکھنے لگا۔ اچھا خاصا تو تھا وہ۔ نیو بوٹ پہنے تھے جو وہ انٹرویو کیلئے پہن کر جاتا تھا۔ آف وائٹ شرٹ اور بلیک جینز پہنے وہ ٹھیک ٹھاک لگ رہا تھا۔ صرف بال بڑھے ہوئے تھے۔ جنہیں چھوٹی سی پونی میں جکڑ رکھا تھا۔

ملازم چلا گیا اور وہ میڈم کا انتظار کرنے لگا اور انتظار اتنا طویل نہیں تھا۔ جب وہ سامنے ہی سیڑھیوں سے ٹک ٹک کرتی بلیک شارٹ شرٹ اور بلیک ہی جینز میں گلے میں پنک اسکارف باندھے کندھے پر بیگ لٹکائے گولڈن بالوں کی پونی ٹیل بنائے موبائل میں مصروف مسکراتی ہوئی نیچے اتر رہی تھی۔

ایک پل کو بہزاد کی نظریں اس حور پر ٹھٹھکیں، پر دوسرے ہی پل وہ نظریں پھیر گیا۔

وہ جنگلی آیا عبی؟" اسکی نظریں اسکرین پر ہی تھیں۔ اس نے عبداللہ سے نخوت بھری آواز میں پوچھا۔ جنگلی خطاب پر" بہزاد نے بمشکل غصہ ضبط کیا۔

جی بے بی! سامنے ہے آپکا انتظار کر رہا ہے۔" عبداللہ نے مسکراہٹ روکتے کہا تو ہانیہ نے سر اٹھایا۔ سامنے ہی وہ کل سے" بدلہ بدلہ اپنی کالی آنکھوں میں غصہ سجائے کھڑا تھا۔ اسکی نظریں ایک پل کیلئے ٹھہریں۔ دوسرے ہی پل وہ نخوت سے سر جھٹک کر آگے بڑھی۔ بہزاد بھی لب بھینچے اسکے پیچھے آیا جب وہ اپنی لیکسس کے پاس آئی۔ اسکے ہر انداز سے مغروریت جھلک رہی تھی۔

میڈم گاڑی میں ڈرائیو کروں گا۔ آپ پیچھے بیٹھیے۔" وہ سامنے آتے بولا جس پر ہانیہ نے پہلے حیرت پھر غصے سے دیکھا۔" گارڈ ہو ڈرائیور نہیں، اپنی اوقات میں رہو۔" وہ غصے سے بولی۔"

اوقات میں ہی ہوں اور میری ڈیوٹی آپکی پروٹیکشن کرنا ہے۔ اس لیے گاڑی میں ڈرائیو کروں گا تاکہ اگر کوئی حملہ کرے تو" میں اسے سنبھال سکوں۔" وہ اسکے سبز نین کٹوروں میں دیکھتا سنجیدگی سے مخاطب ہوا۔

تم! تم!! دو ٹکے کے گارڈ؟ تم مجھ سے بحث کر رہے ہو؟ اپنی مالکن سے؟؟ لفنگے۔" وہ غصے سے غرائی۔ آس پاس کے ملازم" اور گارڈز انکی طرف متوجہ ہوئے۔

میڈم! میں بحث نہیں کر رہا۔ آپکی سیفٹی کیلئے کہہ رہا ہوں۔ آپ آرام سے پیچھے بیٹھیے۔ گاڑی آج سے میں ڈرائیو کروں گا۔" وہ بھی اپنی بات سے پیچھے ہٹنے والا نہیں تھا۔ کیسے گوارہ کرتا کہ لڑکی گاڑی چلائے اور وہ خود پیچھے بیٹھے۔

تمہیں تو میں۔۔ آؤٹ، دفع ہو جاؤ۔ نہیں چاہیے کوئی گارڈ۔ گیٹ لاسٹ فرام ہیئر۔" وہ بیگ نیچے پٹختی حلق کے بل چلائی۔ جس پر بہزاد اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ لڑکی تھی یا آفت؟ اتنی سی بات پر اتنا واویلا۔

کیا ہوا ہانی؟" میٹنگ کیلئے جاتے حارث صاحب اپنی بیٹی کے چلانے کی آواز سن کر حیران پریشان سے پورچ میں آئے۔"

ڈیڈ! یہ مجھ سے بحث کر رہا ہے۔ اس وائلڈ مین کی اوقات تو دیکھو۔ ہانیہ خان سے بحث کر رہا ہے۔ آپ اسے ابھی اسی وقت دفع کریں۔ مجھے نہیں چاہیے کوئی پروٹیکشن۔ میں خود کر لوں گی اپنی پروٹیکشن۔" وہ حارث صاحب کو بتانے لگی البتہ غصے بھرے سبز نین بہزاد پر ٹکے تھے۔ اس ساری کارروائی کو سمجھتے ہوئے حارث صاحب نے گہرا سانس بھرا۔

بحث کی وجہ؟" انہوں نے بہزاد کی جانب رخ کیا تو وہ شرمندہ ہو کر سر جھکا گیا۔"

سر بحث کی بات نہیں میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ حملہ اچانک ہوتا ہے۔ اس لیے گاڑی میں ڈرائیو کروں گا آپ پیچھے آرام سے بیٹھیے۔" یہ سن کر حارث صاحب نے ہانیہ کے ہاتھ سے گاڑی کی کیز لے کر بہزاد کو تھمائیں اور شاکڈ ہانیہ کا سر اپنے سینے سے لگایا۔

ہنی بیٹا! سمجھنے کی کوشش کریں۔ ایسا نہیں کرتے ڈارلنگ! یہ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ آپ اپنے ڈیڈ کیلئے ایڈجسٹ کریں۔ پلیز اِٹس مائے ریکویسٹ۔" انہوں نے عاجزانہ لہجے میں ریکویسٹ کی تو وہ غصے سے ان سے الگ ہوتی گاڑی کی پچھلی سیٹ کا ڈور کھول کر اندر بیٹھ گئی اور حارث صاحب کی ہدایات سنتے ہوئے بہزاد سر ہلا کر گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا۔ اس کے لبوں پر تبسم تھا۔

بیگ کون اٹھا کر دے گا؟" سخت تیوروں سے وہ پیچھے سے بولی تو بہزاد نے بیک ویو مرر میں اسے دیکھا۔ جہاں اسکی سبز آنکھیں سرخ ہو رہی تھی۔"

وہ سر جھٹک کر باہر نکلا اور بیگ اسے دے کر واپس اپنی سیٹ پر آیا۔ پورچ سے گاڑی نکالی۔

نام کیا ہے تمہارا؟ رکھائی سے پوچھا گیا جیسے اس نے کہا تھا تعارف کیلئے۔"

بہزاد نے ناچاہتے ہوئے بھی اپنا نام بتایا اور بیک ویو مرر میں دیکھا جہاں اسکا سر موبائل پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے سن کر بھی ان سان کر دیا تھا۔

نک چڑھی!" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔"

تم نے کچھ کہا؟" وہ اسکی پشت کو دیکھتی بولی۔"

تمہارے کان بج رہے ہیں۔" اس نے تم کہا۔ وہ کیوں آپ کہے یہ سوچتے ہوئے پھر بڑبڑایا کہ وہ ناک چڑھا کر رہ گئی۔"

سنو جنگلی! اونچی آواز میں بات کیا کرو۔ یوں بڑبڑا کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟" موبائل بیگ میں رکھتی اب وہ اسکی جانب" متوجہ ہو گئی تھی اور بہزاد نے کوفت سے سانس خارج کیا۔

کیا کبھی اسکول گئے ہو؟ یہ بال اتنے بڑے کیوں رکھے ہیں؟ کٹوا کب رہے ہو؟ مونچھیں داڑھی دیکھی ہیں اپنی؟ پونی" باندھ کر خود کو جان یمان سمجھتے ہو؟" وہ ایک سانس میں سوال کرتی اسکی پونی کی طرف اشارہ کرتی پوچھنے لگی۔

اس سب سے میری جاب کا لنک نہیں تو مہربانی ہو گی ایسے سوال نا کریں۔" وہ کچھ دیر پہلے کی انسلٹ کا بدلہ لینے لگا اور" حقیقت میں اسکا جنگلی کہنا اسکے ضبط کا امتحان لے رہا تھا۔ اسکے جواب کی منتظر رہا نیہ لب بھینچ گئی اور سر ہلاتی سیٹ کی پشت سے سر ٹکا گئی۔

اسکے خاموش ہونے پر افسوس ہوا کہ بتا دیتا تو کیا جاتا پر نہیں اگر بتا دیتا کہ وہ دس جماعتیں پاس ہے تو اس نک چڑھی کو موقع مل جاتا اسے ذلیل کرنے کا۔ اس لیے خاموشی ہی بہتر تھی۔

گاڑی یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں روکتے وہ باہر نکلا اور اسکے لئے دروازہ کھولا۔ وہ باہر آئی۔

تم یہی رکو گیٹ پر میرے ساتھ آنے کی ضرورت نہیں۔" وہ کہتی ہوئی آگے بڑھی۔ جب بہزاد نے اس کی بات کی نفی" کی۔ واقعی بہت ضدی عورت تھی۔

حارث صاحب نے یونیورسٹی کی انتظامیہ سے بات کرلی تھی بہزاد کی کہ وہ ان کی بیٹی کی پروٹیکشن کیلئے اسکے ساتھ رہے گا اور بہزاد کو بھی سخت حکم تھے کہ اسے ایک پل کیلئے بھی اپنی نظروں سے اوجھل نا ہونے دے۔

سوری میڈم! مجھے صاحب نے آپکے ساتھ رہنے کا کہا ہے۔" گاڑی لاک کرتے وہ اسکے پیچھے آیا۔ اسکے جواب پر ہانیہ غصے" سے مڑی۔ بہزاد پھر سے اسکی چھوٹی سی ناک پر غصہ دیکھ کر رہ گیا۔" یا اللہ کیا چیز بنائی ہے اتنا غصہ۔" وہ دل میں بیزاری سے بولا۔

تم جنگلی! پونی باندھ کر خود کو جان یمان سمجھنے والے مجھے انکار کروگے؟" وہ پھر اس کی پونی کو نشانہ بنانے لگی وہ مزید کچھ" " کہتی کہ پیچھے سے آتی آواز پر مڑی۔

ہنی ڈارلنگ!" اسکے گروپ کا ٹولا ہانیہ کو دیکھ کر اسکی جانب بڑھا۔ وہ بھی بیگ بہزاد پر پھینکتی انکی طرف بھاگی۔"

اونہہ!! جان یمان کون؟ اللہ کا شکر ہے اس سے بہتر ہی ہوں۔" وہ منہ بنا کر اسکی نقل اتارتا بولا۔"

اسے وہ ان دیکھا ہیرو بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔

ہاں البتہ سلمان خان کہہ سکتی ہو نک چڑھی۔ اسے میں نے کئی بار دیکھا ہے اور اگر ہماری کوئی کہانی بنی تو تمہاری دوست کو" لے کر جانے کے بجائے پہلے تفتیش کروں گا اور پھر تمہیں لے کر جاؤں گا۔ سب سے باری باری گلے ملتے ہوئے اس کی پشت کو دیکھتے وہ مسکرا کر سوچتا سر جھٹک گیا۔

ہو از دس ہینڈ سم مین؟" اسکی فرینڈز بہزاد کو سر سے پاؤں تک دیکھتی ستائش بھرے انداز میں سوالیہ نظروں سے ہانیہ" سے پوچھنے لگیں۔

ان امیر زادیوں کی آنکھوں میں اس کے لیے پسندیدگی کے رنگ بالکل نمایاں تھے۔ جنہیں دیکھ بہزاد نے اپنے چہرے پر سرد تاثرات سجا لیے اور ہانیہ وہ تو ہینڈ سم لفظ پر دل و جان سے جل اٹھی۔

باڈی گارڈ ہے میرا۔" وہ منہ بنا کر نخوت سے بولی۔"

اوہ بے بی کا باڈی گارڈ ہاہاہا۔" سب ہانیہ کی حالت پر قہقہہ لگا اٹھیں۔"

مجھے کہہ دیتی میں بن جاتا تمہارا باڈی گارڈ" اسکا دوست سیم سامنے آ کر مسکراتے ہوئے معنی خیز نظروں سے اسے دیکھ کر" بولا۔ بہزاد نے چونک کر اس گولڈن بالوں والے چوسے آم کی گھٹلی کو دیکھا اور اسکی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے دانت پیسنے لگا۔

واچ مین کی ضرورت ہے میرے روم کیلئے اگر پوری کر سکو تو آ جانا کل سے چوسے آم کی گھٹلی۔" وہ سپاٹ لہجے میں سیم" سے بولا اور اسکی بات پر جہاں سب کا ہلا دینے والا قہقہہ پڑا تھا وہیں سیم نے غصے سے اسے دیکھا۔

باڈی گارڈ ہو باڈی گارڈ رہو۔ اپنی اوقات مت بھولو۔ چٹکی میں مسل دوں گا انڈرسٹینڈ!" وہ سامنے آتے اپنے جسٹس باپ" کا زعم دکھانے لگا۔ اسکے حلیے سے ہی بہزاد کو لگا ضرور یہ کسی امیر آدمی کی اولاد ہے۔

مسل کر دکھاؤ۔" وہ ہانیہ کا بیگ ہاتھ میں تھام کر سیم کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا چیلنج کر کے بولا۔ سیم اسکی کالی سرد آنکھوں" کے تاثر سے کچھ ہڑبڑا گیا اور اسکی باڈی کو دیکھ کر وہ کچھ زیادہ ہی اندر سے ڈر گیا تھا۔ اس لیے اس پر غصے بھری نظر ڈال کر وہ ہانیہ کی جانب مڑا۔

تم اپنے گارڈ سے ہماری انسلٹ کروا رہی ہو۔" وہ اس پر بگڑا اور بہزاد اسکی بزدلی پر استہزائیہ مسکرایا۔"

ہے یو وائلڈ مین! لفنگے چپ کرو ورنہ ابھی فارغ کر دوں گی۔" ہانیہ غصے سے اپنے دوست کی انسلٹ پر غرائی تو بہزاد اسکی" سرخ رنگت کو دیکھتا چپ کر گیا۔ سیم اس پر ایک غصے بھری نظر ڈالتا انکے ساتھ اندر بڑھ گیا تو وہ بھی پیچھے پیچھے آیا۔

وہاں یونیورسٹی میں داخل ہوتے ہی اس نے سرسری سی نظر آس پاس کے ماحول پر ڈالی جہاں سب امیر لوگوں کی اولادیں پڑھنے آئی ہوئی تھیں کیونکہ غریب تو اس یونیورسٹی کی فیس کا سوچتے ہی فوت ہو جاتا۔ بہزاد کا دل کیا یہاں ایک پل بھی نہ رکے۔ اسے یہ یونیورسٹی کم کلب زیادہ لگا۔ اس نے سب لڑکیوں کے آدھے کپڑوں پر نظر ڈال کر اپنی میڈم کو دیکھا تو شکر کا سانس بھرا کہ اس نے پورے کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ وقت جیسے تیسے گزر گیا اسے معلوم ہوا کہ وہ یہاں پڑھنے کم دوستوں سے میل جول کیلئے زیادہ آئی تھی اور یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ اسکی دوستی سیم کے علاوہ کسی دوسرے لڑکے سے نہیں تھی۔ یہاں تک کہ کوئی ہائے ہیلو بھی کرتا تو وہ بری طرح اگنور کر دیتی جیسے اسے عادت ہو اس سب کی۔

جہاں جہاں وہ جا رہی تھی وہ بھی اسکے پیچھے پیچھے تھا۔ سب جدید دور کی ماڈرن لڑکیاں اسے اپنی پر شوق نظروں کے حصار میں لیے ہوئی تھیں۔ اسے بڑا عجیب لگ رہا تھا اگر کوئی کام کا دوسرا راستہ ہوتا تو وہ اسے پر یہیں دو حرف بھیج کر چلا جاتا۔

تم ہمیں پارٹی کب دے رہی ہو آزادی کی؟" اسکی ایک دوست بولی۔"

جب تم لوگ چاہو۔" وہ کینٹین میں ایک ٹیبل منتخب کر کے بیٹھ گئی۔ بہزاد کو ایک سائیڈ کھڑا رہنے کے لیے کہا۔ وہ سر ہلا" کر کچھ فاصلے پر کھڑا ہو گیا۔

کل یا پرسوں رکھ لو۔ آج رات مجھے اپنے دوست کی برتھ ڈے پارٹی میں جانا ہے۔" اسکی دوست تانیہ بال جھٹک کر بولی۔" البتہ اسکی نظریں بھٹک بھٹک کر بہزاد پر جا رہی تھیں۔

کل نہیں! کل مجھے ڈیٹ پر جانا ہے۔ پرسوں رات کو ڈن کر دو۔" سیم نے اپنا کردار ادا کیا تو کوفت سے ہانیہ نے اوکے کیا۔"

اوکے! مجھے تم میں سے کوئی پارٹی کیلیئے جگہ منتخب کر کے انفارم کر دے اور جسے اپنے اپنے فرینڈز انوائیٹ کرنے ہیں" کر لے۔" پارٹی کو ڈیسائیڈ کرنے کے بعد وہ اپنے بوائے فرینڈز کی باتیں کرنے لگیں اور ہانیہ خاموشی سے سنتی مسکرانے لگی۔ اس دوران تانیہ نے آنکھ دبا کر ہانیہ سے کہا کہ اپنے باڈی گارڈ کو بھی ساتھ لے آنا تو وہ مان گئی۔ ظاہر ہے ڈیڈ اسکے بغیر آنے بھی نہیں دیں گے۔

پر اسکے انوائیٹ کا مفہوم سمجھتے باقی کی فرینڈز قہقہے لگانے لگیں۔

مجھے نہیں لگتا یہ سڑو جنگلی تمہارے ارادوں پر پورا اترے گا۔" ہانیہ نے نخوت سے ایک نظر گردن موڑ کر بہزاد پر ڈالی جو" کب سے الرٹ کھڑا تھا اور آس پاس موجو سب لڑکیوں کی نظروں کے حصار میں تھا۔ جیسے ان لڑکیوں نے کبھی کوئی جنگلی دیکھا نہ ہو۔

"بہزاد الرٹ کھڑا آس پاس کے ماحول کو اپنی زیرک نگاہوں میں لیے ہوا تھا۔ اپنی میڈم کے دیکھنے پر وہ قریب آیا۔

کوئی کام ہے؟" وہ سمجھا شاید کس چیز کی ضرورت ہو اسے۔"

نہیں واپس اپنی جگہ پر جاؤ اور ذرا بھی یہاں سے وہاں ہوئے تو ابھی کے ابھی رفع دفع کر دوں گی، گو۔" وہ غصے سے حکم دیتی بولی تو بہزاد سر ہلا کر چلا گیا۔ البتہ اس آم کی گھٹلی سیم کے طنزیہ مسکرانے پر اور اس نک چڑھی کے لہجے پر اس نے مٹھیاں ضرور بھینچی تھیں۔

--------------------------*

یہ میرے لیے ہادی؟"۔ ہوٹل کے روم میں اس وقت ہادی اور اسکی ہارٹ بیٹ رومیصہ موجود تھے اور ہادی کے سرپرائز پر آئینے میں رومیصہ اپنے گلے میں پہنے ڈائمنڈ کے نیکلس پر انگلیاں پھیرتی حیرت خوشی کے ملے جلے احساسات سے بولی۔

یس یہ تمہاری اس نازک و خوبصورت گردن کیلئے۔" ہادی نے پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لیا اور اس کی گردن پر محبت بھرا بوسہ دیا۔ وہ اس اچانک افتاد پر گڑبڑا کر فوراً اسکے حصار سے نکلی۔

کتنے کا ہے؟ یہ تو بہت مہنگا لگ رہا ہے؟" خود کو سنبھالتی وہ مسکرا کر پوچھنے لگی۔ ہادی اس کے گریز پر مسکراتا ہوا اسکے سامنے اپنی پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ پھنسا کر کھڑا ہو گیا۔

تمہارے سامنے کچھ نہیں ہارٹ بیٹ! میں تو تم پر خود کو بھی وار دوں۔" وہ محبت سے گویا ہوا۔

اچھا!" وہ کھلکھلا کر ہنسی اور وہ اسکی کھنک دار ہنسی میں ہمیشہ کی طرح کھو گیا۔

یو نو ہارٹ بیٹ! تمہارہ یہ شرمانا، مجھ سے بھاگنا، یہ ہی میری جان نکال دے گا۔" اس نے محبت سے چور گھمبیر لہجے میں کہا۔ اسکی پلکیں لرز گئیں اور وہ دلچسپی سے اس کی اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص دیکھنے لگا۔

کیا میرے علاوہ کسی اور کو بھی یہ کہا ہو گا آپ نے ہادی؟" وہ پوچھنے لگی تو ایک پل کیلئے وہ ٹھٹھکا اور پھر غصہ ہوا۔

یہ میرے خالص جذبے صرف تمہارے لیے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے۔ تمہارے علاوہ آج تک میں نے کسی کو ایسی نظروں سے نہیں دیکھا جیسے تمہیں دیکھتا ہوں۔" وہ غصے سے اسکے بازوؤں کو جکڑے بولا۔ اسکے سی کرنے پر اس کا بازو چھوڑ کر اس نے خود کو سنبھالا۔ اسکے معصوم چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر سوری کہا تو وہ اپنی نم نظریں جھکا گئی۔ رومیصہ سے

اسکی ملاقات ایک فلاور شاپ پر ہوئی تھی۔ جہاں وہ کام کرتی تھی۔ وہ ایک غریب گھر کی بیٹی تھی۔ گھر میں صرف اسکی ماں تھی۔ جو بیمار اور دوائیوں پر بستر سے لگی ہوئی تھی۔ ایک دفعہ ایک دوست کی عیادت کی غرض سے وہ فلاور خریدنے کیلئے اس چھوٹی سی فلاور شاپ پر آیا اور وہاں اسے دیکھا۔ اس خوبصورت سی معصوم لڑکی کی نظروں نے اس پر ایسا وار کیا کہ وہ ایک بار نہیں دن میں کئی بار اس سے بلاوجہ ہی فلاور خریدنے چلا آتا تھا۔ اس دوران اس نے مکمل رومیصہ کی مکمل معلومات حاصل کرلی تھیں۔

اسکی غربت تو اسکے حلیے سے ہی بیاں ہوتی تھی۔ رومیصہ بھی جیسے اس کی عادی ہونے لگی تھی۔ جس دن وہ ذرا سا لیٹ ہوتا تو اگلی ملاقات پر وہ نا محسوس انداز میں اس سے شکوہ کر دیتی تھی اور وہ اس کی بے چینی پر ہنس دیتا تھا۔

ہادی کو معلوم ہی نا ہوا کہ وہ کب اسکے دل میں بلا اجازت اتر گئی اور وہ انجان ہی رہا۔ ایک دن ایک لڑکے کو اسے چھیڑتے دیکھا تو اسکے اندر ایسی آگ بھڑکی کہ وہ اپنے دوستوں کا خیال کیے بغیر اس لڑکے پر قہر بن کر ٹوٹ پڑا اور اسکا برا حال کر دیا۔ اسکے دوستوں نے اسے بمشکل پکڑا۔

اس دوران رومیصہ کونے میں دبکی روتی ہوئی کھڑی رہی اور ہادی اپنے ناک سے نکلتے خون کو صاف کرتا اسکے سامنے آیا۔ وہاں سے ایک گلاب اٹھا کر دوزانو بیٹھ کر اسے پرپوز کر کے سب کو ششدر کر دیا اور رومیصہ بھی کتنی دیر تک خالی خالی نظروں سے اسے دیکھتی رہی پھر اچانک ہی وہ ارد گرد موجود لوگوں کی پرواہ کیے بنا نیچے اس کے پاس بیٹھ کر اس سے پھول جھپٹتی اسکے گلے لگ کر بے تحاشہ رونے لگی۔

اسکے بعد ہادی نے اسے زبردستی گھر بٹھا دیا تھا۔ وہ ہر ماہ اچھی خاصی ایک مخصوص رقم اسکے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیتا تھا۔ اس کے سارے اخراجات، خواہ وہ ماں کی دوائی کا خرچہ ہو یا گھر کے راشن کا، وہ سب ہادی نے اپنے ذمے لے لیا تھا۔

میں اب چلتی ہوں۔ کافی دیر ہو گئی ہے۔ اماں انتظار کر رہی ہوں گی۔" ہادی جذبات میں بہکتا اس کے چہرے پر جھکا تو" رومیصہ گھبرا کر پیچھے ہوتی ہوئی بولی

تم تو بہت بورنگ ہو۔ میرے جذبات کی قدر نہیں تمہیں۔ ذرا پاس آؤ تا کہ میں اپنے جذبات بیان کروں پھر ہی کچھ "
احساس ہو تمہیں۔" وہ بدمزہ ہوتے ہوئے اسے دیکھ کر بولا۔ رومیصہ بھیگی ہتھیلیوں سے زبردستی مسکرائی۔

میں نے آپ کو پہلے ہی بتادیا تھا ہادی کہ جب تک آپ اپنے ڈیڈ کے ساتھ میرا رشتہ لے کر نہیں آتے، مجھے ایک مضبوط "
جائز رشتے میں نہیں باندھ لیتے، مجھ سے ایسی کوئی توقع مت رکھنا۔" وہ سختی سے بولی اور یہاں آکر ہادی بے بس ہو گیا۔
جانتا تھا اسکا باپ قطعی طور اس مڈل کلاس لڑکی کو اپنی بہو نہیں بنائے گا۔ انکی آنکھوں پر تو صرف ہانیہ خان کی دولت کی پٹی بندھی ہوئی تھی۔ ان کا عہد تھا خود سے، وہی انکی بہو بنے گی۔ پھر وہ کیسے کرتا یہ سب۔ اس نے تو سوچا تھا ہانیہ سے شادی کے بعد وہ اپنی پسند سے رومیصہ سے شادی کرے گا پر درمیان میں ہانیہ اپنا ناٹک کر کے نکاح ملتوی کر گئی ورنہ آج اسکی ہارٹ بیٹ اسکے بہت قریب ہوتی۔ اس سے یوں نہ کتراتی۔

چلو میں تمہیں ڈراپ کر دوں۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔ جس پر افسوس سے سر ہلا کر رومیصہ نے نیکلس گلے سے اتارا اور "
اس مخملیں کیس میں بند کر دیا۔ وہ اسکے پیچھے نقاب میں چلتی ہوئی گاڑی تک آئی۔ ہادی نے اس کے ڈور کھولا۔ وہ اندر بیٹھی تو ہادی ڈور بند کر کے ڈرائیونگ سیٹ کی طرف سے آیا۔

ہارٹ بیٹ! بہت جلد میں تمہارا یہ شکوہ بھی دور کر دوں گا اور پھر تم مجھ سے یوں دور جا کر دکھانا۔" وہ اسکے ہاتھ کی پشت پر "
لب رکھتا ہوا بولا۔ وہ شرماسی گئی۔ اس کی گلی کے سامنے گاڑی روکنے پر وہ خداحافظ کہتی گاڑی سے نیچے اتری۔

گفٹ نہیں لو گی؟" وہ مسکراہٹ دبا کر بولا۔ "

آپ نے دیا نہیں۔" رومیصہ منہ بنائے اسے دیکھنے لگی۔ اسکے منہ بسورنے پر وہ مسکرایا اور اپنی سے جیب سے چاکلیٹس "
نکال کر اس کی طرف بڑھائیں۔ وہ خوشی سے اس کے ہاتھ سے چاکلیٹس جھپٹ کر مسکرا کر اسے دیکھنے لگی۔ ہادی محبت پاش نظروں سے اسکے گالوں میں ہنسنے سے پڑنے والے ڈمپلز دیکھنے لگا پھر اسکے گلی میں اندر جانے تک ہادی وہاں کھڑا رہا۔ وہ محبت سے بلیک چادر میں لٹے اسے جاتا دیکھتا رہا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہوئی تو اس نے گاڑی اسٹارٹ کی۔

*___________*___________*

مجھے شاپنگ پر جانا ہے کہاں گیا وہ جنگلی ؟" اپنے یونیورسٹی کے دوستوں سے ایک ماہ بعد مل کر اسکا موڈ ایکدم فریش ہو گیا" تھا۔ پھر اس نے بہزاد کو منہ بھی نہیں لگایا تھا۔ وہ یونیورسٹی سے گھر آکر فریش ہوئی۔ کھانا کھانے کے بعد شام کے وقت سیڑھیوں سے نیچے اترتی ایک ملازم پر چیخی۔

میڈم!" بہزاد نے اس نک چڑھی کو دیکھتے دانت پیس کر اپنی جانب متوجہ کیا تو ہانیہ نے دیکھا وہ لاؤنج میں ایک سائیڈ پر" کھڑا تھا۔ وہ سر ہلاتی ہوئی نیچے آئی۔

کیچ۔۔۔" اس نے اپنا کلچ اسکی طرف پھینکتے ہوئے کہا۔ وہ کلچ بہزاد کے پاؤں میں آگرا۔ بہزاد نے ایک نظر اس پہ ڈالی" اور خود اسے ششدر چھوڑ کر گاڑی نکالنے کے لیے آگے بڑھ گیا۔

یو جنگلی! تم نافرمان، وائلڈ مین۔ تم نے میرے حکم سے انکار کیا۔" وہ چیختی ہوئی کلچ اٹھا کر اسکے پیچھے بھاگی آئی۔"

بیٹھیے میڈم!" وہ اسکی چیخوں پر دھیان دیے بغیر گاڑی سے باہر نکلا اور اسکے لیے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا۔"

میں نے تمہیں کلچ کیچ کرنے کا کہا تھا۔ کیوں نہیں کیا؟" وہ اسکا پرسکون چہرہ دیکھتی سامنے آکر پوچھنے لگی۔"

میں باڈی گارڈ ہوں۔ آپکا نوکر نہیں۔" وہ لفظ چبا چبا کر بولا۔ ہانیہ نے ٹھٹھک کر اسکی سرد آنکھوں میں دیکھا۔"

تم ہو جنگلی! ملازم ہی ہو میرے انڈرسٹینڈ!" وہ غرائی۔ بہزاد نے اوپر دیکھتے گہرا سانس خارج کیا۔ اسکے اس طرح اوپر" دیکھنے پر تو ہانیہ کے تن بدن میں آگ ہی لگ گئی۔

یو وائلڈ مین! تم اللہ سے میرے مرنے کی دعا مانگ رہے ہو؟" وہ اسکے کالر کو پکڑتی اسے جھنجھوڑتی دھاڑی۔ بہزاد اسکی" اس جرات پر دنگ رہ گیا۔

اگر اس کے مرنے کا خطرہ نا ہوتا تو وہ ایک کھینچ کر لگاتا پر اسکے نازک سراپے کو دیکھتے ہوئے وہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ گیا۔

کیا ہوا یہ کیوں اسکا کالر پکڑا ہوا ہے ؟" پورچ میں رکی گاڑی سے حارث صاحب نکلتے انکے پاس آئے اور اپنی بیٹی کے ہاتھ" اسکے کالر سے ہٹائے۔

ڈیڈ! آپ اس لفنگے کو نہیں جانتے۔ یہ اوپر کی طرف دیکھ کر اللہ سے میرے مرنے کی دعامانگ رہا تھا۔ اس سے پہلے میں" مر جاؤں آپ اسے ابھی کے ابھی جاب سے فارغ کریں۔" حارث صاحب نے حیرت سے بہزاد کو دیکھا۔ جس پر وہ شرمندہ سا ہو گیا۔

کیا پاگل بیٹی پالی ہے۔" وہ دل ہی دل میں بولا۔"

سر! ایسا کچھ نہیں ہے۔ میں نے تو ایسے ہی سورج کی تپش کی وجہ سے اوپر دیکھا تھا اور میڈم سے پوچھیں کیا انہوں نے مجھے" بد دعا دیتے سنا؟" بہزاد کا دل کر رہا تھا کہ ابھی اس آفت کو اٹھا کر کہیں دور پھینک آئے، تھی چیونٹی جتنی پر آدھا دن اسکے ساتھ گزار کر اسے لگ رہا تھا وہ پاگل ہو جائے گا یا اس لڑکی کو کچھ کر دے گا۔

آپ نے سنا اسے بد دعائیں دیتے؟" انہوں نے ہانیہ سے پوچھا جو پہلے ٹھٹھکی پھر ڈھیٹ بن کر بغیر شرمندہ ہوئے نفی میں" سر ہلاتی گاڑی میں بیٹھ گئی۔ حارث صاحب نے افسوس سے سر ہلایا۔

کہاں جا رہے ہو؟" وہ بہزاد سے مخاطب ہوئے۔"

سر! میڈم کو شاپنگ کرنی ہے۔" اس نے بتایا تو حارث صاحب سر ہلا کر اندر کی طرف بڑھ گئے اور وہ گاڑی کے اندر بیٹھی" ہانیہ پر غصے بھری نظر ڈال کر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور زور سے دروازہ بند کیا۔ ٹھا کی آواز پر وہ ہڑبڑا گئی۔

تمہارے باپ کے پیسوں کی گاڑی نہیں۔ آہستہ بند کیا کرو ڈور۔" وہ اسکی چوڑی پشت دیکھ کر ناپسندیدگی سے بولی تو بہزاد" لب بھینچ کر رہ گیا۔

کاش ہوتی تو گاڑی سمیت جلا دیتا۔" وہ بڑبڑایا اور خود کو گھورتی ان سبز آنکھوں کو بیک ویو مرر میں دیکھا۔"

تم جو یہ چوں چوں کرتے ہو ذرا اونچی آواز میں کیا کرو تاکہ میں بھی سنو۔" وہ نخوت سے بولی اور موبائل پر رینا کی کال" آنے پر وہ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئی۔ وہ اس سے انگلش میں باتیں کرتی کبھی منہ بناتی تو کبھی قہقہہ لگاتی۔

لفظ وائلڈ مین پر بہزاد سمجھ گیا کہ اسکا ذکر خیر ہو رہا تھا۔ دوسری طرف سے کچھ کہنے پر وہ قہقہہ لگا اٹھی۔

میڈم!!" گاڑی شاپنگ مال کے سامنے روکتے اس نے اس نک چڑھی کو دیکھا جو ہنستی ہوئی پٹر پٹر انگلش میں باتیں کر رہی تھی۔ اسکے بلانے پر وہ ابرو اچکا کر سوالیہ انداز میں اسے دیکھنے لگی تو بہزاد نے مال کی جانب اشارہ کیا۔

مس یو ٹو ڈارلنگ!" اس نے کہتے ہوئے موبائل کان سے ہٹایا اور مسکراتے ہوئے سامنے دیکھا۔ بہزاد اسکی مسکراہٹ کو" دیکھنے لگا جو اس وقت دنیا کی حسین ترین گڑیا لگ رہی تھی اسکی آنکھیں اسکے چہرے پر تھم سی گئیں۔

تم کیا گھور رہے ہو؟" وہ سخت تیوروں سے اسے ٹوک گئی تو وہ شرمندہ ہوتا نفی میں سر ہلاتا نیچے اترا اور اسکے لیے دروازہ" کھولا۔ ہانیہ کال پر رینا سے اسکا حلیہ بیان کرنے اور اپنے تنگ کرنے کے پلان سے آگاہ کرتی رہی تھی۔ اب وہ چور نظروں سے اسکے تاثرات جانچ رہی تھی پر وہاں وہی سنجیدگی دیکھ کر وہ سمجھ گئی کہ لوفر، سڑک چھاپ ضرور میٹرک فیل ہے۔ اسی لیے تو اتنا کچھ اسکے بارے میں کہنے پر بھی اس کے ماتھے پر ایک شکن بھی نہیں آئی تھی۔ وہ آگے بڑھی اور بہزاد گاڑی لاک کرتا ہوا اسکے پیچھے مال میں داخل ہوا۔ وہ لڑکی اتنی چالاک تھی کہ دو گھنٹے اسے اپنے پیچھے گھماتی اسے بیگ پکڑاتی یہ واضح کر رہی تھی کہ دیکھو تم ملازم ہی ہو۔

میرے جوتے کا سائز جانتے ہو؟" وہ تمسخر بھری نظروں سے پاس کھڑے بہزاد سے پوچھنے لگی۔ بہزاد نے اسکے غرور" بھرے انداز کو دیکھا۔

میں باڈی گارڈ ہوں، پرسنل گارڈ نہیں!" وہ سرد لہجے میں بولتا آس پاس گہری نظر ڈالنے لگا۔ وہ جو اس سے پوچھ کر پھر سے" اپنے لیے ہیلز پسند کر رہی تھی بہزاد کے جواب پر پلٹ کر اسے دیکھنے لگی اور ضبط سے گہرا سانس بھر کر ایک خونخوار نظر اس پر ڈالتی واپس منہ موڑ گئی۔

شکر کچھ ہضم بھی کرتی ہے۔" اس نے اسکے کبوتر جیسے سفید پاؤں پر نظر ڈالی کر سوچا۔ اپنی شاپنگ مکمل کرنے کے بعد وہ" بیگز بہزاد کو تھماتی واپس جانے کیلئے لفٹ میں داخل ہوئی اور اسکے پیچھے بہزاد بھی داخل ہوا۔

اب بتاؤ پرسنل گارڈ سے کیا مراد ہے؟" لفٹ خالی دیکھ کر وہ واپس سے خونخوار بنی اسکے سامنے آئی۔"

آپ کے جوتے کا سائز پوچھنے سے کیا مراد ہے؟" وہ اسے دیکھ کر غصے سے بولا۔"

تمہیں تمہاری اوقات دکھا رہی تھی۔" جواب دے کر اسے آگ لگاتی وہ کھکھلا کر ہنسی۔ بہزاد نے اپنے سامنے کھڑی اس" گڑیا کے چمکتے دانتوں کو دیکھا۔

تمہارا قصور نہیں، سارا پیسے کا نشہ ہے۔" وہ بڑبڑا کر رہ گیا اور اس سے نظریں ہٹا کر سامنے دیکھنے لگا۔"

تم جو یہ منہ ہی منہ میں کچھ کہتے ہو اس سے مجھے تم اور بھی زہر لگتے ہو۔" وہ نخوت سے کہہ کر مڑی اور اسکے سامنے کھڑی" ہو گئی۔ بہزاد نے خاموش مسکراتی نظر اسکے گولڈن بالوں پر ڈالی اور سر جھٹک کر لفٹ سے باہر نکلتے ہوئے گاڑی میں بیٹھا۔

سارا دن اس نک چڑھی کے پیچھے گھومتے اور کھڑے رہنے سے بدن تھک کر ٹوٹ پھوٹ سا گیا تھا۔ کبھی اتنی محنت مشقت والا کام جو نہیں کیا تھا۔

وہ اب گھر پہنچ کر لمبی تان کر سو جانا چاہتا تھا۔

کیسا رہا پہلا دن؟" محلے میں داخل ہوتے انور کو اپنے کمرے کے سامنے منتظر پایا تو مسکرا دیا۔"

اچھا رہا۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا تو انور مطمئن ہو گیا۔"

لمبی لمبی پھینکنے والا بہزاد نہیں چاہتا تھا کہ اسے بتائے کیسا دن گزرا۔ سارا دن اس لڑکی کی بے عزتی برداشت کرتے آخر میں خود کو مارنے کے پلان خود ہی سوچنے لگا تھا کہ کیسے گاڑی کسی چیز سے ٹکرا کر خود بھی مر جائے اور اسکا بھی منہ بند کر دے۔

کھانا کھایا؟" بہزاد نے شاپر میں پیک کیا کھانا اندر لے کر آتے ہوئے انور سے پوچھا۔"

ہاں کھالیا ہے تو آرام کر پھر صبح آ جانا کھو کے پر تفصیل بات ہو گی۔"۔ وہ کہہ کر چلا گیا اور بہزاد گہرا سانس بھر کر دروازہ" بند کر کے بیڈ پر بیٹھا۔

*_______*____________*

اکاؤنٹ سے تم نے اتنی اماؤنٹ نکال کر کہاں خرچ کی ہے ہادی؟" فواد صاحب لاؤنج میں بیٹھے ہادی کے سر پر جا پہنچے اور" موبائل سامنے کرتے وہاں پچاس لاکھ کی اماؤنٹ نکالنے کے نوٹیفیکشن پر گھور کر اس سے سختی سے پوچھنے لگے۔

کچھ ضرورت پڑ گئی تھی ڈیڈ۔"وہ موبائل سکرین پر سرسری نظر ڈال کر لاپرواہی سے بولا۔ اسکے لاپرواہ انداز پر فواد"

صاحب بھڑک اٹھے۔

ایسی کون سی ضرورت تھی؟ ابھی ہفتہ پہلے ہی تم نے تین لاکھ نکالے تھے۔ آج پچاس لاکھ... کیا ابھی سے خود کو اربوں"

کے نواب سمجھنے لگے ہو؟"وہ اسکے سر پر کھڑے غصے سے بولے تو ہادی نے ایل ای ڈی ٹرن آف کی۔

ان شاء اللہ جلد ہی بن جاؤں گا اور آپکے سارے پیسے لوٹا دوں گا۔ یہ کسی کا منہ بند کروانے کیلئے نکالے تھے۔"اسکی بات"

پر غصے سے بھرے فواد صاحب ٹھٹھکے۔

کس کا؟"انہوں نے مشکوک نظروں سے دیکھتے پوچھا۔"

وہی کالز۔۔"وہ سر جھٹک کر کہتا فواد صاحب کو گہرا سانس بھرنے پر مجبور کر گیا۔"

پھر بھی تھوڑا ہلکا ہاتھ رکھو۔ ابھی ہم اتنی بلندیوں پر نہیں پہنچے جتنے تم پیسے اڑاتے ہو اور اب تمہیں کوئی کال آئے تو کہہ دینا"

مجھ سے رابطہ کرے۔"وہ کہتے ہوئے صوفے پر بیٹھے۔

آپ گئے تھے بہرام ملک سے میٹنگ کیلئے؟ کیا بنا، ملے اس سے؟"ہادی کے پوچھنے پر فواد صاحب کو وہاں انتظار میں"

گزارے گئے گھنٹے یاد آئے۔ جب آخر میں مینیجر نے روکھے لہجے میں بار بار ڈسٹرب نہ کرنے کا کہا تھا۔

گیا تھا۔"انہوں نے بیزاری سے جواب دیا۔"

پھر کیا ہوا؟ ایم شیور وہ ٹینڈر ہمیں دے رہا ہو گا؟"اس نے ایکسائٹڈ ہو کر پوچھا۔"

نہیں! اس کے مینیجر نے کہا بار بار ڈسٹرب نہ کرو اگر ٹینڈر دینا ہوا آپکی کمپنی کو تو کال کر کے آپکو بلا لیں گے میٹنگ کیلئے۔"

یوں منہ اٹھا کر روز مت چلے آیا کرو۔"انہوں نے ضبط کرتے ہوئے بتایا تو ہادی غصے میں آ گیا۔

اس بہرام ملک نے آپ سے یہ کہا؟"اسکی ایکسائٹمنٹ کی جگہ اب طیش نے لے لی تھی۔"

نہیں اسکے مینیجر نے۔۔ چھوڑو اب انکی باری ہے۔ کرنے دو ویسے مجھے یقین ہے اپنے باپ ظفر ملک کی اعلیٰ شخصیت کا منہ" بولتا ثبوت بہرام ملک نے ایسا کچھ نہیں کہا ہو گا۔ یہ سب اسکے مینیجر کی بک بک تھی۔" وہ بہرام کی سنجیدہ شخصیت کو یاد کرتے ہوئے بولے تو ہادی لب بھینچ کر رہ گیا۔

انکل نے ہانیہ کیلئے باڈی گارڈ رکھا ہے۔ سیم نے بتایا کہ سارا دن چپکا ہوا تھا اسکے پیچھے۔" ہادی نے انہیں دیکھتے بتایا۔"

ہاں بتایا تھا حارث نے۔ اچھا کیا کسی دوسرے بہانے سے تو بچ جائیں گے کہ پھر اسکی لڑکی اغوا ہو گئی ہے اور اب ہادی بیٹے" کی شادی کسی دوسری لڑکی سے کروا دو۔" فواد چوہان کے کہنے پر ہادی نے سر ہلایا۔

*_______*_______________*

آگے کیا سوچا ہے تم نے؟" ظفر صاحب نے اس سے پوچھ کر کافی کا کپ منہ سے لگایا۔"

بہت کچھ۔" بہرام مسکرا کر مڑا۔"

انہیں اسکے تاثرات بہت کچھ سمجھا گئے پر وہ پھر بھی اسکے منہ سے سننا چاہتے تھے۔

مثلاً؟؟" انہوں نے اسکے خوبصورت چہرے کو دیکھ کر پوچھا۔ وہ کھڑکی کے پاس کھڑا باہر کی بھاگتی دوڑتی دنیا کو دیکھ رہا" تھا۔

مثلاً یہ کہ فواد چوہان کی بربادی۔" وہ کہتا ہوا انکے پاس آکر صوفے پر بیٹھا۔"

ٹینڈر فواد چوہان کو دے رہے ہو؟" ظفر صاحب نے چائے کا کپ منہ سے لگاتے ہوئے پوچھا۔"

جی" بہرام نے سر ہلایا۔"

کوئی دوسرا راستہ چُنو بہرام، اس طرح تم نظروں میں آؤ گے۔" انہوں نے اپنا خدشہ بیان کیا جس پر بہرام نے انکی" طرف دیکھا۔

میری کیا دشمنی فواد چوہان سے ڈیڈ اور دنیا جانتی ہے بہرام ملک سے ہزاروں نے اسکے ٹینڈر لیے ہیں۔" اسکی بات میں دم" تھا جس پر ظفر صاحب سر ہلا کر رہ گئے۔

اور ہماری بہو کے بارے میں کیا خیال ہے؟" انہوں نے ہانیہ کا حوالہ دیا۔ ہانیہ کے ذکر پر بہرام کے لبوں پر مسکراہٹ" رینگی۔

بڑے نیک خیال خیالات ہیں۔" وہ شرارت سے بولا ظفر صاحب اس کی شرارت پر ہنس پڑے۔"

تمہارے خیالات تو ٹھیک ہیں پر یہ باڈی گارڈ والا کیا چکر ہے؟" انہوں نے ابرو اچکا کر پوچھا تو وہ لب بھینچ کر رہ گیا۔"

پروٹیکشن" ظفر صاحب سمجھ کر سر ہلا گئے۔"

کیا یہ گارڈ تمہاری رکاوٹ بن رہا ہے؟" ظفر صاحب کے سوال پر بہرام نے خفگی بھری نظریں اٹھائیں۔"

آپکا بیٹا اتنا کمزور نہیں۔" اس نے کہہ کر ہینگ کیا اپنا کوٹ اٹھایا۔ ظفر صاحب اسکے چوڑے وجود کو دیکھنے لگے۔"

ہاں واقعی وہ کمزور نہیں تھا۔ وہ صرف کمزور کرنا جانتا تھا۔" انہوں نے نظروں ہی نظروں میں اسکی نظر اتاری۔"

چلتا ہوں مام اٹھیں تو انہیں میرا پیار دیجیے گا۔ پیرس میں میٹنگ ہے اس لیے جلدی جا رہا ہوں۔ مام کے ساتھ ایک کپ" ادھار رہا۔" وہ ظفر صاحب کے ہاتھ کی پشت پر محبت سے بوسہ دے کر بولا تو انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنے شیر جیسے بیٹے کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

تمہاری مام کو پیار دے تو دوں گا پر وہ وصول نہیں کریں گی۔" انہوں نے ذو معنی لہجے میں کہا تو بہرام کا قہقہہ گونجا۔"

کر لیں گی آپ صرف شرافت دکھایئے گا۔" اب کی بار ظفر صاحب ہنسے اور وہ انہیں مسکراتا چھوڑ کر میٹنگ کے لیے چلا" گیا۔

----------------------*

ڈیڈ!" دروازہ ناک کرتی وہ روم میں داخل ہوئی۔"

یس ڈیڈ کی جان!" بیڈ پر لیٹے حارث صاحب نے اسے اپنے روم میں دیکھ کر بانہیں پھیلائیں تو وہ مسکراتی ہوئی ان میں سما" گئی اور ان کے سینے پر سر رکھ لیا۔

ڈیڈ! کیا یہ جنگلی میٹرک فیل ہے؟" وہ ناک چڑھا کر پوچھنے لگی۔ اسکا جواب نہ دینا اسے آگ لگا گیا تھا پر وہ خاموش ہو گئی" تھی کیونکہ زبردستی اس کے منہ سے نہیں نکلوا سکتی تھی۔ اسے یاد آیا کہ اسکے ڈیڈ کو سب معلوم ہو گا تو وہ انکے پاس پہنچ گئی کیونکہ معلوم کیے بنا چھوڑنے والی وہ بھی نہیں تھی۔

کون بیٹا؟" حارث صاحب نے حیرت سے لفظ جنگلی پر استفسار کیا۔"

وہی باڈی گارڈ اور کون؟" وہ منہ بنا کر بولی۔"

اوہ! پہلے تو بیٹا آپ اسے جنگلی نہ کہیں۔ یہ اسکا حلیہ ہے۔ وہ کیسے رہتا ہے ہمیں اس سے فرق نہیں پڑنا چاہیے، ہمارے پاس" وہ پوری ایمانداری سے جاب کر رہا ہے تو بس یہی کافی ہے۔ باقی اسکی پرسنل لائف ہے وہ جانے اور اسکا حلیہ۔ وہ میٹرک فیل نہیں میٹرک پاس ہے۔" انہوں نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا تو ہانیہ سر ہلا گئی۔

آپ بتائیں آج کا دن کیسا گزرا؟" حارث صاحب نے پیار سے پوچھا تو وہ اٹھ بیٹھی۔"

وہ اسکے معصوم چہرے دیکھنے لگے۔۔

کافی سمجھدار بیٹی تھی انکی ہاں بس کچھ موڈی تھی۔ دل کرتا تو ہر بات پہ سر ہلا کر مان جاتی تھی۔ نہیں تو پورے خان مینشن میں کہرام مچا دیتی تھی۔ پتا نہیں کون تھا وہ ذلیل جس نے ایسا کاری وار انکی معصوم بیٹی پر کیا تھا۔ حارث خان کے بس میں ہوتا تو وہ اس آدمی کو جس نے انکی پھول جیسی بچی کو تکلیف پہنچائی تھی، اسکی ہستی کو نیست و نابود کر دیتے۔

ایک طرف فواد چوہان ان سے ناراض تھے تو دوسری طرف ہادی کی حرکتیں عجیب ہوتی تھیں۔

تیسری طرف یہ نامعلوم شخص خطرناک دشمن ثابت ہوا تھا۔ جس نے سیدھا اسکی شہ رگ انکی بیٹی پر وار کیا تھا۔

اپنی بیٹی کے حوالے سے دھمکیاں تو انہیں پہلے بھی ملتی تھیں۔ پر انہیں یہ نہیں معلوم تھا کوئی انتہائی شاطر انسان سارے کیمرہ ہیک کر کے گھر میں ہی گھس آئے گا۔ وہ ہانیہ کو دیکھنے لگے جس کے چہرے پر اس نامعلوم شخص کے خوف کی کوئی رمق نہیں تھی بلکہ وہاں اس باڈی گارڈ کے لیے چڑ اور تجسس تھا۔

حارث صاحب بھی یہی چاہتے تھے کہ وہ جلد از جلد یہ سب بھول جائے۔ اس لئے وہ مسکرا دیے۔

بہت بہت اچھا، یونو ڈیڈ! سب سے مل کر اتنی خوشی ہوئی مجھے۔ میں آپ کو بتا نہیں سکتی اور میری فرینڈز نے مجھ سے پارٹی" مانگی ہے۔" وہ یاد کر کے مسکرائی۔

بیٹا! کل تو مجھے تین دن کیلئے یو ایس جانا ہے۔" وہ پریشان سے بولے۔"

کوئی بات نہیں۔ پارٹی ویسے بھی کچھ دنوں بعد ہے۔" وہ جھوٹ بولتی لب بھینچ گئی۔"

زبردست، کب ہے مجھے بتاؤ۔ میں عبداللہ سے کہہ کر ساری ارینجمنٹس کروادوں گا۔" حارث صاحب محبت سے اسکے" چہرے کو دیکھ کر بولے تو ہانیہ نے منع کر دیا۔

گھر میں نہیں ڈیڈ!" وہ بولی۔"

اوکے! تو پھر کہاں ہے؟" حارث صاحب نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔"

ابھی نہیں میں ڈیسائیڈ کروں گی ڈیٹ تو پھر بتاؤں گی۔ کوئی کمی نہیں ہونی چاہیے۔" وہ پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔"

نہیں ہوگی کوئی کمی۔ میری جان! ایک ماہ بعد میری بیٹی پارٹی ارینج کرے گی اور وہ بہت شاندار ہوگی۔ ان شاءاللہ ڈونٹ" وری۔" انہوں نے اسکے رخسار تھپتھپا کر کہا تو ہانیہ نے سر ہلا دیا۔

اچھا ڈیڈ! گڈ نائٹ۔" وہ انہیں گڈ نائٹ کس کرتی انکی سائیڈ سے اٹھی۔"

اچھا! بہزاد کو تو لیکر جاؤ گی نا میرا مطلب ہے اسکی موجودگی تمہارے ساتھ ضروری ہے اور اس سے آپ واقف بھی" ہیں۔" حارث صاحب کی بات پر وہ ٹھٹھک کر رکی اور مڑ کر انہیں دیکھنے لگی۔

آئی تھنک اسکی ڈیوٹی ختم ہونے کا ٹائم آٹھ بجے ہے۔" تانیہ نے انھیں یاد دلایا۔ بہزاد کو ساتھ لے جانے کیلئے اسکا کوئی موڈ" نہیں تھا۔

میں اس سے بات کرلوں گا۔ جب پارٹی ہوگی تو وہ تمہارے ساتھ جائے گا۔ یہ اسکی ڈیوٹی کا حصہ ہے اوکے ڈارلنگ گڈ" نائٹ۔" اسکے بگڑتے موڈ کو دیکھ کر حارث صاحب نے بات ختم کی اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا جو اس بات کا اشارہ تھا کہ اب تم جا سکتی ہو۔

ہانیہ کچھ دیر انہیں گھورتی رہی پھر پاؤں پٹخ کر وہاں سے چلی گئی۔اس کے جانے کے بعد حارث صاحب نے بازو آنکھوں سے ہٹائے اور اٹھ کر کمرے کا دروازہ بند کیا۔

****

یہ جنگلی جہنم میں بھی شاید اب میرا پیچھا نا چھوڑے۔" وہ بیڈ پر بیٹھی سوچتے ہوئے مٹھیاں بھینچ گئی۔"

چلو میرے ساتھ، معلوم ہو جائے گا۔" خود پر کمفرٹر ٹھیک کرتی وہ دانت پیس کر خیالوں میں بہزاد کو مخاطب کر کے کہتی" لیٹ گئی۔اسے عجیب عجیب طریقوں سے ٹارچر کرنے کا سوچتے ہوئے وہ ساری رات اسکے دماغ پر چھایا رہا۔

آج سالوں بعد وہ پر سکون نیند سو رہی تھی بغیر کسی خواب کے، بغیر کسی آہ و پکار اور سسکیوں کے۔کل اسے یونیورسٹی جا کر پارٹی ملتوی کرنی تھی کیونکہ اپنے باپ کی غیر موجودگی میں وہ گھر سے باہر نہیں نکلتی تھی اور اگر نکلتی بھی تھی تو سخت سیکیورٹی میں۔اس کے باوجود وہ ایسے کئی حملوں کے نتیجے میں موت کے منہ سے واپس آئی تھی۔

موت کی خواہش تو وہ بہت کرتی تھی پر جب موت سامنے آتی تو ایک انجانا سا سایہ اسے جیسے اپنی طرف کھینچ لیتا تھا۔اسے اپنی آغوش میں لے کر ایسی خواہش کرنے سے باز رکھتا تھا۔

جیسے اسکا بیری کہہ رہا ہو۔ایسا مت کرو اور اب ہانیہ خان کو بہزاد جیسے اجڈ اور ان پڑھ کی صورت ایک قربانی کا بکرا مل گیا تھا۔وہ چاہتی تھی کہ اسے اتنا ٹارچر کرے کہ وہ کبھی بھی کہیں بھی باڈی گارڈ کی جاب کرنے سے توبہ کر لے۔

اس سوچ نے اسکے دل میں جیسے گدگدی سی کی۔ آج کمرے میں ڈراؤنے خواب کے ڈر سے اسکی چیخیں نہیں بلکہ کھنکدار ہنسی گونج رہی تھی۔

*___________*___________*

وہ یونیورسٹی سے آکر کھانے کے بعد اب لاؤنج میں بیٹھی چینل سرفنگ کم اور بہزاد کے بارے میں زیادہ سوچ رہی تھی۔

اسکی آنکھیں اور نام اسکی شخصیت سے کتنے منفرد تھے۔ناسمجھ آنے والے۔۔

اس نے سب کو بتا دیا تھا کہ اسکے ڈیڈ کے یو ایس جانے کی وجہ سے پارٹی فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے۔ جب سے سب نے یہ سنا تھا تو وہ سب ہانیہ کے گھر میں ہی چھوٹی سی پارٹی کے لیے زور دے رہے تھے اور انھیں گرینڈ پارٹی اسکے ڈیڈ کے لوٹنے کے بعد چاہیے تھی۔

ہانیہ نے ابھی حامی تو نہیں بھری مگر وہ اس پر سوچنے کا کہہ چکی تھی۔

قدموں کی چاپ پر ہانیہ ایل ای ڈی سکرین پر دکھتے بہزاد کے عکس سے نظریں ہٹا کر بوکھلاتی ہوئی ریموٹ پر سارا دھیان جما گئی۔

اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ وہ قدموں کی چاپ سے سمجھ گئی تھی کہ اسکے ڈیڈ اسی طرف آ رہے ہیں۔

ہنی! میں نے تمہیں رات کو بتایا تھا نا کہ مجھے یو ایس جانا ہے؟" انہوں نے ہاتھ پکڑ کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرتے یاد" دلایا۔ ہانیہ اداسی سے حارث صاحب کی آنکھوں میں دیکھتی سر اثبات میں ہلا گئی۔

گڈ! میں ابھی نکل رہا ہوں۔ اپنا خیال رکھنا اور کھانا وقت پر کھانا۔" حارث صاحب ہانیہ کو سینے سے لگاتے ہوئے بولے اور" وہ یکدم اداس ہو گئی، اسے تو عادت تھی اس سب کی۔ تقریباً ہر ماہ ہی اپنے باپ کا یوں اکیلے چلے جانا اور اسے تنہا گھر میں گارڈز کے حوالے کر جانا روزمرہ کی روٹین تھی۔ پیچھے وہ گھر کے کونوں میں اداس اور مرجھائی سی پڑی رہتی تھی۔

پہلے تو چلو خیر تھی کوئی اسے کوئی ڈر نہیں تھا پر اب تو اسکے ڈیڈ اسکی حالت کو سمجھ سکتے تھے، وہ کیسے جا سکتے تھے اسے یوں اکیلے چھوڑ کر اور پھر وہ کیا جتاتی ڈیڈ کو؟ ابھی تو اس حادثہ کا اثر بھی کم نہیں ہوا تھا اس پر سے۔ وہ ابھی تک ان گہری نیلی آنکھوں کی وحشت سے خوف زدہ تھی۔ ڈیڈ! پھر آپ کیوں مجھے تنہا کر کے جا رہے ہیں؟ مگر وہ ان سے کچھ بھی نہیں کہہ سکتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اسکے باپ کی زندگی میں جتنی اسکی حیثیت تھی اس سے کچھ زیادہ سٹیٹس اور سٹینڈرڈ کی تھی۔

اوکے" وہ سر ہلا گئی۔ حارث صاحب نے عبداللہ سے گھڑی لے کر کلائی میں باندھی اور کوٹ پہن کر اسکے سر پر بوسہ دیا۔" پھر وہ کچھ فاصلے پر کھڑے بہزاد کے پاس آئے جو اپنی میڈم کے ہر انداز کو دیکھ رہا تھا۔ اس کا مایوس ہونا پھر خود کو سنبھال کر مسکرانا۔

کچھ بھی تو بہزاد کی نظروں سے او جھل نہیں تھا۔ اسے صوفے پر پیر پسارے ہاتھوں کی مٹھی ٹھوڑی پر ٹکائے خیالوں میں گم دیکھ کر، اسے پتا نہیں کیوں اپنی میڈم پر ترس سا آیا۔

اسکا دل کر رہا تھا اس اپسرا کے مکھڑے سے اداسی نوچ کر دور پھینک دے اور اسکے پنکھڑیوں سے لبوں پر مسکراہٹ کے پھول کھلا دے۔

وہ چاہ رہا تھا کہ وہ ویسے ہی چیخے چلائے، ضد کرے۔ اسے الٹے سیدھے ناموں سے بلائے اور وہ اسکا گارڈ ملازم بن کر اس کے ہر حکم کے آگے سر کو خم دے۔

بہزاد ہم تین دن کیلئے یو ایس جا رہے ہیں۔ تمہیں اپنی سانسوں سے زیادہ میری بیٹی کا خیال رکھنا ہے۔ کوئی شکایت نہیں" ہونی چاہیے اور اگر وہ کچھ تلخ کہہ بھی دے تو خاموشی سے سن لینا پر یاد رکھو اسے کوئی ہرٹ نا کرے اور تم کوارٹر میں شفٹ ہو جانا۔ ویسے سیکیورٹی کافی سخت ہے۔ اسکے باوجود بھی تم رات سونے سے پہلے اسکے روم کی کھڑکیوں کو اچھی طرح لاک کر کے چیک کرنا۔ بلکہ روم کے باہر پہرہ دینا، سمجھ گئے؟" وہ عبد اللہ سے بات کرتے ہوئے اسے بھی سخت لہجے میں ہدایات دے رہے تھے۔ جنہیں بہزاد خاموشی سے سن کر سر ہلاتا رہا۔

مجھے تم پر بھروسہ ہے۔" وہ کچھ جتا کر بولے اور بہزاد چھوٹا بچہ نہیں تھا کہ انکی بات نہ سمجھتا۔"

خاموشی سے آنکھیں جھپکتے اس نے ان کے مان کو سر آنکھوں پر رکھا۔

ان شاء اللہ ہمیشہ قائم و دائم رہے گا۔" اس نے یقین دلایا تو حارث صاحب اسکا کندھا تھپتھپا کر ایک بار پھر اپنی بیٹی کی" طرف مڑے اور صوفے کی بیک پر ٹکے اسکے سر پر جھک کر بوسہ دیتے وہاں سے نکل گئے۔

اپنا خیال رکھنا بے بی۔"عبد اللہ نے جاتے ہوئے کہا تو"

وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔

سیاہ شارٹ فراک، سفید ٹراؤزر اور شانوں پر سنہری بال کھلے چھوڑ کر وہ آنکھیں موندے پڑی تھی۔

وہ یہاں سے بھی دیکھ سکتا تھا اسکی پلکیں نم تھیں۔ بہزاد کے دل میں تکلیف سی ہونے لگی۔ پتا نہیں کیسے پر وہ اسکے سحر میں جکڑا جا رہا تھا۔ وہ خود بخود اسکی طرف کھنچ رہا تھا۔

بہزاد جب جب اسے دیکھتا، اسکا دل کرتا اسکی سبز جھیل جیسی آنکھوں میں وہ کھو جائے، اگر وہ کوئی جادوگر ہوتا تو اسے ہمیشہ کے لیے وہاں سے غائب کر کے کسی جادو نگری میں لے جاتا۔

تم کیا مجھے ایسے گھور رہے ہو وائلڈ مین!" اس نے نظروں کی تپش پر گھنی پلکیں اٹھا کر اسکی طرف دیکھا تو اسے خود میں گم" پایا۔ وہ اسے گھورنے لگی پر سامنے والے پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

(گھورنے والی بلا کو گھوریں گے نہیں تو کیا کریں گے میڈم) کچھ نہیں آپ اداس ہیں؟" وہ دل کی دہائی کو نظر انداز کرتا" اس سے سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔ ہانیہ نے اسے تیکھے چتون سے گھورا۔

تم ہوتے کون ہو مجھ سے یہ پوچھنے والے؟" وہ چیختی ہوئی صوفے سے اٹھی اور اسکی طرف خونخوار طریقے سے قدم" بڑھانے لگی۔ بہزاد سمجھ گیا تھا کہ اسے اپنا غصہ نکالنے کا موقعہ مل گیا ہے۔

سو بے کرفل (سو بی کیئر فل)" وہ دل ہی دل میں خود سے بولا۔"

کچن سے چھپ کر جھانکتے ملازموں کو دیکھ کر وہ کوفت سے گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

کیا قیامت ہے یار!" اسکے دل نے بے قابو سی سرگوشی کی۔"

نازک ریشمی سراپا اور قیامت ڈھاتی سبز جھیل سی آنکھوں میں سرخ ڈورے لیے وہ ایک بھڑکتی آگ بنی ہوئی تھی۔

اسکا دل کیا کہ وہ آگے بڑھ کر اسکی ٹھوڑی پر موجود تین سیاہ نقطوں پر اپنی انگلیاں پھیر کر محسوس کرے پر۔۔۔

وہ میری میڈم ہے۔" اور اس جے لیے وہ کیا سوچ رہا تھا۔ !توبہ استغفراللہ"

میں تمھیں کب سے سمجھا رہا ہوں۔ وہ میڈم ہے تیری۔" دماغ غصے سے جتا کر بولا مگر دل بلبلا اٹھا۔"

بہزاد نے گھبرا کر دل پر ہاتھ رکھا۔ ہانیہ جو غصے سے اسے مارنے کے لیے لپکی تھی اسکے تاثرات اور انداز دیکھ کر آنکھیں پھیلائے اسے دیکھے گئی۔

کہیں دماغ سے کھسک تو نہیں گیا۔" اسکے خوف سے دھڑکتے دل نے سرگوشی کی۔ وہ چور نظروں سے آس پاس دیکھنے لگی۔"

سامنے ہی بیرونی دروازے پر دو پولیس گارڈ ہتھیار سمیت الرٹ کھڑے تھے اور کچھ پہرا دے رہے تھے۔

وہ میڈم بعد میں، پہلے میری حسینہ ہے۔" دل سینہ پھلا کر میدان میں اترا پر دماغ اسکی باتوں کی نفی کرنے لگا۔"

کیا بکواس کی تھی دیکھو ذرا۔" اس کا دماغ چلا کر بولا۔ بہزاد کا سارا نروس سسٹم ہل کر رہ گیا تھا۔"

بکواس کیسے؟" دل نے دہائی دی۔"

تم دونوں چپ کرو۔ وہ میری میڈم ہے۔" دماغ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ حلق کے بل چلایا۔"

اسے تجسس سے دیکھتی ہانیہ اسکے دھاڑنے پر آہ کرتی اچھل کر پیچھے ہوئی۔

آر یو اوکے میم؟" پولیس کے سیکیورٹی گارڈ پلٹ کر اسکی طرف بھاگے۔"

یہ۔۔۔ آئی ایم اوکے، گو بیک۔" وہ اپنا سانس بحال کرتی انہیں جانے کا اشارہ کرتی شرمندہ کھڑے بہزاد کی طرف متوجہ ہوئی۔"

کبھی سائکاٹرسٹ کے پاس گئے ہو؟" وہ اپنی اداسی اور غصہ بھلائے اب اسکی طرف متوجہ ہوتی رازداری سے پوچھنے لگی۔"

یہاں آؤ میرے ساتھ۔" وہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی لاؤنج میں آئی۔ وہ اتنی ایکسائیٹڈ تھی کہ اسکا ہاتھ پکڑے پاس بٹھاتی پوری اسکی طرف متوجہ تھی۔"

بتاؤ نا؟ کیا کبھی گئے تھے سائکاٹرسٹ کے پاس اور کب؟" وہ کشن گود میں رکھے ہتھیلیوں پر ٹھوڑی ٹکائے پوچھنے لگی۔"

ہاں گیا ہوں، بلکہ روز صبح شام جاتا ہوں۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھتا فخریہ بولا۔"

روز اوہ مائے گاڈ! پھر؟ پھر کیا کہا اس نے؟" حیرت کا اظہار کرتی وہ اپنی آنکھیں پھیلائے پوچھ رہی تھی۔ بہزاد کی نظریں اسکی ضرورت سے زیادہ کھلی جھیل سی آنکھیں، اسکے پنکھڑیوں سے لب اور لبوں سے نیچے ٹھوڑی کے گڑھے پر بنے تین سیاہ نقطوں پر رک سی گئیں۔"

بہزاد کا دل کر رہا تھا کہ اسے کہیں چھپا دے۔ کسی ایسی جگہ جہاں کوئی اسے دیکھ نہ سکے۔ صرف وہ ہو اور اسکی نک چڑھی مگر معصوم سی میڈم۔

ہیلو! کہاں کھو گئے؟ پھر سے دورہ پڑ گیا کیا وائلڈ مین؟" اسکی نظروں کے سامنے چٹکی بجا کر اس نے اسے حقیقت میں دنیا" میں واپس پٹخ دیا۔

ہوش میں آکر بہزاد کو اپنی اور اس کی حیثیت کا فرق بہت شدت سے محسوس ہوا۔

کہنا کیا ہے اس بے چارے نے۔" اپنی گھنی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہ مسکرا کر بولا۔"

دوسری طرف وہ اسے سر سے پاؤں تک دیکھتی افسوس سے سر ہلانے لگی۔۔

مطلب پھر بھی کچھ تو کہا ہو گا نا؟ کوئی اشارہ کوئی ڈھکی چھپی بات؟" اس نے یاد دلانے کیلئے اشارہ دیا۔ اسے سائکولوگوں" سے انکے حالات کے بارے میں جاننے میں بڑا ہی مزہ آتا تھا۔ جیسے ابھی وہ اس سے پوچھ رہی تھی۔

ہاں میڈم! اشارے بہت دیتا ہے بے چارہ۔"۔ اسے واقعی یاد آیا۔"

واؤ گریٹ! پھر کیسے؟ مطلب کیا کہتا ہے؟ کون کون سے اشارے کرتا ہے؟؟ اوپر سے کیا ڈیمج ہے؟ اب تو اسے نوکری" سے رفع دفع کرنے میں ایک منٹ بھی نہیں لگے گا۔ وہ دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے اس کے دماغ کی طرف اشارہ کر کے پوچھنے لگی۔

اب جب اسکے ڈیڈ آئیں گے تو وہ انہیں کہے گی، دیکھیں کس ڈیمج وائلڈ مین کو اسکا باڈی گارڈ بنا دیا آپ نے۔ جو دن میں دو دفعہ سائکائٹرسٹ کے پاس جاتا ہے۔ وہ کیا اسکی پروٹیکشن کرے گا اور اسکے ڈیڈ سیکنڈ بھی نہیں لگائیں گے اسے نوکری سے فارغ کرنے میں۔

بس میڈم! سارا کا سارا اوپری سسٹم ڈَمج (ڈیمج) ہے۔" وہ اداسی سے بولا اور رہانیہ نے اس گھبرو جوان کو دیکھا۔ جسکے" ، مسلز ایسے تھے کہ بندہ دیکھے تو حیرت سے آنکھیں کھلی رہ جائیں۔ چوڑا سینہ، قد چھ فٹ سے نکلتا ہوا، گہری سیاہ آنکھیں

کھڑی مغرور ناک، سرخ عنابی لب، گھنی داڑھی مونچھیں، ہاں بس بال تھوڑے لمبے تھے جن کی پونی بندھی ہوئی تھی۔ باقی وہ تھوڑا غریب بھی تھا۔ڈریسنگ بھی کچھ خاص نہیں تھی اس کی۔ ورنہ وہ ایک باڈی بلڈر سے کم نہیں تھا۔

اسکی وجاہت کے نظارے تو وہ پہلے دن ہی اپنی یونیورسٹی میں دیکھ چکی تھی۔ جب لڑکیاں اسکے اردگرد منڈلانے لگی تھیں اور اس کے لوسٹینڈرڈ حلیے کی پرواہ کئے بغیر اس کے آگے پیچھے پھر رہی تھیں اور وہ بھی بیہودہ، فلرٹی وائلڈ مین، دو ٹکے کا باڈی گارڈ مسکرا مسکرا کر انکے اشارے پر سر ہلا رہا تھا۔

سو سیڈ" وہ افسوس سے بولی۔"

ابھی سائیڈ (سیڈ) کہاں میڈم ابھی تو وہ اشارے اشارے سے سارے پرزے ختم ہونے کا بتاتا ہے۔ بس ہم غریب کیا" کر سکتے ہیں۔ دکھ بہت ہوتا ہے جب اسے دیکھتے ہیں پر کیا کریں دل پر پتھر رکھ لیتے ہیں۔ ورنہ اسکے اشارے سمجھتے ہوئے یہاں درد ہوتا ہے۔ میڈم بہت درد ہوتا ہے۔" وہ گھمبیر لہجے میں اپنا دکھ بیان کرتا دل کے مقام پر مکا مارنے لگا اور یہ سب دیکھ کر ہانیہ خان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

مطلب وہ ایک مرتے ہوئے انسان سے بات کر رہی تھی۔ یہ سوچ کر ہی اسکا دل پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

تم دکھی مت ہو۔ کوئی نہیں ہے نا تمہارا؟ ڈیڈ نے بتایا تھا پر میں ہوں نا تمہاری میڈم روز ایک اگربتی جلانے جایا کروں گی" اور اللہ سے تمہاری مغفرت کی دعا بھی کروں گی۔ دل بڑا کرو جب تک یہاں ہو کوئی تمہیں تنگ نہیں کرے گا، میں بھی نہیں۔ اللہ تمہارے سارے گناہ معاف کرے بولو آمین۔" وہ کھسک کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتی روتی ہوئی بولی۔

اگربتی؟ مغفرت کی دعا؟؟ گناہ کی معافی؟؟؟" اسکے دماغ میں دھماکے ہونے لگے اور وہ ہونقوں کی طرح پاس بیٹھی اپنی" چھوٹی سی روتی ہوئی میڈم کو دیکھنے لگا۔

کس کی موت ہونے والی ہے میڈم؟" وہ جو سوچ رہا تھا کہ ان پڑھے لکھے امیروں کے بھی عجیب چونچلے ہیں۔ اب اسکوٹر" کو سائکائٹرسٹ کہتے ہیں تو کبھی چوسے ہوئے آم کی گھٹلی کو سیم تو کبھی باڈی گارڈ کو والڈ مین (وائلڈ مین)۔ حد ہے ویسے۔ تمہاری۔۔۔" وہ آنسو صاف کرتی ہوئی اسے ہمت دینے کیلئے بڑے دل سے مسکرائی۔"

وہ ریلیکس سا بیٹھا اب سامنے رکھے جوس کے گلاس کو اٹھا کر پینے کی تیاری میں تھا، اسکوٹر کی جگہ اپنی موت کا سن کر صدمے سے اپنی میڈم کی جانب پلٹا۔ جو نار کنے والے آنسو بہاتی اسے دکھ سے دیکھ رہی تھی۔

تمہاری، تم سائکائٹرسٹ کے پاس گئے تھے۔ جس نے تمہیں کہا تھا کہ تمہارا اوپری سسٹم ڈیمج ہے بلکہ باقی کے پرزے" بھی ختم سمجھو تو اس حساب سے تو تم ایک دو ہفتے ہی جی سکو گے نا یا کم از کم ایک ماہ۔ اس سے بہتر نہیں کہ تم یہ نوکری چھوڑ کر اللہ سے معافی مانگو اپنے گناہوں کی۔ آلریڈی دعا مانگ لو تاکہ بعد میں تکلیف نہ ہو۔ تم تو خوش نصیب بندے ہو جسے پہلے ہی معلوم ہو گیا ہے کہ وہ مرنے والا ہے۔ ہاؤ بیوٹیفل نیچر از۔" وہ آنکھیں صاف کرتی اوپر کی طرف دیکھتی مسکرا کر بولی۔

اور بہزاد! وہ تو اپنی موت میڈم کے منہ سے اتنی جلدی سن کر مرتے مرتے بچا۔ دماغ سنسنا اٹھا دل تڑپ کر کروٹ لیتا منہ موڑ گیا۔ حلق میں جیسے کانٹے چبھنے لگے تھے۔ اسکی صدمے بھری نظریں پاس بیٹھی میڈم پر ٹکی تھی۔

میڈم! اس نے میرے نہیں اپنے لیے اشارے دیے تھے۔ میں کیوں اتنی جلدی مرنے لگا، مریں میرے دشمن۔" اب" کی بار اس کی دہائی پر ہانیہ نے آنکھیں پھیلائیں۔

واٹ ڈو یو مین وائلڈ مین؟" تمہارا مطلب ہے میں مروں، تمہاری میڈم؟ دو ٹکے ملازم تم مجھے بد دعائیں دے رہے ہو؟ ہاؤ" ڈیئر یو؟" وہ گلا پھاڑ کر چیخی۔ اس بار بہزاد نے آنکھیں پھیلائیں۔ یعنی وہ جس کو ہمدرد سمجھ بیٹھا تھا، وہ دشمن نکلی اور اعتراف بھی خود کر رہی تھی۔ یا اللہ یہ کون سا معصوم سال چل رہا ہے؟ جس میں دشمن خود کہیں گے آ دیکھ میں تیرا دشمن ہوں۔ واہ رے ربا! تیری کرامتیں۔" وہ حیرت سے اسے دیکھتا سوچ رہا تھا۔

میڈم! آپ خود ایسا سمجھ رہی ہیں حالانکہ میں نے تو آپکو نہیں کہا کہ آپ میری دشمن ہیں۔" وہ معصومیت سے بولا اور" ہانیہ خود اپنے منہ سے دشمن والے اعتراف کو سمجھ کر سٹپٹا اٹھی۔

وہ میں ابھی کا نہیں کہہ رہی۔ اس دن تم نے مجھے بد دعا دی تھی نا اسکا کہہ رہی ہوں۔" وہ کھسیا کر یہاں وہاں دیکھتی اتنی" معصوم لگ رہی تھی کہ بہزاد کا مرا ہوا دل پھر سے زندہ ہو گیا۔ اپنی آنکھوں میں محبت کا جہاں بسائے اسے دیکھنے لگا۔

بڑی ہی لومڑی خصلت ہے لڑکی کی۔" دوسری طرف دماغ نے دلیل دی۔

اے بکواس مت کر، چپ۔" دل کی غراہٹ پر وہ پھر حلق کے بل چیخا اور اس چیخ پر ہانیہ صوفے پر بیٹھی اچھل پڑی۔ وہ" آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔

تمہیں سائکاٹرسٹ کے پاس جانا چاہیے۔ میری مانو تو ابھی چلے جاؤ۔ میں تمہیں اجازت دے رہی ہوں۔ وہ اسکی حالت کو" مد نظر رکھتے ہوئے بولی۔

اوہ میڈم! ابھی تو وہ شوروم میں کھڑا ہے۔" جوس کا گلاس لبوں سے لگاتے ہوئے اب وہ جان بوجھ کر انجان بنا۔ ہانیہ" سائکاٹرسٹ کا شوروم میں کھڑا ہونے کا سن کر حیران ہوئی۔

وہ وہاں کیا کر رہا ہے؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔"

کھڑا ہے بے چارہ کہ کوئی آئے اور خرید کر لے جائے۔" اس نے اداسی سے کہتے ہوئے اپنے سر کے پیچھے دونوں بازو" باندھ کر صوفے سے ٹکا دئے۔

اس طرح کرنے سے اسکے چوڑے بازوؤں کی رگیں ابھر سی گئی تھیں۔ وہ سٹپٹا کر نظریں پھیر گئی۔ دل کنپٹی میں دھڑکتا محسوس ہو رہا تھا۔ اسکی پیشانی پر گھبراہٹ سے پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے۔ تجسس سے مجبور اس نے جھجھک کر پھر اسکی طرف دیکھا اور ایک بار پھر سیاہ ٹی شرٹ کی ہاف سلیوز سے جھانکتے اسکے مسلز دیکھ کر وہ بوکھلا گئی۔ یکدم آگے بڑھ کر میز پر رکھا بہزاد کے جھوٹے جوس کا گلاس بدحواسی اپنے لبوں سے لگا گئی۔ آنکھیں میچے ایک ہی سانس میں سارا جوس ختم کر دیا۔

بہزاد کی سیاہ آنکھیں مسکرانے لگیں۔ وہ لبوں پر گہری مسکراہٹ لیے اسے دیکھنے لگا۔

جذبات میں جیسے طوفان بپا ہو گیا۔ دل بغاوت پر اتر آیا۔ اسکے باوجود وہ خود کو سنبھالے بیٹھا ہوا تھا۔

وائلڈ مین! میں سمجھی نہیں، کوئی کیوں سائکاٹرسٹ کو خریدے گا؟" وہ الجھ کر اس کا دھیان ہٹانے کے لیے بولی۔"

بس میڈم! پیسے نہیں تھے میرے پاس تو بیچ دیا سالے کو۔ ویسے بھی آپکو بتایا نا کہ اس کے سارے پرزے ناکارہ ہو چکے" تھے اور اوپری سسٹم بھی ڈّمج (ڈیمج) تو شوروم والے کو بیچ دیا۔ اب وہ اسکی تھوڑی مرمت کروائے گا اور پھر چلادے گا قربانی کے گوشت میں۔" قربانی کے گوشت کا سن کر اسکی دھڑکنیں ساکت ہوئیں اور رنگت سپید پڑ گئی۔

وہ کچھ نہیں کہتا تم سے؟ آئی مین کہ کوئی ایکشن نہیں لیتا تمہارے خلاف؟" حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا۔"

ہاہاہا میڈم! وہ بے چارہ کیا کہے گا۔ جیسا مالک کہے گا ویسے ہی تو اسکوٹر کرے گا اور وہ بے جان مشین ہمارے خلاف کیا" ایکشن لے گی؟ ہاہاہا آپ بھی کمال کرتی ہیں۔" اس نے قہقہہ لگایا۔

ہیں!!! اسکوٹر؟" وہ حیرت سے چلائی۔ بہزاد گھبرا کر کھڑا ہو گیا۔"

ہاں آپ ہی تو کہہ رہی تھیں، سائکاٹرسٹ کے پاس نہیں گئے، تو میں جاتا ہوں نا اپنے اسکوٹر کے پاس۔ اب آپ لوگ" پڑھے لکھے لوگ کتے کو پپی کہتے ہیں، اور ہم غریب ان پڑھ لوگ انہیں کتے کے بچے اور آپ لوگ گائے لڑکے کو کہتے ہیں تو ہم دودھ دینے والی گائے کو کہتے ہیں۔ اب آپ بتائیں میری کیا غلطی میں نے سوچا کہ آپ اسکوٹر کو سائکاٹرسٹ کہہ رہی ہیں تو آپکو اپنا حالِ دل سنا دیا۔"۔ وہ سر جھکائے شرمندگی سے بولتا آخر میں متبسم نظریں اٹھا کر اسکی خون چھلکاتی سبز آنکھوں میں دیکھنے لگا۔ ہانیہ تو اس ان پڑھ وائلڈ مین کی بات سن کر غصے سے آگ بگولہ ہو گئی۔

میدے جیسی رنگت والا چہرا لال ٹماٹر ہو گیا۔

گارڈز!!! وہ دونوں ہاتھ کان پر رکھ کر حلق کے بل چلائی۔ اگلے ہی لمحے سیکیورٹی گارڈز بوکھلائے ہوئے بوتل کی جن کی" طرح حاضر تھے۔

میم آر یو اوکے؟" وہ یہاں وہاں گھر میں نظریں دوڑاتے بہزاد کو دیکھنے لگے۔"

اٹھاؤ اس جنگلی کو اور کسی کیچڑ کے ڈھیر پر پھینک کر آؤ۔ میں ابھی اسی وقت اسے نوکری سے فارغ کرتی ہوں۔ اسے اٹھا کر" کسی تالاب میں پھینک آؤ ورنہ میں اس جاہل، ان پڑھ کا قتل کر دوں گی اور اسکے ٹکرے اپنے کتوں کو کھلاؤں گی۔" وہ دھاڑی اور بہزاد اپنا قہقہہ حلق میں روکتا سرخ چہرے کے ساتھ سر جھکائے کھڑا رہا تھا۔

سوری میم سر نے کہا ہے کہ مسٹر بہزاد کے معاملے میں آپکی نادانی کو اگنور کیا جائے۔اسکے علاوہ کوئی حکم؟"وہ سب" معذرت خواہ ہوتے سر جھکا گئے۔ہانیہ شاک سی کبھی انہیں دیکھتی تو کبھی پاس کھڑے بہزاد کو۔

سب کے سب دفع ہو جاؤ ورنہ میں تم سب کی آنکھیں نوچ لوں گی۔"وہ چیختی ہوئی کشن اٹھا کر بہزاد کے منہ پر مارتی اپنی" لہو رنگ آنکھیں رگڑنے لگی۔

معذرت میم!ہم باہر ہیں پر مسٹر بہزاد آپکے ساتھ رہیں گے۔"وہ کہہ کر ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے اور بہزاد" خود کو گھورتی ہانیہ کو دیکھنے لگا۔

اب تم دیکھتے جاؤ میں تمہیں کیسے دفع کرتی ہوں۔ایڈیٹ،نان سینس وائلڈ مین۔"وہ بلی کی طرح اپنے لمبے ناخن اسکے" منہ کی طرف کرتی نوچنے کی خواہش بمشکل دل میں دبائے پاؤں پٹختی آگے بڑ گئی۔

میڈم!"وہ پر سوچ سا اسے پکارنے لگا۔ہانیہ خونخوار سی اسکی طرف پلٹی۔"

سر نے کہا تھا کہ میں آپکے ساتھ رہوں۔ایک پل کے لیے بھی آپکو اکیلا نہیں چھوڑوں تو کیا روم میں" بھی۔۔۔؟؟" بہزاد اسکا پھینکا ہوا کشن دونوں ہاتھوں سے سینے میں بھینچے اسکی رنگت اور بھی سرخ کر گیا۔

وہ اسکا مطلب اچھے سے سمجھ گئی تھی اس لیے آگے بڑھتے اسکے بالکل سامنے آکر کھڑی ہو گئی۔

اگلے ہی پل اسکا چھوٹا سا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا اور فضا میں "چٹاخ" کی آواز گونج اٹھی۔

کچن سے جھانکتے ملازمین کے سر بوکھلاہٹ میں ایک دوسرے سے ٹکراتے واپس اندر گھس گئے اور گارڈز بھی الرٹ ہو کر کھڑے ہوئے۔

سارا سسٹم ہی اپنی اوقات میں آگیا تھا،بہزاد کے تینوں سسٹم بھی۔

دماغ،حلق اور دل۔۔۔

سمجھ گئے؟"وہ سینے پر بازو باندھے اسے دیکھنے لگی۔جواب ایک ہاتھ کی کھا کر الرٹ ہو گیا تھا بلکہ اب شریف بچہ دِکھ رہا" تھا۔

جی میڈم!" کشن ہاتھ میں پکڑے وہ سر ہلا گیا۔"

شاباش وائلڈ مین اب جا کر اپنی اوقات میں وہاں کھڑے ہو جاؤ۔" وہ انگلی سے سامنے دیوار کی طرف اشارہ کرنے لگی" جہاں وہ پہلے سے کھڑا تھا۔

اور کوئی حکم اس باڈی گارڈ جیسی ناچیز کیلئے میڈم؟" وہ اسکی تمسخر بھری سبز جھیل سی آنکھوں میں دیکھتا بولا۔"

ہاں یہ جو کشن ہاتھ میں پکڑے کھڑے ہو یہ خاندانی وراثت میں نہیں لائے تم۔ وہاں رکھو اور اپنی حیثیت کی گولی کھا کر" اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔" وہ کہہ کر اپنے شولڈر کٹ گولڈن بال جھٹکتی ہوئی سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

وہ تو آپکو دیکھ کر پوری کھل گئی ہیں میڈم۔" کشن کا صوفے کی طرف نشانہ لے کر اسکی جگہ پر پھینکتا ہوا وہ اپنی اوقات" میں آکر کھڑا ہو گیا۔ اب ملازموں کے چہروں کی دبی دبی سی ہنسی کو سمجھتا وہ دانت پیس رہا تھا۔

پھر سارا دن وہ روم میں بند رہی۔ صرف ڈنر کے وقت ہی باہر نکلی۔ گلابی ٹی شرٹ سیاہ ٹراؤزر اور گلابی سلیپرز پہنے وہ پژمردہ سی چیئر کھسکا کر بیٹھ گئی اور ٹیبل پر سر ٹکا دیا۔ ملازمہ اسکی پلیٹ میں کھانا سرو لگی۔ وہ بہت غور سے اس مرجھائی ہوئی پری کو دیکھ رہا تھا۔

جیسے اسکی سوجی آنکھیں بتا رہی تھیں کچھ نا بچا ہو زندگی میں۔۔۔ جیسے وہ اپنی چیخوں سے اپنے اندر کی وحشت کو دبانا چاہتی ہو۔ چند لقمے لینے کے بعد وہ واپس سر ٹیبل پر ٹکائے سامنے رکھی خالی ویران کرسیوں کو دیکھنے لگی۔

پتا نہیں کیوں اسے دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے وہ کوئی صحرا میں بھٹکی ہوئی معصوم پری ہو۔

جو اپنے پر کہیں کھو چکی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ واپس اپنے روم میں چلی گئی۔ بہزاد بھی کھانا کھانے کے بعد دو چیئرز اٹھا کر نیچے لاؤنج میں رکھ کر بیٹھ گیا۔ سیکیورٹی گارڈز نے بیرونی گیٹ بند کر دیا تھا۔ سارے کمروں کی لائٹیں آف ہو گئی تھیں سوائے اسکی میڈم کے روم کے۔ باقی سب اپنے اپنے کوارٹرز میں چلے گئے اور اس آشیانے میں سناٹا چھا گیا۔ وہ کرسی کی پشت سے سر ٹکائے سامنے روم کے دروازے پر نظریں ٹکائے بیٹھا تھا۔

اماوس کی رات تھی ہر طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھایا ہوا تھا۔

وہ سفید کپڑوں میں ملبوس لرزتی کانپتی سیڑھیاں اترتی نیچے آرہی تھی۔

چہرا خوف سے سفید تھا، آنکھیں خشک مگر وحشت سے پھیلی ہوئی تھیں۔ پورے گھر میں وحشت بھری معصوم سسکیاں گونج رہی تھیں۔

لہو میں بھیگا ایک ہاتھ پیٹ سے نکلتے خون پر تھا تو دوسرا ہاتھ اٹھائے اسکی طرف وہ چیختی ہوئی آرہی تھی۔ اسے خون کی الٹی آئی اور وہ اب روتی سیڑھیاں اترنے لگی۔

پر سیڑھیاں ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھیں۔

وہ بھاگ کر اس سسکتے معصوم وجود کو تھامنا چاہتی تھی، خود میں چھپانا چاہتی تھی۔

پر سیڑھیوں کا ایک نا ختم ہونے والا سلسلہ جاری تھا۔ وہ جیسے جیسے قدم بڑھا رہی تھی سیڑھیاں بھی بڑھتی جارہی تھی۔

اچانک اس وجود نے اپنی نظریں گھمائیں اور سیاہ لبادے میں چھپے اس درندے کو دیکھا جو اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

اسے دیکھتے ہی وہ مزید خوفناک ہوگئی اور اسکی طرف لپکتی چیختی اسے مارنے نوچنے کے لیے بڑھنے لگی پر وہ صرف منہ کو حرکت دے رہی تھی۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔

پر آواز۔۔۔ آواز اسکے پاس نہیں تھی۔

وہ روتی بے بس سی نیچے لاؤنج میں تڑپتی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

جہاں وہ معصوم وجود کبھی اسے دیکھتا تو کبھی اس سیاہ فام کو۔ کبھی اسکی ویران پھیلی وحشتناک آنکھیں روم میں پڑے وجود کو دیکھتیں۔

بھاگو" اچانک ہی لاؤنج کی فضا میں ایک دل خراش چیخ بلند ہوئی۔"

مام!! آہ!!!! بیری!!! بیری!!" روم کی فضا میں اسکی خوفناک چیخیں گونج رہی تھیں۔ وہ ہاتھ پاؤں بیڈ پر مارتی پسینے میں بھیگی" لرزتی چیخیں مار رہی تھی۔

مام! رکو۔۔۔مام!! بیری!!" وہ بے بسی سے نیند میں دھاڑیں مارتی بیڈ شیٹ کو نوچ رہی تھی۔ باہر جو ابھی بہزاد کی چیئر پر" بیٹھنے سے آنکھ لگی تھی اس چیخ و پکار پر ہڑبڑا کر کھلی۔

وہ اپنے حواس بحال کرتا ہانیہ کے روم سے آتی چیخوں پر گھبرا اٹھا اور سیڑھیوں کی طرف دوڑ لگا دی۔ جب تک سیکیورٹی گارڈز پورے گھر میں پھیل چکے تھے۔

دھاڑ کے ساتھ ٹانگ مار کر اس نے دروازہ کھولا تو وہ سامنے بیڈ شیٹ نوچتی خوف سے آنکھیں چھت پر ٹکائے چیخیں مارتی مام! بیری!!" کی صدا لگا رہی تھی۔"

میڈم! میڈم!!" وہ بھاگتا اسکے پاس بیڈ پر بیٹھا اور اسکے دونوں ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیتے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔" کچھ سیکیورٹی گارڈز روم کی چیکنگ کرنے کے بعد اسکے دورے کو سمجھتے وہاں سے نکل گئے۔ اب بہزاد اسکے رخسار تھپتھپا کر اسے ہوش کی دنیا میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

بچاؤ اسے،، بچاؤ وہ مار دیں گے۔ میری مام اور بیری کو مار دیں گے۔ مار دیا میری مام کو۔ مار دیا مام!!" وہ چھت کو گھورتی روتی" ہوئی دھاڑیں مار کر اس سے ہاتھ چھڑواتی اپنے منہ پر مارنے لگی۔

میڈم!" وہ بے بس کچھ نا سمجھتا اسے کھینچ کر سینے سے لگا چکا تھا اور اسکے لرزتے سسکتے ہچکیاں بھرتے وجود کو بانہوں میں" بھر کر اسکی کمر سہلانے لگا۔

ڈیڈ!وہ مام کو مار گئے۔ڈیڈ!آپ بچائیں اسے۔ڈیڈ!!بیری کے پیچھے ہیں۔ڈیڈ!!میرے بیری کو بچائیں۔"وہ بہزاد کے سینے پر ہاتھ مارتی اسے جھنجھوڑنے لگی اور وہ بے بس سا اسے دیکھتا رہا۔

میڈم ہوش میں آئیں۔"وہ پریشان ہوتا اسے مسلسل چیختے دیکھ کر اس کا چہرہ صاف کرتا گال تھپتھپا کر بولا اور رہانیہ اس" گھمبیر آواز پر خاموشی سے چھت سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھنے لگی۔

اسکے لبوں کی پھڑپھڑاہٹ کو دیکھتے اسکی برستی آنکھیں بہت کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھیں پر چیخنے سے حلق میں پڑی خراشوں نے اب اس میں کچھ بھی کہنے کی ہمت نہیں چھوڑی تھی۔

کیا ہوا؟؟"بہزاد نے محبت نرمی سے پوچھا۔وہ پتھر سی سخت لڑکی پھوٹ پھوٹ کر روتی اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچ کر" اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

اسے بچالو باڈی گارڈ!میرے بیری کو بچالو۔اسکے پیچھے ہیں وہ۔۔تم اسکے پاس جاؤ۔۔۔اسے مار دیں گے وہ۔"وہ التجائیں" کرتی سسکی۔اسکا نازک روئی سا وجود اسکے بازوؤں کے حصار میں لرز رہا تھا۔

بہزاد نے اسکا درد اپنے دل میں محسوس کرتے اسے سینے میں بھینچ لیا اور اسکے سر پر نا محسوس انداز میں لب رکھے۔۔

کہاں ہے وہ؟کہاں سے بچاؤں بتاؤ مجھے؟"اسکے پچکار کر پوچھنے پر وہ اسے آنکھیں اٹھا کر دیکھنے لگی۔بہزاد کی سیاہ آنکھوں" کی سفیدی کو سرخی میں تبدیل ہوتے دیکھ کر وہ پھر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ابھی گیا ہے۔اسے بچاؤ،جاؤ بھاگو وہ مار دیں گے میرے بیری کو۔جاؤ باڈی گارڈ پلیز جاؤ۔"اسکی شرٹ کے کالر کو مٹھیوں" میں جکڑے روتی ہوئی بمشکل بھاری اٹکتی آواز گلے سے نکال پائی تھی۔

تم سو جاؤ۔میں بچالاؤں گا تمہارے بیری کو شاباش۔"بہزاد نے اسے اپنے گلے سے لگائے اسکو تسلی دی۔"

کوئی نہیں بچاتا۔وہ بھی مر گیا وہ۔۔۔وہ روتا رہا۔بھاگتا رہا،یا اللہ۔۔۔۔۔یا اللہ۔"وہ سسکیاں بھرتی زخمی چڑیا کی طرح" پھڑپھڑاتی اوپر دیکھتی صدائیں لگانے لگی۔

اسکی تڑپ کو محسوس کرتا بہزاد کی آنکھیں نم ہو گئیں۔

میڈم! بہزاد نے اسے پکارا اور وہ بکھری سسکتی اسکے کندھے پر سر ٹکائے روتی رہی۔ اس نے اسکے نازک ہچکیاں بھرتے " وجود کو اپنے مضبوط بازوؤں میں بھرا اور اسے سیدھا کر کے بیڈ پر بیٹھایا۔

نظریں بے ساختہ سامنے لگی دیوار گیر تصویر پر گئیں۔

جس میں سیاہ مسکراتی آنکھوں والا چھوٹا سا لڑکا گھٹنوں کے بل گھاس پر منہ بنائے بیٹھا سامنے کھڑی گلابی فراک میں سفید گڑیا سی دو پونیوں والی لڑکی کے ہاتھ سے اسٹرابیری کھا رہا تھا۔

وہاں سے نظریں ہٹا کر اس نے پورے روم پر ڈالی تو دھک سے رہ گیا سارے روم کی دیواروں پر کچھ بھی نہیں تھا صرف اس سیاہ آنکھوں والے لڑکے اور فیملی تصویروں کے۔

گھر تو یہی تھا پر یہاں کے جو مکین دکھائے گئے تھے تصویر میں وہ کہاں تھے؟؟ اس تصویر کے صرف دو ہی وجود بچے تھے ایک ہانیہ خان۔ یقیناً وہ سبز آنکھوں والی سفید گڑیا ہی تھی اور دوسرا حارث خان۔ وہ سیاہ آنکھوں والا بیری بھی تو نہیں تھا۔

بیری! اسٹرا!!" بہزاد کے اسٹرا کی بڑبڑاہٹ پر اسکے کندھے پر سر رکھے غنودگی میں پڑی ہانیہ خان مسکراتی ہوئی کسمسائی" اور جیسے اسکا نام سن کر نیند میں بھی وہ خوش ہوئی ہو۔

اسٹرا!!" اس نے پھر حیرت سے اس کا نام لیا۔"

وہ پھر مسکراتی سر ہلانے لگی۔

!ہمم۔۔ تم اسٹرا ہو؟ وہ بیری تھا؟؟ اسٹرابیری"

وہ سرگوشی کرنے لگا۔

رات آہستہ آہستہ سرکنے لگی اور وہ اسے دیکھتا رہا۔

کب اسکی دھڑکنوں نے رفتار پکڑی اسے معلوم ہی نہ ہوا۔

وہ ابھی اسکے کندھے پر سر رکھے بیٹھی تھی اور بہزاد اسے دیکھ رہا تھا بغیر پلکیں جھپکائے۔

اسکے نازک سے وجود سے اٹھتی مہک کو گہرا سانس لے کر اپنے اندر اتارا۔ ایک بازو اسکی نازک کمر میں ڈالا اور دوسرے سے تکیہ درست کرتے آہستہ سے نازک کانچ کی گڑیا کی طرح اسے بیڈ پر لٹایا اور اسکی ٹی شرٹ درست کرتے اسکے اوپر بلینکٹ ڈالا۔۔۔

کاش! میڈم!! میں آپ کے بیری کو بچا پاتا۔" اس کے ماتھے سے بال سنوارتے وہ سرگوشی کرتا کھڑکیاں چیک کرتے" انہیں اچھی طرح لاک لگا کر لائٹ آف کر کے دروازہ کھول کر باہر آیا تو سامنے ہی سیڑھیوں پر گارڈز کو کھڑا پایا۔

میم! ٹھیک ہیں؟" ان میں سے ایک نے پوچھا تو بہزاد نے سر ہلایا۔"

سو گئی ہیں۔" بہزاد نے بتانا ضروری سمجھا۔"

انکی ایسی حالت اکثر ہوتی ہے۔ پورا خاندان دشمنوں نے ختم کر دیا۔ بے چاری تب سے ایسی ہی ہیں۔ کبھی پھول کی طرح تو" کبھی پتھر بن جاتی ہیں۔" ایک عمر رسیدہ گارڈ افسوس سے کہتا سر نفی میں ہلاتا وہاں سے چلا گیا۔

بہزاد اسکا پرسنل گارڈ، پروٹیکشن کیلئے تھا تو کسی نے شور نہیں کیا اسکے روم میں رکنے پر۔

وہ سر جھٹکتا واپس اپنی جگہ پر آیا اور ٹانگیں سامنے رکھی چیئر پر پھیلا کر کرسی کی پشت سے سر ٹکاتے اسکے روم کے دروازے کو دیکھنے لگا جو بند تھا پر لاک وہ توڑ چکا تھا۔

اسکے وجود پر وہ ریشم سا لمس تھا اور آنکھوں میں اس کی بکھری حالت۔

دھڑکنیں ایک الگ لے پر دھڑک رہی تھیں۔

ماتھے پر بلوں کی تعداد سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کسی گہری سوچ میں ہے۔

*___________________*_________________*

میں جھلاؤں؟" وہ اسے جھولے پر جھولتے دیکھ کر آگے بڑھا۔ ہانیہ نے یونیورسٹی جانے سے انکار دیا تھا تو اب وہ ایسے ہی" گھر میں گھوم پھر کر تھکتا ہوا اسکے پاس آیا۔ ہانیہ نے آواز پر شاک سی کیفیت میں اسکی طرف دیکھا۔

آج تک کسی کی ہمت نہیں ہوئی تھی یوں اسکے پاس آئے یا ضروری بات کرنے کے علاوہ اسے مخاطب بھی کرے۔ پر یہ نہ صرف اس سے الجھتا تھا بلکہ کل رات اسے سینے سے لگائے بیٹھا تھا۔

رات کا منظر نگاہوں کے سامنے سے گزرا تو اسکے چہرہ سرخ پڑ گیا اور وہ چہرہ موڑ کر خاموشی سے جھولنے لگی۔

عربی میں ایک محاورہ ہے "الخاموشی نیم رضا۔" وہ مسکراتا ہوا اسکی غصے بھری آنکھوں میں دیکھتا اسکے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

تم اپنی اوقات بھول رہے ہو، میں کون ہوں؟" وہ سخت لہجے میں کہتی دانت کچکچانے لگی۔"

اوقات ہمیں یاد ہے۔ ہم وہ نہیں جو اوقات بھول جائیں یا بھلانے دیں۔ رہی بات آپ کون ہیں؟ وہ تو آپکو معلوم ہو گا" آپ کون ہیں؟ باقی ہم خادم آپکو کیا بتائیں آپ کیا ہیں؟" وہ مسکرا کر آخر میں معنی خیزی سے بولتا اسکی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کر گیا۔ وہ اب اسے آہستہ سے جھلانے لگا۔ ہانیہ مزید بحث کے موڈ میں نہیں تھی اس لیے خاموش بیٹھی رہی۔

سنو وائلڈ مین!" کچھ توقف کے بعد وہ بولی تو بہزاد نے اسکی پشت پر پھیلے بالوں کو دیکھا۔"

حکم کریں۔" اس نے سر کو خم دیا۔"

میں رات کو گھر میں پارٹی ارینج کر رہی ہوں۔ تم لاؤنج سے سارے صوفے اور ٹیبلز ہٹا دو۔" وہ آہستہ سے جھولے میں" رکھے تکیے پر سر رکھے لیٹ گئی۔ بہزاد اسے دیکھنے لگا۔

لیمن کلر کے فراک میں اسکی میدے سی رنگت دہک رہی تھی۔ گلابی رخسار، چھوٹی سی ناک اور ٹھوڑی کے گڑھے پر موجود سیاہ تین نقطوں نے اسے آتش فشاں بنا دیا تھا۔ اسکے دونوں ہاتھ مضبوط زنجیر پر ٹکے تھے اور سیاہ چمکیلی آنکھوں میں اس قاتل حسینہ کا سراپا جھلملا رہا تھا۔ چھوٹے سے گلابی پھولوں والی بیل والے اس جھولے میں لیٹی وہ کوئی اپسرا الگ رہی تھی۔

وہ یک ٹک اسے دیکھتا آہستہ آہستہ جھولا جھلا رہا تھا۔

یہ اسکی نظروں کی تپش ہی تھی کہ اس نے گلابی گالوں پر سایہ فگن سنہری خمدار پلکوں کی باڑ اٹھا کر اسے دیکھا۔ بہزاد کو خود محو دیکھ کر اسکی سانسیں سینے میں ہی اٹک گئیں۔

جاؤ تم!" وہ ایک پل کو آنکھیں میچ کر اس سے لرزتی آواز میں بولی۔"

جاؤں؟" گھنی مونچھوں تلے لبوں پر تبسم سجائے اس نے پوچھا۔"

ہاں جاؤ۔" وہ سختی سے بولی۔"

جاؤں؟؟" ایک بار پھر اس نے پوچھا۔ اس بار ہانیہ نے غصے سے پھولے نتھنوں کے ساتھ اسکی طرف دیکھا۔"

آئی سیڈ گیٹ آؤٹ۔" وہ دھاڑی پر وہ اثر لئے بغیر قہقہہ لگانے لگا۔"

جو آپکا حکم۔" وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔ ہانیہ جیسے اسکی سیاہ آنکھوں کے طلسم میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ آنکھیں" موندے گہرے سانس بھرنے لگی۔ اسکی یہ حالت ان سیاہ سحر انگیز آنکھوں سے چھپی نہ رہ سکی تھی۔ لبوں پر گہرا متبسم پھیلا ہوا تھا۔

تیز میوزک، ہنسی اور قہقہوں کے بیچ وہ مسکراتی ہوئی وہ پچھلی رات کی حالت سے یکسر مختلف لگ رہی تھی۔ ملازمین ٹرے ہاتھ میں پکڑے اسکے دوستوں کو ٹھنڈے مشروبات سرو کر رہے تھے۔

پارٹی کی ساری ارینجمنٹس اس نے اپنی نگرانی میں کروائی تھی۔

کوئی ایک طرف بنے ڈانس فلور پر سلو رومانٹک میوزک پر ڈانس کر رہا تھا تو کوئی ٹیبل پر رکھی مختلف ڈشز سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

پر بہزاد کی نظریں اس نک چڑھی حسینہ پر تھیں۔

مسٹرڈ اور سیاہ امتزاج کی لمبی میکسی میں بالوں کا بن بنائے، کانوں میں سفید ہیرے پہنے، خوبصورت روئی سے ہاتھوں میں سافٹ ڈرنک کا گلاس پکڑے وہ کسی بات پر ہنستی، اسکے دل پر بجلیاں گرا رہی تھی۔

ہنی! کوئی بات چلانا اس ہاٹ مین سے۔" زوبی اسے کندھا مارتی ہوئی سامنے ہاف سلیوز ٹی شرٹ میں کھڑے بہزاد کی" طرف اشارہ کرنے لگی۔

کونسی بات زوبی؟" تانیہ نے سنتے ہی ہانیہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ابرو سکیڑے۔"

تم دونوں بکواس بند کرو۔ وہ میرا سو کالڈ باڈی گارڈ ہے۔ کوئی ہاٹ شاٹ مین نہیں، دفع کرو اس ٹاپک کو اور میرا موڈ مت بگاڑو۔" زوبی کے جواب دینے سے پہلے وہ غصے سے کہتی ان دونوں کے پاس سے ہٹ گئی۔ اب وہ دونوں ایک دوسرے کو غصے سے گھورنے لگیں۔

"اگر تم نہ آتی بیچ میں تو آج میری بات سیٹ ہو جاتی باڈی گارڈ سے۔" زوبی غصے سے گھورتی مٹھیاں بھینچتی وہاں سے چلی گئی۔

"تمہارا مائے فٹ! وہ صرف تانیہ کا ہے صرف میرا۔" وہ گلاس پر اپنی پکڑ سخت کرتی غصے سے بولی۔

"ہنی! تمہارا پلان تیار ہے؟" سیم نے سرگوشی سے پوچھا۔ سونیا بھی آنکھیں پھیلائے تجسس سے بہزاد کو دیکھ کر پھر اسے دیکھنے لگی۔

"ہاں!" وہ مسکرا کر اک ادا سے آنکھیں گھما کر بہزاد کو دیکھنے لگی۔

"آج کی پارٹی کے بعد سمجھو یہ دنیا سے ہی آؤٹ۔" سیم معنی خیزی سے بولا۔ ہانیہ کا دل دھڑک اٹھا پر وہ ہڑبڑا کر نظریں پھیر گئی۔

اسکے سامنے کل رات کا منظر گھوما۔ اپنا نچلا لب بے دردی سے دانتوں تلے دبائے خالی نظروں سے ملازمہ سے بات کرتے بہزاد کو گھورنے لگی۔

"میرا بس چلتا تو مار دیتا کمینے مڈل کلاس سڑک چھاپ کو۔" سیم سرخ آنکھوں سے بڑبڑایا۔

"کیوں یار اس لیے کہ اس نے تمہیں چوسے آم کی گھٹلی کہا؟" سونیہ نے لب دبا کر شرارت سے پوچھا اور پھر زوردار قہقہہ لگایا۔

"شٹ اپ سونی!" سیم نے غصے سے جھڑک دیا۔

اس نے خود کو سمیر سے سیم کر دیا تھا اور سونیا اسکی چچازاد پلس منگیتر تھی۔ دونوں کی پسند سے یہ رشتہ بنا تھا اور جلد ہی دونوں نکاح کے پاک بندھن میں بندھنے والے تھے۔

جیسے جیسے رات گہری ہوتی گئی شور وہنگامہ اپنے عروج پر جاتا گیا۔

یار ڈانس وانس کا پروگرام ہے یا صرف ایسے ہی ٹھونستے رہنا ہے؟" دو کپلز نے آکر ہانیہ سے کہا تو وہ بہزاد کو دیکھنے لگی۔"

دو منٹ۔" اس نے دو انگلیاں بلند کرتے اس سے کچھ کہا۔"

واؤ ہنی!" زوبی اسکے بلند بازو کے مسلز کی پھولی رگیں دیکھ کر ہانیہ کے کان میں گھسی۔"

واٹ نان سینس زوبی!" وہ سرخ چہرے کے ساتھ اسے جھڑکتی اپنا بازو چھڑوا کر الگ ہوئی۔ اسی پل ملازمہ ایکسکیوز کرتی" اسکا موبائل اسے تھما گئی۔

تم نے پارٹی گھر میں ارینج کی ہے اور مجھے انوائٹ نہیں کیا وجہ جان سکتا ہوں؟" وہ موبائل لے کر ایک سائیڈ پر آئی۔" موبائل کان سے لگاتے ہی ہادی کی غصے بھری آواز گونجی۔

ہانیہ نے کوفت سے گہرا سانس لیا۔

لسن ہادی! تم اچھی طرح جانتے ہو میں نے کیوں تمہیں انوائٹ نہیں کیا پارٹی میں؟ فالتو کے جھوٹ میں نہیں بولتی، صاف" بات ہے بس۔ نہ میں اس خوشگوار ماحول میں تمہیں دیکھنا چاہتی ہوں اور ایم شیور نہ ہی تم۔ وہ ٹھہر ٹھہر کر بولی۔ ہادی کے لبوں پر معنی خیز مسکراہٹ چھب دکھا کر غائب ہوگئی۔ اس نے جتاتی نظروں سے اپنے ڈیڈ کو دیکھا جو غصے سے موبائل کو گھور رہے تھے وہ خاموشی سے اٹھ کر چلے گئے۔

ہاں اب کیوں تمہیں میرا دیکھنا اچھا لگے گا ہانیہ خان؟" انکے جاتے ہی ہادی ریلیکس سا صوفے پر بیٹھا ایل ای ڈی کا والیوم" بڑھا کر کہتا کال منقطع کر گیا اور ایک "کس ایموجی" رومیصہ کے نمبر پر سینڈ کر کے مزے سے مووی دیکھنے لگا۔

ڈھیٹ کہیں کا۔" وہ موبائل کو گھورتی رہ گئی۔ خبردار اب کسی کی بھی کال کا مجھے بتایا تو، چاہے کال ڈیڈ کی ہی کیوں نا" ہو۔" موبائل ملازمہ کو تھما کر وارن کیا۔

میوزک باڈی گارڈ" وہ ہاتھ اوپر کرتی اسٹیج پر آکر سیٹی بجاتی بولی اور وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھنے لگا۔ اسی پل بہزاد کے" اشارے پر لاؤنج کی ساری لائٹس آف ہوگئیں اور ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔

لڑکیاں اور لڑکے خوشی سے چیخیں مارنے لگے۔ مدھم سی سرخ روشنی ہر طرف پھیل گئی جس میں صرف ایک دوسرے کے موجود ہونے کا احساس ہو سکے۔

ماحول کو محسوس کرتے سب کی سانسیں تھمنے لگیں اور دھڑکنیں میوزک کا کام کرنے لگیں۔

ہانیہ خاموشی سے سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اچانک ہی خاموش فضا میں گلاسوں کی کھنک اور مدھم مدھم رومانوی میوزک کے سُر گونجنے لگے۔

ماحول کا اثر ہانیہ کو بھی اپنے حصار میں جکڑنے لگا۔

اسکی سانسوں کی رفتار بڑھنے لگی اور ماتھے پر جانے کیوں پسینے کے قطرے نمودار ہوئے۔ اسکی دھڑکنیں بڑھ رہی تھیں اور احساسات ایسے تھے جیسے کوئی اپنا قریب آ رہا ہو۔

ہوش سنبھالتے ہی اس نے کئی پارٹیاں اٹینڈ کی تھیں۔ اپنے ڈیڈ کے ساتھ، ہادی کے ساتھ اور دوستوں کے ساتھ بھی مگر ایسا حال اسکا کبھی نہیں ہوا تھا۔

اب جیسے اسکی زندگی گنگنانے لگی تھی۔ وہ کسی روایتی شرماتی ہوئی لڑکی کی طرح اندھیرے میں ہی اپنی بھیگی ہتھیلیاں دیکھنے لگی۔

اسے کسی کے بھاری قدموں کی دھمک اسکی طرف بڑھتی محسوس ہونے لگی۔

ہانیہ سخت گھبرائی ہوئی تھی۔

Ohh hooh hooh ohh….

سب کپلز نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے اور مسکراتے ہوئے اسٹیج پر آئے تو کوئی جہاں کھڑا تھا وہیں ہی جھومنے لگا تھا۔

ہانیہ اندھیرے میں جھومتے لوگوں کے بیچ ساکت کھڑی تھی۔

اسکے فرینڈز کو معلوم تھا کہ نہ وہ ڈانس کرتی تھی اور نہ ہی ڈرنک پسند کرتی تھی تبھی کوئی اسے فورس نہیں کرتا تھا بلکہ سب کے الگ الگ کپل بنے ہوئے تھے۔ وہ ان سب کے مختلف پرفیومز کی مہک میں دبی کھڑی تھی۔

Ohh hooh hooh ohh

I had a feeling that your

holding my heart and

I know that it is true,

ہیلز کی ٹک ٹک پر وہ سماعتیں ٹکائے لب کاٹ رہی تھی۔ اسے لگا کوئی بہت قریب آ گیا ہے اسکے۔

دفعتاً اسے اپنی پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا اس سے پہلے کہ وہ مڑ دیکھتی یا کچھ کہتی، اپنی پشت پر موجود انسان کی جرات پر ششدر رہ گئی۔

وہ جو کوئی بھی تھا اسکی نازک کمر میں آہستہ سے ہاتھ ڈالے اسے پیچھے سے اپنے حصار میں لے چکا تھا۔ اسکی مضبوط انگلیوں کی چبھن اپنی نازک کمر پر محسوس کرتے وہ سانس لینا بھول گئی۔

"کک کون ہو تم؟" گردن پر تیز دہکتی سانسیں محسوس کر کے وہ لرزتی آواز میں بولی۔

"اسٹرا!" ایک سرگوشی سی اسکے کان میں ہوئی۔ اسکے کان کھڑے ہو گئے۔

"بیری!!" وہ بند ہوتی سانسوں سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھتی مڑنے لگی تھی کہ تبھی اسکا دوسرا بازو اسکے کندھے پر آیا۔

"If you want to feel me in your heart."

گھمبیر لہجے میں سرگوشی ہوئی ہانیہ نے آنسو بہاتے جلدی سے سر ہلایا۔ پیچھے کھڑا وجود مسکرا دیا۔

"Just close your eyes and feel me, I'm in your heart straw. Feel the beats of my heart what says to you."

اپنے کندھے پر اسکی سانسوں کی تپش محسوس کرتے اسکے سحر انگیز لہجے نے ہانیہ کو مسمرائز کر دیا تھا۔ ہانیہ نے اسکی پشت پر سر ٹکاتے آہستہ سے آنکھیں بند کر دیں۔

وہ اب مدھم سی سانسیں لیتی مسکرا رہی تھی اور وہ وجود فتح مندی سے مسکراتا سارے ماحول پر نظر ڈال کر اسکی سیکیورٹی پر تمسخرانہ مسکراتا ہوا اسے اپنے حصار میں لئے جھوم رہا تھا۔

Ohh hooh hooh ohh

I had a feeling that your

holding my heart and

I know that it is true,

You wouldn't let it be

broken apart'coz it's

much to dear to your,

Forever we'll be

togather no one

can broken us apart,

For our love will

turly be a wonderful

smile in your heart

When the night comes

andI'm keeping your

heart how i feel so

much more secure

You wouldn't let me

close my eyes,

so i can see you

through and through

You're a sweet tender

lover we are so much

in love I'm not afraid

when you're far away

Just give me a smile

in your heart...

You brighten my day

Showin' me my direction

You're comin' to me

And givin' me inspiration

How can i ask for more

from you my dear

maybe just a smile in

Your heart...

I'm always dream in' of

being in love but now

I know this is true

Since you come into

My life it's true love

That had found

ماحول نے سب کو غافل کر دیا تھا اور وہ سب پر نظریں ڈالتا اپنے حصار میں قید کھڑی اپنی اسٹرا کو دیکھنے لگا۔ وہ بالکل مورتی کی طرح اسکے ساتھ جھول رہی تھی۔ جس پر متبسم لبوں سے اس نے اچانک ہی اسکا رخ اپنی طرف کیا وہ سانسیں روکے اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

"پھر سے چھوڑ کر تو نہیں جاؤ گے نا؟" وہ سسکی۔

"میں تمہاری دھڑکنوں میں ہوں۔ روتی کیوں ہو؟" ٹھوڑی سے پکڑ کر اسکا چہرا اوپر کرتے اسکی بند آنکھوں کو دیکھا اور جب ہانیہ نے آنکھیں کھولنی چاہیں تب اسنے اسکی کمر میں دونوں بازو ڈالتے ہوئے اسے قریب کر لیا اور اس کی آنکھوں پر لب رکھتے دوسرا ہاتھ پیچھے سے سرکاتے اسکی گردن پر رکھ دیا۔

"بیری!" وہ سمٹ گئی۔ اسکے لب سرکتے ہوئے اسکی ٹھوڑی پر موجود تین تل پر ٹھہر گئے۔ وہ گہرا سانس بھرتی اسکے چوڑے کندھوں کو مضبوطی سے تھام گئی۔ جب دونوں کی سانسوں کی رفتار بڑھی تب اس نے آہستگی سے اسکے پنکھڑیوں سے لبوں پر اپنے لب رکھ دیے۔

وہ بے جان سی ہوتی اسکے بازوؤں میں سمٹ گئی۔

اسکی انگلیاں اسکے رخسار سہلانے لگی اور وہ آہستہ آہستہ اسکے ساتھ میوزک کی لہروں پر جھولنے لگی۔

Ohh , I pray that you

wouldn't leave me

Whatever may come along

But if you do i won't

feel so bad just give

me a smile in your heart...

Your brighten my day

Showin' me my direction

You're comin' to me

And givin' me inspiration

How can i ask for more

From you my dear

Maybe just a smile

in your heart...

Your brighten my day

Showin' me my direction

You're comin' to me

And givin' me inspiration

How can i ask for more

From you my dear

Maybe just a smile

in your heart...

Give me a smile

In your heart...

میڈم!" میوزک بند ہو گیا ساری لائٹس آن ہو گئیں سب خاموش سے کھڑے اسٹیج پر اکیلی کھڑی ہانیہ خان کو جھولتے" دیکھ کر دبی دبی ہنسی کے ساتھ سرگوشیاں کررہے تھے۔ یہ سب بہزاد سے برداشت نہ ہوا تو وہ کاؤنٹر سے ہٹ کر اسکے پاس آیا اور دو تین بار اسکا نام پکارا۔ اس کے بعد کندھے سے ہلا کر اسے ہوش کی دنیا میں واپس پٹخا۔

کک کیا ہوا بیری؟" وہ ہڑبڑا کر ہوش میں آتی بولی۔ چاروں طرف طوفانی قہقہے گونج اٹھے۔ وہ اب مکمل حواسوں میں آتی" ماحول کو سمجھتی بیری کو وہاں نہ پاکر شرمندہ ہو گئی۔

"تو وہ اسکا وہم تھا؟ پر کیسے اس نے تو اسے اپنے دل سے محسوس کیا تھا بالکل قریب سے اسکی سانسیں محسوس کی تھیں۔" اسکا دہکتا لمس اسکے لبوں پر تھا۔ اسکی سانسوں کی تپش اسکے چہرے کو سرخ کررہی تھی۔ اپنے گالوں پر اسکی انگلیوں کا لمس۔۔۔ سوچ کر ہی وہ لڑکھڑا گئی، بہزاد نے اسے تھاما۔

آپ ٹھیک ہیں؟" ہانیہ سر ہلاتی اس سے الگ ہوئی۔"

وہ نظریں جھکائے اسٹیج سے اتری اور خود سے الجھتی سب دوستوں کی معنی خیز نظریں اگنور کرتی ایک کونے میں کھڑی ہو گئی۔

ہاہاہا۔۔۔ مجھ سے کہہ دیتیں میں ڈانس کرتا تمہارے ساتھ بلکہ دنیا کا خوش نصیب لڑکا تصور کرتا خود کو اور تمہیں کھلی" آنکھوں سے یوں خواب تو نہ دیکھنے دیتا۔" سیم اسکے پاس آتا قہقہہ لگا کر بولا۔

شٹ اپ سیم ہر وقت انسان مذاق کے موڈ میں نہیں ہوتا۔" ایک تو وہ اپنی کیفیت نہیں سمجھ پارہی تھی اوپر سے سیم کی" بکواس۔

ایم سوری ہنی! اس سٹوپڈ کی طرف سے میں تمہیں سوری کرتی ہوں ڈارلنگ۔" سونیا اسکا غصے سے سرخ چہرہ دیکھتی بولی" اور سیم کو کالر سے پکڑ کر گھسیٹتی وہاں سے لے کر چلی گئی۔

آہستہ آہستہ ایک ایک کر کے پھر سب ہی رخصت ہو گئے اور وہ نارمل ہوتی سب سے مسکرا کر ہاتھ ملاتی بمشکل اپنے پاؤں پر کھڑی تھی۔ کچھ ہی دیر میں گھر میں صرف اسکے ملازم اور بہزاد کے علاوہ وہ خود بچی تھی۔ اس نے بہت مشکل سے خود کو پلان کیلئے تیار کیا۔ پھر اس نے بہزاد کی طرف دیکھا۔

وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ اسکی لڑکھڑاہٹ پر اس کی سیاہ آنکھوں میں ناگواری سی اتری تھی۔

ایک سرد بر فیلا تاثر جو کسی کو بھی کپکپانے پر مجبور کر دے۔ اسکے جبڑوں کی رگیں پھولی ہوئی تھی اور ماتھے پر لاتعداد بل تھے۔

وہ اسے دیکھتی مسکراتی ہوئی ایک چیئر پر بیٹھ گئی اور اسکی پشت سے سر ٹکا کر اپنی آنکھیں موند لیں۔

میڈم! روم میں چلیں۔" وہ اسکے لہجے میں سختی نوٹ کر کے بمشکل مسکراہٹ دبائے نشیلی سبز آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے" لگی۔

پر مجھ سے تو چلا نہیں جائے گا اتنی۔۔۔ لمبی سیڑھیاں میں کیسے چڑھوں گی۔" وہ معصومیت سے لڑکھڑاتی آواز میں بولتی" آنکھیں پٹپٹا کر سیڑھیوں کو دیکھنے لگی۔

بہزاد چلتا ہوا اسکے سامنے آیا۔ وہ اسکی پاگلوں والی کیفیت کچھ دیر سے نوٹ کر رہا تھا۔ اسے قریب محسوس کرتے ہانیہ نے اپنی پلکوں کی باڑ اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

قریب سے بہزاد کی نظریں سیدھا اسکی ٹھوڑی پر موجود تین نقطوں سے ہوتی اسکے گلاب جیسے لبوں پر آئیں اور ٹھہر سی گئی۔

تم! لے جاؤ مجھے روم میں۔" اس نے ہاتھ بلند کر کے اسکی طرف بڑھایا۔ وہ اسکے لبوں سے نظریں ہٹا کر اسکی آنکھوں میں" دیکھنے لگا۔

جس پر اسکی آنکھوں میں مخصوص تبسم کھلا، سر کو خم دیتے اس نے وقفہ لیے بغیر آگے بڑھ کر اسے اپنے مضبوط و توانا بازوؤں میں بھرا۔ ہانیہ کی دھڑکنیں اس اچانک افتاد پر منتشر ہو گئیں۔

وہ خوفزدہ سی اسکے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"چھچھ چھوڑو مجھے۔" وہ خود کو اسکی بانہوں میں پا کر مچل اٹھی۔ حالانکہ یہ اسکے پلان کا حصہ تھا پر اسکا لمس۔۔۔

"اگر اسے دفع کرنا ہے تو بی ریلیکس ہانیہ۔" وہ خود کو ہمت دینے لگی اور اس منحوس سیم کے اتنے خطرناک پلان پر لعنت بھیجی۔ گہرا سانس بھرتے جب بہزاد نے اسے بیڈ پر لٹایا تب اس نے اسکا کالر پکڑ لیا۔ بہزاد نے اسکی دونوں اطراف میں ہاتھ ٹکاتے خود کو گرنے سے بچایا اور اسکی آنکھوں میں دیکھتے مسکراہٹ روکی۔

"اس کھیل سے پہلے خود کو تیار تو کر لیتیں میڈم!" وہ ہنس کر کہنے لگا۔ ہانیہ کی پہلے ہی جان ہوا ہو رہی تھی یہ بات سن کر اسکی رنگت سپید پڑ گئی۔

"کک کیسا کھیل؟ کون سا کھیل وائلڈ مین؟" وہ گھبراتی ہوئی اسکی سیاہ مسکراتی آنکھوں میں دیکھنے لگی اور خشک لبوں پر زبان پھیرتے سامنے دیکھا جہاں اسکے موبائل کا کیمرہ ریکارڈنگ کر رہا تھا۔ بہزاد مسکراتا ہوا سر ہلا کر اٹھا اور ایل ای ڈی کے پاس رکھے موبائل کو اٹھا لیا۔

"ہم اڑتی چڑیا کے پر گن لیتے ہیں میڈم! پھر یہ کیا بچگانہ کھیل ہے۔ میرے جیسا باڈی گارڈ گوگل والے ڈبے سے بھی ڈھونڈو گی تب بھی نہیں ملے گا۔" موبائل اسکی طرف پھینکتے وہ مسکرایا۔ ہانیہ گوگل میں ہی الجھ گئی۔

"کیا گوگل وائلڈ مین؟" وہ مصنوعی غصے سے چیختی اٹھ بیٹھی۔

"ارے میڈم! ناراض کیوں ہوتی ہیں۔ یہ آپکے سامنے جو نہیں ہے موبائل میں گوگل والا ڈبا جہاں سے سب کچھ مل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شادی کیلئے نوکری سے چھوکری تک اس سے ڈھونڈ لیں۔ میرے جیسا شریف معصوم باڈی گارڈ ملے تو کہنا۔"

گوگلی۔۔۔ گوگل؟" وہ بڑبڑائی اور پھر حیرت سے اسے دیکھا اگلے ہی لمحے اسکا قہقہہ روم کی فضا میں کھنک پیدا کر گیا۔" بہزاد کھسیا کر سر کھجانے لگا۔

دفع ہو جاؤیو ایڈیٹ سائکاٹرسٹ کو اسکوٹر۔ گوگل کو گوگلی والا ڈبا۔" وہ ہنستی ہوئی تکیہ اٹھا کر اسے مارتی بولی۔ بہزاد" مسکراتا اسے ہنستے دیکھنے لگا۔

کتنی معصوم تھی وہ، خود سے انجان۔۔

مسکراتی رہا کریں اچھی لگتی ہیں معصوم لڑکی۔ میں باہر بیٹھا ہوں۔" اسے دیکھتے ہوئے وہ بولا اور بالکونی کے گلاس ڈور کا" لاک چیک کر کے پردے برابر کر دیے۔ کھڑکیاں بند کر کے خاموشی سے خود کو تکتی ہانیہ کی جانب پلٹا۔

آپ کے منصوبے پر دکھ بہت ہوا میڈم اتنا بڑا اور برا قدم نہیں اٹھاتے۔ میں صرف باڈی گارڈ نہیں آپکا سایہ احساس" ہوں۔ یہ جان لیں کہ جب میں نے یہ نوکری شروع کی تھی تب سے آپکے اگلے قدم، آپکی اگلی سوچ تک رسائی و معلومات رکھتا ہوں اور ابھی جو یہ چوسے آم کی گھٹلی جیسے لوگ آپکو ایسے منصوبے بنا کر بتا رہے ہیں کل پھر یہی اشتہار لگائیں گے۔ اپنے سوائے کسی کو اپنا مت سمجھیں اور اپنی عزت کرنا سیکھیں۔ اگر میں برا ہوتا اور کوئی قدم اٹھا لیتا تو آپ مجھے روک نہیں پاتی میڈم! اور پھر کل یہ ہی لوگ آپ کو برا کہتے۔ اس لیے دوسروں کی سوچ پر چلنے سے بہتر ہے اپنے دماغ کی سنیں، اگر میں آپکو اپنے حلیے، اپنی غربت اور اپنی کم تعلیم کی وجہ سے برا لگتا ہوں تو بے شک سر کے آتے ہی مجھے یہاں سے نکال دیں۔" بہزاد اسکے جھکے سر اور انگلیاں مروڑنے پر نظریں ڈال کر دروازہ لاک کرتا وہاں سے چلا گیا۔

اور ہانیہ کچھ دیر پہلے کے اسٹیج پر تماشے اور بہزاد کی باتوں کے زیر اثر بے سدھ پڑی رہی۔

اسکی سیاہ آنکھیں، اسکا ٹھہر ٹھہر کر بولنا، آنکھوں میں تبسم سجائے اگلے بندے کو سحر زدہ کرنا۔

یہ سب تو اسکے بیری کی نشانیاں تھیں۔ وہ سن سے وجود کے ساتھ کچھ دیر بند دروازے کو گھورتی رہی۔

کاش! یہ سب کچھ سچ ہوتا۔ بیری! تم زندہ ہوتے۔" وہ سسکیاں بھرتی چھت کو گھورنے لگی۔ بہزاد کی باتیں سوچتے اسے" خود سے گھن آنے لگی۔ بے شک وہ اسکا پلان نہیں تھا پر وہ اس پر عمل کیسے کر سکتی تھی۔

ٹھیک ہی تو کہتا تھا کہاں وہ اسکے سامنے چڑیا سی کہاں وہ باڈی بلڈر سا۔ اگر وہ برا یا گندی ذہنیت کا ہوتا تو اب تک شاید ہی وہ دنیا میں ہوتی۔

.پر وہ ایسا نہیں تھا۔ اسے آئینہ دکھا گیا تھا کہ کوئی اپنا نہیں ہوتا صرف اپنے آپ کے علاوہ

سوچتے ہوئے مدھم مسکراہٹ لبوں پر سجائے وہ گہری نیند کی وادیوں میں اتر گئی تھی۔

پھر سارا دن وہ اس سے نظریں چراتی رہی اور وہ بہانے بہانے سے اسے چڑاتا رہا۔ آخر کب تک وہ غصہ نہ کرتی یا اپنی چیخنے کی عادت سے باز آجاتی۔

اپنے ڈیڈ کی واپسی پر وہ ڈر رہی تھی کہ بہزاد ان سے کچھ کہہ نا دے۔ پر ہانیہ نے شکر ادا کیا کہ اس نے کوئی ایسا ویسا ذکر نہیں کیا اور ہانیہ خان واپس سے ہانیہ خان بن گئی۔

البتہ سیم نے جو اسے آئیڈیا دیا تھا اس کا نتیجہ پوچھنے پر ہانیہ نے اسے بری طرح جھڑک دیا۔ سونیا اور سیم دونوں نے اس سے معافی مانگی۔ ہانیہ نے کچھ دن ناراضگی جتائی اور پھر وہ ٹھیک ہوگئی۔

*______________*____________*

اماں!" رومیصہ کھانا لے کر چارپائی پر ضعیف ولاغر وجود والی روبینہ بیگم کے پاس بیٹھی۔"

جس پر انہوں نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں۔

تمہارے ابا آگئے رومی؟" اپنی کپکپاتی آواز میں پوچھتیں وہ رومیصہ کی جان نکال گئیں۔ بے ساختہ اس چھوٹی سی لڑکی کی" آنکھوں سے گرم پانی نکلا۔

اماں! آنے ہی والے ہوں گے۔ آپ کھانا کھائیں۔" اس نے آنکھیں دوپٹے سے پونچھتے سوپ کا چمچہ بھر کر انکے منہ کی" طرف کیا۔

نہیں ہم تینوں تو ساتھ کھانا کھاتے ہیں پھر تم کیوں مجھے پہلے کھلا رہی ہو۔ تمہارے ابا ناراض ہوں گے۔ انکی خواہش کا" احترام کرنا چاہیے ہمیں کہ ہم ساتھ کھانا کھائیں۔" وہ سر نفی میں ہلاتیں اسے سسکیاں بھرنے پر مجبور کر گئیں۔ یہ اسکی ماں کی روز کی باتیں تھیں اور روز ہی وہ ایسے زار و قطار روتی تھی۔

اچھا! کھانا ساتھ کھائیں گے۔ آپ یہ دوا کھالیں۔ ابا نے کہا ہے۔" اس نے اپنی ماں کے چپکے گال پر ہاتھ رکھتے محبت سے" کہا تو وہ اسے ویران نظروں سے دیکھنے لگیں۔

اس نے کہا ہے ؟" خوشی سے پوچھا گیا۔ اس کا دل پھٹنے کے قریب ہو گیا۔"

جی!" اس نے مسکراتے ہوئے بمشکل اپنی چیخیں گلے میں روکیں اور انکے منہ میں سیرپ کا چمچ ڈالا۔ رومیصہ انکی آس" بھری نظروں کو دیکھ رہی تھی۔ جن میں لکھا تھا کہ کب لاؤ گی اپنے ابا کو جو کام پر گئے تو کبھی لوٹ کر نہ آئے۔

وہ آنکھوں ہی آنکھوں سے سمجھتی سر ہلانے لگی اور انہیں سوپ پلا کر ان کے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے انکا منہ نیپکن سے صاف کیا۔

دو کمروں پر مشتمل یہ چھوٹا سا ڈربے نما گھر ایک غریب ملازم نواز کا تھا۔ جسکی ایک ہی بیٹی تھی رومیصہ۔

وہ ہنسی خوشی زندگی گزار رہے تھے۔ رومیصہ ابھی دسویں میں تھی کہ ایک دن اس کے بابا اسے اسکول ڈراپ کر کے خود ملازمت پر گئے مگر انکی خون میں لت پت لاش ہی واپس آئی۔

تب سے روبینہ بیگم کی یہی حالت تھی۔ وہ اپنے شوہر کی موت کے بعد بستر سے لگ گئی تھیں اور باپ کا سایہ سر سے اٹھ کے بعد کڑی دھوپ کی تپش سے وہ اکیلی پندرہ سولہ سال کی معصوم لڑکی گھبرا گئی تھی۔ گھر کے اخراجات بجلی و گیس کے بل اور کھانا پینا یہ سب اسے پریشان کرنے لگے۔

پڑھائی چھوٹ گئی۔ ماں دواؤں کیلئے بستر سے لگی پڑی تھی۔ ان سب حالات سے تنگ آکر رومیصہ نے ایک پھولوں کی دکان پر کام کرنا شروع کر دیا۔

لائٹ نہیں تھی، گیس نہیں تھی۔ تین وقت کا کھانا نہیں تھا پھر بھی وہ جی رہیں تھی۔

پڑھائی کو چھوڑنے کا غم ایسا تھا کہ ساری ساری رات وہ جاگ کر روتی رہتی تھی۔

تھک ہار کر اس نے سوچا جس طرح گھر وہ کا گزارا کر رہی تھی اسی طرح اپنی پڑھائی کو بھی ساتھ گھسیٹ لے گی۔ اللہ کا نام لے کر اس نے پھر سے قدم بڑھایا اور پرنسپل سے اپنے حالات بیان کیے تو انہوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اتنا کیا کہ اسے پرائیوٹ ایگزامز دینے کیلئے اجازت دے دی اور اسکی فیس بھی معاف کر دی۔

زندگی یونہی گزر رہی تھی کہ ایک دن ٹھنڈا ہوا کا جھونکا اس سے ٹکرایا اور ایک بھاری خوبصورت آواز پر اس نے نظریں اٹھائیں۔

سامنے ہی سفید شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ہادی چوہان اپنی خوبصورت شخصیت کے ساتھ کھڑا تھا۔ ایک پل کو وہ ساکت ہوئی اور اسی لمحے ہادی نے بھی گلاب سے نظریں ہٹا کر اس معصوم کلی کو دیکھا۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ اسکی بڑی بڑی نشیلی آنکھوں میں دیکھ کر اسکی دھڑکنیں خود بخود بڑھ گئیں۔

وہ ان آنکھوں میں خود کو ڈوبتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔ رومیصہ کو اپنی بے خودی کا احساس ہوا تو وہ شرمندہ ہوتی سرخ چہرے کے ساتھ نظریں جھکا گئی۔

کیا چاہیے ؟" اس نے کپکپاتی آواز میں ہاتھ مروڑتے پوچھا تھا۔ ہادی اسکی کیفیت سمجھتا مسکرانے لگا۔"

اسے بھول گیا تھا کہ وہ یہاں کیوں آیا ہے ؟ کس وجہ سے آیا ہے ؟ اسے یاد تھا تو صرف اتنا کہ سامنے موجود لڑکی نہیں، اسکے خیالوں و خواب کی منزل ہے۔ وہ اسکے ایک ایک نقش کو دیکھتا دنیا سے غافل ہو گیا تھا۔

تم !" اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ رومیصہ نے اپنی بے خودی پر خود کو کوستے غصے بھری نظریں اٹھائیں۔ ہادی نے اسکی" غصے بھری آنکھیں دیکھ کر اپنے جواب کو دماغ میں دہرایا تو وہ خجل ہو گیا۔

سوری میرا مطلب تھا کہ تم ایک سرخ گلاب کا بکے دے دو۔" وہ بات بنا گیا تو رومیصہ سر ہلاتی اسکے لیے تازہ گلابوں کا" بکے تیار کرنے لگی اور تب تک وہ اسکے سر پر کھڑا اسکے ہاتھوں کی کارکردگی دیکھنے لگا۔

بکے لے کر وہ چلا گیا تو رومیصہ کو اپنے ارد گرد وہی ویرانی محسوس ہوئی۔ دل اداس ہو گیا اور وہ مایوس ہو کر بیٹھ گئی۔ ابھی کچھ دن ہی گزرے تھے۔ وہ اسکے سحر سے آزاد بھی نا ہو پائی تھی کہ پھر سے اسکی بھاری آواز سنائی دی۔

اس نے مسکراتے ہوئے اپنا وہم سمجھا اور سر اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نا کیا۔

رومیصہ!" بھاری گھمبیر آواز میں اس کا نام پکارا گیا اور وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنی آنکھیں پھیلا کر اس اجنبی کو اپنا" نام پکارتے سنا۔

،آ۔۔۔ آپکو میرا نام کیسے معلوم ہوا؟" وہ ناپسندیدگی اور کچھ خوف سے پوچھنے لگی۔ سامنے کھڑا ہادی دلچسپی سے اس انوکھی" معصوم اور چھوٹی سی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔

مجھے یہ بھی معلوم ہے تمہیں سرپرائز اور چاکلیٹس بہت پسند ہیں۔ اس لیے میں آ گیا تمہیں سرپرائز دینے۔ کیسا لگا اور یہ" چاکلیٹ؟" اس نے ایک بڑا سا سرخ گلابوں کا بکے اسکے سامنے کیا اور ساتھ چاکلیٹس بھی۔ حواس باختہ سی رومیصہ گھبرا کر کچھ قدم پیچھے ہوئی۔

اسے گھبراتا دیکھ کر ہادی بکے وہیں رکھتا اور دوسرا اسکا بنایا بکے لے کر کاؤنٹر پر پیسے رکھتا اسے ششدر چھوڑ کر چلا گیا اور پھر یہ اسکا معمول بن گیا تھا۔

رومیصہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی اس غریب لڑکی کی زندگی میں یوں کوئی خیالوں کا شہزادہ آئے گا اور اسے اس طرح چاہے گا۔ پر یہ حقیقت میں اسکے ساتھ ہو چکا تھا۔ وہ اسکی محبت کی شدت کے سامنے ہار بیٹھی اپنی غربت بھلا کر۔

اسکی محبت کے اظہار کے بدلے اپنی محبت اس پر آشکار کرتے وہ ہادی کو آسمانوں تک پہنچا گئی اور ہادی اس پر ایک گھنا سایہ بن گیا۔ اسے روز کی غلیظ نظروں سے محفوظ رکھنے کیلئے اسے گھر بیٹھا دیا اور سارے گھر کے اخراجات خود اٹھانے لگا۔

اسکے گھر میں لائٹ گیس سب کچھ پھر سے آ گیا تھا اور وہ گھر میں بیٹھی اپنی ماں کا خیال رکھتی اپنی پڑھائی مکمل کر رہی تھی۔

ہاں کبھی کبھی اسکی خواہش پر وہ اس سے ملنے ضرور جاتی تھی پر نہ ہادی اس سے زبردستی کوئی غلط حرکت کرتا تھا نہ ہی اسکی حیا اسکا گریز اسکے قدم آگے بڑھاتی تھی۔ وہ اس سے ملتی کچھ وقت باتیں کرتی پھر وہ اسے گلی کے سامنے ڈراپ کر کے چلا جاتا۔

اپنی ماں کو دوائی کھلا کر وہ اسٹڈی ٹیبل پر آئی اور ایف ایس سی پارٹ ون کے امتحان کی تیاری کرنے لگی۔ کمرے کی خاموش فضا میں اسکا موبائل وائبریٹ ہونے کی آواز آئی۔ اس نے ایک نظر اپنی ماں کی بند آنکھوں پر ڈالی اور باہر صحن میں آگئی۔

السلام علیکم کیسی ہو لٹل گرل؟" بہرام ملک کی آواز موبائل اسپیکر سے گونجی وہ مسکرا دی۔ "

وعلیکم السلام الحمد اللہ میں ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟" اس نے جواب دیکر پوچھا"

بہرام نے جواب دیتے اسکی ماں کی طبیعت کا پوچھا۔ جس پر اس نے آج کی صورتحال بتائی تو وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

ان شاءاللہ جلد صحت یاب ہو جائیں گی۔ میں کریم سے کہہ کر دوائیں بھجوا رہا ہوں۔ وہ ٹائم پر دینا اسے "۔ اسکے کہنے پر" رومیصہ نے سر ہلا کر جی کہا۔

اور بتاؤ کوئی پرابلم تو نہیں ہے نا؟" اس نے ہادی کا پوچھا تھا۔ "

نہیں ایسی کوئی پرابلم نہیں، اگر ہوئی بھی تو آپ دور نہیں اور آج اس نے مجھے ڈائمنڈ کا سیٹ دیا تھا گفٹ میں۔ آئی تھنک" پچاس لاکھ کا ہے۔" وہ مسکراتی ہوئی اسے بتانے لگی جو کریم اسے پہلے ہی بتا چکا تھا۔

ہمم! خیال رکھنا اپنا اور بے فکر رہو کریم کی تم پر پوری نظر ہے۔ تم محفوظ ہو، کوئی بھی پریشانی ہو تو کال کرنا۔" اس نے کہا تو" رومیصہ سر ہلا گئی۔

جی میں جانتی ہوں۔ آپ مجھے اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔" وہ معصومیت سے کہتی اسے مسکرانے پر مجبور کر گئی۔ "

شاباش لٹل گرل!" اسکی شاباشی پر وہ اداسی سے مسکرا دی۔ "

کاش یہ شاباش آپ سامنے بیٹھ کر دیتے۔" اسکے دل کی بات زبان پر آگئی اور دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ کچھ ہی دیر" میں خدا حافظ کہتے کال منقطع ہو گئی۔ رومیصہ دل مسوس کر رہ گئی۔

گہرا سانس بھرتی وہ واپس روم میں آئی اور ایک نظر موبائل پر ڈالتے اپنی ماں کے پاس ایک طرف سکڑ کر لیٹ گئی۔

--------------------------*

آج صبح کی فلائٹ سے حارث صاحب واپس پاکستان آئے تھے۔ صبح نو بجے ٹھیک وقت پر بہزاد موجود تھا۔

سر بہزاد آیا ہے۔"عبد اللہ نے اطلاع دی۔"

تم اسے اندر بلاؤ۔"عبد اللہ کو اس نے حکم دیا اور سامنے بیٹھے فواد صاحب کو دیکھا۔"

السلام علیکم سر کیسے ہیں؟"بہزاد کی بھاری آواز پر حارث صاحب نے اسکی طرف دیکھا اور ہولے سے مسکرائے۔"

وعلیکم السلام تم بتاؤ جاب کیسی جا رہی ہے؟" حارث صاحب نے پوچھا تو وہ مسکرا کر اپنے دل اور دماغ کو ڈپٹتا خوش دلی سے" انہیں مطمئن کر گیا۔ اسکے مطمئن جواب پر زخمی دل اچھل کود کرنے لگا۔ بہزاد اپنے دل و دماغ کی وجہ سے پریشان تھا کہ اچانک کونسی بیماری پڑ گئی ہے دونوں کو۔

پرسوں تک تو ٹھیک تھے پر اب اپنی نک چڑھی میڈم کو دیکھ کر ایک (دماغ) منہ پھیلا لیتا تو دوسرا (دل) ٹھنڈی آہیں بھرتا اسے "کچھ کچھ ہوتا ہے" کا احساس دلاتا تھا۔

فواد صاحب نے اسے سر سے پاؤں تک دیکھا۔ وہ کالے بالوں کی پونی بنائے، کالی آنکھیں، کھڑی مغرور ناک، سرخ سپید رنگت اور گھنی داڑھی مونچھوں کے ساتھ کھڑا تھا۔ چہرے سے تو رئیس زادہ تھا پر کپڑوں میں مار کھا گیا تھا۔

اسکے قد و قامت سے وہ بھی متاثر ہوئے تھے پر اسکی شخصیت دیکھتے ہوئے حارث صاحب کی عقل کو کوسا کہ اس جوان لڑکے کو اپنی جوان و خوبصورت بیٹی کیلئے باڈی گارڈ رکھا تھا۔

واٹ آ سرپرائز انکل! کافی دن بعد آئے ہیں آپ؟" سیڑھیاں اترتی سیاہ و سفید مکس کلر کے اسکرٹ اور سفید ٹاپ میں" سیاہ ہائی ہیل پہنے کندھے پر بیگ لٹکائے، گولڈن بالوں کی اونچی پونی بنائے وہ بہزاد پر ایک سرسری نظر ڈال کر فواد صاحب سے بولی۔

ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ہماری شہزادی اپنے انکل سے ملنے آتی ہے کہ نہیں پر افسوس ہمارا انتظار، انتظار ہی رہا۔" وہ اٹھ کر" بولے تو ہانیہ ہنستی ہوئی انکے پاس آئی۔

اف سوری انکل! آپکو معلوم ہے نا ابھی کچھ دن ہی ہوئے ہیں یونی جاتے، وقت ہی نہیں ملتا۔ ان شاء اللہ پرسوں ضرور" آؤں گی۔" وہ ان سے پیار لیتی بولی۔

اسے اپنا خیال رکھنے کی تاکید کرتے وہ واپس بیٹھ گئے۔

خدا حافظ سر!" بہزاد فواد صاحب پر ایک سرسری نظر ڈال کر حارث صاحب سے کہتا ہانیہ کے پیچھے چلا گیا۔"

تم پاگل ہو؟ تم نے اتنے جوان لڑکے کو ہانیہ کا باڈی گارڈ بنا دیا ہے۔" انکے جاتے ہی فواد صاحب نے حارث کی طرف اپنا" رخ کیا اور غصے سے گویا ہوئے۔

اس میں پاگل والی کیا بات ہے میں نے تمہیں بتایا تھا کہ اس لڑکے کو باڈی گارڈ بنایا ہے تب تو تم نے کچھ نہیں کہ۔" حارث" صاحب کو ان کا بے وجہ کا اعتراض پسند نہیں آیا تھا۔

تب میں نے اسے دیکھا نہیں تھا۔" حارث صاحب انکے لہجے میں چھپے شبہات محسوس کر گئے تھے۔"

فضول شبہات مت پالو۔ لڑکا اچھا ہے۔ اسکے حلیے پر مت جاؤ اور نہ ہی شکل پر۔ اسکے کردار کو دیکھو۔ ایکدم صاف، چمکتا" کردار ہے۔ میرے یو ایس جانے پر پیچھے صرف یہی تھا ہانیہ کے ساتھ اور ملازموں کا کہنا ہے اس نے بہت اچھے سے خیال رکھا ہانیہ کا بلکہ اس نے تھپڑ بھی مارا تو ہنس پڑا۔ دوسری بات مجھے اپنی بیٹی پر پورا بھروسہ ہے۔" حارث صاحب متاثر کن لہجے میں بولے اور بات ختم کی۔ فواد چوہان ان پر ایک غصیلی نظر ڈال کر کھڑے ہو گئے۔

مجھ سے زیادہ تمہیں معلوم ہو گا۔ چلتا ہوں آج رات آ جانا میٹنگ ہے۔" انہوں نے کہا تو حارث صاحب سر ہلا گئے۔ پھر" حارث صاحب کو سوچوں میں چھوڑ کر فواد صاحب چلے گئے۔

عبد اللہ! یہاں آؤ۔" انہوں نے اپنے خاص آدمی کو بلایا جو سر کو خم دیتا پاس آیا۔"

تم نے اچھے سے تفتیش تو کی تھی نا اس لڑکے کی۔" وہ مضطرب ہو کر پوچھنے لگے۔"

یس سر! میں نے ثبوتوں کے ساتھ اسکا کردار پیش کیا تھا۔ آپ کسی اور سے بھی کرواسکتے ہیں۔" اس نے جواب دیا تو" انہوں نے سر نفی میں ہلایا۔

یقین ہے تم پر اور یہ لڑکا لہجے اور دیکھنے سے ہی معلوم ہو رہا ہے کہ اچھا ہے۔" وہ بول کر صوفے سے اٹھ کر اپنے کمرے" میں چلے گئے۔ عبداللہ نے سر جھٹکا اور واپس اپنی جگہ پر الرٹ کھڑا ہو گیا۔

وہ اس جنگلی بیوقوف سے باڈی گارڈ کا سوچتے مسکرانے لگا۔

---------------------------*

باڈی گارڈ! تمہارے پاس کوئی ڈھنگ کے کپڑے نہیں ہیں؟" وہ گاڑی میں بیٹھتی اسکے کپڑوں پر نظر ڈالتی نخوت سے" بولی۔ بہزاد لب بھینچ کر رہ گیا۔

آپ کو میرے کپڑوں سے کیا لینا دینا؟ میں نے پہلے ہی کہا تھا، میری جاب سے ان سوالوں کا کوئی لینا دینا نہیں تو مت پوچھا" کریں میڈم۔" اس نے جس طرح باڈی گارڈ کو چبا کر ادا کیا تھا، بدلہ چکاتے بہزاد نے بھی میڈم کو دانتوں تلے چبا ڈالا۔ وہ تلملاتی ہوئی سیدھی ہوئی۔

گاڑی ڈرائیور کرتے بہزاد نے اسکی حرکت پر امڈنے والی مسکراہٹ کا گلا بمشکل گھونٹا۔

تم میٹرک فیل تم مجھے یوں چباؤ گے اپنے دانتوں میں۔ میں تمہارا منہ توڑ دوں گی۔" وہ غصے سے دھاڑی جیسے سچ مچ اس نے" اسکی گردن پر دانت گاڑے ہوں۔ بہزاد نے بیک ویو مرر سے اس سائیکو عورت کو دیکھا۔

میڈم! میں نے تو آپکو منہ میں ہی نہیں ڈالا آپ چبانے کی بات کر رہی ہیں۔" اسکی معصومیت بھری بات پر ہانیہ خونخوار" نظروں سے گھورتی بے ساختہ ہی اسکے دیکھنے پر اپنی نظریں پھیر گئی۔

سامنے توجہ دو ورنہ یہ کالی گندے گٹر جیسی آنکھیں نوچ کر باہر پھینک دوں گی۔" وہ اسکی کالی آنکھوں کو نیا خطاب دینے" لگی اور وہ اندر سے زخمی ہو گیا۔

پتا نہیں کیا کھا کر ماں نے پیدا کیا ہے اس لڑکی کو۔" وہ بڑبڑا کر رہ گیا البتہ اب نظریں سامنے ہی تھیں۔ہانیہ جو اپنی" شرمندگی دور کرنے کے لیے اسکی آنکھوں کی بے عزتی کر چکی تھی۔اب ریلیکس سی بیٹھی اسکی پشت دیکھ رہی تھی کہ اسکے بڑبڑانے پر چونکی۔

تم باڈی گارڈ! میرے ہاتھوں سے ضائع ہو جاؤ گے۔" وہ غصے سے بولی۔بہزاد ٹھنڈی سانس بھر کر رہ گیا۔"

رات بھی سر درد کی وجہ سے وہ سو نہ پایا تھا اور اب پھر سے اسکی چیخ چیخ شروع۔

قصور اسکا نہیں تھا دل اسکا بھی کرتا تھا اسے آگ لگانے کیلئے اور جب وہ آتش فشاں ہو جاتی تو اسکے سینے میں ٹھنڈک سی پڑ جاتی تھی جیسے دونوں ایک دوسرے کے پیدائشی دشمن ہوں۔

کبھی چھپکلی ماری ہے؟" بہزاد نے پوچھا تو وہ ہڑبڑا گئی۔عام لڑکیوں کی طرح اسکی بھی چھپکلی سے جان جاتی تھی اور وہ اسے" مارنے کا پوچھ رہا تھا۔

تم بھول رہے ہو وائلڈ مین کہ اپنی میڈم سے بات کر رہے ہو، منہ بند رکھو اپنا۔" اپنا بھرم قائم رکھنے کیلئے وہ برہمی سے" بولی۔بہزاد مسکراہٹ روکے سر ہلا گیا اور وہ اپنی بوکھلاہٹ پر قابو پا کر یہاں وہاں دیکھنے لگی۔

ویسے تم نے کبھی ماری ہے؟" کچھ دیر بعد اس نے پوچھا۔گیئر بدلتے بہزاد نے اسے دیکھا۔"

جیسے کہنا چاہ رہا ہو اب کیوں پوچھ رہی ہیں بھول گئی اپنی اوقات؟

سوری اپنی اوقات۔۔۔میرا مطلب ہے کہ اپنی حیثیت کا خیال کریں۔" وہ بدلہ لیتے بولا۔لفظ اوقات پر اس نے آنکھیں" پھیلائیں پر وہ اسے موقع دیے بغیر بات بدل گیا۔

میں تمہاری میڈم ہوں اور میرا حکم ہے مجھے جواب دو۔" وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر گردن اکڑائے اسے دیکھنے لگی۔بہزاد کا" دل کیا اس کے انداز پر ایک قہقہہ لگائے مگر کون کرتا یہ جرات؟

روز تین چار ہلاک کرتا ہوں۔" وہ کہہ کر دانتوں تلے لب دبا گیا۔ہانیہ کی آنکھیں حیرت کی زیادتی سے کچھ زیادہ بڑی" ہو گئی تھیں۔

تت تم جنگلی! اپنی میڈم کو ڈرا رہے ہو؟ تم کیسے مار سکتے ہو وائلڈ مین؟" وہ سیدھی ہوتی چیخ اٹھی۔"

ریلیکس میڈم! اپنے گھر میں مارتا ہوں یہاں نہیں۔ آپ ڈر رہی ہیں؟" وہ اندر ہی اندر قہقہہ لگاتا انجوائے کرتا ظاہری" طور پر پریشانی سے بولا۔

کک کون ڈر رہا ہے وائلڈ مین؟ تم مجھے پر ڈرنے کا الزام لگا رہے ہو۔ میں تمہیں آج ہی رفع دفع کروں گی، گھر چلو ذرا۔" وہ" خود کو جلد ہی سنبھالتی کہ یہ تو گھر میں مارتا ہے اور وہ کتنی دور ہے اور محفوظ بھی۔ پھر کیوں ڈر کر اپنی کمزوری پلس انسلٹ کروائے۔ تبھی پہلی والی پوزیشن میں جاتی بولی۔ مگر لہجے کی کپکپاہٹ وہ چاہ کر بھی نہیں چھپا پائی۔

تھنکیو" اس نے بڑبڑا کر کہا۔ وہ خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ پھر وہ سارے راستے خاموش رہی۔"

سنو مجھے ڈر نہیں لگتا چھچھ چھپکلی سے۔ کسی خوش فہمی میں مت رہنا۔" یونیورسٹی کے پارکنگ ایریا میں بہزاد کو گاڑی پارک" کرتے دیکھ کر وہ اپنا بیگ کندھے پہ لٹکائے تیکھے چتون سے گویا ہوئی۔

جی جی جانتا ہوں۔" چھپکلی کے لفظ پر اسکی کپکپاہٹ محسوس کرتا وہ اپنی مسکراہٹ دبانے لگا۔ جو اسے گھورتی ہانیہ کے" نظروں سے چھپ نہیں سکی۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ گئی۔ بھلا کیا ضرورت تھی پوچھنے کی۔ بہزاد نے باہر نکل کر اسکے لیے دروازہ کھولا۔

ہاتھ دو۔" بے ساختہ ہی اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جس پر بہزاد نے اسکے نازک موم جیسے ہاتھ کو دیکھا"

اور اسکا معصوم دل پھڑ پھڑانے لگا کہ تھام لو یار۔

پر نہیں، وہ یہ نہیں کر سکتا تھا۔

خود آجائیں۔" وہ اپنے دل پر پتھر رکھتے ہاتھوں کو پیچھے باندھ کر بولا۔ ہانیہ منہ کھولے باہر نکلی اور شرمندگی وضبط سے اسکی" آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

ہنی!" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتی، تانیہ جو اسکے انتظار میں کھڑی تھی بہزاد کو گھورتی ہوئی قہقہہ لگاتی اسے پکارنے لگی۔"

ہانیہ نے مڑ کر تانیہ کو دیکھا۔

میں تمہارے ہاتھ کٹوادوں گی۔ تم گھر چلو باڈی گارڈ! آج میں تمہیں رفع دفع کر دوں گی۔ مسلوادوں گی گارڈز سے۔" تمہاری ساری پسلیاں کتوں کو کھلاؤں گی اور۔۔۔ اور تمہارے ان بڑھے ہاتھوں کو اپنی ہیل کے نیچے رکھ کر کچل دوں گی۔ تم صرف آج گھر چلو۔" وہ ڈبڈبائی نظروں سے اسکی آنکھوں میں دیکھتی نیچے آواز میں خونخوار دھمکیاں دیتی اسکے منہ پر اپنا بیگ مارتی آگے بڑھی۔

لگتا ہے ہوم منسٹر کی نہیں قصائی کی بیٹی ہو۔" منہ پر بیگ لگنے سے پہلے اسے ہاتھوں میں کیچ کرتا وہ اسکے پیچھے آیا۔ اپنی اتنی" انسلٹ پر رونے کی چاہ میں ہانیہ اسکی بڑبڑاہٹ پر ٹھٹھک کر رکی، پھر خاموشی سے آگے بڑھ گئی۔

ہانیہ، تانیہ کو نخوت سے نظر انداز کرتی اندر بڑھ گئی۔ تانیہ جو اس سے ملنے کیلئے آگے بڑھی تھی دل مسوس کر رہ گئی۔

ہائے کیسے ہو؟" ہانیہ کے نخرے پر ناک سکوڑتے اس نے بہزاد کو مخاطب کیا۔ اسکی آواز پر ہانیہ بھی رک گئی۔ بہزاد نے" پاس آتی ہانیہ کو دیکھا اور ٹھہر قریب کھڑی تانیہ کو۔

اگر تم نے ایک لفظ بھی اپنی زبان سے ادا کیا تو میں تمہاری زبان گدی سے کھنچوادوں گی۔" انگلی اٹھا کر آہستہ آواز میں" وارن کرتی وہ آگے بڑھی اور بہزاد بھی اسکے حکم پر سر کو خم دیتا اسکے پیچھے چلا گیا۔ تانیہ دونوں کی پشت دیکھتی دانت کچکچا کر رہ گئی۔

باڈی گارڈ نہیں اپنی ملکیت ہی بنالیا ہے۔" وہ غصے سے مٹھیاں بھینچ کر پاؤں پٹختی ان دونوں کے پیچھے ہی چلی آئی۔" تانیہ مسلسل اسے اپنے نظروں کے حصار میں رکھے بیٹھی تھی اور بہزاد اپنی میڈم کے پیچھے پیچھے تھا کہ اسکا پھر دھیان ہی نہیں گیا تانیہ کی طرف۔ ہانیہ کی غصیلی نظریں بار بار بہزاد پر جا رہی تھیں جیسے کہنا چاہ رہی ہو کہ تم آج منہ تو کھول کر تو دکھاؤ۔

پیریڈ ٹائم وہ کلاس کے باہر الرٹ کھڑا تھا اور آتے جاتے اسٹوڈنٹس اسے دیکھتے آپس میں بڑبڑانے لگتے۔

کہ یہ کون ہے؟ اور اس طرح کلاس کے باہر کیوں کھڑا ہے؟ کہیں پنش تو نہیں ہوئی اسے؟

اسٹوڈنٹس کی دبی دبی ہنسی اور انگلش میں کچھ کہنے پر وہ اپنی میڈم کو دل میں ہی کوسنے لگتا اور جو زخمی دل تھا وہ بلبلا کر رہ جاتا۔ یہ سب باتیں ہانیہ سے چھپی ہوئی نہیں تھیں۔

اور وہ چوسے آم کی گھٹلی (سیم) ہانیہ کے ساتھ مل کر قہقہہ لگاتا تو بہزاد جل بھن کر رہ جاتا۔

کچھ کہہ اس لیے نہیں رہا تھا کیونکہ اسکی میڈم کا آرڈر تھا منہ نہ کھولنے کیلیئے۔

تبھی دونوں لب باہم پیوست کیے دماغ کی لعنت ملامت سن رہا تھا۔ گھر چل کر ہانیہ کو اپنی ساری دھمکیاں بھول گئی تھیں اور وہ اسے چھوٹی چھوٹی باتوں سے ٹارچر کرتی گھر پہنچنے پر کھانے کیلیئے ملازموں کہ سر پر سوار ہو گئی تھی۔ یہ تو اسے پسند نہیں وہ کیوں بنایا ہے، اس میں یہ کمی ہے۔ اس میں وہ کمی ہے۔

بہزاد لاؤنج میں کھڑا اسکا جاہلوں کی طرح ملازموں پر چیخنا چلانا سن رہا تھا۔

----------------------*

شاپنگ مال چلو۔" چھٹی کے وقت گاڑی میں بیٹھتی ہانیہ نے اسے حکم دیا۔"

وہ سر ہلا کر دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔ گاڑی اسٹارٹ کی اور گھر کے بجائے شاپنگ مال کی طرف جاتی روڈ پر ڈالی۔

لینڈ کروزر چلانے کا اسکا یہ پہلا تجربہ تھا اور نہایت ہی شاندار تھا کہ خود کو باڈی گارڈ کے بجائے وہ ہوم منسٹر سمجھنے لگا تھا۔ پیچھے بیٹھی نک چڑھی حسینہ کو دیکھتے اسے اپنی اوقات یاد آئی اور وہ منہ بسور کر رہ گیا۔ گاڑی آج پھر شاپنگ مال کے سامنے روکتے اس نے اس کیلیئے ڈور کھولا۔

ہاتھ دو۔" وہ اس بار سخت غصے سے بولی۔ بہزاد نے اسکے چہرے کو دیکھا اور آس پاس کے ماحول کو بھی۔"

آپ کیوں چاہتی ہیں، میں لفنگا جنگلی آپکو ٹچ کروں۔" اس نے ابرو اچکا کر پوچھا تو وہ بے ساختہ نظریں پھیر گئی۔"

میری مرضی، یہ چھونے کیلیئے نہیں تمہیں تمہاری اوقات دکھانے کیلیئے ہے باڈی گارڈ۔" وہ باڈی گارڈ کو چبا کر بولی اور"

بہزاد نے ایک گہرا سانس خارج کیا۔

اسکا دل اور دماغ دونوں آنکھیں پھاڑے اسکے ہاتھ کو دیکھ رہے تھے کہ "اب کیا کرے گا لفنگا کہیں لڑکی کو چھو تو نہیں لے گا۔" دماغ بولا تو اس نے آنکھیں اوپر اٹھائیں جیسے دماغ کو دیکھنا چاہا ہو۔

یہ بھی اسے لفنگا سمجھنے لگا ہے۔

وہ تم سے خود کہہ رہی ہے ہاتھ بڑھاؤ ورنہ پھر سے اسے غصہ دلا دو گے، شاباش میرا شہزادہ۔ میں شہزادہ بن گیا مطلب" اس نے تو میری حیثیت بدل دی۔" دل اپنے مطلب کیلئے پچکارنے لگا تو بہزاد نے سر جھکا کر دل کی جگہ پر دیکھا۔

یہ کیا پاگل پن ہے وائلڈ مین؟" اسکی حرکات کو دیکھتی ہانیہ اسکے ہاتھ پکڑنے کی منتظر کچھ خوف اور چڑ کر چلائی۔ وہ جان گئی" تھی کہ پھر اسے گنور کرنے کیلئے بہانہ کر رہا ہے۔

بہزاد نے اسکے چلانے پر نظریں اٹھائیں اور اسکی نظروں کے ساتھ آس پاس کے لوگوں نے بھی سرسری سی نظر اس مغرور حسینہ پر ڈالی جس کی ناک کی پھننگ غصے سے لال ہو رہی تھی۔

آپ بہت ضدی ہیں میڈم۔" اس نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہاں پہلے سے موجود ہادی یہ سب دیکھتا اپنی کار" سے نکلا۔ اس نے آگے بڑھ کر بہزاد کے ہاتھ کو جھٹک کر ہانیہ کا ہاتھ پکڑنا چاہا ہی تھا کہ برق سے بہزاد نے اسے گلے سے پکڑ کر دھم سے گاڑی سے لگایا اور اسکے سینے پہ گن رکھ دی۔

کون ہو؟" وہ سرد آنکھوں سے ہادی کو گھورتا پوچھنے لگا۔"

چھچھ چھوڑو وائلڈ مین! یہ میرے انکل کا بیٹا ہے۔" ہانیہ نے اپنا مومی ہاتھ اسکے پتھر جیسے بازو پر رکھا۔ اسکے ہاتھ کی" نرماہٹ اسکی رگ رگ میں کرنٹ کی طرح دوڑ گئی۔ اسکی بات سنتے ہی وہ مؤدب سا سر کو خم دیتا پیچھے ہوا۔

ہادی کھانستا ہوا ہانیہ کو گھور رہا تھا۔

"تم مجھے، اپنے فیانسی کو ہاتھ بھی لگانے نہیں دیتیں اور اس باڈی گارڈ کو کہہ رہی تھیں کہ مجھے ٹچ کرو۔ ہاؤ ڈیئر یو ہانیہ خان؟" وہ خود کو سنبھالتا گاڑی پر ہاتھ مارتا اس پر چلایا۔ ہانیہ نے اسے حیرت سے دیکھا۔

اب تم یوں پبلک پلیس میں میرا تماشا بناؤ گے ؟" اسکے منہ پر اپنی انگلیوں کے نشان چھوڑنے کی خواہش پر بمشکل کنٹرول" کرتے وہ درشتگی سے بولی۔

میں تماشا نہیں بنوا رہا۔ ہانیہ! تم مجھے جواب دو۔" اسکے خونخوار لہجے کو اگنور کرتے اس نے پاس کھڑے بہزاد پر ایک" غصیلی نظر ڈالی۔ جواب لاتعلق بنا آنکھوں میں قہر لیے کھڑا تھا۔

مسٹر ہادی چوہان! میں تمہیں جواب دہ نہیں ہوں۔ یہ میری پرسنل زندگی ہے۔ میں چاہے جو بھی کروں میری مرضی اور" رہی فیانسی والی بات تو درستگی کر لو۔ تم کوئی میرے فیانسی ویانسی نہیں ہو انڈرسٹینڈ۔ چلو باڈی گارڈ۔" ہادی کو غیض و غضب کی حالت میں چھوڑ کر ایک استزائیہ مسکراہٹ اسکی طرف اچھالتی وہ آگے بڑھ گئی۔

تو کیا وہ سب بہانہ تھا؟" وہ پیچھے سے بولا"

ہانیہ رکی اور پھر مڑی۔ اسکا دل وہ لمحہ یاد کر کے ڈوب سا گیا اور بے ساختہ ہی اس نے بہزاد کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ سارا مہینہ وہ اسے یاد کر کے اذیت میں رہی اکیلے روم میں سونے سے ڈرنے لگی کہ وہ پھر آجائے گا۔ اس بار پتا نہیں کیا کرے گا۔

اسکا باپ ہاسپٹل میں بیڈ پر پڑا اسکی دن بہ دن گرتی صحت کو دیکھتا پریشان تھا۔

پر اس باڈی گارڈ کے آتے ہی وہ اس سے اس قدر چڑ گئی تھی کہ اسے ٹارچر کرنے کے علاوہ کچھ سوچ ہی نہیں رہی تھی۔

وہ اس کے حواسوں پر اس قدر سوار ہو گیا تھا کہ وہ ہر وقت یہ سوچتی کہ اس سے کیسے جان چھڑوائے؟ کیسے اسکی دوبارہ انسلٹ کرے، کس بات پر اسے اسکی اوقات دکھائے۔ ساری ساری رات یہی سوچتی رہتی اور جب وہ سو جاتی تھی تو خواب میں بھی یہی دیکھتی تھی کہ وہ اس سے لڑ رہی ہے۔ اس دوران اسکی آنکھوں میں ایک دوسرا چہرہ چھا جاتا اور وہ روتی ہوئی اٹھ بیٹھتی۔

"کاش تم زندہ ہوتے تو میری آج یہ حالت نا ہوتی۔"

پر وہ نہیں ہوتا اسکی صرف یادیں ہی ہوتیں تھی۔

اور ان یادوں پر بھی اسکا باڈی گارڈ جو کوئی اہمیت اور اوقات نہیں رکھتا تھا اسکے سامنے وہ چھا جاتا۔ ساری اذیتوں کو پیچھے دھکیل کر خود آگے ہوتا کہ اب تم میری کیسے بے عزتی کروگی کون سا بہانہ ڈھونڈو گی مجھ سے جان چھڑوانے کیلئے۔

اور وہ سچ مچ اس سب کو سوچنے لگ جاتی۔

ان دنوں اسکی یہی روٹین بن گئی تھی ورنہ تو وہ پارٹیز اور کلبز میں ہی مصروف ہوتی تھی کہ کہیں آنکھ لگی تو وہ ماضی کی یادیں اسے تڑپائیں گی اور جس دن سونے کی خواہش ہوتی اس دن اسکا یہی حال ہوتا تھا۔

وہ ہوتی اور اسکا پینڈنٹ ہوتا تھا۔ جسے تھامے وہ روتی رہتی تھی۔ اس وقت بھی دھڑکنوں میں ارتعاش محسوس کرتے اس نے اپنے گلے میں ٹاپ کے اندر پڑے پینڈنٹ پر اپنی نازک کانپتی ہوئی انگلیاں رکھیں۔

سمجھ سکتے ہو۔" وہ کہہ کر سرخ سبز آنکھیں ایک پل کو بند کر کے واکرتی اندر شاپنگ مال میں بڑھ گئی اور بہزاد اپنی میڈم" کی آنکھوں میں تکلیف کے سائے دیکھ کر ساکت کھڑے ہادی کو اپنی شعلہ بار نظریں سے گھورتا ہانیہ کے پیچھے چلا گیا۔

نا زندگی سے جا رہی ہے اور نا ہی جان چھوڑ رہی ہے۔" ہادی نے اسکی گاڑی پر ہاتھ مارتے غصے سے کہا اور وہاں سے نکل" گیا۔

میم! آپکا آرڈر۔" ایک لڑکا جینز شاپ میں پینٹ اور کچھ جینز سلیکٹ کرتی ہانیہ سے بولا تو وہ مسکراتی ہوئی مڑی۔ کچھ دیر" پہلے کا کوئی تاثر چہرے پر نہیں تھا۔

اوہ! تھینکس۔" اس نے مسکراتے ہوئے وہ پارسل لیا اور اس لڑکے کو جانے کا کہا۔ رات کو سوچ سوچ کر اسے یہی لگا تھا" کہ جو لڑکیاں یونیورسٹی میں اسکے آس پاس منڈلا رہی ہیں اس پر پسندیدگی کے فقرے کس رہی ہیں، ان پر اس باڈی گارڈ کی اوقات واضح کرے تاکہ اسکی حقیقت دیکھ کر وہ امیر زادیاں خود ہی پیچھے ہٹ جائیں اور وہ اسکا باڈی گارڈ اپنے آپ کو کوئی تیس مار خان نا سمجھ لے۔

اس لیے رات میں ہی اس نے یہاں ایک اسپیشل شرٹ کا آرڈر دیا تھا جسکے ریڈی ہونے کا میسج اسے دوپہر کو یونیورسٹی میں ہی مل گیا تھا۔

بالوں کی پیچھے پونی اور گھنی داڑھی مونچھوں پر جیسے سب اس وائلڈ مین کو ترکی کا اسٹار "جان یمان" سمجھ رہی تھیں۔ وہ سب اپنے بوائے فرینڈز کو لفٹ کروائے بغیر اسے گھورتی رہتی تھیں۔

اونہہ! یہ منہ اور مسور کی دال۔" ہانیہ خان نے اس سب کو دیکھتے ہوئے طے کیا تھا کہ اس جعلی "جان یمان" کی اوقات سب کے سامنے لائے گی۔

یہ لو چینج کر کے آؤ ڈریسنگ روم میں۔" اس نے وہ پیک ہوئی شرٹ بہزاد کی طرف بڑھائی جس کے ساتھ ایک بلیو پینٹ" بھی تھی۔ دل ہی دل میں نک چڑھی بد دماغ حسینہ کا خطاب دیتے بہزاد نے اسے حیرت سے دیکھا۔

اپنے غریب گارڈ کو کپڑے دے رہی ہیں وہ بھی اپنے پیسوں سے لے کر۔ سوری میڈم یہ میری جاب نہیں۔" اس نے" روکھا سا جواب دیا، جس پر اسکی ناک غصہ سے پھول گئی۔

اگر تم چاہتے ہو کہ میں تمہاری یہاں موجود سارے لوگوں کے سامنے انسلٹ نا کروں اور تمہیں دھکے مار کر تمہارے ہاتھ" پاؤں تڑوا کر تمہیں گٹر میں نہ پھنکوا دوں، تمہاری ٹانگیں تڑوا کر نا نکالوں تو عزت سے جاؤ اور چینج کر کے آؤ۔ اٹس مائے آرڈر باڈی گارڈ!" وہ اسکی کالی آنکھوں میں گھورتی نیچی آواز میں سب کی طرف اشارہ کرتی ہوئی اسے دھمکیوں کے ساتھ آرڈر دینے لگی۔

اتنی دھمکیوں سے تو ابا بھی قبر سے نکل آئے گا۔" وہ دل میں سوچنے لگا۔ بہزاد جان گیا تھا اسکی کھوکھلی دھمکیاں کسی کام" کی نہیں۔ کل بھی بہت کچھ بولی تھی وہ پر گھر جا کر سب کچھ بھول گئی۔

میڈم! تڑوا دیں پر میں یہ نہیں پہن سکتا۔" وہ کہہ کر اسکی سبز آنکھوں سے نگاہیں چراتا یہاں وہاں دیکھ رہا تھا۔"

نکلو۔" کچھ دیر اسکے سپاٹ چہرے کو گھورتے وہ چٹکی بجا کر اسے وہاں سے جانے کا کہنے لگی۔ بہزاد نے حیرت سے اسے" دیکھا۔

کہاں؟" بہزاد نے اس سائیکو عورت کو گھورتے دانت پیستے ہوئے بمشکل خود پر کنٹرول کرتے پوچھا۔"
جہاں بھی جاؤ پر رفع دفع ہو جاؤ اور اپنی سیلری وغیرہ سب کچھ بھول جاؤ۔ اپنی یہ منحوس شکل پھر نہ دکھانا ورنہ گارڈز سے" کہہ کر وہ حشر کرواؤں گی کہ قبر میں اتر کر بھی سسکیاں بھرو گے۔" وہ شدید غصے سے دھاڑی۔ مال کے اس فلور پر جتنے لوگوں نے سنا، سب نے حیرت سے مڑ کر اس دھمکی دینے والی اور دھمکی سننے والے کو دیکھا۔

وہ ہانیہ خان کو دیکھ نہیں پائے کیونکہ اسکا رخ بہزاد کی طرف تھا اور بہزاد نے اس پر شکر کیا ورنہ اس چھوٹی ہوم منسٹر کا شوشل میڈیا ریکارڈ لگا دیتا۔

میڈم! میں آپکو اکیلا چھوڑ کر کیسے چینج کرنے جا سکتا ہوں۔ آپ ذرا سوچیے اس دوران کچھ ہو گیا تو؟" وہ بے بسی سے بولا۔"
اوہ ہووو!! لو فرو ائلڈ مین پھر تمہارا مطلب کیا ہے میں تمہارے ساتھ چلوں؟" اس نے سرخ پڑتے غصے میں کہا۔"
میڈم! میں بہت نیک ہوں۔ ایسی خواہشات نہیں کرتا۔ ہاں کسی کو رحم آجائے تو دوسری بات، استغفر اللّٰہ استغفر اللّٰہ" ہے۔" اس نے کہہ کر نچلا لب دانتوں تلے دبایا۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

میں کچھ نہیں جانتی۔ تم بس جاؤ چینج کرو، نہیں تو دفع ہو جاؤ۔" دل ہی دل میں خود کو تسلی دیتے ہوئے کہ مجھے تھوڑی کہہ" رہا ہے میں تو اسکی میڈم ہوں، وہ سٹپٹا کر بولی۔ اس نے پہلے ڈریسنگ روم کی طرف اشارہ کیا اور پھر باہر کی طرف۔
دیجیئے۔" ہار مانتے ہوئے اس نے ہاتھ سامنے پھیلایا اور غصے بھری نظروں سے اس ناسور کو دیکھا۔"
فتح مندی سے مسکراتی ہانیہ نے اسکے ہاتھ پر شرٹ اور بلیو پینٹ رکھی۔ وہ جھپٹنے کے انداز میں اس سے کپڑے لیتا ایک خونخوار نظر اس پر ڈالتا چینجنگ روم کی طرف بڑھ گیا۔

اس کے اس طرح کرنے پر ہانیہ نے ایک خوبصورت قہقہہ لگایا اور رات کی پارٹی کیلئے اپنے لئے ڈریس پسند کرنے لگی۔
گلابی خوبصورت سی سلیولیس نفیس سی میکسی پسند کرتے اس نے ساتھ ہی میچنگ ہائے ہیلز لی اور اب وہ جیولری شاپ کی طرف جا رہی تھی کہ پیچھے سے اس کے پکارنے پر وہ رکی۔

میڈم!"اسکی صدمے بھری آواز پر وہ پلٹی اور بہت مشکل سے اس نے چہرے پر غصہ سجا کر اسے دیکھا جہاں بلیک شرٹ" پر سفید حروف میں لکھا تھا۔

"Matric fail Bodygurad."

یہ کیسا ظلم ہے میڈم!میں کیسے چل سکوں گا یہ پہن کر؟لوگ کیا کہیں گے ؟میں تو میٹرک پاس ہوں۔"وہ دہائی دینے لگا۔" اس نے نخوت سے چھوٹی سی سرخ ناک سکیڑی۔

میں کچھ نہیں جانتی تم جو یونیورسٹی میں "جان یمان" بن کر چلتے ہو، یہ تمہاری اصلیت ہے اور تمہیں یہی جاب پر پہن کر" موو کرنا پڑے گا میرے ساتھ ورنہ آؤٹ۔"وہ کہہ کر جیولری شاپ کی طرف چلی آئی۔بہزاد جو کچھ دیر پہلے لڑکیوں کی پر شوق نظروں کے حصار میں تھا اب وہیں دبی دبی ہنسی کے بیچ چلتا ہوا پاس آیا۔

ابھی بھی مرے پڑے رہو بے شرم۔نکلو یہاں سے ورنہ یہ نک چڑھی تمہیں منہ دکھانے کے لائق نہیں چھوڑے گی۔" نکلو یہاں سے، ہم غریبوں کی کوئی ویلیو نہیں یہاں۔صرف مذاق بناتی ہیں یہ امیر زادیاں۔"بہزاد نے دماغ کے جھڑکنے پر لب بھینچے۔

بہزاد چھوڑو اوپر کے خانے والے کو یہ تو فالتو میں ہی بکتا رہتا ہے۔تم یہ مت دیکھو اس شرٹ پر کیا لکھا ہے۔یہ دیکھو کہ" تمہاری میڈم حسینہ نے تمہارے لیے لی ہے یہ شرٹ۔وہ یہ نہیں دیکھ سکتی کہ کوئی لڑکی تمہاری طرف دیکھے۔اس لیے تمہیں ان سے دور رکھنے کے لیے یہ طریقہ اپنانا چاہتی ہے تاکہ لڑکیاں تمہاری اصلیت دیکھ کر تم سے دور رہیں۔یہ ایک قسم کی جیلسی ہے۔یعنی اس کے قدم محبت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"اپنے دل کی آواز سنتے ہوئے اسکی آنکھیں اردگرد کے ماحول پر تھیں۔دل اور دماغ کی جنگ جاری تھی۔

تم شرم کرو۔تم واقعی فالتو ہو۔تمہیں شرم نہیں آتی اپنی میڈم کے لیے ایسا سوچ رہے ہو۔جبکہ تم جانتے ہو کہ وہ کل کا" بدلہ لینا چاہتی ہے۔جب اس نے تانیہ نام کی لڑکی کے سامنے اسکا ہاتھ پکڑ کر گاڑی سے باہر نکالنے کے آرڈر کو نہیں مانا تھا۔ تم جان بوجھ کر اپنا دل اس طرف دھکیل رہے ہو۔اسکی اوقات تو دیکھو۔کہاں غریب غرباء محلے کے ایک کمرے میں

رہنے والا بہزاد جو جنگلی، لوفر باڈی گارڈ ہے، کہاں یہ رئیس زادی ہوم منسٹر کی لاڈلی بیٹی۔ کیوں اپنی زندگی کے دشمن بن بیٹھے ہو، بخش دو بیچارے کو۔" بہزاد کو دماغ کی دلیل کافی متاثر کر گئی۔

بکواس نہ کرو۔ محبت میں دولت و حیثیت نہیں دیکھی جاتی۔" دل گھبرا کر بولا۔ بہزاد بھی دل کی اس بے ایمانی حیران رہ" گیا۔

ہاں تم تو یہی کہو گے۔ محبت اندھی، لنگڑی، معذور، بہری، گونگی اور احمق ہوتی ہے۔ یہ فلسفے صرف کتابوں کہانیوں میں" "اچھے لگتے ہیں۔ یہاں ایسا کچھ نہیں، صرف پیسا دیکھا جاتا ہے اور تم کیوں اسے فرض میں کوتاہی کرنے پر اکسا رہے ہو؟ دماغ کی بات پر بہزاد نے داد دیتے ابرو اٹھایا۔

نہیں بہزاد" دل گھبرا کر بولنے لگا پر اس سے پہلے ہی دل اور دماغ کے بیچ میں بیٹھا حلق چلا اٹھا اور اندر ہی اندر دونوں سہم" کر اس پر دو حرف بھیج کر خاموش ہو گئے۔

چلو" وہ اپنی شاپنگ مکمل کر کے اس سے بولی اور وہ اسکے پیچھے خود پر "میٹرک فیل باڈی گارڈ" کا لیبل لگائے آ رہا تھا۔" لڑکیوں کی مسکراہٹ کے ساتھ ہانیہ بھی مسلسل اسکی چڑچڑی کیفیت پر مسکرا رہی تھی۔

کہاں جانا ہے اب؟" وہ دبے لہجے میں پھاڑ کھانے والے انداز میں بولا۔ وہ کھکھلا کر ہنسی۔"

وائلڈ مین! اپنی اوقات میں رہو۔ اب چلو کسی ریسٹورنٹ، مجھے لنچ کرنا ہے۔" ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے وہ اب موبائل نکال" کر اسکی لی گئی تصویریں رینا کو بھیج رہی تھی اور ساتھ ہی اسے ہنسنے اور آل دے بیسٹ والے ایموجی موصول ہوئے۔

میڈم! میری تصویریں ڈیلیٹ کیجیے ورنہ سر سے شکایت کروں گا۔" اسے ہنستے دیکھ کر وہ سمجھ گیا کہ جو چھپ چھپ کر" تصویریں لی تھی انہیں دیکھ کر ہنس رہی ہے۔

چپ کر کے بیٹھو ورنہ نکلو گاڑی سے میں خود ڈرائیو کروں گی"۔ وہ ہنسی روک کر سنجیدہ آواز میں بولی کہ بہزاد لب بھینچ کر" رہ گیا۔

وہ سوچ رہا تھا ریسٹورنٹ میں اسکا کیا حال ہو گا؟ کتنا مذاق بنے گا۔ اسکے اسٹینڈرڈ کا کیا ہو گا؟ وہاں پہنچ کر لڑکیوں کی سرگوشیاں جھک جھک کر ایک دوسرے کے کان میں کچھ کہتیں اور اسکی طرف نظروں سے اشارہ کرتیں کھکھلاتی لڑکیاں اسکے اندر شعلے بھڑکا گئیں۔ مگر وہ ہانیہ کے پیچھے بے حس بنا کھڑا رہا۔

آؤ بیٹھو تم بھی ٹھونس لو۔" وہ گردن گھما کر ویٹر کے کھانا سرو کر کے جانے پر بہزاد سے بولی۔"

مجھے میری حیثیت میں رہنے دیں، آپ ٹھونس۔۔۔ میرا مطلب ہے کہ کھالیں۔" وہ جل کر بولا اور دوسرا جملہ مسکراہٹ" پاس کرتے اس تک پہنچایا۔

اوکے" وہ سر ہلاتی اسکی بکواس کی طرف دھیان دیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہو گئی اور وہ تو پہلے ہی بھوک کا پکا تھا۔" اس لیے ریسٹورنٹ میں پھیلی مختلف کھانوں کی خوشبو سونگھتا ضبط سے کھڑا تھا۔

یہ لو۔" ہاتھ منہ نیپکن سے صاف کرتی اس نے اپنے کلچ سے پیسے نکال کر بہزاد کے سامنے کیے۔"

کیوں؟ کس لیے؟" بہزاد نے الجھ کر اسکے ہاتھوں میں ہزار ہزار کے نوٹوں کو دیکھا۔"

ارے بھئی ٹپ ہے رکھو۔" وہ کہہ کر اسکے ہاتھ میں زبردستی ٹپ رکھتی آگے بڑھ گئی۔ بہزاد نے ڈوبتے دل کے ساتھ اوپر" دیکھا۔

یا اللہ! ایسا بنانا ضروری تھا؟" اسکے دماغ نے صدا لگائی۔"

لو بھائی تم رکھ لو۔" اس نے پاس کھڑے ٹیبل سے برتن سمیٹتے ویٹر کے ہاتھ میں پیسے تھمائے جو اس میڈم کی ناانصافی پر" اندر ہی اندر اسے کوس رہا تھا۔ اس میٹرک فیل باڈی گارڈ کی رحم دلی پر جھوم اٹھا۔

تھینک یو میٹرک فیل باڈی گارڈ!" وہ خوشی سے بولا۔"

اب اس بیچارے کا کیا قصور۔" بہزاد نے اپنی شرٹ پر لکھے لفظوں کو دیکھا اور جبراً مسکراتا سر ہلا کر چلا گیا۔"

***** *****

سنو بہزاد تمہیں سر ڈرائنگ روم میں بلا رہے ہیں۔"عبد اللہ کے آکر اسے پیغام دیا۔ وہ جو ابھی کھانا کھا کر فارغ ہوا تھا، سر "
ہلا کر اسکے پیچھے پیچھے ڈرائنگ روم میں چلا آیا۔
السلام علیکم سر! آپ نے یاد کیا؟"موبائل سامنے ٹیبل پر رکھتے حارث صاحب کو دیکھتے وہ مؤدب سا بولا۔"
ہاں بہزاد! تم آج۔۔۔انہوں نے سر اٹھا کر اس سے کہنا چاہا پر اسکی شرٹ پر لکھے "

"Matric Fail Bodyguard"

کو دیکھ کر پہلے حیران ہوئے پھر اپنی بیٹی کی کارستانی سمجھ کر قہقہہ لگا اٹھے۔ عبد اللہ نے بھی اپنی دبی ہوئی مسکراہٹ ظاہر کی۔
بہزاد بے چارگی سے سر جھکا گیا۔
یہ کیا پہنا ہے ؟"انہوں نے ہنستے ہوئے بہزاد سے پوچھا۔ جس پر اس نے اپنے سینے پر بلیک شرٹ پر لکھے سفید حروف کو"
دیکھا۔
میڈم نے لے کر دی ہے آج۔"اس نے خود پر ضبط کرتے پھیکی مسکراہٹ کے ساتھ بتایا تو حارث صاحب نے سر ہلا دیا۔"
پہلے تو کبھی کسی کے ساتھ ایسا نہیں کیا اس نے۔ لگتا ہے تمہارے ساتھ بڑی ہی دشمنی ہے۔"انہوں نے کہا۔"
بہت"دل ہی دل میں کہتا بہزاد سر ہلانے لگا۔"
آپ کچھ کہہ رہے تھے سر کوئی کام ہے ؟"وہ ان سے خود کو بلانے کا مقصد پوچھنے لگا۔"
ہاں! ہانیہ آج رات پارٹی میں جا رہی ہے۔ میں چاہتا ہوں تم اسکے ساتھ جاؤ اور آج رات یہیں رہنا، سرونٹ کوارٹر میں۔"
آج مجھے ایک میٹنگ میں جانا ہے۔ میں لیٹ آؤں گا۔"حارث صاحب کے کہنے پر بہزاد نے سر ہلا دیا۔
تم اسے اسکا کوارٹر دیکھا دینا۔" انہوں نے عبد اللہ کی طرف اپنا رخ کیا۔"
جی سر!"حارث صاحب کی ہدایت پر اس نے اثبات سر ہلایا۔ انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے دونوں کو جانے کا حکم دیا۔"
اچھا سنو تم بہزاد!"انہوں نے جاتے ہوئے بہزاد کو روکا۔"
جی سر!"آواز سن کر وہ مڑا۔"

تمہیں مشکل تو پیش نہیں آرہی اس جاب میں؟" انکا اشارہ اسکی شرٹ کی طرف تھا۔"

جی نہیں، صرف اس ناانصافی پر دکھ ہے۔" اس نے فیل پر انگلی رکھی۔"

میڈم! سے کہیے، میں میٹرک پاس ہوں۔ آپ تو جانتے ہیں۔" اسکی دہائی پر حارث صاحب مسکرائے اور سر ہلا کر اسے" جانے کا حکم دیا۔

بہزاد عبداللہ کے ساتھ سرونٹ کوارٹر میں آیا اور وہاں موجود پہلے سے سیٹ سنگل بیڈ پر لیٹ گیا۔

------------------------------*

تم نے مال چیک کیا ہے؟" حارث صاحب اسلحہ بھرے تینوں ٹرک کے پاس پہنچ کر فواد صاحب سے بولے۔"

میں نے کیا ہے، تین سو پیٹیاں ہیں۔" ایس پی زبیر بولا تو انہوں نے اثبات میں سر ہلایا۔"

اس بار میں بیس یا تیس کے بجائے پچاس (لاکھ) لوں گا، کیونکہ پہلے دو ٹرک جاتے تھے اس بار تین جا رہے ہیں پیسہ بھی تو" بڑھنا چاہیئے۔" زبیر کہہ کر ان دونوں کے حیرت بھرے چہرے دیکھنے لگا۔

ابھی تم نے ایک دن پہلے ہی ہادی سے پچاس لیے ہیں وہ کہاں گئے؟" فواد صاحب دبے لہجے میں غصے سے بولے تو اس بار" حیران ہونے کی باری ایس پی زبیر کی تھی جس پر حارث نے غصے بھری نظر ڈالی۔

میں نے نہیں لیے۔" اس نے کہہ کر حارث صاحب کو دیکھا جہنوں نے فواد کی طرف رخ کیا۔"

اوہ تو اس نے مجھ سے جھوٹ کہا۔" فواد صاحب نے دل ہی دل میں سوچتے ہوئے سر ہلایا۔"

اتنی سختی کیوں فواد؟ اس نے اپنے پیسے لئے ہیں تمہارے اکاؤنٹس سے نہیں۔" حارث صاحب سخت ناپسندگی سے" بولے۔

اچھا اچھا دیکھیں گے، ڈرائیور کہاں مر گئے اور ٹرانسپورٹ کی کوئی پرابلم تو نہیں نا؟" انہوں نے موضوع بدلتے ہوئے" کہا۔

میں نے ایک دھماکے کا انتظام کیا ہے پبلک پلیس میں، جب سب کی اس طرف توجہ جائے گی تو ہمارے آدمی ٹرک لے کر" "نکل جائیں گے۔ آپ فکر مت کریں اور پچاس لاکھ تو حق ہے میرا۔ ایک ماہ میں کتنے انکاؤنٹر کر چکا ہوں، کوئی اندازہ ہے؟ وہ منہ بنا کر بولا تو فواد صاحب نے بر وا پچکایا۔

کون سا ہم پر احسان کر رہے ہو؟ پروموشن بھی مل رہی ہے، کل کے کانسٹیبل سے آج ایس پی بن کر کھڑے ہو، ابھی بھی" منہ نہیں بند ہو رہا۔" وہ غصے سے بولے۔ اسی اثناء میں ڈرائیور کے آجانے کے بعد حارث صاحب نے دونوں کو خاموش کروا دیا۔

میری کمشنر سے بات ہوئی ہے، بلاسٹ کرنے کی ضرورت نہیں، تم یہ تینوں ٹرک لے جاؤ اپنی نگرانی میں، پر نا محسوس" انداز میں ٹرک سے دور رہنا کہ کسی کو شک نہ ہو۔ باقی اسلام آباد تک پہنچنے میں کوئی ٹرانسپورٹ کا مسئلہ نہیں ہو گا۔ یہاں سے بارہ بجے کے بعد نکلنا ٹھیک ہے؟" موبائل رکھتے ہوئے حارث صاحب نے ایس پی کو مخاطب کیا جس پر اس نے اثبات میں سر ہلا یا دیا۔

چلو بیٹھو۔" ایس پی زبیر نے ڈرائیورز کو کہا جو سر ہلاتے ٹرک کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ چکے تھے۔ جب کہ زبیر فواد" صاحب اور حارث سے ہاتھ ملانے لگے۔

کیش کب ملے گا؟" اس نے مسکراتے پوچھے تو فواد صاحب نا گواری سے اسے دیکھنے لگے۔"

تمہیں تمہارا کیش اسلحہ کے بارڈر سے نکلتے ہی مل جائے گا۔ جلد ہی اپنا اکاؤنٹ چیک کرنا، اب نکلو۔" انہوں نے کہتے" ہوئے اسے جانے کا اشارہ دیا تو وہ سر ہلاتا اپنے ہاتھ میں موجود اسٹک ٹرک پر مارتا انہیں چلنے کا حکم دیتا اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

کمشنر کا کتنا حصہ ہے؟" ٹرک کے نکلتے ہی فواد صاحب نے حارث کو مخاطب کیا۔"

چوتھائی" انہوں نے کہا تو وہ سر ہلا گئے۔"

ہادی، زبیر کا کیا چکر ہے؟" حارث صاحب نے سگار کا کش لیتے پوچھا۔"

کچھ خاص نہیں، بس ہمیشہ کی طرح یہ بلیک میلنگ کرتے ہوئے ہادی کو کال کر کے پیسے وصولتا ہے۔" وہ بتاتے ہوئے"
گودام سے نکل کر ان کے ساتھ فارم ہاؤس کے اندر داخل ہوئے جس کا کسی کو نہیں معلوم تھا۔

ٹھیک ہے، پر میں نے تمہیں کہا تھا ابھی ہادی کو اس سب سے دور رکھو۔ وہ ابھی بچہ ہے اور تم جانتے ہو اسے کتنی نفرت"
ہے اس سب سے۔" لاؤنج میں بیٹھ کر حارث صاحب بولے تو فواد سر ہلا گئے۔

اسے نہیں معلوم حارث! وہ تو بس یہی حرام خور پیسوں کیلئے اس سے رابطہ کرتے ہیں ورنہ اسے اس سب کے بارے میں"
کچھ نہیں معلوم۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے تو حارث صاحب گھڑی میں وقت دیکھنے لگے۔

شاید نکل گئے ہوں گے۔" وہ ہانیہ اور بہزاد کا سوچنے لگے اور پھر ڈیلنگ پارٹی کے آجانے پر دونوں ہی میٹنگ میں مصروف"
ہو گئے۔

براک ڈینئل ان کا پرانا پارٹنر تھا جو یہاں سے اسلحہ کے نکلتے ہی آگے ان کے خریداروں تک پہنچاتا تھا۔ یہ حارث صاحب کی ذاتی اور پسندیدہ زندگی تھی، جہاں انہیں کسی قسم کے گارڈز یا سیکیورٹی کی ضرورت نہیں تھی۔ اور ان کی اس دنیا میں رحم لفظ کا احساس بھی نہیں پایا جاتا تھا۔ انسان تو دور کی بات تھی۔

اس زندگی کو انہوں نے اپنی اصل زندگی سے بہت دور رکھا ہوا تھا۔ دنیا ادھر کی ادھر ہو جائے ان کی اس دنیا کا تنکا بھی نہ بکھرے۔ نہ ہی اس سب کی بھنک ان کی شہزادی بیٹی ہانیہ کو ہو۔

یہ ایک غیر قانونی طور پر اسلحہ فروخت کرنے والوں کی، اسمگلرز سیکرٹ لائف تھی۔ جس کے پارٹنر اور سپورٹر بہت تھے کیونکہ خطرے کی کوئی بات ہی نہیں تھی۔

*_______________*_______________*

گلابی سلیو لیس میکسی میں اس کے دودھیا بازو چاند کی طرح دمک رہے تھے۔ گولڈن بالوں کو کھلا چھوڑے، پارٹی میک اپ نے اس کے حسن کو قیامت خیز بنا دیا تھا۔ بہزاد کی نظریں اسکے گداز بازوؤں سے ہوتی ہوئی اس کے گلابی لبوں پر آئیں۔

اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوئیں اور پھر ٹھوڑی پر موجود نقطوں پر تو جیسے سانسیں دہکنے لگی۔ نظریں جب اس کے حسین سراپے سے ہوتی اس کے گہرے گلے تک آئیں تو جسم میں جیسے چیونٹیاں سی رینگنے لگیں۔

میڈم! آپ نے اسکارف نہیں لیا؟" اس کے سامنے آنے پر نظریں جھکائے وہ بولا تو ہانیہ نے حیرت سے اسے دیکھا۔"

اس پر سوٹ نہیں کرے گا۔" خلاف عادت وہ نرمی سے بولی اور آگے بڑھ گی۔"

آپ ان کپڑوں میں اچھی نہیں لگ رہی ہیں۔" وہ کہہ کر لب دبا گیا۔ وہ گاڑی کے پاس کھڑی اس کے انتظار میں تھی کہ وہ" ، دروازہ کھولے اور وہ اندر بیٹھے۔ اس کی آواز پر اپنی سوچوں سے نکلتی ٹھٹھک کر اسے دیکھنے لگی۔ بہزاد کا چہرا سرخ تھا نظریں جھکی ہوئی تھی۔ ہانیہ کی سبز آنکھوں میں غصہ امڈ آیا۔

میں نے تمہاری رائے مانگی باڈی گارڈ؟" وہ غصے سے اس کے سامنے کھڑی ہوئی اور غرا کر بولی۔ وہ لب بھینچ گیا۔"

میں نے تم سے پوچھا کہ میں اچھی لگ رہی ہوں یا بری؟" ہانیہ کو یہ اپنی انسلٹ لگی جس پر وہ اس کے کالر کو پکڑتی جھٹکا دے" کر بولی۔

میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کی جگہ آپ کوئی اچھے پردے والے کپڑے پہنیں۔ جس سے آپ کا حسن چھپ" جائے جو آپ کے ہمسفر کی امانت ہے اور اچھی لڑکیاں پردے میں ہی حسین لگتی ہیں۔" اس کے غصے سے متاثر ہوئے بنا اس نے اپنی بات مکمل کی۔ وہ لفظ "امانت" پر سن ہو گئی تھی۔

آج سے تم میری امانت ہو۔" ایک بھاری سرگوشی نما آواز ہانیہ کو کپکپانے پر مجبور کر گئی اور اس نے بے ساختہ آس پاس" نظریں دوڑائیں۔ دور دور تک کوئی نہیں تھا۔ صرف گارڈز چوکنا کھڑے تھے اور سامنے اس کا محافظ موجود تھا۔

سنہری مدھم روشنی میں وہ نظریں اٹھا کر اس کی کالی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ اس کے ماتھے پر اچانک پسینے کے قطرے نمودار ہونے پر وہ الجھا کھڑا تھا۔

آپ ٹھیک ہیں میڈم؟" بہزاد نے فکرمندی سے پوچھا۔ ایک پل کو ہانیہ نے آنکھیں بند کیں اور اپنے اعصاب کو قابو" کرنے لگی۔ اس ایک پل میں اسے آنکھیں بند کرتے دیکھ کر بہزاد کا دل دھڑکنا بھول گیا۔

اس کی گھنی سیاہ پلکیں جب رخساروں پر گر کر پھر اوپر اٹھیں تو اس کے دل کی حالت غیر کر گئیں۔

ہانیہ کا ہاتھ ابھی بھی بہزاد کے کالر پر تھا اور وہ اب سبز آنکھوں میں سرخ ڈورے لیے اسے دیکھنے لگی۔

میں کسی کی امانت نہیں، انڈر سٹینڈ باڈی گارڈ!" ہائے ہیل پہننے کی وجہ سے وہ اس کے چھ فٹ سے بھی نکلتے قد کے مالک" بہزاد کی ٹھوڑی تک آ رہی تھی۔ اس کے یکدم قریب آ کر اس کی آنکھوں میں دیکھتی وہ سپاٹ لہجے میں کہتی اسے سن کر گئی۔

اس کے نازک سراپے سے اٹھتی مہنگے پرفیوم کی خوشبو اسکی ناک سے ٹکرا رہی تھی۔ اس کی پھولی سانسیں جب بہزاد نے اپنے چہرے پر محسوس کیں تو اس کی ہمت و جرات پر ششدر رہ گیا۔

یہی حال ہانیہ خان کا تھا وہ اس کے "بری" کہنے پر ششدر ہو کر بھڑک اٹھی تھی۔ پر اس کے اتنا کچھ کہنے کے باوجود اس کے پاس ہونے پر اس کی دھڑکنیں بے ترتیب ہو گئی تھیں۔

میں نے یہ شرٹ تمہیں اس لئے پہنائی ہے کہ تم اپنی اوقات نہ بھولو، جو تم اب اکثر بھولنے لگے ہو۔" وہ کہہ کر نخوت" سے سر جھٹکتی خود ہی گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گئی۔ جب کہ بہزاد نے ایک گہرا سانس فضا کے سپرد کیا اور اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

کراچی کے مشہور کلب "المون" جہاں ہانیہ خان نے ایک ماہ بعد اپنی آزادی کے جشن میں پارٹی آرگنائز کروائی تھی۔ اس ،کے پارکنگ ایریا میں گاڑی رکتے ہی وہ باہر نکلا۔ آس پاس بہت سی گاڑیاں رک رہی تھیں اور ان میں سے کپلز، دوست لڑکے لڑکیاں نکلتی ہنستی مسکراتی اندر بڑھ گئی تھیں۔

بہزاد نے ماحول پر افسوس ناک نظر ڈالتے ہوئے اپنی میڈم کیلئے دروازہ کھولا اور خود کنارے پر کھڑا رہا۔

ہانیہ ایک ہاتھ سے میکسی سنبھالتی دوسرا ہاتھ بہزاد کی طرف بڑھا گئی۔

اس نے ایک خاموش نظر اس کے چہرے پر ڈالی اور اس کا نرم روئی جیسا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لے کر اسے باہر نکالا۔

آ گئے اوقات پر۔" وہ مسکراتی ہوئی بہزاد کو دیکھنے لگی۔ اس نے سمجھتے سر کو خم دیا۔"

آپ بھول رہی ہیں اپنی اوقات۔" اس کے دماغ نے کہا تو وہ ہونٹ بھینچ گیا اور دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے آیا۔"

کلب کا ماحول بالکل ویسا ہی تھا جیسا اس نے فلموں میں دیکھا تھا۔ تیز رنگین لائٹیں، تیز میوزک، ڈانس فلور پر کپلز ڈانس کرتے مدہوش وجود، ہر طرح کے مشروبات کی سرونگ کرتے ویٹرز اور کاؤنٹر پر قہقہہ لگاتی چپک چپک کر سیلفیاں لیتی لڑکیاں اور ان کے ساتھ کھڑے انہیں سراہتے ہوئے لڑکے۔ بہزاد نے ملازمہ کی طرف سے آج رات کیلئے دیا گیا بلیک جیکٹ اندر آنے سے پہلے پہن لیا۔ تاکہ اس کی شرٹ پر لکھا لیبل چھپ جائے۔ اب وہ اپنی میڈم کو لڑکیوں سے ملتے دیکھ رہا تھا اور ان سے تعریفیں بٹورتے سن رہا تھا۔

جہاں وہ کھکھلاتی اس کی دل کی دنیا میں ادھم مچا رہی تھی۔ وہیں اسی کا نازک ہوشربا سراپا آس پاس موجود لڑکوں کی تیز نظروں کے حصار میں تھا۔ بہزاد بمشکل خود پر قابو کر رہا تھا۔ اس کا دل کر رہا تھا ابھی جائے اور ہانیہ کو دو کھینچ کر لگائے کہ ہوش میں آؤ اور لوگوں کی نظروں کو پہچانو پر وہ گارڈ تھا، مجبور تھا۔

ہائے!" ہاتھ میں سافٹ ڈرنک کا گلاس لے کر تانیہ اس کے پاس آئی اور اسے کچھ بھی سمجھنے کا موقعہ دیے بغیر اس کے " گلے سے لگنے کی کوشش کرنے لگی۔ بہزاد نے برق کی سی تیزی سے اپنا ہاتھ سامنے کرتے اس کی کوشش ناکام کر دی۔

سڑو گارڈ!" وہ بلبلا کر اپنی ناکامی پر پیچھے ہوئی جب کہ اس سب کو دیکھتے ہوئے کاؤنٹر پر کھڑے اس کے دوستوں نے ایک " جاندار قہقہہ لگایا۔

کیا تم میرے پاس جاب کرو گے؟ میں تمہیں ہانیہ خان سے ڈبل سیلری دوں گی۔" وہ اپنے بال پیچھے جھٹکتی ایک سائیڈ پر " کر گئی اور اب اس کے سامنے معصوم بچی کی طرح آنکھیں پٹپٹانے لگی۔

وہ اسے جاب کی پیش کش کر رہی تھی۔ بہزاد نے بے بسی سے نظریں اپنی میڈم کی طرف اٹھائیں۔ وہ اپنے دوسرے دوستوں کے ساتھ باتوں میں مگن تھی۔

میں حرام نہیں کھاتا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا کہہ کر وہاں سے جانے لگا کہ وہ اچانک ہی اس کے سامنے آئی اور اس کے سینے کا حصہ بن گئی۔ یہ سب اس سوسائٹی میں عام سی باتیں تھیں، پر بہزاد کو بھڑکا گئیں۔ بہزاد نے غصے سے اسے بازو سے پکڑ کر خود سے الگ کیا۔

میڈم! اپنی حد میں رہیں۔" وہ اسے الگ کرتا سرد آواز میں بولا۔"

میری حد بہت وسیع ہے، جس میں تم بھی آسکتے ہو۔" وہ شرارت سے مسکراتی اپنی بانہوں کا گھیرا بنا کر اسے دکھانے لگی۔"

بہزاد دانت پیس کر رہ گیا۔

یہ وسیع حد کہیں اور جا کر پُر کریں، مجھ سے ایسی کوئی امید نہ رکھیں۔" اس نے کوفت سے اس کی اداؤں کو دیکھا۔"

بہزاد نے پھر سے کاؤنٹر کی طرف دیکھا جہاں سے ہانیہ اب اپنے دوستوں کے ساتھ وہاں دوسری طرف موجود صوفوں کی طرف جا رہی تھی۔ اس کے ہاتھ میں گلاس دیکھ کر بہزاد نے آنکھیں سکیڑیں۔

کہیں ڈرنک تو نہیں کر رہی۔ پر نہیں وہ سافٹ ڈرنک کا گلاس تھا"۔ اس نے شکر کا سانس خارج کیا۔"

مجھے کہہ رہا تھا کہ آپ اچھی نہیں لگ رہیں۔ ایسے کپڑے پہننے والی لڑکیاں بری ہوتی ہیں اور خود سامنے شوپیس کھڑا کر کے انجوئے کر رہا ہے نظارے۔" وہ چور نظروں سے بہزاد کو تانیہ سے باتیں کرتے دیکھ کر جل کر سوچنے لگی۔"

وہ کیوں میرے باڈی گارڈ کے پیچھے پڑ گئی ہے؟" سافٹ ڈرنک کا گھونٹ بھر کر اس نے سوچا اور بے دھیانی میں ہی اپنی دوستوں کی باتوں پر سر ہلانے لگی۔"

میں تمہیں بہت پیسہ دوں گی، میرے گارڈ بن جاؤ۔" تانیہ مسکراتی نظر بہزاد کے ضبط سے سرخ چہرے پر ڈال کر کہنے لگی۔"

سوری! یہ آفر آپ سامنے بیٹھے چوسے آم کی گھٹلی کو کر سکتی ہیں، اس نے پہلے ہی کہا تھا کہ ایسی کوئی جاب ہو تو اسے کہا جائے میں اپنی جاب میں خوش ہوں۔" وہ مسکرا کر کہتا اسے سیم کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا اور سیم دونوں کی بے چین حالت پر نظر ڈالتا معنی خیزی سے مسکرا دیا۔"

دال میں کچھ کالا ہے۔" وہ ہانیہ کے سرخ آگ بگولہ چہرے کو دیکھتے بڑبڑایا اور موبائل لے کر اپنے دوست ہادی کو کال کرنے کیلیئے سائیڈ پر چلا گیا۔ جسے اس نے انوائٹ تو کیا تھا پر وہ ابھی تک پہنچا نہیں تھا۔

ہے بڈی! یار کہاں ہو؟" ہادی کے کال پک کرنے پر وہ کلب سے باہر نکلتا بولا۔"

بس پہنچ رہا ہوں بس کچھ لیٹ ہو گیا تھا۔ تم بتاؤ ہانیہ کے بارے میں، اس کا موڈ کیسا ہے؟" اس کی بات پر وہ مسکرا اٹھا۔"

جیلس! جیلس ہو رہی ہے وہ بھی اپنے گارڈ کو تانیہ سے باتیں کرتے دیکھ کر، یار کیا ہی مزہ آرہا ہے۔ دیکھو تو اس نک چڑھی کی ایسی حالت ہے کہ چہرہ سرخ ہو گیا ہے، ہاہاہاہا!" سیم قہقہہ لگا کر بولا تو ہادی ٹھٹھکا۔"

واٹ ربش! وہ کیوں گارڈ کے باتیں کرنے سے جیلس ہو گی؟ آر یو کریزی؟" وہ حیران ہوا تھا اور اس کے دماغ میں وہ واقعہ گھوما جب وہ اسے پارکنگ ایریا میں اس گارڈ کو ہاتھ پکڑنے کا کہہ رہی تھی۔"

آجاؤ پھر معلوم ہو گا۔" سیم نے کہہ کر کال منقطع کی اور دوسری طرف ہادی ضبط سے مٹھیاں بھینچ گیا۔"

تو یہ ہے تمہاری اوقات، مجھے اگنور کر کے تم اس دو ٹکے کے گارڈ سے چونچ لڑا رہی ہو، ہانیہ خان بہت مہنگا پڑے گا یہ تمہیں۔" اس نے بیڈ سے کوٹ اٹھایا اور پہن کر پارٹی کیلیئے روانہ ہو گیا کہ خود بھی تو دیکھے اس ملکہ اور گارڈ کی لو اسٹوری۔"

********** ♥ **********

بہزاد اسے منہ بسورتا چھوڑ کر ہانیہ کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ مضبوط چوڑے سینے پر باندھ لیے۔

واؤ ہنی! تمہاری طرح تمہارے باڈی گارڈ جیسا پوری پارٹی میں کوئی نہیں اس سے کہو نا میرے ساتھ ڈانس کرے۔" سونیا" نے جھک کر اس کے کان میں کہا تو ہانیہ نے دانت پیسے۔

تم خود کہو۔" وہ ناک چڑھاتی ناگواری سے بولی جب کہ اس کے روکھے لہجے پر سونیا نے حیرت سے دیکھا اور مایوسی سے" خاموش ہو کر رہ گئی۔

کیا باتیں کر رہے تھے تم اس سے؟" وہ اٹھ کر جب کاؤنٹر پر آئی تو اسکے پیچھے بہزاد بھی آیا۔ تبھی وہ ہتھیلیاں ٹکا کر کچھ اس" کی طرف جھکتے اس سے مخاطب ہوئی۔

بہزاد نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور وہاں جیلسی کے رنگ دیکھ کر حیران بلکہ اسے جھٹکا لگا۔ وہ سمجھ نہ سکا کہ وہ اس سے کیوں جیلسی ہو رہی تھی؟ لیکن پھر بھی مسکرا کر بولا۔

پرسنل تھی۔" اس کی آنکھوں میں شرارت تھی اور لہجے میں سنجیدگی۔ ہانیہ کو حیرت کا جھٹکا لگا تھا اس کے جواب پر۔"

کون سی پرسنل مجھے بتاؤ؟" وہ گلاس کاؤنٹر پر پٹخ کر اس کے پاس آئی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی پوچھنے لگی۔"

میڈم یہ میری پرسنل باتیں ہیں، تو مطلب پرسنل، آپ کو اس بارے میں نہیں پوچھنا چاہیے؟ کیا میں نے آپ سے پوچھا" کہ آپ کی اپنے انکل کے بیٹے ہادی سے منگنی ہوگئی ہے؟" وہ مسکراتا ہوا اس کی سبز سرخ غصے بھری آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا تو اس نے سر ہلاتے گلاس سے گھونٹ بھرا۔ وہ کچھ دیر سوچتی یہاں وہاں نظریں پھیرتی اس کی طرف رخ کر کے بولی۔

ہاں ہوئی تھی بچپن میں، پر میں اسے پسند نہیں کرتی۔" وہ تلخ ہوئی اور جان بھی نہ پائی کہ وہ کیوں اسے صفائی دے رہی" تھی۔ حالانکہ وہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔

اب تم بتاؤ کیا کہا اس لومڑی نے؟" وہ اس سے بے چین ہو کر پوچھنے لگی۔ بہزاد نے لب بھینچ کر دیکھا اور پھر اسے نظر" انداز کر دیا۔

بتاؤ! میں نے بتا دیا ہے۔" وہ ضدی لہجے میں اس کی جیکٹ کو کھینچتے ہوئے بولی۔"

پرسنل ہے۔" وہ کہہ کر اسے دیکھنے سے کترا رہا تھا۔"

تو میری بھی یہ پرسنل بات تھی، تم نے پوچھا میں نے بتا دیا، اب تم یہ پرسنل بیچ میں سے ہٹاؤ اور مجھے بتا کر پھر واپس رکھ" دو۔ شاباش یہ میرا آرڈر ہے۔" وہ اس کے پھر پرسنل کہنے پر بل کھاتی بمشکل غصہ ضبط کرتی اسے پچکارتے ہوئے بولی۔

آپ ضد کیوں کر رہی ہیں؟ اس بے وقعت باڈی گارڈ کی پرسنل باتیں جان کر کیا کریں گی آپ؟" وہ اپنی جیکٹ پر رکھے" اس کے ہاتھ کو ہٹاتے ہوئے بولا۔ ہانیہ نے اس کے مضبوط ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو دیکھا۔ اسے یاد آیا وہ لمحہ جب تانیہ اس کے

سینے سے چپکی ہوئی تھی اور اس نے یہی ہاتھ اس کے بازو پر رکھا ہوا تھا۔ ہانیہ نے مسکراتے ہوئے بہزاد کے ہاتھ کی پشت پر اپنے ناخن گاڑ دیے اور تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

دونوں کو اپنی کیفیت سمجھ نہیں آ رہی تھی۔ وہ اس کے ہاتھ پر اپنے ناخنوں کا دباؤ بڑھا رہی تھی اور وہ خاموش کھڑا آس پاس دیکھتے ہوئے پھر اس کی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

اگر تم نے نہیں بتایا کہ وہ لومڑی کیا کہہ رہی تھی تو میں تمہارے ہاتھ کی پشت ادھیڑ کر رکھ دوں گی۔" وہ اس ڈھیٹ پر اثر" ہوتا نا دیکھ کر بولی تو بہزاد کندھے اچکا گیا۔

ادھیڑ دو، بتانے والا تو میں ہوں نہیں، میں اپنی پرسنل باتیں کسی سے شیئر نہیں کرتا۔" اس نے مسکرا کر اپنا انگوٹھا اس کے" نازک ہاتھ کی پشت پر پھیرا۔ ہانیہ کے ہاتھ پر اس کے لمس سے کرنٹ سا دوڑ گیا اور اس نے جھٹکے سے اس کے ہاتھ کو چھوڑا بلکہ اپنی بیوقوفی پر شرمندہ ہوتی کچھ دور بھی ہو گئی۔

وہ بمشکل اپنے تنفس کو بحال کر رہی تھی۔ گھبراہٹ میں اپنے قریب کاؤنٹر پر رکھا گلاس بغیر اس کی سمیل اور ذائقے پر دھیان دیے لبوں سے لگا گئی۔

اس کے سارے حواس ہی کام کرنا چھوڑ گئے تھے۔ وہ گلاس خالی کر کے کاؤنٹر پر پٹختی اس کی طرف پشت کر کے اب سامنے ڈانس فلور کی طرف دیکھ رہی تھی۔

ہنی!" لہجے میں محبت سمو کر ہادی نے اسے پکارا تو دونوں نے بیک وقت مڑ کر اسے دیکھا۔"

مجھے انوائٹ کرنا تو تم بھول ہی گئی۔" وہ چہرے پر مسکراہٹ سجائے اس کے دوستوں کے ساتھ شکوہ کرتا اس کی طرف" آیا۔ ہانیہ اپنے مسکراتے دوستوں کو دیکھ کر اس کے لہجے پر اسے ٹوک بھی نہیں سکتی تھی۔

ہاں سچ میں، میں بھول گئی تھی۔" اس کے پاس آنے پر وہ مسکرا کر بولی تو ہادی نے ایک غصے بھری نظر پاس کھڑے بہزاد" پر ڈالی۔

کم آن گائیز! کیوں بچوں کی طرح یہاں کھڑے ہو؟ چلو آؤ ڈانس کرو۔ اتنا زبردست میوزک چل رہا ہے۔" سیم کے "
ساتھ سونیا جھومتی ہوئی ان کے پاس آکر منہ بناتی بولی تو سب ہنس پڑے۔

میرے ساتھ ڈانس کروگے باڈی گارڈ؟" تانیہ نے اپنا ہاتھ بہزاد کی جانب بڑھایا۔ جس پر ہانیہ نے بہزاد کے چہرے کو"
دیکھا۔ بہزاد نے ناگواری سے انکار کرنا چاہا مگر ہادی بیچ میں بول اٹھا۔

کیوں نہیں کرے گا ڈانس؟ ضرور کرے گا، یہ بھی ہماری طرح جوان ہے۔ اس کا بھی دل کر رہا ہوگا رومانٹک ماحول میں "
رومانٹک ساتھی کے ساتھ ڈانس کرنے کا، کیوں ہنی ڈارلنگ؟" اس نے کمینگی سے بھرپور مسکراہٹ چہرے پر سجاتے
ہوئے ہانیہ کی رائے لی جس پر وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔ بہزاد لب بھینچ گیا۔

سوری میں یہاں باڈی گارڈ ہوں کوئی گیسٹ نہیں، نہ ہی میری ایسی کوئی خواہش ہے رومانٹک ہونے کی، معذرت مجھے اپنی"
جاب کرنے دیں۔" وہ روکھے لہجے میں کہتا تانیہ کے ہاتھ کو نظر انداز کر گیا جس کے باعث وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

یہ کیا بات ہوئی بھلا! تمہارا دل نہیں کر رہا تو اس کا ہی دل رکھ لو، ہنی ڈارلنگ! شاید یہ تمہارے آرڈرز پر عمل کرے گا تم"
اپنی دوست کی دلی کیفیت سمجھو۔" ہادی ہانیہ کے تاثرات جانچتے ہوئے بولا تو اس نے بہزاد کو دیکھا۔

جاؤ تم میں یہیں ہوں۔" وہ سرد لہجے میں اس سے بولی پر اس کے اندر شعلے بھڑک اٹھے تھے۔"

پتا نہیں کیا کیفیت تھی کہ نا اسے کسی کے ساتھ ڈانس کرتے دیکھنا چاہتی تھی نا ہی اسے اپنی اوقات بھلا دینا چاہتی تھی۔ عجب
سی ایک چڑ تھی یا کچھ اور بھی۔ جو اسے پہلے دن سے دیکھ کر پیدا ہوئی تھی۔

سوری!" بہزاد پھر بھی معذرت کر گیا۔ اس میڈم اور گارڈ کے تماشے کو دیکھتے ہوئے سیم اور ہادی نے ایک دوسرے کو"
دیکھا۔

شاید ہماری ہنی ہی راضی نہیں کہ اس کا باڈی گارڈ کسی کے ساتھ ڈانس کرے، ہاہاہاہا!" ہادی نے کہتے ہوئے قہقہہ لگایا جس"
کا ساتھ سیم نے بھی دیا۔ ہانیہ نے خونخوار نظروں سے بہزاد کو دیکھا۔

ابھی تو پرسنل باتیں ہو رہی تھیں دونوں کے بیچ، اور اب یہ نخرے! جا کیوں نہیں رہا؟" وہ دانت پیستی آگے بڑھی اور" بہزاد کے ہاتھ کو پکڑ کر تانیہ کے ہاتھ میں دے دیا۔

جاؤ!" وہ چلا کر بولی جس پر بہزاد نے اس جذباتی میڈم کو افسوس سے دیکھا۔ جو ان لڑکوں کی چال کو سمجھ نہیں پا رہی تھی۔"

آؤ!" تانیہ مسکراتی ہوئی اسے لے کر ڈانس فلور پر آئی اور اس کے گلے میں اپنے بازو ڈالے۔ بہزاد نے غصے بھری نظروں" سے ہانیہ کو دیکھا اور خاموشی سے اس کے ساتھ ہلکا ہلکا موو کرنے لگا۔

یہ لو ٹھنڈا پیو۔" ہادی نے ڈرنک کا گلاس اس کی جانب کیا جس پر ہانیہ نے بہزاد سے اپنی غصے بھری نظریں ہٹا کر اسے" دیکھا اور بغیر چوں چراں کیے ایک ہی سانس میں پورا گلاس خالی کر دیا۔

ایز اے فرینڈ ایک بات پوچھوں؟" وہ اس کے ساتھ کاؤنٹر سے ٹیک لگا کر کھڑا ہوا۔ ہانیہ نے اثبات میں سر ہلایا۔"

کیا تم اس گارڈ کو پسند کرنے لگی ہو؟ کیونکہ تم نے کہا کہ وہ نکاح والا واویلا صرف ایک بہانہ تھا۔" اس نے کہتے ہوئے ہانیہ" کے چہرے کو دیکھا جس پر ناگواری پھیل چکی تھی۔

تم بھولنے کیوں نہیں دیتے مجھے اس سب کو۔ غصے میں کہا تھا کہ ایک بہانہ ہے اور میں کیوں اس گارڈ کو پسند کرنے لگی؟" ہمارے اسٹیٹس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ وہ میرا باڈی گارڈ ہے۔" وہ غصے سے بول کر سامنے دیکھنے لگی جہاں تانیہ اس سے قریب تر ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

جب کہ اس کی حالت ایسی ہو رہی تھی جیسے اسے کسی نے تپتے صحرا میں پھینک دیا ہو۔ اس کے وجود میں آگ بھڑک اٹھی تھی اور وہ بہت مشکل سے ضبط کیے کھڑی تھی۔

ڈانس!" ہادی نے مسکرا کر اس کی طرف ہتھیلی پھیلائی۔"

نو!" ہانیہ منہ بنا کر انکار کر گئی اور خود کو سنبھالنے کیلیئے کاؤنٹر کو پکڑا۔"

ایز اے فرینڈ، ناٹ فیانسی، پلیز!" وہ اس کے ہاتھ کو پکڑ تا بولا تو وہ انگلی ٹھوڑی پر رکھے اسے دیکھنے لگی۔"

"صرف دوست ہاں!" وہ یقین دہانی کروانے لگی تو ہادی نے مسکراتے اس پر ڈرنک کا اثر ہوتے دیکھتے سر ہلایا۔ وہ اسے لے کر ڈانس فلور پر آ گیا۔

بہزاد نے حیرت سے ہانیہ کو اوپر آتے دیکھ کر تانیہ کو جھٹکے سے خود سے الگ کیا۔

"میڈم!" وہ غصہ ضبط کرتا اسے ہادی کے ساتھ دیکھ کر بولا مگر اس کی آواز میوزک میں ہی دب گئی اور ہادی اس سے دور ہو کر کھڑا ہو گیا۔

"ڈارلنگ! تمہیں معلوم ہے آج تم کتنی خوبصورت لگ رہی ہو۔" اس نے اپنا ہاتھ ہانیہ کی نازک کمر کے پیچھے لے جاتے انگلیوں کی سخت پکڑ میں جکڑا۔ اس کی مضبوط انگلیاں اس کی نازک کمر میں چبھیں۔ نشے میں جھولتی ہانیہ بلبلا کر اس سے دور ہونے کی کوشش کرنے لگی پر وہ اس کی کوشش کو ناکام بناتے ہوئے زبردستی اس کے ساتھ ڈانس کے سٹیپ لینے لگا۔

"چھ۔۔ چھوڑو!" وہ اس کے سینے پر ہاتھ رکھے غصے سے اسے پیچھے کرنے لگی۔

"تم فرینڈ نہیں ہو، چھوڑو مجھے۔ تم اچھے نہیں ہو۔۔ ہادی!" وہ اپنے نازک بازو پر اس کی وحشی گرفت محسوس کرتی چلائی مگر میوزک کے شور میں اسکی چیخ دب گئی۔

"ہاں اب گارڈ کے روپ میں یار جو مل گیا ہے، میں کہاں تمہیں اچھا لگوں گا ڈارلنگ!" وہ اس کا بازو چھوڑ کر اس کی گردن پر انگلیاں پھیرتا ہوا ٹھوڑی کو انگلیوں میں دبوچ کر اس کا چہرہ اوپر اٹھا کر بولا۔

"نن نو!" وہ رونے لگی۔ اسے خود پر جھکتے دیکھ کر اسے پیچھے دھکیلنے کی کوشش میں وہ بے بس ہو گئی تھی۔ خود سے قریب ہوتی تانیہ کو پیچھے دھکا دیتا بہزاد اپنے آگے سے لوگوں کو ہٹاتا اچانک ہی ان کے سر پر پہنچا اور ہادی کے منہ پر ایک زوردار مکا جڑا۔ ہادی ڈانس فلور سے نیچے جا گرا۔

"میڈم!" ہادی کو اپنی لہو رنگ آنکھوں سے گھورتے ہوئے اس نے لڑکھڑاتی ہوئی ہانیہ کو تھاما۔

"باڈی گارڈ!" لڑکھڑاتی زبان میں پکارتی ہانیہ اس کے سینے میں چھپ گئی اور یہ سب دیکھتے کلب میں سناٹا چھا گیا۔

"یو باسٹرڈ! تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھ پر ہاتھ اٹھانے کی؟ دور رہو میری فیانسی سے۔" ہادی غرا کر بولتا اس کی جانب لپکا۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میڈم کے ساتھ ایسا وحشی سلوک کرنے کی؟" وہ اس سے بھی تیز آواز میں دھاڑا کہ سب کانپ کر" رہ گئے۔

ہادی نے اس کے سینے سے لگی روتی ہوئی ہانیہ کا بازو دیکھا جہاں اس کی دودھیا رنگت پر اس کی انگلیوں کے نشان پڑ گئے تھے۔

وہ میری فیانسی ہے۔" ہادی نے جتایا اور اسے ہانیہ سے دور کرنے کیلئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ بہزاد نے درمیان میں ہی اس کا" بازو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ بلبلا کر پیچھے ہوا۔ ہانیہ قہقہہ لگاتی بہزاد کے گرد بانہیں ڈالے مسکرا رہی تھی۔

نن نو میں فیانسی نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلاتے بہزاد کے سینے پر سر رکھا۔"

فیانسی ہو گی تب جب وہ ہوش میں ہو گی اور خود قبول کرے گی۔ اس وقت وہ صرف میری میڈم ہے اور اب اگر اس کی" طرف ایک قدم بھی بڑھایا تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میڈم کے کچھ لگتے ہو یا انسان بھی ہو۔" وہ سرخ آنکھوں سے زخمی شیر بنا دھاڑتا ہوا ہانیہ کو اپنی جیکٹ پہنا کر ڈانس فلور سے نیچے اتر آیا۔

ہادی کیا کسی کی بھی ہمت نا ہوئی اس کی طرف قدم بڑھانے کی۔ اس کے زخمی شیر والے روپ کو دیکھ کر تانیہ، کاٹو تو بدن میں لہو نہیں کی حالت میں تھی۔ وہ اس کے ساتھ کیسے بی ہیو کر رہی تھی۔ اگر وہ اس روپ میں آ کر اسے دو لگا دیتا تو شاید ہی وہ کبھی اٹھ پاتی۔

بڈی! وہ تو لے گیا اسے۔" ہانیہ کو لے جاتے بہزاد کو دیکھتے ہوئے سیم اس کے پاس آیا۔ ہادی نے سرخ نگاہوں سے اسے" گھورا۔

تمہارے پاس جمشید کا کانٹیکٹ نمبر ہے؟" اس نے پوچھا تو اسے اپنے گروپ کا وہ بگڑا غنڈہ یاد آیا۔"

ہاں ہے۔" اس نے سر ہلاتے ہوئے مسکرا کر موبائل نکالا اور دونوں ڈانس فلور سے نیچے اتر گئے۔"

ان کے نکلتے ہی پارٹی پھر اپنے عروج پر پہنچ گئی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

یہ لو!" سیم نے کال ملا کر موبائل ہادی کے حوالے کیا اور ہادی نے مسکراتے ہوئے موبائل اس کے ہاتھ سے لیتے ناک" سے نکلتا خون صاف کیا۔

--------------------------------------*

گاڑی روکو!" وہ اسٹیئرنگ پر ہاتھ مارتی مسلسل غصے میں ضد کر رہی تھی۔"

اور اس کی دو ٹکے کی جیکٹ کو وہ اپنی ہیل کے نیچے رکھے بیٹھی تھی۔ بہزاد نے ایک خاموش نظر اس کے چہرے پر ڈالی جہاں اسکی ٹھوڑی پر سرخ نشان تھے۔ غصے کی شدید لہر اس کے دل دماغ کو جکڑ گئی۔ اس نے اچانک ہی پاؤں بریک پر مارا۔

ہاہاہاہا!" ہانیہ قہقہہ لگاتی اس کے بازو کو تھام گئی۔"

وائلڈ مین! میں نہیں گرنے والی۔" وہ سر اس کے بازو پر رکھ کر شرارت سے بولی۔ بہزاد لب بھینچ کر اسے دیکھنے لگا۔"

اب بتاؤ تم اس لومڑی سے کون سی پرسنل باتیں کر رہے تھے؟" وہ سیدھی ہو بیٹھی اور اس کی آنکھوں میں دیکھتی غصے" سے بولی۔

کیوں بتاؤں؟" وہ سرد لہجے میں بولا۔ ہانیہ نے منہ بنا کر اس کی نقل اتاری۔"

بتاؤ ورنہ نوکری سے فارغ کر دوں گی باڈی گارڈ۔" وہ سرخ نشیلی آنکھوں سے اس کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔"

کر دو۔" بہزاد نے کندھے اچکاتے ہوئے رات کے دو بجے اس سنسان سڑک کو دیکھا۔"

میں اس لومڑی کو مار دوں گی۔" وہ چلائی تو اس کی آنکھوں میں تبسم کھلا۔"

کیوں اچانک؟" وہ اس کی جانب رخ کر کے اس کی سبز آنکھوں میں دیکھتا پوچھنے لگا تھا کہ کل تو میں دو ٹکے کا ملازم تھا۔ کوئی" اوقات اور اہمیت نہیں تھی، پھر آج یوں اچانک کیوں اتنی شدت پسندی۔ ہانیہ خاموشی سے اسے دیکھنے لگی اور اس کی آنکھوں میں موجود لاتعداد سوال پڑھنے لگی۔

بس اچانک!" وہ نشے کی حالت میں اس کی طرف کھسکتی اس کے بازو پر سر رکھ گئی۔ بہزاد نے ایک گہرا سانس لیا۔"

اپنا ہاتھ دکھاؤ۔" اسے کچھ دیر پہلے کی اپنی حرکت یاد آئی۔ بہزاد نے مسکراتی نظر اس کے سر پر ڈال کر اس کے سامنے اپنا" ہاتھ کیا۔

ہانیہ نے پلٹ کر اپنے سامنے اس کے ہاتھ کی پشت کی جہاں اس کے ناخن بری طرح چبھتے خون کی چھوٹی چھوٹی بوندیں نکال چکے تھے۔

تم صرف میرے باڈی گارڈ ہو، انڈرسٹینڈ!" وہ اس کے زخم پر اپنی انگلی سے دباؤ دیتی جتانے لگی۔"

آئندہ اس لومڑی سے بات کروگے؟ میرے علاوہ کسی کی طرف دیکھوگے؟" اب وہ اس کے زخموں پر انگلیاں پھیرتی" پوچھنے لگی۔ بہزاد کا دل کیا ویڈیو بنالے اور بعد میں اس نک چڑھی کے ہوش میں آنے پر اسے دکھائے۔

میں تو آپ کو ہی دیکھتا ہوں میڈم!" وہ مسکراتی آنکھوں سے بولا۔"

ایسے نہیں دیکھو۔" وہ ہاتھ جھٹکتی بولی۔"

مطلب بس اتنی سی محبت واحساس؟" بہزاد نے اس کے ظلم پر اسے دیکھا۔"

تو آپ بتائیں کیسے دیکھوں؟" وہ چڑ کر اسے دیکھنے لگا۔"

ورنہ تنہائی کا جو عالم تھا کوئی اس سے پوچھے اس کی اندرونی حالت۔

مکمل تنہائی تھی اور اس تنہائی میں خوبصورت وقیامت خیز حسن کی مالک وہ اس کے رحم کرم پر تھی۔ بندہ بشر تھا بہک سکتا تھا پر اس نے خود پر، اپنے دھڑکتے دل پر پہاڑ رکھ کر خود کو باور کروایا کہ وہ ایک محافظ ہے اس وقت اور کچھ نہیں۔ بہزاد نے گاڑی اسٹارٹ کی تو ہانیہ نے اس کے ہاتھ پکڑ لیے۔

میں نے ابھی آرڈر نہیں دیا باڈی گارڈ!" نشے میں بھی وہ نخوت سے ناک سکوڑ کر بولی جس پر وہ بھی ہنس پڑا۔"

تو دے دیں میڈم! اور گھر چل کر آرام کریں آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں۔" وہ کہتا ہوا پھر سے گاڑی سٹارٹ کرنے کی" کوشش کرنے لگا۔ وہ خونخوار سی اس کو گلے سے پکڑ کر اس کا رخ اپنی طرف کر گئی۔

کیا چاہتی ہیں؟" ضبط سے سرخ چہرے کے ساتھ وہ غصے سے بولا۔ کیونکہ وہ اپنے لئے اور اسکے لئے مشکلات کا سبب بن" رہی تھی۔

تمہیں!" ہانیہ کہہ کر نظریں جھکا گئی۔"

سائیکو!" وہ بڑبڑا کر رہ گیا۔"

دیکھو تم مجھے ایسے دیکھا کرو وائلڈ مین۔" وہ سر اٹھا کر یاد آنے پر بولی۔ بہزاد نے ذرا سی دلچسپی سے اسے دیکھا۔ ہانیہ" مسکراتی ہوئی نشے کے زیر اثر اس کے چہرے کے قریب آگئی اور اپنی سرخ بوجھل آنکھوں سے اس کی کالی آنکھوں میں بمشکل دیکھتی کبھی آنکھیں جھپکاتی۔

میں ایسے ہی دیکھتا ہوں۔" بہزاد نے بیزاری سے کہا ورنہ قریب آنے پر اس کے جسم سے اٹھتی اسکے پرفیوم کی خوشبو" بہزاد کے حواس سلب کر رہی تھی۔

نہیں تم ایسے نہیں دیکھتے تم تو غصے، کوفت اور ناپسندگی سے دیکھتے ہو۔ ایسے دیکھا کرو مجھے محبت سے۔" وہ اس کے کندھے" پر ہاتھ رکھتی مزید اس کی طرف جھکی۔ اس بار بہزاد ٹھٹھک گیا اور غصے سے اس کے ارادوں کو دیکھتے اس کے کانپتے گلابی لبوں میں چھپی پیاس کو دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں میں لہو سا ابل آیا۔

ہوش میں آؤ میڈم!" وہ اسے کندھے سے پکڑ کر پیچھے سیٹ پر پھینکنے کے انداز میں بٹھاتا ہوا دھاڑا جس سے ہانیہ سہم سی" گئی۔

کک کیا ہوا؟" وہ ڈر کر پوچھنے لگی اور دونوں ہتھیلیوں سے اپنی آنکھیں مسلنے لگی۔"

وہ غصے بھری نظر اس کے چہرے پر ڈالتا گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ اچانک ہی اس سیاہ رات میں کچھ سیاہ پوش لوگوں نے ان کی گاڑی کا راستہ روک کر کسی بھاری چیز سے گاڑی پر اٹیک کیا۔ "ٹھا" کی آواز پر بہزاد نے ہانیہ کو دیکھا جو منہ پھلائے بیٹھی تھی اس آواز پر حیرت سے گاڑی سے باہر نکل کر دیکھنے کی کوشش کرنے لگی۔

کون ہے باسٹرڈ؟" وہ دھاڑ کر سیٹ بیلٹ کھولنے لگی۔ بہزاد کا دل کیا پہلے تو اس کا گلا دبائے۔ بڑی تیس مار خان بن گئی تھی" وہ نشے میں۔

میڈم! آپ باہر مت نکلیں میں دیکھتا ہوں۔" اس نے اپنی گن لوڈ کرتے ہوئے ہانیہ کو واپس کھینچ کر سیٹ پر بٹھایا اور خود" باہر نکلا۔

ہادی کا ارادہ اسے جان سے مروانے کا نہیں تھا۔ صرف اسے سبق سکھانے کا تھا۔ صرف یہ بتانا مقصد تھا کہ ہانیہ خان اس کی ہے اور وہ اس کے سامنے کچھ نہیں، وہ اسے سیکنڈز میں مسل سکتا ہے اس لیے اپنی اوقات میں رہے۔

جس طرح اس نے سب کے سامنے اسے مکا مار کر ڈانس فلور سے گرایا تھا ویسے ہی وہ اس کی ساری پسلیاں ڈبل کر دینا چاہتا تھا۔

ابے تو ہے بہزاد! منسٹر کی بیٹی کا باڈی گارڈ؟" جمشید اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ آگے بڑھتا اس سے پوچھنے لگا۔"

ہاں ابے میں ہی ہوں باڈی گارڈ۔" وہ بھی اسی انداز میں کہتا ان کے مقابل آیا۔"

تیری تو مجھے ابے کہا سالے؟" جمشید ابے سنتا اپنے موٹے ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کے منہ پر مارنے ہی والا تھا کہ بہزاد نے اس" کا ہاتھ ہوا میں ہی تھام لیا۔

تیری تو مجھے سالے کہا!" وہ خود اس طرح کی لوفر گردی سے واقف تھا کہ کیسے انہیں سنبھالنا ہے۔"

اس کا ایک ہاتھ پکڑتے دوسرا ہاتھ گھما کر اس کے منہ پر مارا۔ پیچھے سے اس کے ساتھی نے ہاکی گھما کر بہزاد کے سر پر ماری وہ کراہ کر پیچھے ہٹا اور پیچھے سر پر اپنا ہاتھ رکھا۔

ہاہاہا! باڈی گارڈ ڈر گیا۔" وہ تینوں قہقہہ لگا اٹھے۔"

بہزاد!" یہ سب دیکھتی ہانیہ گھبرا کر گاڑی سے باہر نکلی"

میڈم! آپ اندر بیٹھیں۔" وہ غصے سے بولا کیونکہ اس کا حلیہ ان شیطانوں کو بہکا سکتا تھا۔"

یو باسٹرڈ! تت تم نے میرے گگ گارڈ کو مارا۔" وہ جھولتی لڑکھڑاتی گاڑی کا سہارا لے کر ان کی طرف بڑھنے لگی۔ بہزاد" نے قہر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔ اس نے ایک ہاتھ پیچھے ٹکایا ہوا تھا اور دوسرے سے گن پکڑی ہوئی تھی جو ان کی نظروں سے اوجھل تھی۔

واہ! کیا ماسٹر پیس ہے، واللہ قیامت!" جمشید ہانیہ کو ہوس بھری نظروں سے اوپر سے نیچے تک دیکھتا بولا۔ بہزاد کے رگوں" میں شعلے بھڑک اٹھے۔

اوکے اوکے چل! تت تم مار وانہیں مم میں دیکھتی ہوں۔" وہ پیچھے ہوتی بہزاد کی آنکھوں میں غصہ دیکھتی بمشکل اپنی" بوجھل آنکھیں کھولتی بولی۔

آ تجھے ماسٹر اسٹار دکھاؤں سالے۔" کہتے ہوئے بہزاد نے اپنے بھاری ہاتھ کا مکا جہاں جمشید کے منہ پر مارا تھا وہیں اپنی ایک" ٹانگ برق سی تیزی سے اپنے سامنے کھڑے لڑکوں کو ماری اور ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی ان کے ہاتھ سے ہاکی چھین کر ان پر برسانا شروع کر دی۔ بہزاد کے ساتھ تینوں گتھم گتھا ہوتے لہولہان ہو گئے۔

ہانیہ زور شور سے ہوٹنگ کرتی "باڈی گارڈ" کے نعرے بلند کر رہی تھی۔ بہزاد نے ان کا برا حال کر دیا تھا۔

بھاگو کمینو پاگل ہو گیا ہے یہ۔" اپنے باس کا حکم ملتے ہی وہ گولی کی سپیڈ سے وہاں سے نکلے تھے۔ اب جمشید خوفزدہ سا" بہزاد کے سامنے اکیلا کھڑا تھا۔

کس نے بھیجا ہے؟" اس نے گن پیچھے ہی بیلٹ میں لگا دی تھی کیونکہ وہ جانتا تھا کہ کرائے کے غنڈے ہیں۔ ان کے لیے" اس کے ہاتھ ہی کافی ہیں۔ وہ آگے بڑھا تو جمشید خوفزدہ ہو کر پیچھے بھاگا۔

رک ابے!" اس نے جھپٹ کر پیچھے سے اس کے کالر کو کھینچا اور زور سے روڈ پر پٹخا۔"

بتاتا ہوں، بتاتا ہوں۔" ہاتھ جوڑتے ہوئے اس نے زمین پر پڑے پڑے ہی کہا۔"

ہاں بب بولو، ورنہ مار دوں گی۔" وہ پیچھے سے جھولتی ہوئی ہاکی نیچے سے اٹھا کر اس کی ٹانگوں پر مارتی گرنے ہی والی تھی کہ" بہزاد نے اسے تھاما۔

بول سس سالے قیمہ بنادوں گی۔" خود کو زور لگا کر چھڑواتی وہ جمشید کے بڑے سے پیٹ پر ہیل مارتی اس کے اوپر گرنے ہی والی تھی کہ پھر سے بہزاد نے بروقت اسے بازوؤں کا سہارا دیا اور موقع دیکھ کر جمشید کھڑا ہوتا بغیر نام بتائے بھاگ گیا۔

" ارے ارے! رکو ورنہ کاٹ دوں گی۔" وہ جمشید کو دھندلی آنکھوں سے بھاگتے دیکھ کر چلاتی ہاتھ پیر مارنے لگی۔

" چپ!" اسے بھگا کر اب کاٹنے کا کہہ رہی ہیں۔" وہ غصے سے بولا۔ہانیہ نے سہم کر انگلی لبوں پر رکھ لی۔

" تم مجھ پر چلائے وائلڈ مین! میں تت تمہیں بھی کک کاٹ۔۔۔" لڑکھڑاتی زبان میں حیرت کی زیادتی سے کہتی وہ اس کی بانہوں میں جھول گئی۔ بہزاد نے دانت پیس کر اسے اپنی بانہوں میں اٹھایا۔ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ یہ غنڈے اس کے انکل کے بیٹے کے ہی بھیجے ہوئے تھے۔ تبھی تو وہ ہتھیاروں کے بغیر آئے تھے صرف اسے سبق سکھانے۔ وہ سوچ رہا تھا کہ جیسی ان کی حالت کی ہے۔ وہ جا کر جب اپنے اس ہادی صاحب کو دکھائیں گے تو پھر اس کا کیا حشر ہو گا؟

اسے بانہوں میں اٹھا کر گاڑی کا دروازہ کھول کر اندر بٹھایا اور ڈور بند کرتے خود گاڑی کی دوسری طرف آ گیا۔

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے اس نے اپنی سیٹ بیلٹ باندھی اور پھر اس کی طرف جھکا۔ تبھی ہی نظریں اس کی بند آنکھوں پر گئیں۔

" مجھے اوقات میں رہنے کا کہتے کہتے خود اپنی حیثیت بھول گئیں۔" اس نے جھک کر اس کے کان میں سرگوشی کی اور سیٹ بیلٹ باندھی۔

ایک ہاتھ سے اس کے شانے کو پکڑے دوسرے سے بڑی مہارت سے ڈرائیو کر رہا تھا جیسے یہ اس کے لئے بڑی بات نہیں۔ اس کی شرٹ پر سفید حروف میں لکھے "میٹرک فیل باڈی گارڈ" سرخ رنگ میں تبدیل ہو گیا تھا۔ خون کے مسلسل کندھے سے بہنے سے وہ اپنے چکراتے سر کو سنبھالے بمشکل بیٹھا تھا۔

تین بجے جب وہ خان مینشن پہنچے تو سب گارڈز الرٹ کھڑے تھے۔ حارث صاحب کو لان میں ہی ماربل کی سفید روش پر اضطرابی حالت میں یہاں سے وہاں ٹہلتے دیکھ کر وہ کچھ شرمندہ ہوا۔

کیا ہوتا اگر وہ اس کے کہنے پر گاڑی نا روکتا۔

"کہاں تھے اتنی دیر؟ ہادی کی کب سے کال آچکی ہے کہ تم اسے لے کر دو بجے ہی نکل چکے ہو۔" بہزاد کی گاڑی کو اندر داخل ہوتے دیکھ کر اس کے گاڑی سے نکلتے ہی وہ دھاڑے۔ مگر اسکی کی حالت دیکھ کر وہ ٹھٹھک گئے۔

"یہ کیا ہوا تمہیں اور رہانیہ کہاں ہے؟ کیسی ہے؟" وہ گھبرا اٹھے۔ گاڑی کا ڈور کھول اندر سوئی اپنی بیٹی کو ٹھیک ٹھاک دیکھ کر انہوں نے سکون کا سانس لیا۔

"اس نے ڈرنک کی ہے؟" حارث صاحب نے جب اسے باہر نکالا تو اس کے منہ سے آتی ڈرنک کی سمیل پر وہ حیرت سے بہزاد کو دیکھنے لگے۔

"نہیں سر میڈم نے نہیں پی۔" وہ انکی نفی کرتا بولا۔

"تو کس نے پلائی اسے؟" بمشکل خود پر ضبط کرتے پوچھنے لگے۔

"سر میڈم تو سوافٹ ڈرنک پی رہی تھیں اور جب انہوں نے مجھے زبردستی اپنی فرینڈ کے ساتھ ڈانس کرنے کیلیئے بھیجا تو ہادی صاحب تھے ان کے پاس۔ شاید انہوں نے میڈم کو پلائی سافٹ ڈرنک کہہ کر۔" بہزاد کہہ کر جیب سے رومال نکالتا اپنی گردن کو صاف کرنے لگا۔

"اس نے تمہیں کہا جاؤ ڈانس کرو دوست کے ساتھ اور تم چلے گئے؟ تم اس کے باڈی گارڈ ہو یا دوست؟" وہ غصے سے دھاڑے اس کی بیوقوفی پر اور ہادی کی حرکت پر ان کی رگیں تن گئیں۔

"سر آپ جانتے ہیں میڈم کی ضد کو۔" وہ سر جھکائے مؤدب سا بولا۔

"تم اس کی ضد پوری کرنے کیلیئے نہیں ہو لڑکے! اس کے لئے اس کا باپ ابھی زندہ ہے۔ تم اس کے باڈی گارڈ ہو۔ وہ کام انجام دو جو تمہارا ہے۔ میری جگہ لینے کی کوشش مت کرو۔ یہ سب کیسے ہوا؟" برہمی سے کہتے اس کی حالت کے بابت دریافت کیا۔

"اٹیک ہوا تھا سر گاڑی پہ۔ شاید میڈم کو اغوا کرنے آئے تھے کچھ لوگ۔" حارث صاحب چونک گئے۔

"تم نے انہیں دیکھا کون تھے؟" وہ بے چینی سے پوچھنے لگے۔

ان کا غدار ڈرائیور بھی انہیں مل گیا تھا پر اس کا بیان تھا کہ وہ ڈر سے بھاگا تھا اس اٹیک میں۔ اس کا کوئی ہاتھ نہیں تھا۔ نہ ہی وہ ان آدمیوں کو جانتا تھا۔ پولیس کی سختی پر بھی اس کا بیان نہ بدلہ تھا اور جنہوں نے اچانک حارث صاحب پر اٹیک کیا تھا وہ ایسے غائب ہوئے تھے جیسے وہ اس دنیا کی رہنے والی مخلوق ہی نا ہو۔

نہیں سر وہ نقاب پوش تھے اور تعداد میں پانچ تھے۔" بہزاد نے کہہ کر گاڑی کی طرف اشارہ کیا جس پر بلٹ پروف" ہونے کی وجہ سے گولیوں کے صرف ہلکے ہلکے نشان تھے۔

اوہ!" حارث صاحب کا دل دہل گیا۔ انہوں نے مشکور نگاہوں سے بہزاد کو دیکھا۔"

ایک بار پھر تم نے مجھ پر احسان کیا پھر سے میری زندگی بچا کر۔" آگے بڑھتے انہوں نے بہزاد کے شانے پر ہاتھ رکھا۔ وہ" مسکرا دیا۔

سر یہ احسان نہیں میرا فرض تھا۔" مدھم سی مسکراہٹ کے ساتھ وہ بولا تو اپنی بیٹی کو دیکھتے حارث صاحب سر ہلا گئے۔"

عبداللہ! ڈاکٹر کو بلواؤ جلدی اور اس کا اچھے سے ٹریٹمنٹ کرواؤ۔" وہ حکم دیتے اندر چلے گئے تو عبداللہ نے موبائل نکال کر" ڈاکٹر کو کال ملائی۔ دوسرے گارڈ کو گاڑی لے جانے کیلئے کہا اور بہزاد کو لے کر اس کے کوارٹر میں آ گیا۔ کچھ ہی دیر میں ڈاکٹر کے پہنچنے پر حارث صاحب کی نگرانی میں بہزاد کا ٹریٹمنٹ ہوا۔

--------------------------*

انکل آپ کو اس گارڈ پر یقین ہے مجھ پر نہیں۔" ہادی بگڑ کر کھڑا ہوا۔ حارث صاحب نے غصے سے اسے دیکھا۔"

حارث صاحب نے صبح ہی فواد صاحب اور ہادی کو بلایا تھا اور ان کے سامنے اس کے کرتوت رکھ کر غصے سے اس کی غلیظ ، حرکت کی وجہ پوچھی تو وہ بھڑک اٹھا۔ اسے یہ اندازہ نہیں تھا کہ وہ کمینہ گارڈ یہ سب بتا دے گا یا اسے شک بھی ہوا ہو گا کیونکہ اس نے تو بہت چھپ کر اس کی نظروں سے بچ کر ہانیہ کو گلاس تھمایا تھا پھر کیسے اس نے دیکھ لیا؟

ہاں ہے یقین اس پر کیونکہ وہ مجھ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ سب کچھ سچ بتاتا ہے اور اس وقت تمہارا لہجہ، تمہارا بھڑکنا کہہ رہا" ہے کہ تم نے یہ بیچ حرکت کی ہے۔" انہوں نے درشتگی سے کہا جس پر ہادی منہ کھولے انہیں دیکھنے لگا۔

"اس نے یہ نہیں بتایا کہ کیسے وہ ہانیہ کی دوست کے ساتھ ڈانس فلور پر انجوئے کر رہا تھا اور وہ اکیلی کلب میں کھڑی تھی۔"

اب کی بار فواد صاحب نے چونک کر حارث صاحب کی طرف دیکھا۔ وہ اس لئے کچھ نہیں کہہ رہے تھے کیونکہ انہیں اپنے بیٹے سے یہی توقع تھی۔

میں نے کہا ہے کہ اس نے مجھ سے کچھ نہیں چھپایا۔ یہ بھی کہ کیسے تم اس کے ساتھ حیوانوں والا بی ہیو کر رہے تھے اسے " پلانے کے بعد اور جان بوجھ کر ہانیہ کی دوست کے ساتھ اسے فلور پر بھیجا کہ اپنا بدلہ لے سکو۔" کہتے ہوئے جب انہیں پھر سے اپنی بیٹی کی حالت یاد آئی تو ان کی رگیں تن گئیں۔

چٹاخ!" فواد صاحب نے اپنے بیٹے کے منہ پر تھپڑ مارا۔"

ڈیڈ!" وہ ہونقوں کی طرح اپنے باپ کو دیکھنے لگا۔"

چپ رہو بدذات! کیا گھٹیا حرکت کی ہے تم نے۔" وہ اس پر دھاڑے۔"

اس کی طرف کوئی آنکھیں اٹھائے تو میں اس کی آنکھیں نوچ لوں اور اس نے اس کے ساتھ جنگلیوں والا سلوک کیا ہے " صرف اپنی انا کی تسکین کیلئے۔" حارث صاحب ہادی کا جھکا سر دیکھ کر غرا کر بولے۔

سوری انکل مجھ سے پتا نہیں کیسے یہ سب ہو گیا؟ میں نے جب دونوں کو ایک دوسرے سے قریب دیکھا تو بے ساختہ ایسا کر " بیٹھا، سب مجھے وہاں کال کر کے پوچھ رہے تھے کہ ہانیہ اور اس کے گارڈ کا آپس میں کچھ چکر چل رہا ہے کیا؟ آپ بتائیں میں یہ سب کیسے سنتا؟ میں جب وہاں پہنچا تو حقیقت میں ہی ہانیہ اور وہ لڑکا ایک دوسرے کے بے انتہا نزدیک تھے۔ مجھ خود ان کی پوزیشن کا احساس ہوا تو شرمندگی سے ڈوب گیا۔" ہادی کی بات پر وہاں سناٹا چھا گیا۔ فواد چوہان نے غیض و غضب سے بیٹے کو دیکھا۔

شٹ اپ گھٹیا انسان!" اپنے کمرے میں سوئی ہانیہ تیز آوازوں کے شور پر کسمسائی اور اپنی آنکھیں مسلتی اٹھ بیٹھی۔"

اس کا سر بہت بھاری ہو رہا تھا۔ رات کے دھندلے سے واقعات اس کے ذہن میں انگڑائی لے کر بیدار ہوئے۔ وہ اپنی جیلسی یاد کر کے حیران ہوئی۔

کیسے اسے تانیہ سے باتیں کرتا دیکھ کر اس کی اندرونی حالت غیر ہوئی تھی۔ جیسے وہ اس کا باڈی گارڈ اس سے چھین لے گی اور پھر جب وہ اس کے پاس آیا تو اس سے تانیہ کی، کی گئی باتیں پوچھنے پر بہزاد کا پرسنل کہہ کر اسے سلگانا، اور ہانیہ کا اس پر ناخنوں سے حملہ کرنا۔

کیا تھا وہ سب جب تانیہ نے اسے ڈانس کیلیئے آفر کی اور وہ جل بھن گئی؟

پھر زبردستی غصے سے اسے اس کے ساتھ بھیج کر خود خون کے گھونٹ پیتی اپنے اندر اٹھتے شعلوں کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے قریب رکھا گلاس بے دھیانی میں منہ سے لگا گئی۔

اوہ مائی گاڈ! یہ سب کیا تھا؟" وہ اپنا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔"

اس کے دماغ میں ہادی کی جنگلی حرکتیں دھندلی سی تازہ ہوئیں تو وہ غصے سے اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے بازو کو دیکھا جہاں موجود نشانات اب نیلے پڑ چکے تھے۔ وہ چلتی ہوئی آئینے کے سامنے آتی اپنا جبڑا دیکھنے لگی وہاں بھی انگلیوں کے نشان تھے پر بازو سے کم۔

ہانیہ کا خون کھول اٹھا۔ وارڈروب سے ڈریس نکال کر وہ باتھ روم میں بند ہو گئی۔ کچھ دیر بعد فریش ہو کر باہر نکلی تو ساتھ والے اپنے ڈیڈ کے کمرے سے ہادی کی آواز پر ٹھٹھکی۔ مٹھیاں بھینچ کر بنی سلیپرز میں پاؤں پھنسا کر وہ کمرے سے باہر نکلی۔

شٹ اپ گھٹیا انسان!" دھاڑ سے دروازہ کھولتی اس کے بیچ الزامات سنتی وہ اندر داخل ہوئی۔ ہادی اسے اچانک سامنے دیکھ" کر گھبرا گیا۔

،ڈیڈ! اس جنگلی نے میری ڈرنک میں شراب ملا کر پلا دی اور مجھے کہا سافٹ ڈرنک ہے۔ آؤ دوست بن کر ڈانس کرتے ہیں" پھر ڈیڈ اس نے مجھ سے یہ حیوانوں والا سلوک کیا۔ اگر باڈی گارڈ وقت پر نا پہنچتا تو یہ پتا نہیں میرا کیا حال کرتا۔" وہ روتی ہوئی اپنے بازو اور جبڑا دکھاتی حارث صاحب کے گلے لگ گئی۔ حارث صاحب نے خون آشام نظروں سے فواد کو دیکھتے ہادی کو گھورا۔ جو غصے بھری نظروں سے ہانیہ کو دیکھ رہا تھا۔ فواد صاحب نے کھینچ کر اس کے منہ پر پھر تھپڑ برسائے جب کہ وہ خاموش سر جھکائے کھڑا رہا۔

دفع کردو اسے میری نظروں سے فواد، ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ یہ کون ہے؟" اپنی بیٹی کی پشت تھپکتے ہوئے انہوں نے" کہا تو فواد صاحب نے ہادی کو اپنی شکل دفع کرنے کا کہا۔

میں چلا جاؤں گا ڈیڈ! مگر پہلے آپ اس گارڈ سے تو پوچھیں جب اس کی ڈیوٹی ہانیہ کی سیفٹی کی تھی تو وہ کیوں اسے چھوڑ کر گیا" وہاں اپنے نفس کی خواہش کیلئے؟" ہادی جانے کے بجائے غصے سے سوال کرنے لگا۔

یو شٹ اپ ہادی! وہ خود نہیں گیا تھا ہم نے اسے فورس کیا تھا۔ تانیہ کی خواہش پر اس کے ساتھ ڈانس کرنے کیلئے، اس نے" کہا کہ وہ ڈیوٹی کرنے آیا ہے نا کہ یہاں انجوئے کرنے، پر تم نے کہا کہ اس کا بھی حق ہے پارٹی انجوئے کرنے کا اور مجھے فورس کیا کہ میں اسے بھیجوں تانیہ کے ساتھ ڈانس کرنے کیلئے۔ میں نے اسے زبردستی اپنا حکم کہہ کر بھیجا تھا لیکن پھر بھی اس کی نظریں مجھ پر تھیں اور جب تم نے میرے ساتھ یہ سب کیا تو وہ بھاگ کر میرے پاس پہنچا اور تمہیں مجھ سے الگ کیا۔" وہ ہادی کے لفظ "نفس کی خواہش" پر اندر تک آتش فشاں ہو گئی اور غصے سے اس کے کردار کی صفائی دینے لگی۔

ریلیکس بیٹا! ہمیں اس پر یقین ہے، اگر وہ برا ہوتا تو رات کو تمہیں ان کڈنیپر سے نا بچا کر لاتا۔" حارث صاحب اپنی بیٹی" کے کانپتے وجود کو سینے سے لگا کر بولے اور ایک نفرت بھری نظر ہادی کے حیران پریشان چہرے کو دیکھا۔

کڈنیپرز!" فواد صاحب نے حیرت سے پوچھا۔"

ہاں رات کو گھر لوٹتے وقت ان کی گاڑی پر اٹیک ہوا تھا اور ان تعداد میں پانچ آدمیوں نے میری جان کو کڈنیپ کرنے کی" کوشش کی۔ یہ تو شکر ہے اس لڑکے کا جس نے اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر میری بیٹی کو بچایا۔ اب مجھے لگ رہا ہے کہ میں نے ایک بہت اچھے اور قابل شخص کو اپنی بیٹی کا محافظ بنایا ہے۔" انہوں نے کہتے ہوئے ہادی کو جتایا کہ تم سے تو وہ پرایا بہتر ہے۔

فواد صاحب کے پاس الفاظ ختم ہو گئے۔ ان کا نالائق بیٹا خود ان کے راستے کی رکاوٹ بن رہا تھا۔ اگر ایسی ہی حرکتیں کرتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب حارث رشتے سے بھی انکار کر دے گا۔ انہوں نے غصے سے مٹھیاں بھینچیں جو ہادی کی نظروں سے اوجھل نا رہ پائیں۔

تو وہ کمینہ جمشید لوگوں کو کڈنیپرز سمجھ رہا تھا۔ اف یہ کیا کر دیا۔" بے بسی سے سوچتے اس نے معذرت بھری نظروں "
سے فواد صاحب کو دیکھا۔

ہانیہ تو یہ سوچ کر ہی حیران تھی۔ دماغ پر زور دیتی وہ کلب سے باہر نکلنے کے بعد کا وقت سوچنے لگی۔ اس تگ و دو میں وہ کامیاب بھی ہوئی جب دماغ پر چھائی دھند چھٹی اور وہاں اس کی رات والی حرکات پر دماغ نے روشنی ڈالی تو ہانیہ کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور ہتھیلیاں پسینے سے بھیگ گئیں۔

اب وہ کہاں ہے ؟" فواد صاحب نے ماحول کی گھمبیرتا محسوس کرتے سوال کیا۔ "

کوارٹر میں ہے۔" انہوں نے جواب دے کر اپنی بیٹی کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔ "

اس کا شکریہ ادا کر دینا۔ اس نے صرف تمہاری نہیں ہماری بیٹی کی بھی جان بچائی ہے۔" فواد صاحب نے ہانیہ کے سر پر "
بوسہ دیا اور اس سے اپنے بیٹے کی طرف سے سوری کہا۔

ہانیہ نے سر اٹھا کر اپنے ڈیڈ کو دیکھا وہ کچھ نہیں کہہ رہے تھے مطلب وہ ہادی کی اس حرکت پر خفا تھے۔ یہ سوچتے ہی ہانیہ کو دل میں انجانی سی خوشی ہوئی۔

سوری کرو تم بھی۔" فواد صاحب نے سخت لہجے میں خاموش کھڑے ہادی کو ٹوکا۔ "

سوری ہانیہ! مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ پتا نہیں کیا ہو گیا تھا مجھے ؟۔ آئی ایم رئیلی ویری سوری۔" نادم ہو کر کہتا وہ ایک "
بے بس معذرت بھری نظر خود کو گھورتے حارث صاحب پر ڈال کر لب بھینچتا وہاں سے نکل گیا۔

اس کے پیچھے فواد صاحب بھی آئے مگر تب تک وہ چلا گیا تھا۔ وہ منہ میں ہی اسے برا بھلا کہتے اپنی گاڑی میں بیٹھے۔ اچانک ان کے نمبر پر ایک کال آئی۔

فواد چوہان اسپیکنگ!" انجان نمبر کو دیکھتے ہوئے انہوں نے کال ریسیو کی تو دوسری طرف جو خبر انہیں سنائی گئی کچھ دیر تو "
خود کی قسمت پر یقین نہیں ہوا۔

فواد چوہان !میں ملک انڈسٹری سے انکا مینیجر بول رہاہوں۔ اگر آپ خواہش مند ہیں ملک انڈسٹری کا ٹینڈر لینے میں تو آج" دو بجے میٹنگ میں آپ کو انوائٹ کیا جارہا ہے ملک انڈسٹری کی طرف سے۔"کافی دیر تو وہ کچھ بول نہیں سکے پھر مینیجر کے ہیلو کہنے پر وہ ہڑبڑائے۔

یہ تو میرے لئے بہت خوشی کی بات ہو گی کہ بہرام ملک کو ہم بھولے نہیں، ہم ضرور شرکت کریں گے میٹنگ میں۔"وہ" مسکراتے ہوئے خوش دلی سے بولے تو دوسری طرف کریم کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔ پھر تفصیلات ڈسکس کرتے ہی کال منقطع ہو گئی۔

اوہ حارث خان !اگر میں اس میں جیت گیا تو تم، تمہاری پراپرٹی، میرے سامنے کچھ نہیں ہو گی۔ پہلے تو اپنی پاور کا استعمال" کرتے تمہیں تمہارے عہدے سے گراؤں گا پھر تمہاری بیٹی کو اپنی بہو بنا کر تمہارے پاس جو ذراسی جائیداد ہو گی وہ بھی چھین لوں گا۔"وہ معنی خیزی سے مسکراتے ہوئے سوچنے لگے۔ ساتھ ہی انہوں نے ڈارئیور کو آفس چلنے کا حکم دیا۔ سب سے پہلے تو ایسی شاندار پریزنٹیشن بنائیں کہ وہ ٹینڈر فواد چوہان کی کمپنی کو دینے پر مجبور ہو جائیں۔"انہوں نے سوچتے ہوئے سگار سلگایا اور ڈرائیور کو جلدی پہنچنے کا حکم دیتے آفس میں سیکریٹری کو کال کرکے اسے پرزنٹیشن کی تیار کرنے کا حکم دیا۔ وہ مسکراتے ہوئے موبائل کو دیکھنے لگے۔ ٹینڈر کی تفصیل انہیں آفس میں مل جانی تھی پھر بس قسمت کی دیوی ان پر مہربان ہو جاتی۔

----------------------------------*

ناشتہ کرکے وہ یونیورسٹی کیلئے ریڈی ہوتی باہر آئی۔

آج چھٹی کر لیتیں ہنی !میں نے گارڈ کو ریسٹ دیا ہے آج کیلئے۔" حارث صاحب نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔"

اوہ!"وہ لبوں کو سکیڑ کر رہ گئی۔"

کوئی بات نہیں، میں عبی کے ساتھ چلی جاؤں گی ڈیڈ۔"وہ مایوس سی ہوتی بولی تو انہوں نے سر ہلا دیا۔ ہانیہ انہیں کس کرتی" باہر نکلی۔

حارث صاحب نے فاصلے پر کھڑے عبداللہ کو بہزاد کی جگہ بھیج دیا۔ وہ ان کے حکم پر سر کو خم دیتا چلا گیا۔
عبی! گاڑی نکالیں تب تک میں آتی ہوں۔" وہ عبداللہ سے کہتی سرونٹ کوارٹر کی طرف زندگی میں پہلی بار قدم اٹھانے" لگی۔

اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ اسے محسوس ہوا ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا ہے۔ رک کر گہرا سانس بھرتی چہرے پر سختی سجائے وہ قدم اٹھانے لگی اور وہاں سے گزرتے مالی سے بہزاد کے کوارٹر کا پوچھا۔ اس نے تیسرے نمبر کے کوارٹر کی طرف اشارہ کر کے بتایا۔ وہ سر ہلاتی آگے بڑھی۔

بیڈ پر نیم دراز بہزاد نے اپنا موبائل انور سے باتیں کر کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔ جب دروازہ ناک ہوا۔
اس نے بلیک ٹی شرٹ کی طرف دیکھا جو اسے ہانیہ نے دی تھی۔ وہ گیلی تھی۔ اس نے سوچا شاید کوئی ملازم ہو اس لیے اٹھ کر ایسے ہی دروازہ کھول دیا۔ بہزاد نے دروازہ کھولا تو سامنے ہی ہانیہ کھڑی تھی۔ اس کے بغیر شرٹ کے چوڑے مردانہ و مضبوط سینے کو دیکھتے اس کی پلکیں لرز گئیں۔

اوہ سوری میڈم! میں سمجھا کوئی ملازم ہے۔" وہ ہڑبڑا کر پیچھے ہوا اور جلدی سے وہاں پڑی جیکٹ پہن لی۔ ہانیہ گہرا سانس" بھرتی خود کو پرسکون کرتی اپنی دھڑکنوں کو سنبھالتی اندر قدم رکھنے لگی۔

تم میرے ساتھ یونیورسٹی نہیں چل رہے باڈی گارڈ؟" اسے سمجھ نا آیا کیا کہے کہ وہ کیوں آئی ہے؟ تبھی جو منہ میں آیا بول" گئی۔ جب نظریں اس کے ماتھے، بازو اور ہاتھ پر بندھی پٹی پر گئیں تو شرمندہ ہوتی لب بھینچ گئی۔

میں چل رہا تھا میڈم، پر صاحب نے کہا آج ریسٹ کرو کل جانا۔" وہ مسکراہٹ دبا کر اس کے سرخ چہرے کو دیکھتا رات" کی حرکتیں یاد کرتے بولا۔

ہاں ڈیڈ نے بتایا تھا کہ تم نے میری جان بچائی، تھینکس!" ناک سکوڑ کر خود کو اعتماد میں رکھتی بولی۔"
آپ کو یاد نہیں تھا کہ میں نے آپ کی جان کیسے بچائی؟" اس کا بھاری گھمبیر لہجہ اسے معنی خیز لگا تبھی اندر سے جھینپ گئی۔"
نہیں!" اس نے نخوت سے کہہ کر رخ موڑا۔"

آپ یونیورسٹی جارہی ہیں؟" اسے بے مقصد کھڑا دیکھ کر وہ پوچھنے لگا تو ہانیہ نے سر ہلا دیا۔ "

میں چلتا ہوں ایک منٹ۔" وہ آگے بڑھ کر شرٹ چیئر سے اٹھانے لگا تو ہانیہ نے روک دیا۔ "

میں عبداللہ کے ساتھ جارہی ہوں۔" منہ بنا کر وہ گویا ہوئی جیسے اسے یہ سب کچھ پسند نا آیا ہو۔ "

پر یہ جاب میری ہے۔ میں چلتا ہوں پھر آکر ریسٹ کرلوں گا۔" وہ شرٹ اٹھانے لگا تو اس نے غصے سے اس کے ہاتھ سے "

جھپٹ لی۔

ہاں چل کر یہ ہیرو والا ایکشن روپ تانیہ کو دکھانا چاہتے ہو تا کہ لڑکیاں اور تم سے امپریس ہوں؟" وہ جل کے بے ساختہ "

بولی تو بہزاد نے کچھ چونک کر اسے دیکھا۔ اس کے دماغ میں تو دور دور تک تانیہ یا کوئی بھی نہیں تھی وہ تو بس اپنی ڈیوٹی

انجام دینا چاہتا تھا۔

نہیں!" اس نے نفی کی تو ہانیہ اسے دیکھتی لب کچلنے لگی۔ وہ کشمکش میں تھی کہ کیسے پوچھے؟ "

کچھ کہنا ہے؟" بہزاد نے اس کے سرخ ہوتے لبوں سے نظریں چرا کر اس کی مشکل آسان کر دی۔ "

پوچھنا نہیں، حکم ہے میرا کہ بتاؤ رات کو لومڑی نے تم سے کون سی پرسنل باتیں کی تھیں؟" وہ آنکھیں دکھاتی ٹھوس لہجے "

میں حکم دینے لگی۔

ویسے تو لوگوں کو کسی کی پرسنل باتیں پوچھنے پر شرم کرنی چاہیے پر چھوڑیں آپ میری میڈم ہیں آپ سے یہ نہیں کہہ سکتا "

اور وہ پرسنل باتیں بہت ہی پرائیوٹ قسم کی تھیں۔ اس لئے آپ کو نہیں پوچھنا چاہیے۔ میرے دوست بھی کہہ رہے تھے

کہ انہیں اب بھابھی چاہیے تو وہی سب کچھ سوچ رہا ہوں کسی کے بارے میں، اب اس سے سمجھ جائیں۔" وہ اس کی کیفیت

سمجھتا شرٹ اس کے ہاتھ سے لے کر کھڑکی کے سامنے رکھی چیئر پر دھوپ میں ڈالنے لگا۔ ہانیہ بے یقینی کے عالم میں

ششدر سی کھڑی اس کی پشت کو دیکھنے لگی۔

کون ہیں وہ تمہارے دوست جنہیں بھابھی چاہیے؟ مجھے ایڈریس دو ان کے۔" وہ غرا کر اسے بازو سے پکڑ کر اسکا رخ اپنی "

جانب موڑتی بولی۔

میڈم آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک نا ایک دن تو مجھے یہ جاب چھوڑ کر جانا ہے اور اپنی زندگی بسانی ہے، اس میں غصہ ہونے" کی کیا بات ہے؟" وہ حیرت کی ایکٹنگ کرتا بولا۔

تم میرے باڈی گارڈ ہو سمجھے۔ تم کسی کے نہیں ہو سکتے ساری عمر میرے باڈی گارڈ رہو گے انڈرسٹینڈ!" وہ اسے جیکٹ کے" کالر سے جکڑتی اس کی آنکھوں میں اپنی سبز آنکھیں گاڑتی بولی۔ اس کے لفظوں میں جنون کی کیفیت محسوس کرتے بہزاد لب بھینچ گیا۔

آپ کی شادی ہو جائے گی پھر؟" وہ پر سکون سا دلچسپی سے بولا۔ اس کی بات پر ہانیہ ٹھٹھک کر رکی۔ اس کے سامنے وہ" نیلی آنکھیں گھوم گئیں اور پھر وہ اس کی کالی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔ بہزاد اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ کو یونیورسٹی کیلیئے۔۔۔۔"

میں شادی ہی نہیں کروں گی۔" وہ اس کی بات بیچ میں کاٹ گئی۔ بہزاد کو حیرت کا جھٹکا لگا۔"

کیوں؟" وہ حیرت کی زیادتی سے بولا۔"

کیونکہ میں تمہیں ساری زندگی اپنا باڈی گارڈ بنا کر رکھوں گی۔ تمہیں کسی کا ہونے نہیں دوں گی۔ نہ ہی کسی کو اپنا ہونے" دوں گی۔" وہ مسکراتی ہوئی جنون سے بولتی کوئی پاگل ہی لگی۔

پر میں تو شادی کروں گا۔ مجھے اپنا گھر بنانا ہے۔ کب تک یوں بے سہارا گھومتا رہوں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا بولا" تو ہانیہ ٹھٹھک کر رکی۔

کیوں تمہارے ماں باپ بہن بھائی نہیں ہیں؟" وہ حیرت سے بولی۔ بہزاد نے خاموشی سے سر نفی میں ہلایا۔"

اچھا! سوری۔" وہ دور ہوتی ہوئی بولی تو بہزاد نے اس کے چہرے کو دیکھا۔"

پھر تو بہت اچھا ہے، تم ساری زندگی میرے باڈی گارڈ بن کر رہ سکتے ہو، (اور ڈیڈ مجھے اس آدمی سے طلاق دلوا دیں گے) وہ" دل میں سوچتی بہزاد کی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

"آپ کو جانا چاہیے کسی ملازم کے روم میں۔۔۔۔"

اور پھر تم ہمیشہ یہاں جاب کرو گے، ٹھیک ہے۔" وہ دوسری بار اس کی بات کاٹ کر بولی تو بہزاد حیرت سے اسے دیکھنے" لگا۔

میں آج کچھ مزید ٹی شرٹس کا آرڈر دے دوں گی تمہارے لیے۔" وہ مسکراتی ہوئی اس کی حیرت بھری نظروں میں" دیکھتی "میٹرک فیل باڈی گارڈ" کی شرٹ کی طرف اشارہ کرنے لگی۔

آپ میری اوقات بھول گئی ہیں۔" وہ لفظ چبا چبا کر کہتا اس پر اپنی حقیقت باور کروا گیا مگر ہانیہ بغیر اثر لیے مسکرانے لگی۔"

آئی ڈونٹ کیئر! مجھ بس اپنا باڈی گارڈ ہمیشہ کیلئے چاہیے۔ جو مجھ سے ایسے چوں چوں کر کے باتیں کرے۔" وہ اس کی بات" کو کوئی اہمیت دیے بغیر اپنی بولنے لگی۔

اور ہاں! اب اس لومڑی سے بات کی تو تم دونوں کو ساتھ کٹوا کر تمہارے چھوٹے چھوٹے پیس کر کے اپنے ڈاگز کو کھلاؤں" گی، انڈرسٹینڈ!" وہ انگلی سے وارن کرتی بہزاد کو حیران پر حیران کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

"میں سر کو آپ کی یہ سب باتیں بتاؤں گا۔ میں آج ہی یہ جاب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ آپ میری جان کی دشمن بن گئی ہیں۔" وہ غصے سے کہتے ہوئے بیڈ سائیڈ کی طرف موبائل اور والٹ اٹھانے جا رہا تھا کہ ہانیہ نے جھٹکے سے اس کا بازو پکڑا اور اگلے ہی پل وہ جو گرتے گرتے بچا تھا اس کے لڑکھڑانے پر ہانیہ کا ہیل میں موجود پاؤں پھسلا۔ وہ لہرا کر اسکے اوپر گری اور وہ دونوں ایک ساتھ بیڈ پر دھم سے گرے۔

آہ!" بہزاد کے منہ سے آہ سن کر وہ شرمندہ سی ہو گی۔"

اوہ! سوری سوری۔" وہ معذرت کرتی اس کے سینے پر ہاتھ ٹکائے اٹھنے لگی پر ناکام ہو گئی۔"

بہزاد نے اسے مزید شرمندہ کرنے کیلئے چہرے پر شدید تکلیف کے آثار پیدا کیے اور منہ سے آہ نکالی۔ ہانیہ بوکھلا گئی۔

کہا نا ایم سوری وائلڈ مین!" وہ چلائی۔"

تو اب اٹھ بھی جاؤ، کیا سوری سوری!" وہ جھلا کر بولا۔ ہانیہ نے دانت پیستے کر اٹھتے ہوئے اس کے بازو پر وہاں مکا مارا جہاں پٹی بندھی تھی۔

"بہت ظالم ہیں آپ میڈم!" بہزاد اپنا بازو دیکھتا اٹھ بیٹھا۔

"میں اس سے بھی زیادہ ظالم ہوں اور میری بات بھولنا نہیں۔ آج ریسٹ کرو کل میرے ساتھ چلنا، اوکے!" وہ کہتی منہ بنا کر چلی گئی۔

اور پیچھے بہزاد سر کھجاتا واپس بیڈ پر لیٹ گیا۔ اسے خود پر وہ ریشم سا لمس محسوس ہونے لگا۔

*___________*___________*

"کیا ہوا آپ کا موڈ کیوں خراب ہے؟" اوپن ایئر ریسٹورنٹ میں رومیصہ ہادی کے ساتھ ایک طرف ٹیبل پر بیٹھی اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر پوچھنے لگی۔

"کچھ نہیں، تم بتاؤ تمہاری اسٹڈیز کیسی جا رہی ہیں؟" اس نے گھر جانے کے بجائے رومیصہ کو کال کر کے یہاں بلوا لیا تھا اور اب اس کے پاس بیٹھا ساری پریشانی اسے دیکھ کر بھولنا چاہتا تھا۔

"بہت اچھی۔" وہ مسکرا کر گویا ہوئی تو اس کی معصوم مسکراہٹ دیکھ کر ہادی بھی مسکرا دیا۔

"تم ہنستی بہت اچھی لگتی ہو ہارٹ بیٹ!" اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وہ نرم گرم نظروں سے اسے دیکھتا گویا ہوا۔ رومیصہ شرم سے نظریں جھکا گئی اور آہستہ سے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا۔

"کچھ تو ہے جس کی وجہ سے آپ کا موڈ آف ہے۔ ہادی! مجھے بتائیں کیا ہوا ہے سب خیریت ہے؟" وہ فکرمندی سے پوچھنے لگی۔

"نہیں میری جان! ایسی کوئی پریشانی کی بات نہیں، بس دل کیا تمہیں دیکھنے کیلئے۔" اس کے ہاتھ پھر سے پکڑ کر وہ بولا تو رومیصہ اسے دیکھ کر رہ گئی۔ اتنے میں ویٹر کھانا لے کر آ گیا تو اس نے رومیصہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

پھر دونوں نے بہت خوشگوار لمحے ساتھ بتائے۔ ہادی کے دماغ سے ساری ٹینشن رفع ہو گئی تھی اور وہ بہت محبت سے رومیصہ کو بولتے دیکھ رہا تھا جو کھانا کم کھا رہی تھی اور بول زیادہ رہی تھی۔

کافی پیو گی؟" وہ مسکراتا ہوا پوچھنے لگا حالانکہ اسے معلوم تھا رومیصہ کو سخت ناپسند ہے کافی۔ وہ سنتے ہی ناک چڑھا گئی۔"

نو، آئسکریم!" وہ مسکراتی ہوئی بولی تو وہ ہنس پڑا۔"

کھانے کے بعد آئسکریم کون کھاتا ہے پاگل؟" وہ بولا تو رومیصہ نے اپنی طرف انگلی کی۔"

رومیصہ عرف ہارٹ بیٹ!" کہہ کر وہ کھکھلا کر ہنسی۔ اس کی کھکھلاہٹ پر آس پاس موجود متوجہ ہوتے لوگوں پر ہادی نے" ناگواریت سے سب کو دیکھا اور اسے ٹوک گیا۔

خاموش رومیصہ!" وہ کہہ کر ویٹر کو ایک کافی اور آئسکریم کا آرڈر نوٹ کرواتا باہر دیکھنے لگا۔"

کیا ہوا ہادی؟" اس کی ناراضگی کا سوچتے وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔"

تم صرف میری ہو ہارٹ بیٹ اور میں چاہتا ہوں تم سے لے کر تمہارے آنسو، تمہاری مسکراہٹ تک پہ صرف میرا حق ہو" اور انہیں میرا علاوہ کوئی نا دیکھے۔" شدت پسندی سے کہتا وہ اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھ سے دباؤ ڈال کر بولا۔ رومیصہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

اگر تم اسی طرح ناراض رہو گے تو مجھے نہیں کھانی کوئی آئسکریم وائسکریم۔" ناک چڑھا کر منہ پھلاتی وہ ویٹر کے آئسکریم" رکھنے پر کپ اس کی طرف دھکیل گئی۔

یار میں ناراض کب ہوں۔ میں تو تمہیں بتا رہا ہوں۔ شاباش اچھی بچی کی طرح ختم کرو۔" وہ کپ اس کے سامنے کرتا محبت" سے کہنے لگا۔ وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا کر فرمانبرداری سے آئسکریم کھانے لگی۔

ہادی اس کے معصوم چہرے کو دیکھتا سوچنے لگا کہ کاش وہ ایک امیر باپ کی اولاد نا ہوتا یا اس کے باپ کو ہانیہ خان کی دولت نا چاہیے ہوتی تو اس کی محبت کب کی اس کے پاس ہوتی۔

----------------------------*

ہال نما اس میٹنگ روم میں سب ایک بڑی سی ٹیبل کے دائیں بائیں کرسیوں پر پرجوش سے بیٹھے تھے۔ سب کی یہی خواہش تھی کہ بہرام ملک اپنا ٹینڈر ان کی کمپنی کو دے۔ سب بار بار اپنے ساتھ بیٹھے اپنے سیکریٹری سے پریزنٹیشن کو ڈسکس کرتے اور جب وہ انہیں تسلی دیتے تو وہ سر ہلا دیتے۔

یہی حال وہاں موجود فواد چوہان کا بھی تھا۔ وہ بھی بار بار اپنے سیکریٹری کی جانب جھک رہے تھے۔ اچانک میٹنگ ہال کے باہر قدموں کی چاپ پر سناٹا چھا گیا۔

گارڈ کے دروازہ کھولنے پر سب ہی اندر آنے والی ہستی کو دیکھنے لگے۔ گرے تھری پیس سوٹ میں لمبا چوڑا بہرام ملک اندر داخل ہوا۔ آج تک سب نے اسے صرف ٹی وی پر ہی دیکھا تھا۔ آج پہلی بار اپنے سامنے اس کی سحر انگیز شخصیت دیکھ کر کچھ پل تو ہال میں سکوت سا چھا گیا۔

وہ اپنی نیلی آنکھوں سے مسکراتا اندر داخل ہوا۔ اس کے مینیجر نے اس کے لیے چیئر کھسکائی اور وہ ایک نظر سب پر ڈالتا چیئر پر بیٹھ گیا۔

السلام و علیکم!"اس نے ہال میں موجود تمام لوگوں پر ایک طائرانہ نظر ڈالی اور سلام کیا۔"

ایم شیور یہاں موجود سب آج کی میٹنگ اور میرے ٹینڈر کے بارے میں سب کچھ جان چکے ہوں گے اور یہ بھی کہ مجھے" دھوکا اور ملاوٹ پسند نہیں۔"اس نے فواد صاحب پر سے نظریں گھماتے دوسری طرف دیکھ کر ڈائریکٹ اپنے مقصد کی بات کی تو سب نے اپنے سامنے رکھی ملک انڈسٹری کی ریڈ فائل کو دیکھا۔

اس کے لہجے سے متاثر ہوتے ہوئے سب اسے اپنی اپنی کمپنیز کی کارکردگی سے مطمئن کرنے کی پوری کوشش کرنے لگے۔ سب بڑھ چڑھ کر اپنی کمپنیز کی خصوصیات بیان کر رہے تھے۔

بہرام ملک کے اشارہ کرنے پہ میٹنگ ہال کی لائٹ آف کر دی گئی اور باری باری سب اپنی پریزنٹیشن دینے لگے۔ کچھ سے وہ متاثر ہوا کچھ سے مایوس بھی۔

پر فواد چوہان کی پریزنٹیشن سے سب اپنے لیے مایوس ہوئے کیونکہ انہوں نے بھرپور کوشش کی تھی جس کی تعریف بہرام ملک بھی کیے بنا نہیں رہ پایا۔

پریزنٹیشن ختم ہوتے ہی میٹنگ ہال میں تالیاں گونج گئیں۔ فواد صاحب کا سینہ فخر سے پھول گیا۔

کانگریجولیشنز فواد چوہان!" ٹینڈر اس کے ہاتھ میں آتے ہی سب نے مبارکباد دی اور وہ خوش دلی سے وصولتے گئے۔"

تھینکیو سوچ بہرام ملک! ان شاءاللہ آپ کو ہمارے کام سے کوئی شکایت نہیں ہوگی۔" وہ بہرام ملک کے سامنے آیا جو" اب اپنے کوٹ کا بٹن بند کرتا ہو چیئر سے اٹھ رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا۔

شکایت نہیں ایمانداری چاہیے بہرام ملک کو۔" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہتا وہ اس کے ہاتھ کو نظر انداز کرتا وہاں سے" نکل گیا۔

کانگریجولیشنز!" اس کے مینیجر نے اس کا ہوا میں معلق ہاتھ تھام لیا تو وہ مسکرا دیے۔"

تھینکس! آپ انہیں ہماری طرف سے مطمئن رکھیے گا۔" وہ اس سے کہنے لگے تو مینیجر نے مسکرا کر سر ہلایا۔ مینیجر سب" سے باری باری ہاتھ ملاتا سب کے شکوے شکایات سنتا ہوا چلا گیا۔ فواد صاحب نے یہ دھماکے دار نیوز حارث صاحب کو اپنے آفس پہنچ کر سنائی۔ وہ کچھ لمحے کے لیے بول ہی نا پائے اور پھر خوش ہوتے انہیں کامیابی کی مبارک دینے لگے۔

یہ خوشخبری جب اپنے بیٹے کو بتانے کیلئے انہوں نے اسے کال کی تو اس کا موبائل بند ملا۔ وہ لب بھینچ کر رہ گئے۔

وہ جانتے تھے کہ ان کے تھپڑ مارنے پہ ہادی ناراض ہو گیا ہے پر اگر وہ اسے کچھ نا کہتے تو بہت کچھ بگڑ سکتا تھا لیکن پر یہ گدھا سمجھے تب نا۔

*___________________________*_______________________*

اس کا سارا دن یونیورسٹی میں بور گزرا تھا۔ "تمہارا گارڈ نہیں آیا آج؟" تانیہ کے پوچھنے پر ہانیہ نے اسے جھڑک دیا۔

اس سے کہہ دینا کہ تمہارے ساتھ گزرے کچھ لمحے بہت یادگار ہیں میرے لیے۔" وہ ڈھیٹ بن کر ہنستی ہوئی بولی۔"

ہانیہ اس کی بے باکی پر سلگتی وہ لمحے یاد کرنے لگی جب پارٹی میں وہ اس کے انتہائی قریب ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔

لگتا ہے ان دنوں میں گارڈ سے کافی لگاؤ ہو گیا ہے ہماری ہنی کو۔ اسی لیے آج اداس اداس ہے۔" سیم نے اس کی اتری بیزار شکل دیکھ کر کہا تو وہ جو پہلے ہی بھری بیٹھی تھی اس پر چڑھ دوڑی۔ بمشکل اس کی دوستوں نے اسے ریلیکس کیا۔

سیم ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔ جس کی اسے کوئی فکر نہیں تھی کیونکہ اس نے اس سے دوستی نہیں کی تھی وہ خود گھسا تھا ان کے گروپ میں اور ہانیہ کے بار بار انسلٹ کرنے پر بھی وہ نہیں مانا اور ڈھیٹ بنا رہا۔ آخر کار وہ ان کے گروپ کا حصہ بن گیا۔ یہ بعد میں اسے معلوم ہوا کہ وہ ہادی کا بھی دوست ہے۔

وہ عبداللہ سے بھی کافی روڈ رہی جیسے اس کی غلطی ہو بہزاد کی جگہ لینے میں حالانکہ اس نے خود کہا تھا۔

پر وہ اسے بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اسے بہزاد کی جگہ بیٹھ کر اور نا ہی وہ اس سے لڑ سکتا تھا بہزاد کی طرح۔

وہ بے چین سی گھر پہنچی تو اسے معلوم ہوا کہ بہزاد کو اس کے ڈیڈ نے ریسٹ کیلئے اپنے گھر بھیج دیا ہے۔ وہ بل کھا کر رہ گئی۔

وہ مسلسل اپنے روم میں چکر لگا رہی تھی۔ کھانے کیلئے بلانے آئے ملازم کو بھی غصے سے جھڑک دیا۔

یس!" وہ تھک کر بیڈ پر بیٹھی تو ڈور پہ ناک ہونے پر بیزاری سے کہا۔"

کیا ہوا ہماری بیٹی سب سے اتنی خفا کیوں ہے؟" اجازت ملنے پر اندر داخل ہوتے حارث صاحب بولے اور چلتے ہوئے" اسکے پاس بیٹھے۔

نن نہیں تو۔" وہ اپنے ڈیڈ کو دیکھ کر بوکھلا گئی۔"

کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں؟" حارث صاحب نے اس کے بوکھلانے پہ اس کا چہرہ ہاتھوں میں بھرتے ہوئے پوچھا۔ بے ساختہ" ہی ہانیہ کا دل بھر آیا اور وہ روتی ہوئی ان کے سینے سے لگ گئی۔

مام کی یاد آرہی ہے۔" اس نے روتے ہوئے کہا تو حارث صاحب خود اداس سے ہوئے گئے اپنی شریک حیات کو یاد" کر کے۔

بس میری جان!" حارث صاحب اس کا سر سہلانے لگے۔"

آپ کھانا نہیں کھا رہیں؟" اس کے چپ کرنے پر حارث صاحب بولے اور انگوٹھے سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔"

ڈیڈ موڈ نہیں ہے۔" وہ اپنے دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں سے چہرہ صاف کرنے لگی۔"

اچھا ٹھیک ہے جب موڈ ہو تو بول دینا کُک سے۔" ان کے کہنے پر وہ خاموشی سے سر ہلا گئی۔"

کل چھٹی ہے سنڈے کی۔ اس لئے ہم نے اس لڑکے کو ریسٹ کرنے کیلیئے بھیج دیا اس کے گھر، پرسوں آئے گا۔ اگر کہیں"

باہر جانا ہو تو عبد اللہ سے کہہ دینا۔" حارث صاحب کہہ کر چلے گئے اور ہانیہ بیڈ پر گر کر صبح کی گفتگو یاد کرتی مسکرانے لگی۔

باڈی گارڈ!" اس نے مسکراہٹ روک کر موبائل اٹھایا۔"

ہانیہ خان اسپیکنگ!" دوسری طرف شاپنگ مال کے اونر نے اپنا تعارف کروایا تو وہ بولی۔"

جی جی میڈم کہیے کیا خدمت کر سکتے ہیں آپ کی؟" وہ جلدی سے بولا۔"

میں نے پہلے ایک آرڈر دیا تھا۔" وہ بڑے آرام سے بولی۔"

میڈم آپ کا آرڈر نہیں ملا؟ ایم سوری آپ پریشان نا ہوں ابھی آپ تک۔۔۔" وہ اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ کر بوکھلا کر"

بولا۔

پہلے بات سن لیا کرو پوری۔" وہ غصے و ناگواری سے اپنی بات کاٹنے پر بولی۔"

سوری!" دوسری طرف وہ آدمی شرمندہ ہو گیا۔"

اس نے ابھی مزید کہنا چاہا تو ہانیہ نے کوفت سے گہرا سانس بھر کر اس کی بات کاٹ دی۔

میں نے پہلے آرڈر دیا تھا وہ مل چکا ہے۔ مجھے ویسی ہی کچھ شرٹس مجھے مزید چاہیے۔ میں کل لینے آجاؤں گی، شرٹس کی"

"تعداد ففٹین ہونی چاہیے اور کلر اچھے ہوں۔ لفظ بھی صاف دیکھنے چاہیے۔

بغیر دوسری طرف کی سنے وہ اپنی کہہ کر کال کاٹ گئی۔

اب یہ ان کا مسئلہ تھا خود ہی جان لیں گے کہ ہانیہ خان کا لاسٹ آرڈر کون سا تھا۔ وہ گال کشن پر ٹکا کر مسکراتی ہوئی اسے

سوچنے لگی۔

"بڑا آیا جان یمان! وائلڈ مین نا ہو تو۔"

-----------------------------------*

اسے سمجھ نہیں آرہا تھا ایسا کون سا سحر پھونکا تھا اس وائلڈ مین نے اس پر کہ وہ سارے گھر میں کسی بھٹکی ہوئی روح کی طرح ادھر سے ادھر ہوتی ہوئی اسے ہی مسلسل سوچ رہی تھی۔ یونیورسٹی میں اسے بے وجہ ہی تانیہ سے چڑ ہونے لگی تھی اور وہ بھی اسے مزید جلاتی، کال کر کر کے بہزاد کا پوچھ رہی تھی۔

اس کے انگ انگ میں شرارے بھڑک اٹھتے، دل کرتا وہ جب بہزاد کا نام بھی لے تو اسکا منہ نوچ لے۔ وہ باڈی گارڈ اس کا تھا تو وہ کون ہوتی تھی اس کا نام لینے والی؟ اس کی غیر موجودگی کی وجہ جاننے والی؟

عبی! کیا تمہیں بہزاد کے گھر کا معلوم ہے؟" گاڑی میں بیٹھی ہانیہ نے عبداللہ کی پشت کو دیکھتے پوچھا۔"

کون بہزاد بے بی؟" اس نے حیرت سے پوچھا۔"

میرا باڈی گارڈ اور کون ہے یہاں بہزاد؟ فالتو کے سوال مت کریں جواب دیں عبی۔" وہ چڑ کر اس کے سوال پر بولی تو" عبداللہ نے سر ہلایا۔

جی بے بی!" اپنے حیرت بھرے تاثرات کو چھپاتے ہوئے اس نے کہا تو وہ مسکرا دی۔"

گڈ! چلو مجھے وہاں لے چلو اور ڈیڈ کو مت بتانا کہ میں وہاں گئی تھی، اوکے۔" ونڈو سے باہر دیکھتے اس نے کہا۔"

بے بی وہ غریب لوگوں کا محلہ ہے۔ آپ وہاں چل سکیں گی؟ مطلب بہت غریب ہیں۔" وہ ہچکچا کر بولا تو ہانیہ نے ابرو" اچکایا۔

تو کیا ہوا غریب لوگ انسان نہیں ہوتے؟" عبداللہ اس کی بات سن کر مرتے مرتے بچا تھا۔"

یہ اچانک بدلاؤ کیسے اپنی بے بی میں؟ حیرت کی بات تھی کل تک اپنے گھر میں غریب کو ٹکنے نا دینے والی آج انہی غریبوں کو انسان کہہ رہی تھی۔ چلو جو بھی تھا اسے وہ انسان تو لگے۔

عبداللہ نے خاموشی سے گاڑی بہزاد کے گھر کی جانب موڑ دی اور وہ حیرت سے گاڑی کی ونڈو سے نظر آتے آس پاس کے لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ چھوٹے چھوٹے مٹی میں کھیلتے بچے، ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ محلے میں داخل ہونے سے پہلے اس نے حیرت سے چھوٹے موٹے کچے پکے مکانوں کو دیکھا۔

بے بی! آگے گاڑی نہیں جاسکتی پیدل چلنا ہو گا۔" کھوکے کے سامنے گاڑی روکتے عبداللہ نے کہا تو وہ ہوش میں آئی اور سر ہلا کر خوشی سے باہر نکلی۔

کھلی فضا کا پہلا جھونکا اس سے ٹکرایا جس میں شامل مٹی کی خوشبو نے اسے مسحور کر دیا۔ اس نے پھر سے گہرا سانس بھرا۔

آیئے بے بی!" عبداللہ نے مسکرا کر اس کی حرکت دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سر ہلاتی خوشی سے آگے بڑھی۔ دھوپ کی وجہ سے عبداللہ اس پر چھتری تانتا ہوا اس کے ساتھ ہوا۔ اچانک ایک چھوٹا سا لڑکا ان کے سامنے آیا۔

کون ہو تم؟" وہ حیرت سے پوچھنے لگا۔ ہانیہ نے اس کے تاثرات سے انجوئے کرتے ہوئے مسکرا کر اس کے سانولے گال پر اپنی انگلیاں پھیریں۔

ہانیہ!" وہ بولی تو لڑکے نے الجھ کر اسے دیکھا۔ آس پاس کے دوسرے بچوں نے بھی ڈرتے ڈرتے انہیں گھیر لیا اور عورتیں منہ پر پلو رکھ کر دھوپ میں کھڑی اس حسینہ کو دیکھ رہی تھیں۔ ہانیہ نے پوری طرح سے بچوں میں گھر جانے پر گھبرا کر عبداللہ کو دیکھا۔

یہ سب مجھے ایسے کیوں گھور رہے ہیں؟" حالانکہ وہ شلوار قمیض پہن کر دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر آئی تھی۔"

گھبراؤ نہیں بے بی! یہ کسی بھی امیر شخص کو ایسے ہی دیکھتے ہیں۔" وہ بچوں کو سائیڈ پر کرتا اسے لے جانے لگا۔ ان کی معصوم صورت دیکھ کر اس نے اپنے کلچ سے کچھ نوٹ نکال کر عبداللہ کے حوالے کیے کہ انہیں دے دو۔

سنو یہاں آؤ!" عبداللہ نے دور کھڑے منہ کھولے اس کانچ سی گڑیا کو تکتے انور کو اشارے سے پاس بلایا تو وہ ہوش میں آتے آگے آیا۔

البتہ اس کی نظریں ہانیہ پر ہی تھیں اور وہ سوچ رہا تھا کہ کیا اس کا دوست اس لڑکی کی بات کرتا ہے کہ وہ نک چڑھی ہے۔ یہ تو کتنی معصوم اور پیاری تھی بالکل کسی کانچ کی گڑیا کی طرح ہاتھ لگاؤ تو میلی ہو جانے کا خوف آئے۔

یہ پیسے لو اور بچوں میں بانٹ دو۔" اس نے سارے پیسے اس کے ہاتھ میں تھمائے اور انور ان کی نظروں کے سامنے بچوں" میں پیسے بانٹنے لگا۔

چلیں بے بی!" مسکراتی پر جوش سی بچوں کی چیخ و پکار سنتی وہ ہنستی ہوئی آگے بڑھی۔"

انور بھاگ کر بہزاد کو بتانا چاہتا تھا پر بچوں میں پھنسا بے بسی سے ان کی پشت دیکھتا رہ گیا۔

یہ ہٹاؤ!" اس نے چھتری ہٹانے کا کہا تو وہ پریشان ہو گیا۔"

بے بی! دھوپ ہے بہت۔" عبد اللہ پریشان ہو گیا۔"

کچھ نہیں ہوتا چلو۔" وہ کہتی ہوئی آگے بڑھ گئی تو وہ اس کے ما حکم مانتا اس کے پیچھے آ گیا۔"

آپو نے کہا ہے یہ کھائیں گے تو جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔" عبد اللہ کے اسکا گھر بتانے پر وہ اسے وہیں رکنے کا کہتی آگے" بڑھی تو سامنے بیڈ پر پڑے بہزاد کے پاس یک چھوٹا سالڑ کا فروٹس کے شاپر اس کے پاس رکھتا مسکرا کر بول رہا تھا۔

آپو!" وہ بڑبڑاتی ہوئی اندر داخل ہوئی اس کی چھوٹی سی ناک سرخ پڑ گئی تھی جس سے اس کے غصے سے اندازہ لگایا جا سکتا" تھا۔

کون ہے یہ آپو شاپو؟" وہ بچے کے سر پر کھڑی ہو کر غرائی تو وہ آہ کرتا اچھل پڑا ایسی حال بہزاد کا بھی تھا وہ اسے اپنے" سامنے، اپنے روم، اپنے محلے میں دیکھ کر ششدر رہ گیا۔

میڈم آپ!" وہ حیرت سے اٹھ بیٹھا اور ہانیہ سے بولا۔ جس نے اپنی خونخوار نظریں اس پر ٹکائی ہوئی تھیں۔"

کون ہے یہ آپو؟" وہ چبا چبا کر بولی۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ بہزاد کا نقشہ بگاڑ دیتی۔"

میری بہن ہے۔" چھوٹو سہما سا اس کی سبز آنکھوں میں غصہ دیکھ کر بولا۔"

بہن ہے اور اس بہن نے میرے باڈی گارڈ کو فروٹس کیوں بھیجے ہے ؟" وہ اس کی طرف رخ کیے بولی تو چھوٹو ایک نظر اس" پر ڈالتا دوسری بہزاد پر ڈال کر اماں کی صدا لگاتا وہاں سے بھاگا۔

رکو لڑکے ! یہ لے جا کر اپنی آپو کو کھلاؤ۔" وہ فروٹس کے شاپر اٹھا کر اس کے پیچھے ٹک ٹک کرتی آئی اور روم سے باہر رکھ" کر عبد اللہ کو اشارہ کیا کہ سامنے والے گھر پہنچا دے۔

جی بے بی!" عبد اللہ آگے بڑھتا اس سے شاپر لے گیا اور سامنے والے گھر کا دروازہ کھٹکھٹا کر نیچے شاپر رکھ دی۔ اور پلٹ کر" لوٹ آیا۔

ہانیہ اپنے غصے سے بے قابو ہوتے اعصاب پر قابو کرتی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر مڑی۔

کیسی طبیعت ہے اب تمہاری ؟" وہ چلتی ہوئی اندر آئی اور ایک سرسری سی نظر روم پر ڈالی (کہیں چھپکلیاں تو نہیں) اور" پاس رکھی ٹوٹی ہوئی چیئر کھسکا کر بیٹھنے ہی لگی تھی کہ بہزاد نے ٹوک دیا۔

ٹوٹی ہوئی ہے گر جائیں گی آپ یہاں بیٹھیے۔" وہ بیڈ سے اٹھ کر وہ شیٹ کو درست کرتا بولا۔ ہانیہ نے بیڈ کی پیلی شیٹ کو" دیکھا۔

آپ واپس جائیں میڈم یہاں آپ کی حیثیت کے مطابق کوئی چیز نہیں۔" وہ سپاٹ لہجے میں کہتا سر جھکا گیا۔"

بھلا کیا ضرورت تھی اس سائیکو کو یہاں آنے کی، لوگ کیا سوچیں گے ؟ اگر اس کے باپ یا اس کے انکل کو معلوم ہوا تو اسکی تو صرف شک میں ہی جان نکال دیں گے۔

ایسی کوئی بات نہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی سر جھٹک کر بیڈ پر بیٹھی۔"

آپ یہاں کیوں آئیں ہیں ؟" وہ الجھ کر سوال کرنے لگا"

تم وہاں سے کیوں آئے ؟" وہ الٹا سوال کرنے لگی۔"

کمرے کی فضا میں بہزاد کے پسینے کی بو کے ساتھ سگریٹ کی بو بھی پھیلی ہوئی تھی جو ہانیہ کی ناک کے نتھنوں سے گزرتی اسکی سانسوں میں اتر رہی تھی۔

مجھے سر نے اجازت دی تھی۔" وہ بولا تو ہانیہ سر ہلاتی بیڈ سے اٹھی اور باہر کھڑے عبداللہ سے مخاطب ہوئی۔"

جاؤ اور کچھ دیر بعد وہ بیگز لے آنا۔" وہ کہہ آس پاس جمع ہوتے لوگوں پر سرسری سی نظر ڈال کر دروازہ بند کر چکی تھی۔"

روم میں اندھیرا چھا گیا۔

یہ کیا کر رہی ہیں میڈم! لوگ غلط سوچیں گے۔" بہزاد غصے سے اس پاگل لڑکی سے بولا اور کھڑکی کھولتے کمرے کا واحد"

بلب جلایا۔

سوچنے دو لوگوں کا کام ہی یہی ہے۔" وہ کندھے اچکاتی بیڈ پر بیٹھی۔"

میڈم بہت کچھ سوچیں گے اور مجھے دھکے دے کر یہاں سے نکال دیں گے۔" وہ چڑ کر بولا۔"

کوئی بات نہیں، میں نے تمہارے لیے کوارٹر سیٹ کروا دیا ہے اور کل سے تم وہاں شفٹ ہو رہے ہو۔" وہ لاپرواہی سے"

بولی۔ بہزاد جل کر رہ گیا۔

"آپ سمجھ نہیں رہیں۔۔۔۔۔"

دماغ مت کھاؤ وائلڈ مین! بندہ گھر آئے مہمان سے چائے پانی پوچھتا ہے۔ کیا تم لوگوں میں یہ مینرز نہیں؟" وہ اسکی بات"

کاٹ کر طنزیہ بولی تو بہزاد نے سر ہلایا۔

"ہیلو! انور یار ایک کپ چائے۔۔۔۔"

ایک کپ کیوں؟ تم بھی پی رہے ہو میرے ساتھ دو بولو۔" اس کے موبائل کان سے لگانے پر دوسری طرف آرڈر دیتے"

ایک کپ کا سنتی وہ غصے سے بولی۔ بہزاد نے لب بھینچ لیے۔

سن لیا بس پہنچ رہا ہوں۔" انور نے ہنس کر کہتے کال کاٹ دی تو بہزاد نے گہرا سانس بھرتے موبائل ٹیبل پر رکھا۔"

یہ کیا ہے؟" اس نے پاس ٹیبل پر رکھے کولر کی جانب اشارہ کیا۔"

کولر ہے پانی کا۔" وہ منہ بنا کر بولا۔"

ہاہاہا! تو یہاں کیا کر رہا ہے؟" وہ ہنستی ہوئی بولی۔"

ہاں ہنس لو ہماری غربت پر۔"اس نے منہ موڑا۔"

غربت پر نہیں تمہاری سستی پر ہنس رہی ہوں وائلڈ مین، اتنا نہیں ہوتا وہاں رکھ لو اور اٹھ کر پی لیا کرو۔" وہ سامنے کونے" کی طرف اشارہ کرتی بولی۔

میں تو ہوں ہی سست۔ آپ آکر رات میں پانی پلا دیا کریں۔"ہانیہ جو اس کی طرف دیکھ رہی بلش کرتی ہوئی نظریں پھیر" گئی۔ بہزاد نے اسے دیکھتے سر جھٹکا۔

آپ کے آنے کا مقصد؟"وہ اس کے چہرے پر نظریں ٹکائے پوچھنے لگا جس پر ہانیہ نے ناک سکیڑا۔"

تم بار بار میری انسلٹ کر رہے ہو۔"وہ غصے سے بولی تو بہزاد شرمندہ ہوا۔"

ایسی بات نہیں میڈم، مجھے سچ میں اچھا لگا آپ آئیں، پر کیا سر سے پوچھ کر آئیں ہیں؟"ہانیہ نے نظریں چرائی تو بہزاد کو اپنا" جواب مل گیا۔

آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔"وہ ابھی بول رہا تھا کہ ہانیہ بیچ میں ہی بول پڑی۔"

تمہیں بتانے کی ضرورت نہیں کہ مجھے کیا کرنا چاہیے کیا نہیں؟ انڈرسٹینڈ!"وہ غصہ ہو گئی۔"

سوری! صرف یہ بتائیں کہ آپ کے ڈیڈ پوچھیں گے کہ آپ یہاں کیوں آئیں تو کیا جواب دیں گی؟"وہ سوال کرتا اس کی" آنکھوں کو دیکھنے لگا۔

میں کہہ دوں گی اپنے باڈی گارڈ کی عیادت کرنے آئی تھی سمپل۔"وہ مسکراتے ہوئے چٹکی بجا کر بولی۔ بہزاد نے افسوس" سے دیکھا۔

تم کھڑے کیوں ہو بیٹھو یہاں۔"اس نے اپنے بیڈ کی طرف اشارہ کیا تو بہزاد نے نفی میں ھر دن ہلائی۔"

بیٹھو تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں، یہ میرا حکم ہے۔"اس کی نہ پر وہ چڑ گئی۔"

سوری پر میں اس وقت جاب پر نہیں ہوں اپنے گھر میں ہوں۔"وہ کندھے اچکا گیا جیسے اب تمہارا حکم نہیں چلنے والا۔"

تم عزت سے سننے کے لائق نہیں۔" وہ اچانک اٹھی اور اس کے گلے سے پکڑ کر بیڈ پر دھکا دیا۔ اپنے ہاتھ صاف کرتی خود" بھی پاس بیٹھ گئی۔ بہزاد دانت پیس کر اٹھ بیٹھا۔

آپ بھول رہی ہیں میری اوقات۔" وہ دانت کچکچا کر بولا۔"

بند کرو اپنی بکواس! اوقات اوقات کہہ کر دماغ کھا گئے ہو ڈرپوک کہیں کے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی غرائی۔"

بہزاد نے اپنا سر تھام لیا۔

کیوں کر رہی ہیں ایسا؟" بے بسی سے سوال کیا گیا۔ ہانیہ کے کچھ کہنے سے پہلے ہی دروازے پر دستک ہوئی۔"

تم بیٹھو میں دیکھتی ہوں۔" وہ اسے اٹھتے دیکھ کر جلدی سے اٹھی اور دروازہ کھول کر باہر کھڑے لڑکے کے ہاتھ سے ٹرے" لی جس میں دو چائے کے کپ تھے۔

میں انور بہزاد کا جگری یار آپ سے مل کر خوشی ہوئی میڈم۔" انور نے پیلے دانت دکھاتے کہا تو ہانیہ کو اس کے دانت دیکھ" کر دھچکا لگا پر وہ زبردستی مسکرائی۔

مجھے بھی۔" وہ مسکراتی ہوئی کہہ کر دروازہ بند کر گئی۔ انور اتنے میں ہی خوشی سے نہال ہو گیا۔"

سنو اپنے دانت دکھاؤ۔" وہ ٹرے بیڈ پر رکھ کر جلدی سے بولتی اس کے سر پر کھڑی ہو گئی۔ بہزاد نے ناسمجھی سے ابرو" اچکایا۔

دکھاؤ!" وہ چیخ پڑی۔ اس نے گھبرا کر اپنے دانت اسے دکھائے۔ جنہیں وہ غور سے دیکھتی سکون کا سانس بھر کر مسکراتی" ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔

ہوا کیا ہے؟ بتائیں گی؟" چائے کا کپ اٹھا کر وہ اسے دیکھتے ہوئے بولا۔ وہ واقعی سائیکو عورت تھی جس میں بہزاد کو اب" کوئی شک وشعبہ نہ رہا تھا۔

کچھ نہیں بس دل کیا تمہارے دانت دیکھنے کا۔" وہ نارمل انداز میں کہتی چائے کا کپ لبوں سے لگا گئی۔ بہزاد کو اس کے" جواب پر اسے زبردست اچھو لگا۔ کھانس کھانس کر اسکی آنکھوں میں پانی آ گیا۔

تمہارا قصور نہیں۔" گہرا سانس بھرتے اسنے نفی میں دائیں بائیں سر ہلایا تو ہانیہ نے بمشکل مسکراہٹ روکی۔"

یہ تم نے گردن میں کالا دھاگہ کیوں پہنا ہے؟" وہ اس کی گردن میں کالا دھاگہ دیکھتی نا سمجھی سے پوچھنے لگی۔ آنکھوں" میں تجسس تھا۔ بہزاد نے چمکتی آنکھوں سے اپنے گلے میں دیکھا۔

نظر کا ہے۔" چائے کا سپ لیتے بولا۔ ہانیہ ہونق بن گئی۔"

ہیں! تمہاری آئی سائٹ ویک ہے اور یہ کس ڈاکٹر نے علاج کیا ہے تمہارا؟" وہ شاک ہوتے بولی۔"

آئی ساٹ ویک تو نہیں جانتا، پر اماں نے بچپن میں پہنایا تھا کیونکہ میں کافی گورا چٹا پیدا ہوا تھا تو محلے کی ہر عورت آکر" چمیاں دے جاتی تھی اس لئے نظر نہ لگنے کیلئے اماں نے کالا دھاگہ پہنا دیا۔" وہ تو سنجیدگی سے بول رہا تھا پر ہانیہ گنگ سی اسے دیکھ رہی تھی۔

پھر کیا تمہاری اماں نے کہا ساری زندگی پہنے رہنا؟ کیا تمہیں ابھی بھی محلے کی۔۔۔؟ بمشکل حلق تر کرتے اس نے پوچھا۔" اس کا منہ سرخ ہو گیا تھا۔

نہیں اب اتنا بھی ہیڈسم (ہینڈسم) نہیں کہ ابھی بھی آکر چمیاں دیتی پھریں، پر نظر تو لگ سکتی ہے کہیں بھی۔ آپ دیکھ" سکتی ہیں کیسے آپ کی یونیورسٹی میں لڑکیاں گھورتی ہیں مجھے تو بس اب مجھے ڈر لگنے لگا کہ اگر نظر لگ گئی تو صورت بگڑ جائے گی میری، اس لئے پہن لیا۔" وہ لمبی چوڑی صفائی دیتے بولا۔ وہ حیرت زدہ سی روم کے بند دروازے کو دیکھتی سر ہلا گئی۔ پھر خاموشی سے چائے پی کر اس نے کپ ٹرے میں رکھا۔ بہزاد اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہا تھا۔

وہ آپو کون تھی؟ اور تمہیں فروٹس کیوں دے رہی تھی؟" کچھ دیر بعد سنبھل کر وہ کڑوے لہجے میں گویا ہوئی تو بہزاد" ایک سرسری نظر شلوار قمیض میں ملبوس اس کے خوبصورت سراپے کو دیکھا۔

بس محلے میں چلتا ہے یہ۔ جس طرح آپ کے یہاں چلتا ہے کسی بھی انجان کے ساتھ زبردستی ڈانس کرنا۔" وہ سنجیدگی" سے کہتا منہ موڑ گیا تو ہانیہ نے اس کے چہرے کو حیرت سے دیکھا۔

کیا میں نے ڈانس کیا کسی کے ساتھ؟" وہ ٹرے نیچے رکھتی اپنی طرف انگلی اٹھا کر بولی۔"

مجھے نہیں معلوم میں نے صرف سوال کا جواب دیا ہے۔ آپ اچھی لگ رہی ہیں ان کپڑوں میں۔" سپاٹ لہجے میں کہتے "آخر میں وہ نرمی سے بولا تو ہانیہ نے مسکرا کر اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔

آن لائن رات کو منگوائے تھے تاکہ تمہاری عیادت کیلئے آؤں تو پہن کر آؤں۔" وہ مسکراتی پر جوش سی اٹھ کر معصومیت "سے بولی۔

شکریہ بہت، آپ نے مجھ پر احسان کیا۔" وہ میٹھا طنز کرتا بولا اور ہانیہ نے ہنستے ہوئے واپس بیٹھ کر سر کو خم دیا۔ دروازہ پر "دستک ہوئی تو بہزاد نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے عبداللہ کھڑا تھا۔

آیئے اندر۔" بہزاد نے اسے جگہ دی تو وہ مسکراتا ہوا اندر آیا اور بیڈ پر بیٹھی ہانیہ کے سامنے بیگز رکھے۔"

آپ باہر انتظار کریں میں آرہی ہوں۔" وہ عبداللہ سے کہتی بیگز بہزاد کی طرف کھسکا گئی۔"

کیا ہے یہ سب؟" وہ حیرت سے دیکھنے لگا۔"

تمہارے لیے پینٹ شرٹس، بیلٹ اور شوز کے ساتھ پرفیومز اور کچھ فروٹس۔" وہ مسکراتی ہوئی بولی اور ایک کے بعد "دوسری چیزیں نکال کر بیڈ پر رکھنے لگی۔ بہزاد نے حیرت سے اسے دیکھا۔

میڈم یہ سب کیوں؟" حلق سے آواز بمشکل نکلی۔"

زیادہ سوال نہیں وائلڈ مین! تم میرے ساتھ موو کرتے ہو تو یہ لفنگوں والے کپڑے نہیں پہن سکتے اس لئے یہ سب لائی" ہوں اور ہاں کل آجانا میں نے کوارٹر سیٹ کروادیا ہے اسپیشل والا۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور دوپٹہ شانوں پر پھیلایا جو سیدھا بہزاد کے چہرے پر لگا وہ سانس روک گیا۔

اتنا بڑا دوپٹہ لینے کا فائدہ؟" دونوں سائیڈوں کو زمین پر دیکھ کر وہ بولا تو ہانیہ دوپٹے کو دیکھنے لگی۔"

فیشن!" وہ کہہ کر مسکرائی تو بہزاد نے اس کے چہرے کو دیکھا۔"

پونی ٹیل میں اس کے گولڈن بال اس کی گردن کی موومنٹ کے ساتھ ساتھ لہرا رہے تھے۔بے خودی کے عالم میں وہ آگے بڑھا اور اس کے بالکل سامنے کھڑا ہو گیا۔ہانیہ نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔بہزاد نے جھک کر اس کا دوپٹہ اٹھاتے اس کے سر پر رکھا۔اسکا سانس اٹک گیا۔

آپ بہت حسین ہیں میڈم!"وہ ذرا اس کی طرف جھک کر کان میں بولا تو اس کی پلکیں لرز گئیں۔"

وہ۔۔۔وہ میں کہہ رہی تھی اس آپو سے دور رہنا۔"وہ نروس ہوتی دور ہو کر بولی تو بہزاد اپنا قہقہہ روک نہ سکا۔"

ہاہاہاہا!کس کس سے دور رہوں؟"پینٹ کی جیب میں انگلیاں پھنسا کر اس نے دلکشی سے پوچھا۔ہانیہ غصے سے اسے دیکھنے" لگی۔

سب سے،ساری دنیا سے۔"اس کے کالر کو جکڑتے وہ شدید غصے کے عالم میں بولی۔اس کے مسکراہٹ ضبط کرتے" تاثرات دیکھ کر وہ مزید غصہ ہو گئی۔ایک بیگ سے سرخ گلابوں کا بکے نکال کر اس کے منہ پر دے مارا۔

گیٹ ویل سون!"اب کی بار اس کا دلکش قہقہہ فضا میں گونجا اور وہ پاؤں پٹخ کر آگے بڑھ گئی۔"

مطلب تو بتاتی جائیں۔"اس نے پیچھے سے ہانک لگائی ہانیہ ہنستی ہوئی مڑی۔"

مطلب کہ مر جاؤ جلدی۔"وہ شرارت سے بولتی جانے لگی۔"

سنو!"وہ دروازے پر پہنچی تو بہزاد نے پیچھے سے پھر آواز دی۔"

سناؤ!"وہ اسی کے انداز میں کہتی پلٹی۔"

میری بساط کا خیال رکھو ورنہ میں اپنے پاؤں جکڑ لوں۔"اس نے مسکراتی نظروں سے اس کانچ کی گڑیا کو دیکھا جو سر پر" بمشکل دوپٹہ جمائے کھڑی تھی۔

عبی!"اس نے ناک چڑھا کر اسے دیکھتے عبداللہ کو بلایا۔"

جی بے بی!"وہ جن کی طرح حاضر ہوا۔"

کل یہ آئے تو ٹھیک ہے، ورنہ اسے اس کے کولر سمیت اٹھالانا۔" حکم دیتی ایک جتاتی نظر اس پر ڈال کر وہاں سے نکلی تو" نظریں سیدھا سامنے بالکنی میں کھڑی لڑکی پر گئیں۔ اس کی طرف دیکھ کر مکا ہوا میں لہراتے وہ کھاجانے والی نظروں سے اسے گھورتی روانہ ہوئی۔ عبد اللہ بھی ایک مسکراتی نظر ہانیہ کی حرکت پر شاک کھڑے بہزاد پر ڈال کر اس کے پیچھے بھاگا۔

------------------------------------*

وہ ڈریسنگ مرر کے سامنے کھڑا خود پر پرفیوم اسپرے کر رہا تھا کہ نظریں وہاں پر سفید رنگ کے لفافے کو دیکھ کر سکڑیں۔

اندر ضرور دیکھنا۔" اوپر لکھی لکھائی سے وہ سمجھ گیا کہ کس کی طرف سے ہے یہ؟"

وہ لفافہ اٹھا کر مسکراتا ہوا صوفے پر بیٹھا اور اسے کھولنے لگا۔

پہلے اس کی نیلی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور پھر روم کی فضا میں اسکا بلند و بانگ قہقہہ گونجا۔ لفافے کے اندر خوبصورت لڑکیوں کی تصویریں تھیں جن پر بہرام نے سرسری نظر ڈال کر سامنے ٹیبل پر رکھ دیں۔

پسند آئی کوئی؟" مسز شمیم اندر داخل ہوتی مسکرا کر پوچھنے لگیں۔"

جی کرلی۔" بہرام نے مسکراہٹ دبائی اور مسز شمیم کا خوشی سے منہ کھل گیا۔"

سچ؟" وہ خوشی سے نہال ہوتی بولیں۔"

یس مام!" اس نے مسکراہٹ دبائی اور اٹھ کر انکے گلے میں بازو ڈالے۔"

کون سی ہے؟ مجھے بتاؤ میں ابھی رشتہ پکا کرنے جاؤں گی۔" اس کے ماتھے سے بال سنوارتے بولیں تو وہ لب دبا گیا۔"

افف بہت مشکل ہے۔" اس نے سر کھجایا۔ مسز شمیم نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔"

کیوں مشکل ہے؟ تم بتاؤ ان میں سے کون سی پسند آئی ہے؟" وہ اسے لے کر صوفے پر آئیں اور بیٹھ کر تصویریں اٹھائیں۔"

وہ جلد از جلد اس کی پسند جان کر اڑ کر لڑکی والوں کے گھر پہنچ کر رشتہ پکا کرنا چاہتی تھیں اور ان کا بس چلتا تو آج شام کو مایوں اور کل اسکی شادی بھی کروادیتیں۔

پر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔ جہاں اتنے سال انتظار کیے تھے وہاں کچھ دن مزید صحیح پر یہ تو شکر تھا ان کے بیٹے کو کوئی پسند تو آئی۔

"مام! مجھے تو ساری پسند آرہی ہیں آپ ایسا کریں سب کو اوکے کر دیں۔" کافی سیریس سنجیدگی سے کہتے وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔

"ہیں! کیا مطلب؟" انہیں حیرت کا جھٹکا لگا۔

"مطلب سے کیا مراد مام؟ مجھے سب پسند آرہی ہیں۔ اوکے کر دیں سب کو اور آج سے سب کے گھر رشتہ پکا کرنے چلی جائیں۔ شادی ایک ہی ڈیٹ پر رکھیں گے۔ سب کے ساتھ میں باری باری سارے نکاح ناموں پر سائن کر دوں گا سمپل۔" اس نے مسز شمیم کے ہاتھوں سے تصویریں لے کر ٹیبل پر رکھی۔

"بہرام!" وہ اس کا مزاق سمجھتیں غصے سے بھڑک اٹھی۔ بہرام کا دلکش قہقہہ ابل پڑا۔

"تم کبھی سیریس ہو گے؟" مجھے ابھی کوئی فائنل کر کے بتاؤ کون سی پسند ہے؟ آج میں ایسے ہی نہیں جاؤں گی۔" وہ غصہ ہو گئیں اور بہرام کے چہرے پر بے بسی طاری ہوئی۔

"مجھے ان میں سے کوئی نہیں پسند۔" وہ منہ بنا کر بولتا انکے کندھے پر سر ٹکا گیا۔

"پرے ہو بہرام! اور مجھے بتاؤ آج ورنہ میں تمہارا کچھ کر دوں گی۔" وہ اس کا سر کندھے سے ہٹاتی چیخ کر بولیں۔

"اوہ سچ مام! آپ اپنے بیٹے کا کچھ کر دیں گی، مثلاً کیا کریں گی؟" وہ حیرت کے شدید جھٹکے سے بولا۔

"میں تمہیں کان سے پکڑ کر ان میں سے ایک سے تمہاری شادی کروادوں گی پھر روتے رہنا کہ زبردستی کی گئی ہے میرے ساتھ۔" وہ اسے اپنے خطرناک ارادوں سے آگاہ کرنے لگیں جس پر بہرام نے مصنوعی حیرت کا اظہار کیا۔

"یہ تو واقعی خطرناک ارادے ہیں، پر پلیز مام سب سے کروادیں مجھے تو سب ہی بہت کیوٹ اور معصوم لگ رہی ہیں۔" وہ معصوم صورت بنا کر بولا۔ مسز شمیم کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"بہرام تم بہت تیز ہو گئے ہو۔ بھلا دیکھا ہے کسی کو اتنی شادیاں کرتے؟" وہ مصنوعی غصے سے بولیں اور بہرام نے پر سوچ انداز میں لب سکیڑے۔

ہاں یہ بات بھی پر ایسا بھی تو ہو سکتا ہے نا کہ چار شادیاں تو جائز ہیں تو آپ ان میں سے کوئی چار فائنل کر دیں۔" آرام سے"
بتاتے وہ اپنی پہلی والی پوزیشن میں چلا گیا۔ مسز شمیم نے اسے گھورتے ہوئے پاس پڑا کشن اٹھایا اور اس کے سر پر دے مارا۔

تم صرف مسخریاں کرتے رہو کبھی سنجیدہ مت ہونا۔ اپنے بچے بھی ہو جائیں تب بھی چھوٹے بچے ہی رہنا۔ میں خود"
تمہارے لیے لڑکی ڈھونڈنے جا رہی ہوں۔ اب تم صرف خود کو نکاح کیے لئے تیار رکھو۔" وہ پکے عزائم سے کہتی اٹھ گئیں۔

ماشاءاللہ کیا آنکھیں ہیں، اف!" مسز شمیم ابھی دروازے پر تھیں کہ پیچھے سے اس کی آواز پر ٹھٹھک کر رکی اور یکدم پلٹی"
تو اسے موبائل کو پر شوق نظروں سے گھورتا پایا۔

ہیں! تم بھی سستے عاشقوں کی طرح موبائل میں تصویریں نکال کر تو نہیں عشق کر رہے۔" وہ جھٹ سے اندر آئیں اور"
بہرام سے موبائل چھین کر دیکھا تو وہ تصویر دیکھ کر ہکا بکا رہ گئی۔

تم!" انہیں سمجھ نا آیا کیا کہیں اور انکے سرخ چہرے والی حالت کو دیکھ کر ایک بار پھر بہرام کا قہقہہ گونج اٹھا۔"
تمہیں سچ میں اسی سے شادی کرنی چاہیے۔ تم لائق ہی اس کے ہو۔" وہ موبائل غصے سے اسے مارتی وہاں سے بھنا کر"
نکلیں۔

ہاں مام! ماشاءاللہ اس کے حسن کی کوئی مثال نہیں۔" وہ موبائل پر بندریا کی تصویر کو دیکھ ایک بار پھر قہقہہ لگا اٹھا۔"
مسز شمیم چلی گئیں اور اس نے مسکراتے موبائل میں پڑی ہانیہ خان کی تصویر کو دیکھتے محبت سے اس کے چہرے پر انگلی پھیری۔ اس کی آنکھوں میں تپش سی اتر آئی۔ ایک گہری نظر اس کے چہرے کے نقوش پر ڈالتے وہ اٹھا اور روم سے باہر نکلا تو لاؤنج سے اسے اپنے باپ کے قہقہے سنائی دیے۔ شاید مسز شمیم ان سے اس کی حرکت کی شکایت کر رہی تھیں۔
وہ ریلینگ پر ہاتھ رکھ کر نیچے دیکھنے لگا۔ مسز شمیم کا چہرا غصے سے سرخ تھا اور اس کے باپ کا قہقہوں سے۔
تمہارے جانے کے بعد میں نے اپنی محبت سے کبھی انہیں اداس نہیں ہونے دیا"۔ وہ اوپر دیکھتا بڑبڑانے لگا۔"
بیری تنگ مت کیا کرو۔" اس کے پاس سے خفگی بھری آواز آئی۔ اس نے گردن گھمائی کوئی نہیں تھا۔"

"آپ نے مجھے بیری کہا! ہاہاہاہا!" پھر بائیں کان کے قریب خوشیوں سے بھرپور کھکھلاتی آواز آئی۔ اس نے جھٹ سے گردن موڑی وہاں بھی کوئی نہیں تھا۔

اس کی آنکھیں سرخ ہوگئی اور نیچے سے ظفر صاحب کی نظریں اس پر ٹکی ہوئی تھیں۔ وہ گہرا سانس بھرتا آنکھیں موند گیا۔

آنکھیں کھولیں تو اپنے ڈیڈ کو خود کو تکتا پایا۔ وہ ہلکی سی سمائل پاس کرتا اپنا درد چھپاتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا پر کیا ایک باپ سے اسکی اولاد کا درد چھپ سکتا تھا؟

"ہاں بولو کریم!" موبائل کان سے لگاتے وہ سرد و سپاٹ لہجے میں بولا۔

"سر ہماری ٹیم تیار ہے۔ آپ حکم کریں ہم اپنے کام پر لگ جائیں گے۔" اس کا خاص آدمی کریم جو اس کی زندگی کے مقصد میں ایک اہم کردار رکھتا تھا بولا۔

"کتنے بندے ہیں اور کیا سب بھروسے مند ہیں؟" اس نے تشویش سے پوچھا۔

"آپ بے فکر رہیں سر! یہاں کے نہیں ہیں۔ سب غیر ملکی ہیں۔ اپنا کام ہوتے ہی چلے جائیں گے۔ فواد چوہان نے کام کرنا شروع کر دیا ہے ٹینڈر کا ہمیں لیٹ نہیں ہونا چاہیے۔ آئی جی کا حکم ہے۔" وہ اسے تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا۔

"ٹھیک ہے شروع کرو پر احتیاط سے۔ وہاں تم لوگوں کی سوئی بھی نہ گرے، آئی سمجھ؟" وہ تنبیہہ کرتے ہوئے بولا۔

"یس سر! سر کیا آپ فواد چوہان کی پارٹی میں جا رہے ہیں؟ اور باڈی گارڈ کا کیا کرنا ہے میڈم بہت۔۔۔ آئی مین آپ کے ساتھ نکاح کو بھول رہیں ہیں۔" وہ کہنا چاہتا تھا کہ میڈم اپنے بادی گارڈ کو بہت پسند کرنے لگی ہیں پر اس نے اپنے منہ کو وقت پر قابو کر لیا۔ مگر بہرام کوئی بچہ نا تھا جو نہ سمجھتا۔

"ہمیں اپنے کام پر فوکس کرنا چاہیے اور تمہاری میڈم کو تو آنا میرے پاس ہی ہے۔ پھر ٹینشن کیوں لے رہے ہو؟" وہ مسکرا کر بولا۔ کریم پہلے چونکا پھر سر ہلا گیا۔

"کس بینک سے لون لیا ہے اور کس پر؟" اس نے سر صوفے کی پشت سے ٹکایا۔

سر غیر ملکی بینک سے لیا ہے اور اپنی پراپرٹی کے پیپرز پر۔" کریم کی آواز پر بہرام کے لبوں پر مسکراہٹ آئی۔"

گڈ! یہ خود ہی ہمارے کام آسان کر رہا ہے۔ تم میٹنگ فکس کراؤ میری بینک کے اونر سے۔" اس نے آنکھیں کھولتے" ہوئے کہا تو کریم سر ہلا گیا۔

اوکے سر!" بہرام نے سر ہلایا اور اسے ہدایات دیتے کال منقطع کر دی۔"

صاحب! آپ کو بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔" ملازمہ کی آواز پر اس نے گردن موڑی اور سر ہلا دیا۔ وائٹ شرٹ کے" کف فولڈ کرتا وہ سیڑھیاں اتر کر نیچے آیا۔

خیریت سے یاد فرمایا گیا ہے؟" مسکراتی نظر اس نے ظفر صاحب پر ڈالی اور خفگی سے منہ پھلائے بیٹھی اپنی مام کو دیکھا۔"

ماحول بڑا گھمبیر ہے۔" شرارت سے کہتے اس نے مسز شمیم کے گرد اپنے بازو ڈالے انہوں نے مزاحمت کی پر بہرام نے" اپنا سر بھی ان کے شانے پر ٹکا دیا۔

کوئی لڑکی پسند ہے؟" انہوں نے مسز شمیم کی بھیگی آنکھیں دیکھ کر بہرام سے سپاٹ لہجے میں پوچھا وہ چونک گیا۔"

اور اپنی ماں کی طرف دیکھا تو قریب سے انکی بھیگی پلکیں دیکھ کر اس کی سانسیں رک گئیں۔

مام!" ندامت سے پکار پر مسز شمیم نے کوئی جواب نہیں دیا۔"

بہرام جواب دو۔" ظفر صاحب کی سخت آواز پر اسے لگا کہ اب وقت آگیا ہے اور اپنی ماں کو زیادہ تنگ بھی نہیں کرنا چاہتا" تھا۔

جی پسند ہے۔" اس نے اپنی ماں کے کان میں کہا تو پہلے وہ چونکیں اور بعد میں لب بھینچ گئیں۔"

کون ہے؟" ظفر صاحب اس کے تاثرات سے سمجھ گئے۔ تبھی مزید استفسار کیا کیونکہ وہ بھی تنگ آگئے تھے اس چھپن" چھپائی سے۔

آپکو معلوم ہے۔" وہ شرارت سے بولا۔ مسز شمیم نے گھور کر اپنے شوہر کو دیکھا۔ وہ ہڑبڑا گئے۔"

بکو مت، مجھے نہیں معلوم کون ہے؟ بتاؤ اپنی مام کو۔" وہ گھبراتے اپنے بیٹے کو جھڑکا۔"

تم دونوں میرے ساتھ کھیل کھیلنا بند کرو اور مجھے ایک جواب دو ورنہ میں تم دونوں کو ہی چھوڑ کر چلی جاؤں گی اپنے "میکے۔" بہرام سے پہلے مسز شمیم بھڑک کر بولیں تو اس نے جھٹ سے اپنے کان پکڑ لیے۔

ہانیہ خان!" دھمکی اتنی خطرناک تھی کہ اس نے لمحہ لیے بغیر اپنے دل کی آواز کو زبان دی۔"

ہانیہ خان!" مسز شمیم بڑبڑا کر یکدم پلٹیں اور اس کے چہرے کو دیکھنے لگیں جہاں دھیمی مگر خوبصورت مسکان اس کے " عنابی لبوں پر سجی تھی۔ ظفر صاحب نے ریلیکس ہو کر سر صوفے کی پشت سے ٹکالیا۔

یہ وہی ہانیہ خان ہے ناہوم منسٹر حارث خان کی بیٹی؟" انہوں نے بے یقینی سے پوچھا بہرام نے سر ہلا دیا۔"

پر اس کی تو جلد ہی شادی ہونے والی تھی۔ اپنے باپ کے دوست فواد چوہان کے بیٹے ہادی چوہان سے۔" ان کا دل کیا اپنا" سر پیٹ لیں۔ بیٹے کا دل بھی گیا تو کہاں جو پہلے ہی بک تھی۔

ہوئی تو نہیں ہے نا میں آپکو ڈیٹ بتاؤں گا۔ آپ رشتہ لے کر جایئے گا۔ ان شاءاللہ آپ کے بیٹے کے پچیس بچوں کی ماں" بھی وہی بنے گی اور راستہ بھی وہی روکے گی۔" اس کا لہجہ جہاں شروع میں سنجیدہ تھا آخر میں اتنا ہی شریر ہو گیا۔ ظفر صاحب تو قہقہہ لگا اٹھے البتہ مسز شمیم پریشان سی بیٹھی تھیں۔

لڑکی تو حسین تھی۔ پیاری اور معصوم بھی۔

پر کیا حارث خان راضی ہو گا؟" اب بیٹا راضی ہوا تو دوسری پریشانی سر پر آ گئی۔ انہوں نے مجبور ہو کر سر تھام لیا تو دونوں باپ بیٹے کا چھت پھاڑ قہقہہ لاؤنج کی فضا میں گونجا۔

اچھا سنیے! ڈیڈ مام میری آج رات انگلینڈ کی فلائٹ ہے۔ ان شاءاللہ کچھ دن بعد لوٹوں گا۔ آپ کے ساتھ مینیجر ہو گا کوئی" میٹنگ ہو تو اٹینڈ کر لیجیئے گا اوکے۔" اس نے اپنے مام کے سر پر بوسہ دیتے ظفر صاحب کو مخاطب کیا۔ انہوں نے سر ہلا دیا اور پھر بہرام اپنی ماں کو مطمئن کرتا بیچ بیچ میں کوئی شرارت بھری بات کر دیتا۔ جس سے لاؤنج میں قہقہے گونج اٹھتے اور اس کے اندر کی آگ پر وہ برف کا کام کرتے۔

*______________*______________*

بڑی سی شیشے کی سیاہ ٹیبل کے بیچ رکھی لیمپ کی مانند لائٹ نے آس پاس روشنی پھیلائی ہوئی تھی۔

اس ٹیبل کے چاروں اطراف رکھی چیئرز پر چھ وجود خاموش بیٹھے تھے اور مین چیئر پر بیٹھی شخصیت سامنے رکھی تصویروں کو دیکھ رہے تھی۔

یہ کمبوز ہے، انڈرورلڈ کا مشہور اسمگلر۔" اس خفیہ میٹنگ میں مین چیئر پر بیٹھے شخص نے ایک تصویر سب کے سامنے کی۔" باقی سب نے تو غور سے اس سیاہ فام کو پاگلوں والے بھیس میں دیکھا۔ ان میں سے صرف ایک شخص اس تصویر کو سرسری سا دیکھ کر پیپر ویٹ گھمانے لگا۔

یہ ایک طرف سے ہتھیار خریدتے ہیں تو دوسری طرف خوف و دہشت پھیلانے کیلئے معصوموں کو بے رحم و بے درد" موت دیتے ہیں، دنیا کے کئی ممالک اس کے پیچھے ہیں پر یہ اور اس کا ساتھی کمیل ہاشمی کسی کے ہاتھ نہیں آتے۔ کئی ممالک کی سیکرٹ سروسز ان کے پیچھے ہیں، مانا جائے یہ دنیا کے ہائی لیول دہشت گرد ہیں تو غلط نہیں ہوگا۔ انہوں نے کافی ملکوں میں اپنی دہشت پھیلا رکھی ہے اور اب ان کا مقصد وہی دہشت پاکستان پر پھیلانا ہے۔" وہ شخص تفصیلات بتاتے ہوئے بولا۔

اور اس کالو کو کیا لگتا ہے وہ کامیاب ہو گا؟ ہاہاہاہا!" اس نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا جس پر وہاں موجود ایک وجود نے اتنے" سنجیدہ ماحول میں ایسی بے تکی بات پر غصے سے اس کی طرف دیکھا۔

دوسرے وجود نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی اور انتہائی سنجیدہ ہونے کی کوشش کرتا ہوا سیدھا ہو کر بیٹھا۔

تم زیادہ ہی ایکٹنگ کر رہے ہو۔" اس مین چیئر پر بیٹھی شخصیت نے اسے ٹوکا تو وہ ہنس پڑا۔"

جیسے تم سب کی ڈیمانڈز ہیں مجھ سے، ویسے ہی میری خاص ڈیمانڈ ہے تم سے۔" اس نے خاص کر کے اس پیپر ویٹ" گھمانے والی شخصیت کی طرف رخ کیا جس پر سب دھیما سا مسکرائے۔

ڈیل کر لیتے ہیں۔" وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔"

نہیں، آپ ڈیمانڈ نہ کریں، مجھے آرڈر دیں۔" دوسرے شخص نے شرارت سے کہا پھر وہ یکدم الرٹ ہوا۔"

ڈیل ہے تم سے اور آرڈر یہ ہے کہ مجھے یہ دونوں چاہییں اور ہم اپنی زبان پر رہیں گے۔" اس نے دونوں کو کہتے وہ" تصویریں ان کی طرف کی۔ ایک نے اٹھالیں تو دوسرا خاموش بیٹھا رہا۔

ہمیں منظور ہے بس اب آخری۔" وہ دونوں وجود یک زبان بولے۔"

تم سب اپنا اپنا کام بہت اچھی طرح انجام دے رہے ہو۔ ہم سب سے کافی متاثر ہیں تم لوگون کی پراگریس سے، اگر ہمیں" کامیابی ملی تو تم لوگوں کو بھی ملے گی ان شاء اللہ۔" کچھ دیر بعد گھمبیر خاموشی چھا گئی اور پھر وہ تمام انتہائی سنجیدہ ہو کر اس سارے کیس کو ڈسکس کرنے لگے۔

*______________*_____________*

عبی! باڈی گارڈ آ گیا؟" بہزاد کے پانچ منٹ لیٹ ہونے پر اس نے عبداللہ کو حکم دیا تھا کہ جاؤ اور اسے اسکے کولر سمیت" اٹھالاؤ پر عبداللہ کے دوسرا قدم باہر رکھنے سے قبل گیٹ سے اندر داخل ہوتے براؤن "میٹرک فیل باڈی گارڈ" کی ٹی شرٹ جو اسکی مضبوط و توانا چوڑی جسامت سے چپکی ہوئی تھی پرانی بلیو پینٹ وہی بیلٹ، بالوں کی پونی ویسے ہی بنائے پرانے سے شوز میں وہ اندر داخل ہوا۔

مطلب بے بی کی، کی ہوئی شاپنگ میں سے صرف شرٹ پہنی تھی۔" عبداللہ نے مسکراہٹ دباتے سوچا اور اندر چلا گیا"

السلام علیکم میڈم!" بہزاد نے اس کو دیکھتے ہوئے سلام بھیجا۔"

ہانیہ منہ ہی منہ میں جواب دیتی پلٹی۔ اسے سر سے پاؤں تک دیکھنے کے بعد اس کے ماتھے پر بل پڑ گئے اور چھوٹی سی ناک لمحہ بہ لمحہ سرخ ہونے لگی۔ وہ گہرا سانس کھینچتی اس کے قریب آئی۔ سفید کیپری پینٹ پر رائل بلیو نفیس سی کڑھائی والی شرٹ اور لمبے سے دوپٹے کو گلے میں ڈالے بہزاد اسے دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔

ہوش تو تب آیا جب وہ مہکتا گلاب اس کے بالکل قریب آرکا۔ اس کی مہک بہزاد کو اپنی سانسوں میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

رات بھی انور کو سمجھانے کے ساتھ ساتھ وہ کافی دیر تک اپنے دل کو بھی سمجھاتا رہا کہ بچے سدھر جا۔ وہ کوئی محلے والی نہیں بلکہ ہوم منسٹر کی بیٹی ہے۔ اگر ہوم منسٹر کو اسکی بھنک بھی پڑ گئی تو مجھے چٹکی میں یوں غائب کروادے جیسے میں زمین پر پیدا بھی نہیں ہوا تھا۔

رات کو بہت مشکل سے اس کے سحر سے نکل کر اس نے خود کو اور زبردستی اپنے دل کو تھپک تھپک کر سلایا تھا اور اب اسے دیکھ کر اس کی دھڑکنیں پھر سے شور مچانے لگی تھیں۔

وہ چلتی ہوئی اس کے سامنے آئی۔ بہزاد کی نظریں اسکے یوں قریب رکنے پر بے ساختہ ہی اس کی سبز آنکھوں سے ہوتی ہوئی اس کے احمریں لبوں پر جا کر رکیں۔

یہ میں کیا کر رہا ہوں؟ وہ میری میڈم ہیں اور میں ان کا محافظ وہ تو نادان ہے، مگر میں تو نہیں۔ "اس نے خود کو جھڑکا اور" اپنی بے ساختگی پر بندھ باندھا۔

وہ ابھی خود کو جھڑکتا اپنی دھڑکنوں کو نارمل کر رہا تھا۔ اچانک ہی ہانیہ نے اسے کالر سے پکڑا اور جھٹکا دے کر اس کے سر کو تھوڑا سا جھکایا۔ وہ اسکی طرف ذرا سا نیچے جھک آیا۔ تب وہ آگے بڑھ کر درمیان میں کچھ فاصلہ رکھتی اس کی گردن کے قریب کچھ سونگھنے لگی۔ پھر ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکیلا۔

اس ایک پل نے جہاں بہزاد کو ساکت و جامد کیا تھا وہیں ملازمین اور عبداللہ کا منہ اپنی بے بی کی اس حرکت پر کھل گیا اور اگلے ہی پل فضا میں ایک تھپڑ کی گونج ان سب کے منہ بند کر گئی۔ باڈی گارڈ کے چہرے پر پڑنے والے تھپڑ سے سب ہڑبڑا اٹھے تھے۔

بے بی!"عبداللہ نے اس کی حرکت پر ٹوکا۔"

شٹ اپ یو ایڈیٹ!"وہ اس پر غصے سے دھاڑی اور انگلی اٹھا کر اسے وارن کیا اور اپنا رخ واپس بہزاد کی طرف موڑا جس کی" آنکھوں میں ضبط سے سرخ ڈورے تیرنے لگے تھے۔

ہنی یہ کیا حرکت تھی ؟" حارث صاحب سیڑھیاں اترتے تھپڑ کی آواز پر اس سے سنجیدگی سے پوچھنے لگے۔ وہ غصے سے "
بہزاد کی سرخ اور سرد تاثر وسلی آنکھوں میں دیکھتی پیچھے سے آتی اپنے باپ کی آواز پر پلٹی۔

کچھ نہیں ڈیڈ! اس نے میری حکم عدولی کی ہے اس کی سزا دی ہے۔ ڈونٹ وری نتھنگ مور۔" نخوت سے کہہ کر وہ آگے "
بڑھ گئی۔

بہزاد! وہ ہے ہی ایسی۔ کوئی اس کی بات نامانے تو ایسے ہی کرتی ہے۔ بہت ضدی ہے نا۔" حارث صاحب عبداللہ سے "
کوٹ لے کر پہنتے بہزاد سے معذرت کر رہے تھے۔ جیسے وہ کوئی عام بات کر رہے ہوں۔

غلطی میری ہے سر مجھے ان کا حکم مان لینا چاہیے تھا۔ میں معذرت کرلوں گا میڈم سے۔" وہ مؤدب سا بولا تو حارث "
صاحب مسکرا کر سر ہلا گئے۔

اچھا سنو!" وہ خدا حافظ کہہ کر جانے لگا تب حارث صاحب نے پیچھے سے اسے پکارا۔"

جی؟" وہ رکا۔"

تم اس کی پروٹیکشن کے علاوہ احکام مان لیا کرو، میں تمہیں اس کی سیلری الگ سے دوں گا۔ دیکھو برامت ماننا یہاں پر آج "
تک کسی نے اس کے سامنے آواز نہیں نکالی۔ تم واحد ہو جس نے اس کی حکم عدولی کی ہ۔ے اس کا یہ ری ایکشن نارمل
تھا۔" حارث صاحب نے سرسری سی نظر اسے دیکھ کر کہا۔ اس نے تابعداری سے گردن ہلائی۔

(ہاں بڈھے نارمل تھا۔ میرا گال سجا دیا اور تیری بیٹی کا ری ایکشن نارمل تھا۔ بات تو ایسے کر رہا جیسے منسٹر نہیں پی ایم ہو۔) وہ
بے بسی سے سوچتا رہ گیا۔

میں ویسے ہی مان لوں گا سر اپنی ڈیوٹی کا حصہ سمجھ کر۔ آپکو مجھے مزید سیلری دینے کی ضرورت نہیں ہے اور میں خیال "
رکھوں گا آئندہ میڈم کی نافرمانی نہ کروں۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولا۔ حارث صاحب کے اجازت دینے پر وہ سر ہلاتا ہانیہ کے
پیچھے چلا گیا۔ پیچھے عبداللہ نے ایک افسوس بھری نظر اسکی پشت پر ڈالی۔

وہ باہر آیا تو ہانیہ موبائل پر کسی سے مسکرا کر باتیں کر رہی تھی۔ بہزاد نے خاموشی سے گاڑی نکالی اور اسکے پاس روک کر باہر نکلتے ہوئے اسکے لیے دروازہ کھولا۔

وہ اسے دیکھے بنا کھڑا تھا اور ہانیہ سرسری نظر اسکے گال پر ڈال کر لب بھینچتی اندر بیٹھ گئی۔

وہ سارے راستے موبائل پر ہنستی کھلکھلاتی بات کرتی رہی۔ بہزاد بمشکل اپنے اندر بھڑکتی آگ کو روکے بیٹھا تھا۔ ورنہ بس نہیں چل رہا تھا ابھی گاڑی کسی ٹرک سے ٹکرا دے۔

تم آج سے سرونٹ کوارٹر میں شفٹ ہو رہے ہو تمہیں یاد ہے نا۔" گاڑی کے رکتے ہی اس نے موبائل بیگ میں ڈالتے" پوچھا۔

جی! پر میں ابھی نہیں آؤں گا اس مہینے کے ختم ہونے کے بعد شفٹ ہوں گا۔" جان چھڑوانے کیلئے وہ سپاٹ لہجے میں کہہ" کر باہر نکلا اور اس کے لئے درازہ کھولا۔ ہانیہ نے سر ہلاتے یہی شکر کیا کہ وہ آئے گا تو صحیح۔

اسکے ہاتھ آگے بڑھانے پر بہزاد نے خاموشی سے تھام لیا اور اسے باہر نکالا۔ جیسے وہ خود کو ملکہ سمجھتی ہو۔ گاڑی پارک کر کے یونیورسٹی میں داخل ہوتے اسے خود پر ہنسنے والوں اور تمسخر بھری نظروں سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ وہ بے حس بنا اس کے پیچھے آ رہا تھا۔ جس کی نظر بھی اس پر پڑتی پہلے تو وہ الجھتا اور اسے ہانیہ خان کے پیچھے پیچھے جاتا دیکھ کر قہقہہ لگانے لگتا۔

واقعی ہانی تم بہت رحم دل کی مالک ہو۔ تم نے ایک میٹرک فیل لفنگے کو جاب پر رکھ لیا۔ اس کے بعد رحم دلی کی مثال اور کیا" ہو گی یار ایم امپریسڈ۔" سیم نے تمسخر بھری نظر اس پر ڈالی اور اپنی انسلٹ کا بدلہ لیتے کہا۔ جس پر نہ ہانیہ نے جواب دیا نہ ہی بہزاد نے اسے چوسے آم کی گھٹلی جیسا کوئی خطاب دیا۔

وہ چپ چاپ خاموش اسکے پیچھے پیچھے تھا۔

یار میٹرک فیل باڈی گارڈ ایسے ہوتے ہیں تو میں بھی ایک رکھنا چاہتی ہوں۔" اس کمنٹ کے ساتھ جہاں ہانیہ اپنے گروپ" کے ساتھ ٹھٹھک کر رکی تھی وہیں موقع ہوتا تو بہزاد قہقہہ لگا اٹھتا اسکی محنت پر پانی پھرتا دیکھ کر۔

پر اس وقت جو آگ اس کے اندر بھڑکی ہوئی تھی اس میں یہ خوشی کہیں بھسم ہو گئی تھی۔

اسکے سامنے تو بس وہی منظر تھا جہاں سب ملازمین اور عبداللہ کے سامنے اس نک چڑھی نے اسکے چہرے پر تھپڑ مارا تھا۔

ہانیہ نے پلٹ کر دیکھا تو کچھ سائیڈ پر کھڑے لڑکیوں کے ٹولے پر نظر پڑی اس نے مٹھیاں بھینچیں۔

اسے رکھ لو بعد میں لوٹا دینا۔" وہ غصے سے بولی۔ اسکے فرینڈز ٹھٹھک گئے پر وہ لڑکیاں بھی اسکے ری ایکشن پر حیران " ہوئیں۔

یہ بھی اچھا آئیڈیا ہے، کیوں ہینڈسم!" وہ کہتی قہقہہ لگانے لگیں اور ایک دوسرے کے ہاتھ پر تالی مار کر سرخ آنکھوں " والی ہانیہ کو دیکھنے لگی۔ بہزاد کو تو اپنا آپ مارکیٹ میں بکنے والی چیز لگ رہا تھا۔

ہنی! واٹ آر یو ڈوئنگ گرل؟" اسے انکی طرف خطرناک ارادوں سے بڑھتے دیکھ کر بہزاد اس کے سامنے آ گیا۔ پیچھے " سے اسکی دوستوں نے اسے تھاما۔

چھوڑو مجھے۔" وہ چیختی ہوئی اپنے بازو چھڑوا کر بیگ بہزاد کے منہ پر سب کے سامنے مارتی آگے بڑھ گئی اور وہ اپنے لب باہم " پیوست کیے بیگ تھامے اسکے پیچھے آیا۔ گراؤنڈ میں موجود سب اسٹوڈنٹس کی نظریں ان دونوں پر تھی۔

میری آفر ابھی بھی برقرار ہے۔" تانیہ نے اس کی اس قدر انسلٹ پر سامنے آکر کہا تو بہزاد کا دل اکتا سا گیا۔ "

سوری!" وہ دانت پیس کر کہتا آگے بڑھا۔ "

کیا تمہاری کوئی عزت نفس نہیں؟ کیا باڈی گارڈ انسان نہیں ہوتے؟ تم اس کے محافظ ہو اور وہ تمہارا سارے اسٹوڈنٹس " کے سامنے مذاق بنا رہی ہے۔ تم پھر بھی اسکے وفادار ہو۔ اگر اتنی وفاداری مجھ سے دکھاتے تو میں تمہیں پتا نہیں کہاں پہنچا دیتی کہ تم خود کو پہچان بھی نا پاتے۔" وہ بھاگ کر اسکے پاس آتی افسوس اور محبت سے اسے سمجھانے لگی۔

میں کہیں پہنچنا نہیں چاہتا اور نہ ہی اپنی پہچان کھونا چاہتا ہوں۔" وہ اسکی باتوں کو نظر انداز کرتا مسکرا کر نرمی سے کہتا آگے " بڑھ گیا۔ یہ مسکراہٹ یہ نرمی صرف سامنے ترچھی نظروں سے دیکھتی ہانیہ خان کو جلانے کیلئے تھی۔

تانیہ لب بھینچ کر اسکی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔ کتنی ہمت کر کے اسکے پاس آئی تھی۔

باقی کا سارا دن دونوں کے بیچ گھمبیر خاموشی رہی۔ وہ غصے سے اسے حکم دیتی اور وہ ضبط سے سر کو خم دیتا۔ اسے اسکی دوست کی برتھڈے پارٹی سے گھر چھوڑ کر اب وہ اپنے روم میں پڑا آنکھوں پر بازو رکھے خاموش سا سوچوں میں گم تھا۔ اچانک دروازہ ناک ہوا۔

بہزاد!" انور کی آواز پر وہ اٹھ بیٹھا اور چلتا ہوا دروازہ کے پاس پہنچ کر دروازہ کھولا۔"

آج دیر سے آیا ہے۔ میں تیرا انتظار کرتے کرتے واپس چلا گیا۔ مجھے لگا تو نہیں آگے گا آج۔" وہ کہتا ہوا اندر داخل ہوا۔"

میڈم کے ساتھ گیا تھا اسکی دوست کے برتھڈے پر۔" اسے اندر آنے کا اشارہ کرتا خود واپس بیڈ پر گر گیا۔ انور سر ہلاتا" اندر داخل ہوا۔

یار مجھے لگتا ہے دال میں کچھ کالا ہے۔" وہ اس کے پاس بیٹھتا معنی خیزی سے مسکرا کر بولا۔"

مجھے دنیا کی ساری دال ہی کالی لگ رہی ہے۔۔" وہ منہ بنا کر بڑبڑایا۔"

اب دیکھ نا آج عبداللہ وہی اسکا باڈی گارڈ جو اسکے ساتھ آیا تھا تیرے پاس۔ وہ آج میرے گھر پر میرے پاس آیا۔" وہ ہنستا" بولا کہ بہزاد ٹھٹھک کر اٹھا۔

کیوں؟" اس نے سختی سے ابرو اچکا کر پوچھا۔"

مجھے نوکری دینے۔" اس کا قہقہہ روم کی فضا میں گونجا۔"

کون سی نوکری؟" بہزاد کا جبڑا تنا۔"

یہی تیرے پر نظر رکھنے والی اور سامنے مستری کی بیٹی آپو پر۔ ہاہاہاہا!" وہ بتا کر ہنسنے لگا۔"

اس نے کال کر کے مجھے موبائل دیا اور میں نے کہا میڈم یہ میرے لیے تو بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ اپنے محلے پر نظر" رکھنے کی نوکری گھر بیٹھے مل رہی ہے۔ میں نے جھٹ سے کہا آپ میری طرف سے ہاں سمجھیں اور اس نے اپنے اس چمچے کو موبائل پہ کچھ کہا۔ اس نے نوٹوں کی گڈی ایڈوانس میں دی مجھے۔" انور نے ہنستے ہوئے اسکے سامنے نوٹوں کی گڈی رکھی۔

لعنت ہے ایسی دوستی پر۔ کمینے پیسوں کیلئے دوست پر نظر رکھے گا۔ تو یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ میرا ایسا کردار نہیں۔" بہزاد" نے اپنی سخت انگلیوں کا مکا اسکے سر پر مارتے ہوئے ملامت کی پر وہ ڈھیٹ بن کر ہنسنے لگا۔

نمبر بھی دیا ہے اس نے کہ کچھ بھی ایسا ویسا دیکھو لحہ لر کے بے بغیر کال کروں۔" وہ پھر بولا تو بہزاد نے آنکھیں گھمائیں۔"

دفع ہو!" اس نے لات ماری تو وہ ہنستا ہوا نیچے گرا۔"

چل یار غصہ تھوک۔ یہ لے سگریٹ لایا ہوں تیرے لیے۔" کپڑے جھاڑتا اٹھ کر کھڑا ہوا۔"

تو جا اپنا کام کر اب مجھ سے بات بھی نا کرنا۔" بہزاد نے منہ پھیرتے ہوئے منہ پر تکیہ رکھ لیا۔"

ایسے تو نا بول۔ دیکھ ابھی کسی کو نہیں بتایا۔ سیدھا تیرے پاس آیا ہوں اگر تجھے برا لگا تو میں واپس کر دوں گا اسے۔ ایسا کر تو" خود واپس کر دے اسے اور وہ سب کچھ بول دے جو تجھے اچھا لگے۔ ساری بھڑاس نکال دے اور اس ہوم منسٹر کو اسکی بیٹی کے کرتوت دکھا پھر نوکری بچے تو کرنا ورنہ لات مار کر آجانا۔" انور سنجیدگی سے کہتا اس کے پاس بیٹھا۔

پیسوں کی ضرورت ہے؟" اس نے اٹھ کر بیٹھتے ہوئے پوچھا جس پر انور نے نفی میں سر ہلایا۔"

ایسی بات نہیں میں تو بس تجھے تنگ کر رہا تھا۔ میں نے انکار کیا جس پر اسکے گارڈ نے زبردستی مجھے پیسے تھما دیے۔ میں نے" سوچا تجھ سے بات کروں گا۔" بہزاد نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔ اسے ہانیہ کی سمجھ نہیں آرہی تھی کہ اسے ہو کیا گیا ہے اچانک سے؟

چل رکھ دے سائیڈ پر۔" اس نے کہتے ہوئے اسکے ہاتھ سے سگریٹ لیا اور دونوں سگریٹ سلگا کر گہرے کش لینے لگے۔"

کیا لگتا ہے تمہیں؟" انور نے شرارتاً پوچھا۔"

کس بارے میں؟" بہزاد سمجھا نہیں اس الجھ کر بولا۔"

کچھ زیادہ ہی ہو رہا ہے۔ مطلب تو سمجھ رہا ہے اپنی میڈم کے رویے کو؟" وہ ذومعنی انداز میں بولا۔ بہزاد نے اسکا اشارہ" سمجھ کر سر جھٹکا۔

ایسا کچھ نہیں وہ صرف جل رہی ہے کہ کوئی مجھ جیسے جنگلی کو اتنی اہمیت دیتا ہے۔" اس نے بہانہ گھڑا۔"

چل چل مجھے مامامت بنا۔ جنگلی کی اپنی جگہ کسی پر نظر رکھوانا الگ بات ہے۔" وہ ذرا متاثر نا ہوا اسکے بہانے پر۔ اتنی دال تو" اس نے بھی کھائی تھی کہ اس میں موجود ملاوٹ کو سمجھ سکے۔

تجھے جو سمجھنا ہے سمجھ پر ایسی کوئی بات نہیں۔ بڑی مغرور ہے مجھ جیسے غریب کو گھاس بھی ناڈالے، اونہہ! ایساویسا تو بہت" دور کی بات ہے۔" بہزاد نے بیزاری سے کہا۔

تیرا اپنا فلسفہ ہے میرا اپنا۔" انور نے ہنستے ہوئے کہا تو اس نے کندھے اچکائے۔ پھر وہ اسے مولوی کی باتیں بتانے لگا جو" اس کے جانے کے بعد محلے والوں سے اسکی تعریف کرتا ہے۔ بہزاد سن کر مسکراتا رہا۔

وہ سوچ رہا تھا کہ صبح جاتے ہی اسکے سامنے یہ پیسے پھینکے گا کہ آخر کیا سمجھ رکھا ہے مجھے۔ کبھی سب کے سامنے بے عزتی کرتی ہیں کبھی نرمی تو کبھی تھپڑ۔ وہ خود بھی اس کے رویے سے بری طرح الجھ چکا تھا۔

*___________*___________*

سیاہ چادر میں خود کو لپیٹے وہ روڈ کی سائیڈ پر سر جھکائے چلتی بیگ کی اسٹریپ کندھے پر درست کرتی آگے بڑھ رہی تھی کہ اچانک پیچھے سے گاڑی کے ہارن پر اچھل پڑی۔

اللہ!" اس نے اپنے دھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھا اور غصے سے بدتمیز گاڑی والے کو مڑ کر دیکھا پر پیچھے موجود" گرے لینڈ کروزر کو دیکھتے وہ منہ بنا گئی۔

ہادی!" سرخ لب پھڑ پھڑائے اور پاؤں پٹخ کر آس پاس کا خیال کرتی آگے جانے لگی تبھی اندر بیٹھا ہادی اسکے غصے والے" تاثرات نوٹ کرتا مسکرا کر گاڑی اسکے برابر لایا اور ونڈو سے اسکے سرخ جھکے چہرے کو دیکھنے لگا۔

لفٹ چاہیے میڈم؟" اس نے شرارت سے چھیڑا۔"

رومیصہ بیچ سڑک پر اسکے فلرٹی انداز دیکھتی ہوئی بوکھلا گئی۔ خود ہی جلدی سے دروازہ کھولتے اندر بیٹھ گئی کیونکہ جانتی تھی اگر ایسے ہی چلتی رہی تو وہ بڑی خوار ہونے والی تھی۔

ارے ارے میڈم! ابھی تو ہم نے اشارہ ہی دیا اور آپ۔۔۔" وہ ہنستے ہوئے شرارت سے کہتا گاڑی آگے بڑھانے لگا۔"

ہادی یہ کیا مذاق ہے ؟ کوئی ایسے کرتا ہے بھلا۔" وہ غصے سے اسے گھورتی بولی۔ ہادی نے ہنستے ہوئے آنکھیں جھپکی۔"

ہنس کر دکھاؤ۔" اس نے چھیڑا۔"

ہادی جانتا تھا یہ اسکی کمزوری تھی۔ وہ کتنی ہی سیریس کیوں نا بیٹھی ہو سگر کوئی کہہ دے ہنس کر دکھاؤ تو فوراً نا چاہتے ہوئے بھی وہ ہنس پڑتی تھی۔

ہادی میں آج بہت غصے میں ہوں۔" وہ ڈیش بورڈ پر ہاتھ مارتی غصے سے بولی بعد میں خود ہی سی کرتی رہ گئی۔"

زور سے لگا کیا؟" گاڑی ایک سائیڈ پر کھڑی کرتے وہ پریشانی سے اسکا ہاتھ تھام کر پوچھنے لگا۔ رومیصہ کی تو سچ میں درد سے" آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔

اے روتے نہیں۔" اسکے رخسار تھپتھپا کر اسے ہمت دی۔ اس نے انگلیوں کے درد کو پیچھے دھکیلتے ہوئے گہرا سانس لیا۔"

ہنس کر دکھاؤ۔" ہادی کا کہنا تھا کہ وہ کھلکھلا کر ہنستی اسکے بازو پر مکا مارنے لگی۔"

مت کہا کریں ایسے مجھ سے سیریس رہا ہی نہیں جاتا۔" وہ ناراض ہوتی خفگی سے بولی۔"

،تو ہارٹ بیٹ کس نے کہا تمہیں سیریس رہنے کیلیئے؟ سیریس رہنے کیلیئے دنیا پڑی ہے تم صرف مسکراؤ اپنے ہادی کیلیئے" کیونکہ تمہاری مسکراہٹ میں ہی اسے زندگی کا احساس ہوتا ہے۔" محبت پاش نظروں سے دیکھتے اسکا ہاتھ اپنے لبوں سے چھوا تو وہ سمٹ سی گئی۔

ہادی کی پُرشوق نظریں اس کے گالوں میں پڑتے ڈمپلز پر ٹکی ہوئی تھیں۔ بے ساختہ ہی وہ ہاتھ بڑھا کر اسکے ڈمپل پر اپنی انگلیوں سے سہلانے لگا۔ رومیصہ کا جیسے سانس ہی رک گیا۔

ہ۔۔۔ہادی مجھے کالج جانا ہے۔ ٹیسٹ ہے لیٹ ہو جاؤں گی۔" کپکپاتی آواز میں وہ التجا کرتی سر جھٹکنے لگی۔"

ہادی نے اسکے گالوں پر انگلیاں پھیرتے ہوئے اسکی گردن میں اپنا ہاتھ ڈالا اور اسے اپنی طرف ذرا سا کیا۔

ہادی جی!" وہ اسکے شانے پر ہاتھ رکھتی فاصلہ قائم کرنے لگی۔ جس پر وہ مسکراتا اسکی گردن پر انگوٹھا پھیرتا کچھ اسکی" طرف جھکا۔

تو میں کون سا تمہیں یہیں سے نکاح کرنے لے جا رہا ہوں جو اتنا ڈر رہی ہوں ہارٹ بیٹ!"اس کے کان میں سرگوشی" کرتے دوبارہ اسکے گال پر ہاتھ پھیرا۔ وہ اسے دھکا دیتی اس سے دور ہوئی اور اپنا خون چھلکاتا چہرہ اپنے دونوں ہاتھوں میں چھپا گئی۔

بہت برے ہیں آپ۔"وہ ماتھے پر آئے ننھے ننھے پسینے کے قطرے صاف کرتی باہر دیکھنے لگی۔"

اور اسکی حالت دیکھتے ہادی کا ایک جاندار قہقہہ گاڑی کی فضا میں گونج اٹھا۔ وہ چاہے کتنا غصے میں ہو، کتنی ہی اذیت میں ہو جب بھی اسکی طرف دیکھتا تو جیسے اسکے چاروں جانب بہار سی آجاتی تھی۔ دل کی دنیا میں سالوں سے دہکتی آگ پر برف سی گرتی تھی۔ اس دن اسکے باپ نے اسے تھپڑ مارے تھے بغیر اسکی عمر کا خیال کرتے سب کے سامنے اسے مارا تھا پر جب رومیصہ کے پاس پہنچا تو ساری ٹینشن ساری اذیت و کرب پانی میں بہہ گئے۔ اسے دیکھتے بس ایک انجانی سی خوشی و سکون ملتا تھا۔ دل سارے درد اور غم بھلائے اسے تکتا رہتا۔ اسے لگتا تھا اگر رومیصہ اسکی زندگی میں بہار بن کر نا آتی تو کب کا وہ صحرا میں بھاگتا بھاگتا مر چکا ہوتا۔ اس دن رومیصہ کو ڈراپ کر کے وہ کافی دیر رات تک سڑکوں پر گھومتا رہا پھر لگ بھگ رات کے تین چار بجے کے قریب گھر پہنچا تھا۔

کچھ دن تو اسکا باپ اس سے بات نہیں کر رہا تھا۔ ہادی انہیں مبارکباد دینا چاہتا تھا اتنی بڑی کامیابی پر، لیکن انہوں نے اسے بری طرح نظر انداز کیا ہوا تھا۔

آخر کا تھک ہار کر وہ معافی مانگتا ان سے کہہ چکا تھا کہ وہ آئندہ ایسی کوئی حرکت نہیں کرے گا۔ وہ سب اس سے غصے میں ہو گیا تھا اور وہ اسکے لئے شرمندہ ہے بلکہ وہ ہانیہ کو کسی اچھی جگہ لے جائے گا اور معافی بھی مانگے گا۔

یہ سب سنتے ہی فواد چوہان خوش ہو گئے اور انہوں نے کہا کہ اسے کسی اچھے سے کلب لے کر جانا تاکہ تم دونوں ایک دوسرے کے قریب آسکو۔ ہادی کا چہرہ یہ سب سن کر سرخ ہو گیا تھا اور پھر وہ کوفت سے سر جھٹکتا نظر انداز کر گیا۔

میں آؤں گا تمہیں پک کرنے۔"کالج کے سامنے گاڑی روکتے وہ بولا۔"

جی!"رومیصہ سر ہلا کر سیٹ بیلٹ کھولتی جانے لگی تب ہادی نے اسکی انگلیاں پکڑ لیں۔ وہ مسکراہٹ لبوں میں دبا کر مڑی۔"

میں سچ میں لیٹ ہو رہی ہوں۔" وہ ونڈو سے سامنے لڑکیوں کو اندر جاتے دیکھ کر انگلیاں اسکی گرفت سے چھڑوانے لگی۔"

میں سچ میں تمہارے بغیر نہیں رہ سکتا۔" اسکی کوشش کو ناکام کرتے اسکی انگلی پکڑ کر دانتوں کے بیچ رکھتے ہلکا سا دباؤ دیا کہ " وہ اچھل پڑی۔

آپ۔۔ آپ نے مجھے کاٹا؟" وہ شاکی آواز میں بولتی اپنی سرخ انگلی کو دیکھنے لگی۔ ہادی دلکشی سے مسکرایا۔"

دل تو تمہاری چھوٹی چھوٹی انگلیاں کھانے کو کر رہا ہے پر میں نے ابھی صرف چھوٹی سی بائٹ لی ہے۔" وہ کہتا ہوا پھر اسکے " ہاتھ کی چھوٹی انگلی کو دانتوں کے قریب لے جانے لگا۔

ہادی!" رومیصہ تڑپ کر خوف سے بولی"

آنکھیں پھیلا کر اس نے اسکے دانتوں کو دیکھا اور پھر انگلیوں کو۔ وحشت سے اسکا ننھا سا دل دھک دھک کر رہا تھا۔

اگر آپ نے میری انگلی کھالی تو میں نہیں بات کرنے والی آپ سے۔ میں ناراض ہو جاؤں گی سچی والی ہادی۔" وہ کبھی اسے " تو کبھی اسکے دانتوں اور اپنی انگلی کا فاصلہ دیکھتی روہانسی ہو کر بولی۔ ہادی کھل کر اسکی معصومیت پر ہنسا۔

تمہیں کیا میں آدم خور لگتا ہوں یار!" وہ اسکا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں بھرتے پوچھنے لگا۔ وہ اسکی آنکھوں اور منہ کو" دیکھتی سر اثبات میں ہلا گئی۔ جس پر ہادی نے مصنوعی رعب سے دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔

ناراض ہونے کا کبھی سوچنا بھی مت۔" اچانک ہی جھک کر شدت سے کہتا اسکے سر پر عقیدت بھرا بوسہ دے کر دور ہوا۔"

میں ناراض نہیں ہوں گی ہادی۔" وہ اسکے ماتھے پر غصے سے بل پڑتے دیکھتی تڑپ کر بولی اور اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں " لیا۔ ہادی کچھ دیر اسے دیکھتا رہا اور رومیصہ بھی سانس روکے اسے دیکھنے لگی۔ وہ دونوں جیسے ایک دوسرے کی ناراضگی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔

ہنس کر دکھاؤ۔" اسکے کہنے کی دیر تھی کہ وہ کھکھلا اٹھی۔"

ہادی اسے محبت سے دیکھتا جیب سے چاکلیٹس نکال کر اسکے سامنے کرتے اسکے دونوں ہاتھوں کی پشت پر باری باری بوسہ دیا کہ وہ شرما گئی۔ اسکے گالوں کے ڈمپل اس پر موجود سرخی محبت کی انوکھی داستان بتا رہے تھے۔

ایک دوسرے کو ٹوٹ کر چاہنے کا پتا دے رہے تھے۔ رومیصہ نے جگمگاتی نظروں سے چاکلیٹس کو دیکھا اور پھر ہادی کو دیکھتے مسکراتی ہوئی ایک چاکلیٹ کھول کر منہ میں ڈالی۔ وہ دیکھتا ہی رہ گیا کہ وہ اسے بھی کھلائے گی پر وہ کنجوس بنی ساری چاکلیٹس بیگ میں ڈالتی فی امان اللہ کہتی چلی گئی۔ اسکے کالج میں داخل ہوتے ہی وہ منہ بنا کر وہاں سے نکلا۔

پتا نہیں کب وہ دن آئے گا؟ جب مجھے کہے گی ہادی جی آپ بھی کھا لیں۔" اسکی بڑبڑاہٹ گاڑی کی فضا میں گونجی اور گاڑی" کا رخ چوہان انڈسٹری کی جانب موڑا۔

*_________________*_________________*

یہ اپنے پیسے رکھیں۔" ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے بہزاد نے جیب سے نوٹوں کی گڈی نکال کر ذراسی گردن پیچھے موڑ کر اسکی" طرف پھینکی۔ ہانیہ نے ہڑبڑا کر کیچ کی اور ترش نظروں سے اسے مرر میں دیکھا۔ وہ سمجھ گئی تھی یہ وہی پیسے ہیں جو اسکے دوست کو دئے گئے تھے۔

تم اپنی اوقات بھول رہے ہو باڈی گارڈ۔" اس نے غصے سے کہا۔ لہجے میں ناگواری صاف محسوس کی جا سکتی تھی۔"

میڈم! اپنی حیثیت آپ بھول رہی ہیں۔ شکر کریں میں نے یہ سر کو نہیں دیے۔" وہ ابرو اچکا کر بولا۔"

تو دے دیتے۔" اس نے لاپرواہی سے کہا جس پر بہزاد بھڑک اٹھا۔"

کیا ثابت کرنا چاہتی ہیں آپ مجھ پر روک ٹوک کر کے؟ میری ڈیوٹی آٹھ بجے تک ہے اور اسکے بعد میں کیا کرتا ہوں وہ آپکا" مسئلہ نہیں ہے تو مہربانی کریں میری جاسوسی کرنا چھوڑ دیں۔ میں آپ کا زر خرید غلام نہیں ہوں۔" سخت لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اپنے دل کی بھڑاس نکال کر گاڑی اسٹارٹ کی۔ ہانیہ لب بھینچے اسکی سیٹ کی پشت کو دیکھنے لگی۔

بہزاد کو لگا اسکی آنکھیں بھر آئیں ہیں جس وجہ سے اس نے بلیک سن گلاسز آنکھوں پر چڑھا دیے۔ اس نے سرسری سی نظر ڈالی تو وہ سر جھکائے وائٹ ٹاپ سے نکلے ایک پینڈنٹ کو انگلیوں میں لیے بیٹھی تھی۔ وہ سر جھٹک کر آگے دیکھنے لگا۔

ان کے بیچ جو تُو تُو میں میں ہوتی تھی وہ ہانیہ کے سب کے سامنے تھپڑ مارنے پر سرد خاموشی میں بدل گئی تھی۔ وہ روزانہ آتا اور اپنی ڈیوٹی انجام دے کر رات آٹھ بجے واپس چلا جاتا۔

وہ دبے دبے لہجے میں غصہ کرتی اسے بھڑکانے کی کوشش کرتی پر بہزاد پھر بھی کوئی جواب نا دیتا۔ وہ جہاں کہتی اسے لے چلتا اور اف بھی نا کرتا۔

ہاں البتہ اسکی دوست تانیہ انجانے میں ہی اس کا ضرور فائدہ اٹھاتی تھی اور یونیورسٹی میں بہانے بہانے سے اس سے مخاطب ہوتی تھی۔ کوئی نا کوئی کام کرنے کیلیئے کہہ دیتی تھی۔

یہ الگ بات تھی کہ بہزاد مسکرا کر انکار کر دیتا۔ کیونکہ اسکا فرض یہ گوارہ نہیں کرتا تھا کہ وہ ایک منٹ بھی اپنی میڈم کو اکیلا چھوڑ کر جائے۔

صرف فرض! ہانیہ خان کا دل سوچ کر دکھنے لگ جاتا۔

ایسا کیا کر دیا تھا اس نے؟ بس وہ کسی کے ساتھ اسے باتیں کرتے اسے کسی کی طرف دیکھتے نہیں برداشت کر سکتی تھی تو اس میں اسکی کیا غلطی تھی؟ ان سب سوچوں میں گم وہ گھر کی بیک سائیڈ پہ بنے گازیبو میں چھپ چھپ کر روتی رہتی۔ اسکی بے رخی اسے اندر سے مار رہی تھی اور وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی اس وائلڈ مین کے بات نا کرنے پر اسے کیوں تکلیف ہو رہی ہے؟ وہ کیوں تڑپ رہی ہے؟ کچھ بھی تو نہیں جانتی تھی صرف اسکے علاوہ کہ۔۔۔ وہ اسکا بیری ہے۔ وہ جب پاس ہوتا ہے تو اس سے اسکے بیری کا احساس ہوتا تھا۔ اسے لگتا تھا ساری دنیا اسے ہرٹ کرے گی۔ ساری دنیا اسے تکلیف دے گی پر اسکا وائلڈ مین اسے کبھی تکلیف نہیں دے گا۔

وہ اسکی پروٹیکشن کرے گا۔ اسے ہمیشہ کھکھلا تا رکھے گا پر سارے بھرم ٹوٹ گئے اور کچھ دنوں سے وہ انتہائی تکلیف میں اسکی سرد مہری پر روتی رہی تھی۔

ایک سرد جنگ سی جاری تھی دونوں کے بیچ۔ ہانیہ کا دل کرتا اسے کہیں قید کر کے چھپا دے۔ وہ صرف اسکا وائلڈ مین ہے اور کسی کا نہیں۔

ان دونوں کے بیچ جو کچھ بھی چل رہا تھا وہ اپنی جگہ پر وہ اپنا فرض اچھی طرح سے نبھا رہا تھا۔ اب وہ بھی جیسے یونیورسٹی کا حصہ بننے لگا تھا۔ کافی اسٹوڈنٹس خوش اسلوبی سے اس سے بات چیت ہائے ہیلو کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ بوائز گروپ

نے بھی اسکی طرف ہاتھ بڑھایا تھا جس پر اس نے خوش دلی سے معذرت کر لی تھی کہ وہ گارڈ کی نوکری سرانجام دینے آیا ہے دوستیاں بڑھانے نہیں۔

ہاں ان امیروں سے سلام دعا ہو جاتی تھی۔ اس سب کے دوران ہانیہ کی طرف سے کبھی کبھی گھمبیر سی خاموشی چھا جاتی تھی جو بہزاد کو بے چین بھی کیے رکھتی۔ پر جب اسکا تھپڑ یاد آتا تو وہ یہ بات نظر انداز کر دیتا اور خود کو باور کرواتا کہ وہ ڈیوٹی کرنے آیا ہے اگر ایسی ویسی کوئی بات نکلی تو وہ تو جائے گا ہی، کہیں ایسا نا ہو اسکے محلے کو بھی نقصان اٹھانا پڑے۔ اس سوچ کو دماغ میں رکھتے کافی دفعہ اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر نظر انداز کر چکا تھا۔

میڈم!" لاؤنج میں داخل ہوتے بہزاد نے اسے یونیورسٹی کیلئے تیار نا دیکھ کر پکارا۔"

اسکی آواز پر جہاں ہانیہ کے پاس بیٹھے اسے سوپ پلاتے حارث صاحب نے نظریں اٹھائی تھیں وہیں ہانیہ نے بھی تڑپ کر اسکی طرف دیکھا۔ ہانیہ کی سرخ سوجی آنکھیں دیکھتے اسکا دل دھڑکنا بھول گیا۔

ہنی کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ اسے بخار ہے رات سے۔ آج تم چھٹی کر وہ یونیورسٹی نہیں جا رہی۔" حارث صاحب نے کہہ " کر پاس بیٹھی ہانیہ کا سر سینے سے لگایا۔ بہزاد نے دیکھا بخار کی تپش سے ہاف سلیوز سے جھانکتے اسکے بازو کی اسکن سرخ تھی چہرا بھی لال ہو کر تپ رہا تھا۔

سر ڈاکٹر کو بلا دوں؟" اپنے لہجے کی بے قراری بمشکل چھپاتے وہ عام سے لہجے میں پوچھنے لگا۔"

نہیں اسکی ضرورت نہیں۔ ڈاکٹر ابھی یہاں سے گیا ہے۔" حارث صاجب نے منع کر دیا۔ ہانیہ نے کاٹ دار نگاہوں سے " اسکی طرف دیکھا۔

وہ اسکے لہجے میں چھپی بے قراری محسوس کر چکی تھی۔ انے سختی سے لب بھینچ لیے۔ کیونکہ اتنے دن وہ اسکی خاموشی پر کوئی رد عمل نہیں دے رہا تھا۔ اس سے لڑ نہیں رہا تھا کسی بات پر اور نا ہی ضد کر رہا تھا۔ اس سے انگلش نہیں بول رہا تھا اور نا ہی کوئی اپنی بکواس سنا رہا تھا۔ صبح یونیورسٹی جاتے اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر کچھ بھی نہیں کہتا تھا تو اب کیوں یہ ناٹک کر رہا تھا؟ اسکا دل کر رہا تھا ابھی کوئی بڑا سا پتھر سمنے رکھا ہو اور وہ اٹھا کر اسکے سر پر مار دے۔

ڈیڈ! اس سے کہیں یہ یہاں سے چلا جائے۔ مجھے اس وقت اسکی شکل نہیں دیکھنی۔ "بھاری آواز اسکے گلے سے نکلتی بہزاد کے سینے میں تیر کی طرح پیوست ہو گئی۔

اسے کیا معلوم تھا وہ کانچ سی گڑیا اس قدر اسکی سرد مہری دل پر لے گی ورنہ وہ مر کر بھی ایسا نا کرتا۔

تم جا سکتے ہو بہزاد پھر جب ہنی کی طبیعت ٹھیک ہو گی تو عبداللہ تمہیں کال کر لے گا۔ "انکے لہجے سے بہزاد کو ایسا لگا" جیسے وہ اسے دھکے دے کر نکال رہے ہوں۔

جی سر! "اس نے سر کو خم دیتے آخری نظر ہانیہ پر ڈالی جو اپنے باپ کے سینے پر سر رکھے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ بہزاد کے" دیکھنے پر لب سختی سے بھینچ کر آنکھیں بند کر لیں۔ اس وقت بہزاد کے دل سے شدت سے یہ خواہش نکلی کہ اسے حارث خان سے چھین کر اپنے سینے سے لگا لے اور اپنے رویے کی معافی مانگ کر اسکی سرخ آنکھوں پر اپنے لب رکھ کر انکی ساری سرخی اور آنسو پی ڈالے۔

وہ اسکے چہرے کو دیکھنے لگا جہاں گولڈن بالوں کی لٹیں اڑ کر اسکے چہرے کو چوم رہیں تھی۔ وہ شرمندگی بھری نظر اس پر ڈال کر وہاں سے نکلا۔ بس میں بیٹھتے بھی اسکی آنکھوں کے سامنے صرف ہانیہ کا مرجھایا ہوا پژمردہ چہرہ اور بکھرا حلیہ تھا۔

ڈیڈ! اس سے کہیں یہ یہاں سے چلا جائے مجھے اس وقت اسکی شکل نہیں دیکھنی۔ "کانوں میں بار بار یہی جملہ گونج رہا تھا۔" وہ بے چین و بے قرار سا اپنے گھر کی طرف بڑھ رہا تھا۔

غلطی بھی اپنی اور غصہ بھی مجھ پر ہو رہی تھی نک چڑھی۔ "تھک ہار کر اس نے مجبور ہوتے شکوہ کیا اور سر سیٹ سے ٹکا" دیا۔

گھر میں پارٹی کی ارینجمنٹس ہو رہی ہیں اور اسکی رونق بیمار ہو کر پڑی ہے ناٹ فیئر ڈارلنگ! "فواد صاحب اندر داخل" ہوتے بولے اور ہانیہ جو بہزاد کے جانے کے بعد بے آواز رو رہی تھی اس نے فواد صاحب کی آواز پر جھٹ سے اپنی آنکھیں صاف کیں۔

"میں بیمار نہیں ہوں انکل۔" وہ منہ بنا کر بھرائی آواز میں بولی۔ حارث صاحب نے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔
رات سے ان کی جان پر بنی ہوئی تھی جب سے اسکے روم سے رونے کی آوازیں سنی تھیں وہ گھبرائے ہوئے اندر داخل ہوئے تو وہ تکیے میں منہ دے کر سسک رہی تھی۔ حارث صاحب بوکھلا گئے اور اسکے پاس پہنچے۔ اسے سہارا دے کر اٹھانا چاہا پوچھنا چاہا تو انہیں محسوس ہوا جیسے آگ کو چھو لیا ہو۔ وہ بخار میں کانپ رہی تھی اور حارث صاحب کی سانسیں اٹک گئی۔ انہوں نے جلدی سے اسے سنبھالا تو ہانیہ سہارا پاتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ حارث صاحب نے اسے سنبھالنے کے ساتھ ہی ڈاکٹر کو کال کی اور انہیں جلد از جلد خان مینشن پہنچنے کا حکم دیا۔
ڈاکٹر چیک اپ کرنے کے بعد آرام دہ دوائی دیتے کچھ ہدایات کے بعد چلے گئے اور حارث صاحب ساری رات اسکے سرہانے بیٹھے اسکا سر تھپکتے رہے۔ صبح اسکے اٹھنے پر پھر ڈاکٹر کو بلایا اور بخار کچھ کم دیکھ کر ڈاکٹر نے انہیں ریلیکس کیا کہ گھبرانے کی بات نہیں۔ ہانیہ کو زیادہ نا سوچنے کی ہدایت کی جس پر وہ لب بھینچ گئی۔ حارث صاحب نے شکوہ کرتی نظروں سے اسے دیکھا تو وہ نظریں چرا گئی کیونکہ اس نے پرامس کیا تھا کہ اب وہ پاسٹ کو یاد کر کے نہیں روئے گی۔ خود کو سنبھالنا سیکھے گی پر وہ اپنے ڈیڈ کو کیسے سمجھاتی کہ کوئی پھر سے اپنا لگنے لگا تھا۔ دل کے بہت قریب محسوس ہوتا تھا۔ اسے کھونے کا خوف اسکے حواسوں پر پوری طرح سوار ہو رہا تھا اور وہ اتنی اندھی ہو گئی کہ اسکی عزت نفس کا خیال کیے بغیر اسے تھپڑ مار دیا۔ اس نے پلٹ کر یہ بھی نا کہا کہ آپکا کوئی حق نہیں بنتا مجھ پر حق جتانے کا۔ وہ اسکی بے رخی پر تڑپ رہی تھی اور اس وائلڈ مین کو ذرا برابر بھی احساس نا تھا یہ سوچ ہی اسے نچوڑ دیتی تھی۔
"انکل کی جان آپ کی حالت دیکھ کر انکل کو تکلیف ہو رہی ہے۔" انہوں نے اسکے سر پر بوسہ دیا ہانیہ ڈبڈبائی آنکھوں سے مسکرا دی۔
"کیسی ہو ہنی؟" ہادی بکے لے کر لاؤنج میں داخل ہوتا بولا۔
"ٹھیک ہوں۔" اسکے مسکراتے لب سکڑ گئے تھے اور وہ لب بھینچ گئی۔
"گیٹ ویل سون!" اس نے بکے تھماتے کہا تو اس نے لے کر سائیڈ پر رکھ دیا۔

میں تو بس یہاں گیٹ ویل سون کہتا ہی رہ جاؤں گا۔" اپنی طرف سے تو اس نے طنز کیا تھا ہانیہ کی آنکھوں میں دیکھ کر پر" اسکے شرارت بھرے لہجے پر حارث صاحب اور فواد صاحب نے قہقہہ لگایا۔

وہ دن دور نہیں میرے شیر جب یہاں سے اپنی بیٹی لے کر جائیں گے۔" فواد صاحب نے اسکے کندھے پر ہاتھ مارا اور ہانیہ" زہر بھرا گھونٹ پی کر واپس حارث صاحب کے سینے سے لگ گئی۔

بہرام ملک کو انویٹیشن کارڈ بھیج دیا ہے؟" حارث صاحب نے فواد سے پوچھا۔"

ہاں اسے بھیج تو دیا ہے پر اسکے آنے کی کوئی امید نہیں اور اسکا باپ تو معذور ہے ایک ٹانگ سے وہ تو آنے سے رہا اور سنا" ہے کہ وہ کہیں جاتا بھی نہیں۔" فواد صاحب مایوسی سے بولے تو حارث صاحب سر ہلا گئے۔

چھوڑو اسے آنا ہو گا تو آجائے گا اور براک کا سناؤ وہ آرہا ہے؟" انہوں براک کی بابت دریافت کیا۔"

نہیں براک بھی نہیں آرہا اسے کسی امپورٹنٹ میٹنگ میں جانا ہے آؤٹ آف کنٹری۔" ملازمہ کے کافی لانے پر اس نے" کپ اٹھاتے کہا تو حارث صاحب سمجھتے ہوئے سر ہلا گئے۔

اچھا ڈیڈ میں چلتا ہوں ایک کام سے جانا ہے۔" ہادی انکی باتوں سے بیزار ہوتا کھڑا ہو گیا اور دونوں سے اجازت لیتا ہانیہ کو" ایک بار پھر گیٹ ویل سون کہہ کر وہاں سے چلا گیا۔

ڈیڈ میں روم میں جا رہی ہوں۔" ہانیہ کہہ کر وہاں سے اٹھی اور چلتی ہوئی اپنے روم میں جانے کے بجائے لان میں آ گئی۔" سامنے جھولے کو دیکھتے اسکا دل بھر آیا اور وہ ایک پل کو آنکھیں میچ کر رونے کی خواہش کو دباتی اس پر آ کر بیٹھی اور آہستہ آہستہ جھولنے لگی۔

بیری آہستہ، ہاہاہا!" ایک کھکھلاتی آواز اسکے ارد گرد بکھر گئی۔ آنسو ٹوٹ کر گالوں پر گرا۔"

ہنی آئسکریم!" کوئی آواز پاس سے آئی اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا جہاں کچھ بھی نہیں تھا وہ سسک اٹھی۔"

ہانیہ سے ضبط کرنا مشکل ہو گیا اور وہ مزید سننے کی ہمت نا رکھتی تھی۔ اس لیے اٹھ کر وہاں سے بھاگ گئی۔ اپنے روم میں آ کر دروازہ بند کرتی بیڈ پر منہ کے بل گر کر ہچکیاں بھرتی رونے لگی۔

مام!" اسے اپنی ماں کے سینے میں چھپنے کی شدید خواہش ہوئی پر وہ کہاں تھیں جو اسے اپنے سینے میں چھپاتیں۔ "

بیری!" وہ اٹھ کر روتے ہوئے اسے بلانے لگی جسے وہ اپنا بیری سمجھ کر پاگل ہو رہی تھی۔ "

پر وہ اسکا بیری کہاں تھا وہ تو کوئی اور تھا اسکا باڈی گارڈ۔ جسے وہ اپنا بیری اپنا دوست سمجھ کر اسکے کھونے کے ڈر سے پاگل ہوتی جا رہی تھی۔

جب وہ نک چڑھی کہتا تو اسکا دل پھٹ جاتا اور وہ سن کر بھی ان سنی کرتی اس پر چڑھ دوڑتی۔ جیسے اسٹرابیری پر غصہ کرتی تھی۔

تم بیری نہیں ہو، تم بیری ہو ہی نہیں سکتے اسکے جیسا کوئی نہیں تھا، وہ مجھے ہرٹ نہیں کرتا تھا مجھ سے ناراض نہیں ہوتا تھا۔ "

تم بہت برے ہو، تم وائلڈ مین ہو، لوفر لنگے جنگلی ہو۔" وہ غصے سے بڑبڑاتی بیڈ پر مکے برساتی اس پر ہی اپنا سارا غصہ نکالنے لگی۔ روتے روتے اس پر غنودگی طاری ہو گئی اور وہ گہری نیند میں اترتی بڑبڑاتی رہ گئی۔

----------------------*

دروازے پر مسلسل ہوتی دستک پر وہ چولہا بند کرتی ایک نظر اپنی ماں پر ڈال کر انہیں سویا پا کر وہ دروازے پر آئی۔

کون؟" دروازہ کھولنے سے پہلے اس نے پوچھا۔ "

حیران تھی رات کے آٹھ بج رہے تھے کون ہو سکتا تھا۔ اسے ڈر بھی لگ رہا تھا اسکی ماں سوئی ہوئی تھی اور گھر میں کوئی نہیں تھا۔ ایسا نا ہو محلے کا کوئی بدمعاش ہو۔

میں ہوں ہادی!" ہادی نے مسکرا کر کہا رومیصہ حیران ہوئی۔ "

ہادی!" وہ اسے اتنے عرصے میں پہلی بار اپنے گھر کے سامنے پا کر حیران رہ گئی۔ محلے والوں کے ڈر سے اسے یکدم بازو سے پکڑ کر اندر کرتے دروازہ بند کر دیا۔ "

آپ۔۔ آپ اس وقت یہاں کیوں آئے ہیں؟ لوگ کیا سمجھیں گے؟" وہ پریشان سی بولی۔ "

ڈرو نہیں گاڑی بہت دور ہے روڈ سائیڈ پر اور بہت سنبھل کر آیا ہوں کوئی نہیں تھا گلی میں۔" اسکے بالوں کی لٹ کو کان" کے پیچھے کرتے وہ مسکرا کر بولا۔ رومیصہ سکون کا سانس لیتی لب باہم پیوست کیے سر ہلا گئی۔

کیسے آنا ہوا؟" وہ روم کی طرف دیکھتی پہلے سے ٹھیک دوپٹے کو مزید ٹھیک کرتی مسکرائی۔"

ہادی نے اسکے گال کو دیکھا صحن میں جلتے بلب کی روشنی میں اسکے گال پر لگے آٹے کو دیکھتے اس نے اپنا ہاتھ صاف کرنے کیلئے بڑھایا۔ رومیصہ اسکا ہاتھ اپنی طرف بڑھتا دیکھتی خوف سے پیچھے ہوئی۔ ہادی نے شرارت سے مسکراتے ابرو اچکائے اور ہاتھ مزید بڑھایا۔ وہ سیدھا پلٹ کر دیوار سے جا لگی۔

سی!" دیوار پہ سر لگنے سے اسکے منہ سے آہ نکلی۔"

کیا کر رہی ہو یار لگ گئی نا؟" ہادی نے ناپسندیدگی سے اسکی حرکت پر ٹوکا اور اسکے سر کو پیچھے کی جانب سے سہلایا۔ رومیصہ" نے اسکے ہاتھ میں موجود شاپر کی طرف دیکھا۔

آپ ڈرا رہے ہیں۔" وہ منہ بسور کر بولی۔ ہادی نے حیرت سے دیکھا۔"

احمق میں ڈرا رہا ہوں۔" اس نے گھورا وہ خفیف سی ہو گئی۔"

یہ پکڑو۔" اس نے شاپر پکڑایا جسے نا سمجھی سے دیکھتی رومیصہ نے تھاما۔ ہادی نے موبائل نکال کر کیمرہ پر کلک کیا اور اسکی" ٹھوڑی کو پکڑ کر اسکا چہرہ ذرا سا اوپر کرتے ایک تصویر لی۔ وہ سٹپٹا گئی۔

ہادی!" اس نے منمنا کر کہا۔ ہادی نے مسکراتے ہوئے تصویر دیکھی۔"

دیکھو، یہ صاف کر رہا تھا۔" موبائل اسکے ہاتھ میں تھمایا۔ رومیصہ اپنی تصویر میں موجود گال پر آٹا دیکھتی ہنس پڑی۔ ہادی" نے ہاتھ بڑھا کر اسکے گال کو صاف کیا رومیصہ سٹپٹا گئی۔

بس کر دیں۔" ہادی کو بے خود سا اپنے گال کو انگوٹھے سے صاف کرتے پا کر وہ التجا کرتی منمنائی۔"

کیا بس کر دوں؟" اس نے گال سے ہاتھ ہٹا کر اسکے دونوں اطراف دیوار پہ ہاتھ رکھتے اس کے کان میں سرگوشی کی۔"

کیوں آئے ہیں؟" وہ اسکی دہکتی سانسیں محسوس کرتی لرزتی پلکوں کی باڑ اٹھائے خفگی سے پوچھنے لگی۔"

تمہارا لیپ ٹاپ لے کر آیا ہوں ہارٹ بیٹ۔ "وہ ایک انگلی پر اسکے بالوں کی لٹ کو لپیٹتے مسکرا کر بولا۔ رومیصہ نے حیرت"
سے اسے دیکھا۔

آپ کو کیسے معلوم کہ میرا لیپ ٹاپ خراب ہو گیا ہے؟ "وہ حیرانگی سے بولی۔"

میں تمہارے پل پل کی خبر رکھتا ہوں مائے ہارٹ بیٹ۔ "اسکی بات پر وہ مسکرادی۔"

اب جائیں۔ "وہ موبائل اسکی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔ ہادی منہ بناتا موبائل لے کر اسے دیکھنے لگا۔"

میں سمجھا تھا کہ پہلی بار گھر آیا ہوں تو کوئی خوبصورت خاطر داری کرو گی پر یہاں تو جائیں اب، جائیں، ہاں جائیں لگا رکھا"
ہے۔ "وہ دور ہوتا بولا۔

رومیصہ نے ہنستے ہوئے دیکھا۔

سمجھنے کی کوشش کریں لو۔ "وہ بے بسی سے بولی۔"

میں سمجھتا ہوں۔ "ہادی نے اسکی بات کاٹ کر موبائل میں موجود تصویر پر لب رکھے۔ اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔"

ہادی میں کہتی ہوں ڈیلیٹ کریں۔ "اس نے غصے کہا اور موبائل جھپٹنا چاہا پر ہادی نے مسکرا کر اسکے سرخ گال دیکھتے بازو"
بلند کر دیا۔

ہادی ڈیلیٹ کریں سچی ورنہ میں کچھ کر دوں گی آپ کا۔ "وہ اسے دوبارہ اپنی تصویر لبوں سے لگاتے دیکھ کر رونے جیسی"
ہو گئی۔

کچھ کر ہی دو اب۔ "اس نے گھمبیر لہجے میں کہا۔ رومی اسے غصے سے دیکھتی جمپ لگا کر موبائل لینے کی کوشش کر رہی تھی"
پر اسکا ہاتھ اسکی پہنچ سے باہر تھا۔ البتہ وہ اسکے قریب ضرور آ گئی۔ ہادی نے مبہم سا مسکراتے ہوئے اپنے اور اسکے بیچ ختم
ہوتے فاصلے کو دیکھا اور پھر مسکراتے موبائل پیچھے کر دیا۔

لے لو۔ "گھمبیر بھاری سرگوشی نے اسکی سانسیں خشک کر دیں۔ وہ نفی میں سر ہلاتی دور ہوئی۔"

تمہاری سانسوں کی مہک بہت خوبصورت ہے۔ مدہوش کر دینے والی، ہوش اڑا دینے والی۔" وہ کہتا ہوا اسکی دھڑکنوں میں "
تلاطم برپا کرتا وہاں سے نکل گیا۔

رومیصہ نے ایک سکینڈ کا بھی وقفہ لیے بغیر دروازہ لاک کر دیا اور بھاگ کر کچن میں آتی لیپ ٹاپ کاؤنٹر پر رکھتی اپنی سانسیں بحال کرنے لگی۔

بدتمیز کہیں کے۔" اس نے بڑبڑا کر نچلہ لب دانتوں تلے دبایا۔"

کھانا بنا کر وہ لیپ ٹاپ لے کر روم میں آئی اور اتنا مہنگا لیپ ٹاپ دیکھ کر تو وہ بوکھلا گئی۔ اس نے ڈرتے ڈرتے لیپ ٹاپ آن کیا تو سامنے ہی ونڈو پر ہادی چوہان کی تصویر تھی جہاں وہ وائلن پر لکھے ہارٹ بیٹ حروف پر لب رکھے کھڑا تھا۔ اس نے پہلے بتایا تھا کہ اس کے پاس ایک وائلن ہے جس پر ہارٹ بیٹ لکھا ہوا ہے اور آج وہ وائلن دیکھ کر مسکرائی پر دھک دھک کرتی دھڑکنوں سے پریشان ہو کر اس نے لیپ ٹاپ بند کر دیا تھا۔ ورنہ اسکا دل تو کر رہا تھا صرف اسے تکتی جائے۔ اپنی ماں کو سوتے پا کر اس نے اتھل پتھل ہوتی دھڑکنوں پر قابو پاتے پھر سے لیپ ٹاپ آن کیا۔

ڈر لگ رہا تھا جیسے وہ ابھی لیپ ٹاپ سے نکل کر آ جائے گا اور اس کی چوری پکڑ لے گا۔ وہ اپنی ہی سوچ پر ہنستی اسائنمنٹ بنانے لگی۔ کچھ ہی دیر میں موبائل سکرین پر بیپ کے ساتھ روشن ہوئی۔ اسکرین پر ہادی کا میسج دیکھ کر وہ مسکرائی۔

کیسی لگی تصویر ہارٹ بیٹ؟" وہ پڑھ کر مسکرائی۔"

بہت پیاری۔" ہارٹ والا ایموجی سینڈ کرتے اس نے رپلائی بھیجا۔"

"اچھا پھر ایک کس کر دو اس کے گال پر جیسے میں کر رہا ہوں مسلسل وہاں بھی جہاں تم نے پرائیوسی لگائی ہوئی ہے۔"

رپلائی پڑھ کر رومیصہ کی آنکھیں پھیل گئی اس نے پھر دوبارہ پڑھا کہ کیا اس نے یہی لکھا ہے۔ جب پڑھ کر یقین ہوا تو اس کے گال دہک اٹھے۔ ہتھیلیوں میں پسینہ اتر آیا اور وہ بدحواس سی ہوتی موبائل ٹیبل پر رکھ چکی تھی۔

آپ انتہائی بدتمیز ہیں ہادی۔" کچھ دیر بعد اس نے میسج سینڈ کرتے موبائل آف کر دیا۔"

وہ لب بھینچے لیپ ٹاپ کو گھورتی اس کے ساتھ ملی چاکلیٹ کھانے لگی۔ اسکی غصے بھری نظریں ہادی کے گال پر ٹکی تھی۔ جیسے وہ سچ میں اسکے سامنے اپنا گال پیش کر رہا ہو کس کیلئے۔

----------------*

اسکا دماغ پھٹ رہا تھا اور وہ بیڈ پر لیٹا آنکھوں پر بازو رکھے مسلسل اس کے ہی بارے میں سوچ رہا تھا جس کی سرخ آنکھیں بار بار اسکی نظروں کے سامنے آجاتی تھیں۔ کبھی سرخ تو کبھی ڈبڈبائی سبز جھیلیں پانیوں سے بھری.

وہ کیا کرتا اسے سکون ہی نہیں مل پا رہا تھا جب سے وہاں سے آیا تھا دن تو گزر رہے تھے پر اس کے لئے عذاب بنتے جا رہے تھے۔

کبھی دل کرتا نوکری چھوڑ دے ویسے بھی کیا تھا اس نوکری میں بے عزتی اور غلامی کے علاوہ۔ جب اس تلخ حقیقت کو سامنے رکھتے استعفیٰ دینے کی کوشش کرتا تو دل بے سکون ہو جاتا جیسے جسم سے روح کھینچ لی گئی ہو۔

میڈم نا سمجھ تھی اپنے اشارے، اپنی پابندیاں، اپنے غصے کو نہیں سمجھ پا رہی تھی پر وہ تو جانتا تھا نا اور اپنی اوقات سے بھی واقف تھا کہ یہ کیسے ممکن ہے؟ اگر ہوم منسٹر کو معلوم ہو گیا تو؟

کیا میں ڈر رہا ہوں؟" اس نے خود سے سوال کیا۔"

دل و دماغ نے فوراً نفی کی۔

ہوم منسٹر کیا دے گا ایک اذیتناک موت؟ تو کیا وہ میں نہیں جھیل سکتا اور کون سے میرے پیچھے ابا دادا بیٹھے ہیں جو میری" موت پر ماتم کریں گے۔" اس نے تمسخر سے سوچا اور کچھ دیر اپنے دل کی دھڑکنوں کو سنتے بالآخر ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

بن جائیں۔" اس نے خود کلامی کرتے ہوئے (Love guard) چلو کچھ تاریخ میں تبدیلی لائیں اور باڈی گارڈ سے لو گارڈ" تکیہ منہ پر رکھ لیا۔

کمرے کی فضا میں اسکا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا ساتھ ہی ایک آنسو بھی آنکھوں سے پھسل کر بالوں میں جذب ہوا۔ وہ حساس تھا، اکیلا اتنی خوشی کیسے برداشت کرتا۔

اب کیا کروں میڈم کو پکڑ کر فلموں کی طرح پیار کے اظہار پر چمی (کس) دوں یا شریف عاشقوں کی طرح سر جھکائے لائن میں کھڑا ہو جاؤں؟" اٹھ کر بیٹھتے اس نے تکیہ بازوؤں میں بھینچا اور لبوں کو دانتوں میں دبا کر سوچنے لگا۔

دفعتاً روم کا ڈور ناک ہوا، اس نے مسکراہٹ روک کر اس دخل اندازی پر غصے سے دروازے کو دیکھا۔

"آجاؤ۔ اسے لگا انور ہے پر اندر داخل ہوئے لمبے تڑنگے یورپی سیاہ فام بلیک سوٹ میں ملبوس لوگوں کو دیکھ کر وہ حیران ہوا اور تکیہ رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

"بہزاد! تمہیں ایم این اے رضوان تارڑ نے بلایا ہے۔" ان میں سے ایک جو عمر میں چالیس کے قریب تھا، بولا۔ بہزاد نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

"کیوں؟" سرد سا لہجہ اختیار کرتے بہزاد نے ابرو اچکا کر پوچھا۔۔ چہرے پر کچھ دیر پہلے والی خوشی کی رمق کہیں نہیں تھی۔ سرد آنکھیں، برف لہجہ اسکا چہرہ پل میں سپاٹ ہوا۔

"وہیں چل کر معلوم ہو گا۔" وہ آدمی اسے دیکھ کر مسکراتا ہوا کہنے لگا۔

"کام کس کا ہے؟" وہ پینٹ کی جیبوں میں انگلیاں پھنسائے کھڑا ہوا۔ اس آدمی نے اسے گھورا۔ بات تو ایسے کر رہا تھا جیسے وہ اسکی اصلیت سے واقف نا ہوں۔ غریب یتیم دو وقت کی روٹی کھانے والا اسٹائل ایسا تھا جیسے خود ہی کوئی ہوم منسٹر ہو۔

"ایم این اے رضوام تارڑ کا۔" وہ گھوری ڈال کر بولا۔

"گڈ! آنا بھی اسے چاہیے۔" وہ مسکرایا۔ اس آدمی نے غصے سے منہ کھولنا چاہا جس پر بہزاد نے اسے ٹوکا۔

"آں ہاں دھمکی مت دینا۔ کوئی نہیں ہے آگے پیچھے اور موت سے میں ڈرتا نہیں، مار تم لوگ بھی نہیں سکتے کیونکہ کام جو نکلوانا ہے۔" اسکی بات پر تارڑ کے خاص آدمی نے تپ کر اس پر غصے بھری نظر ڈالی۔

"ہوم منسٹر کے پاس پہنچ کر خود کو ہیرو سمجھنے لگا ہے؟" اسکی بات پر بہزاد ہنس پڑا اور ان پر نظر ڈالتے بیڈ پر لیٹ گیا۔

"ہیرو نہیں ہیرو کا باپ بولے تو بہزاد۔" وہ کہہ کر سگریٹ سلگانے لگا۔ سامنے کھڑے آدمی نے صبر کا دامن مضبوطی سے تھاما۔

کوئی مینٹل پیس ہی لگتا کمینہ۔" اسے سر سے پاؤں تک دیکھ کر وہ کڑھ کر سوچنے لگا اور بہزاد وہ تو ایسے تاثرات کو خوب" سمجھتا تھا کہ اگلا بندہ اسکے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے، پر فرق کسے پڑتا تھا؟

ہم نے سنا تھا بہت کوئی سیدھے بندے ہو پر تُو تو دیکھنے سے لے کر بولنے تک بڑا ہی کوئی۔۔۔" تارڑ کا آدمی کہتے کہتے رکا۔" اس کی بات سن کر بہزاد نے ایک قہقہہ لگایا۔

وہ سب اسے دیکھنے لگے جو سیدھا بیڈ پر لیٹا ہوا تھا اور سگریٹ کا دھواں فضا میں بادل کی طرح اڑا رہا تھا۔

ہمیں لگتا ہے ہمارے ساتھ چلنے سے پہلے تم کسی سائیکاٹرسٹ سے رجوع کرو۔" وہ تمسخر سے بولا پیچھے کھڑے سیاہ فام بھی" ہنسنے لگے۔

سائیکاٹرسٹ کو بھیجو بھاڑ میں۔ چلنا ہے اپنی گاڑی میں تو لے چلو ورنہ نکلو۔ ابھی نو دو گیارہ ہو جاؤ۔" وہ چٹکی بجاتے بولا۔"

وہ حیران ہوئے، بیچ میں گاڑی کہاں سے آگئی؟

پر چلو خیر وہ راضی ہوا یہی بہت تھا۔

چلو!" وہ آدمی کہتا ہوا مڑا جس پر بہزاد کچھ سیر و تفریح کا سوچتے اٹھا اور لبوں میں سگریٹ دبا کر اپنا موبائل اٹھا کر جیب" میں ڈالتے انکے پیچھے ہی باہر نکلا۔

کہاں پیارے؟" انور جو کب سے ان دو بڑی سی گاڑیوں کو دیکھ رہا تھا۔ بہزاد کو اس میں بیٹھتے دیکھ کر بھاگتا ہوا اسکے پاس" آیا اور پریشانی سے پوچھنے لگا۔ محلے والے اس یتیم کے نصیب کو یوں اچانک چمکتے دیکھ کر رشک سے دیکھنے لگے۔

.کچھ کام سے جا رہا ہوں، آتا ہوں ساتھ چلیں گے چائے پینے۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا تو انور سر ہلا کر رہ گیا" اسکے لئے پریشان کیوں ہو رہا تھا۔ وہ ایک ہی کئی پر بھاری تھا۔

انور سر ہلا کر دور ہوا تو دونوں گاڑیاں زن سے وہاں سے موڑ مڑتی نکلتی چلی گئیں۔ وہ انہیں نظروں سے اوجھل ہوتے دیکھ کر اپنی جگہ پر واپس آیا اور گاہک کو چائے دینے لگا۔

قسمت چمک گئی ہے لڑکے کی۔ بیمار تھا تو میڈم خود آئی ملنے اس چھوٹے سے محلے میں اور اب گاڑیاں آرہی ہیں لینے۔ کیا" نصیب پایا ہے بھئی۔" محلے کا ایک آدمی جو کب سے دیکھ رہا تھا انکے جانے کے بعد رشک سے بولا۔ انور نے اسے گھور کر دیکھا۔

نظر لگانے کا ارادہ ہے رے چل تھوک نیچے اور ماشاء اللہ بول میرے یار دا نصیب ایسے ہی چمکتا رہے۔ اللہ بچائے اسے" کالی زبان والوں سے۔" انور نے جھڑک کر کہا تو وہ آدمی سٹپٹا کر نیچے تھوکتا ماشاء اللہ کہتا کپ تھام کر جا کر چیئر پر بیٹھ گیا اور انور کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔ کہیں اس کے یار اور اسکی میڈم کی محبت کو نظر نا لگ جائے جو انور کو صاف دکھائی دی تھی ہانیہ کی آنکھوں میں اپنے پیارے دوست کے واسطے۔

اب صرف وہ دونوں اظہار کر دیں اور اسکا یار مان جائے اس محبت کو بس پھر تو جشن ہو گا۔" وہ سوچ کر ہی جاندار انداز" میں مسکرایا۔

گاڑی چلتی ہوئی کراچی کے پوش ایریا میں داخل ہوئی اور ایک سفید بنگلے کے پورچ میں رکی۔

میرے ساتھ آؤ۔" وہ آدمی گاڑی سے نکلتا بہزاد کو پیچھے آنے کا اشارہ کرتا اندر بڑھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں وہ ایک" خوبصورت سے ڈرائنگ روم میں کھڑے تھے۔ بہزاد سرسری سی ایک نظر ڈال کر سامنے صوفے پر بیٹھ گیا۔

اس آدمی نے بغیر اجازت کے یوں بیٹھتے دیکھ کر ناگواری سے اسے دیکھا پر دوسری طرف فرق کسے پڑنے والا تھا۔ کچھ دیر میں وہاں رضوان تارڑ داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی اس آدمی نے اسے سلام کیا اور بہزاد کو اٹھنے کا کہا پر وہ کیوں اٹھتا کون سا اسکا استاد تھا جو وہ اٹھ کر سلامی دے؟

تو تم ہو بہزاد؟" رضوان اسے دیکھتا اسکے سامنے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھا۔"

نہیں میں نہیں ہوں۔" بہزاد نے مسکرا کر کہا اور سگریٹ کے پیکٹ سے سگریٹ نکال کر لبوں میں دبایا اور اسے سلگا کر" گہرا کش بھرا۔

وہ پاس کھڑے اسکے آدمی کی گھورتی نظروں کو اگنور کرتا خود پاؤں جھلانے لگا۔

جانتا تھا ایسے ہے چمچے صرف چاپلوسی کے لیے تھے جیسے منسٹر کے گھر میں عبداللہ پایا جاتا تھا پر اسے کیا اسے تو اپنے کام سے کام تھا۔ آخر کیوں بلایا تھا اسے؟

جیسا کہ تم جانتے ہو تمہیں یہاں خاص مقصد کیلئے بلایا ہے۔" اس سے پہلے کہ وہ پوچھتا رضوان تارڑ نے خود بات کا آغاز" کیا۔

میں جانتا ہوں بے مقصد سفید کوٹھی میں کسی غریب کو یاد نہیں کیا جاتا۔"وہ آرام سے بولا۔"

رضوان تارڑ نے مبہم سا مسکراتے سر ہلایا۔

کام کے بندے ہو۔ میرا ایک کام ہے، کرو گے؟ منہ مانگی قیمت ملے گی۔" جانچتی نظروں سے دیکھتے رضوان تارڑ نے" مقصد کی بات مکمل کی۔ بہزاد نے انہیں دیکھا۔

پیسے کسے نہیں چاہیے کام بتائیں۔"وہ راضی ہو گیا۔"

زبردست بندے ہو۔"رضوان تارڑ خوش ہو گیا۔ بہزاد نے چونک کر دیکھا۔"

پہلی بات، مجھے اپنی تعریف صرف لڑکیوں کے منہ سے اچھی لگتی ہے۔ میں کیسا بندہ ہوں یہ بتانے کا صرف انہیں حق" ہے۔ دوسری بات مزید باتیں مت بگھاریں، مقصد کی بات پر آئیں۔"اسکا موڈ پہلے ہی میڈم کو اتنے دن نا دیکھنے پر خراب تھا اوپر سے رضوان تارڑ کا لڑکیوں کی طرح اس سے امپریس ہونا عجیب تھا۔ ویسے بھی وہ تعریف سرخ پنکھڑیوں سے سننے کا عادی تھا۔ ان سیاہ لبوں سے تعریف سن کر اس نے خود پر تف کیا۔

مسکرا کر کہتا وہ گہرا کش لینے لگا کہ اسکی بات پر تارڑ اور اسکے آدمی کا زبردست قہقہہ گونج اٹھا۔

ہمارا کام کر دو ساری زندگی عیش کرو گے۔"مکروہ لہجے میں کہتے وہ ہنسے۔ بہزاد اسکا اشارہ سمجھ کر سر جھٹک کر رہ گیا۔"

جیسا کہ تم جانتے ہو پیسہ آجکل سب کی ضرورت ہے اور اسے حاصل کرنا قتل کرنے کے برابر۔"بات شروع کرنے کی" تمہید باندھی گئی جو کافی ناگوار لگی بہزاد کو۔

ویسے میں جانتا ہوں پیسہ سب کا باپ ہے جیسے میرا۔ اب کام کی بات بتائیں ورنہ میں چلوں۔" وہ ناگواری سے بولا۔ سامنے والا پہلو بدل کر رہ گیا۔

تمہیں منسٹر کی بیٹی کا خاتمہ کرنا ہوگا جسکی تمہیں منہ مانگی قیمت دی جائے گی بلکہ یہاں جس عالیشان گھر میں تم بیٹھے ہو اس سے بڑھ کر تمہیں گھر ملے گا۔ بولو کیا کہتے ہو کروگے ہمارا کام؟" آخر کار اس نے مقصد کی بات کر دی جسے سنتے ہی خاموشی چھا گئی۔

اس نے حیرت سے رضوان تارڑ کی آنکھوں میں جھانکا۔ جہاں مکروہ عزائم سامنے ہی اپنی سیاہ چمک دکھا رہے تھے۔

بیوقوف سمجھا ہے؟ میں ایسا کروں تو تم سب مجھے پھانسی تک پہنچا دو اور خود عیش کرو مل کر۔" وہ بھڑکا۔"

ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ اگر تم پکڑے بھی گئے تو تمہیں پھانسی نہیں ملے گی بلکہ غائب کیا جائے گا اور دنیا کے سامنے ایک نئی شخصیت کی صورت سامنے آؤ گے، ایک بڑا آدمی بن کر، سوچ لو۔" رضوان تارڑ نے اسکی آنکھوں میں جھانکتے یقین دلاتے ہوئے کہا مگر وہ نظریں پھیر گیا۔

پیسہ تو اچھے اچھوں کی نیت بدل دیتا تھا پھر وہ غریب ایک کمرے میں رہنے والا لڑکا کتنا بھاگتا؟

دونوں اسکی آنکھوں میں سکون والی لہریں دیکھ کر پر سکون ہوئے۔

آپ نے مجھے یہ آفر کیسے کی؟ میں منسٹر کا وفادار بھی ہو سکتا ہوں۔" بہزاد نے جانچتی نظروں سے رضوان تارڑ کو دیکھا۔"

ایسا کوئی خوف نہیں ہمیں کیونکہ ہم تمہارے بارے میں سب جانتے ہیں، تم کہاں پیدا ہوئے؟ کہاں کہاں جاب کی؟" تمہارے بڑے آدمی بننے کے خواب سے لے کر تمہاری پوری زندگی کے بارے میں۔" رضوان تارڑ تفصیلاً بولا۔

ایک تو سالا جتنا ہم خود کے بارے میں نہیں جانتے اتنا دنیا ہم کو بلا کر سناتی ہے، تف ہے ایسی زندگی پر۔" وہ بھنا کر کھڑا ہوا. اسے خود یاد نہیں تھا اس نے کہاں کہاں نوکری کی ہے؟

کہاں؟" رضوان تارڑ نے بات بیچ میں چھوڑ کر اسے اٹھتے دیکھا تو خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔"

فوت ہونے جارہاہوں۔ آجانا تیجے میں بسکوٹ مل جائے گا آدھا آدھا کر کے کھانا۔"وہ کہتا ہوا سگریٹ کو اپنے بوٹ تلے"
مسل کر وہاں سے جانے لگا۔
اسکے اس طرح کے ایٹیٹیوڈ پر رضوان تارڑ نے مٹھیاں بھینچیں۔
جواب نہیں دیا تم نے ؟"ڈرائنگ روم کے ڈور پر پہنچتے بہزاد کو اپنے پیچھے سوال سنائی دیا۔"
بہزاد رک گیا اور مڑا۔
سوچ کر بتاؤں گا۔"وہ کہتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔ رضوان تارڑ نے اپنے آدمیوں کو اس پر نظر رکھنے کا اشارہ کیا۔"
اس پر نظر رکھو وہ کوئی حرکت نہ کرے جو ہمارے لئے مشکل ثابت ہو۔"رضوان نے ڈرائنگ روم میں ٹہلتے ہوئے کہا۔"
مشکل تمہارے لئے بن چکی ہے رضوان۔"حارث صاحب کی غصے سے بھری آواز ڈرائنگ روم کے دروازے سے"
گونجی۔ دونوں بیک وقت ایک جھٹکے سے مڑے۔ حارث صاحب غصے سے آگ بگولہ چہرہ لیے اور اسکے پیچھے کھڑا آئی جی
اور وہ بہزاد۔
جسکے چہرے پر مدھم مسکراہٹ تھی۔ رضوان تارڑ کو یہ سمجھنے میں بالکل بھی مشکل نہیں ہوئی کہ اسے جال میں پھنسایا گیا
تھا۔ اس کی رنگت سفید پڑ گئی اور اسکا آدمی خوف زدہ سا پولیس کو دیکھنے لگا۔ بہزاد جب انکی گاڑی میں بیٹھا تھا اس نے تب
ہی حارث صاحب کے نمبر پر میسج کر دیا تھا۔
انہیں رضوان تارڑ کے بنگلے پر آنے کیلئے اور جب گاڑی پورچ میں رکی تو اس نے اپنے موبائل پر ریکارڈنگ آن کر دی
تھی۔ جو جو باتیں رضوان تارڑ اس سے کر رہا تھا وہ حارث صاحب بھی سن رہے تھے اور ساتھ ریکارڈنگ بھی ہو رہی تھی۔
کافی سوچنے کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ مجھے یہ آفر منظور ہے۔"بہزاد نے کہتے ہوئے فلک شگاف قہقہہ لگایا۔"
حارث صاحب نے احسان مندی سے اسے دیکھا اگر اسکی جگہ کوئی اور ہوتا تو ضرور ان کی بیٹی کی جان لے لیتا۔
پر اس نے پیسے سے زیادہ فرض کو اہمیت دی اور انکی نظروں میں اور بھی اپنی اہمیت بڑھا دی۔
کمشنر اور آئی جی سرفراز اندر داخل ہوئے۔

یہ جھوٹ بول رہا ہے میں نے اسے کوئی آفر نہیں کی۔" رضوان تارڑ چیخ پڑا اور اسکا آدمی اس سائیکو لڑکے کو دیکھنے لگا جو آئی جی کو ریکارڈنگ سنا رہا تھا۔

کیا یہ سائیکو تھا یا سب کو بنا رہا تھا؟

*________________*________________*

فواد چوہان نے اسکے ٹینڈر پر کام شروع کر دیا تھا بلکہ بینک سے کافی لون بھی لے لیا تھا اور ان بینکوں میں انگلینڈ کا ایک ،مشہور بینک بھی تھا جس سے فواد چوہان نے کچھ دن پہلے ہی لون منظور کروا لیا تھا ٹینڈر کے کام کے آغاز کیلئے

ابھی وہ اس بینک کے اونر سے میٹنگ کے بعد باہر نکلا ہی تھا کہ اسے آئی جی سرفراز صاحب کی کال آگئی اور انہوں نے جو اسے حکم دیا اس پر وہ ایک پر اسرار مسکراہٹ پاس کرتا اوکے کر گیا۔ آخر کار شطرنج کا ایک پیادہ مرنے والا تھا۔

____________*____________

سیاہ رات کا آخری پہر تھا جب براک ڈینئل کی گاڑی اپنے فلیٹ کے سامنے رکی۔

انگلینڈ کی رنگین راتوں میں وہ دو دن اپنی گرل فرینڈ کے ساتھ تھا اور اب دل اکتا گیا تو گھر لوٹ آیا۔ وہ اس بڑے سے گھر میں اکیلا رہتا تھا، بیوی بچے تھے نہیں۔

تنہائی پسند تھا اس لیے ملازم بھی صرف دن میں رہتے، رات میں اپنے گھروں کیلئے روانہ ہو جاتے تھے۔ وہ نشے میں مدہوش سا چلتا اپنے گھر میں داخل ہوا۔ ٹرک انکے مالک تک پہنچا کر کیش فواد چوہان کے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دیا تھی۔

اصل حقدار تو حارث ہوتا تھا ان پیسوں کا پر اس کے اکاؤنٹ میں اتنا کیش بھیجنا سمجھو موت کو دعوت دینا تھا۔ اس لیے انہوں نے مل کر فیصلہ کیا تھا کہ کیش فواد کے اکاؤنٹ میں آیا کرے گا۔

ساری سوچوں کو جھٹک کر وہ اندر کچن میں آیا اور کچن کی لائٹ آن کر کے پانی نکال کر پیا۔ اسی پل اسے احساس ہوا روم سے کسی کے چیخنے کی آوازیں آرہی ہیں وہ ہڑبڑا گیا اور کان لگا کر سننے لگا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا ایل ای ڈی چل رہی ہے۔

بوتل رکھ کر وہ سرخ آنکھیں مسلتا کچن سے باہر نکلا پر وہاں سے نکلنے سے پہلے چھری اٹھانا نہیں بھولا تھا۔

آخر کس نے ایل ای ڈی آن کی؟" اس سوچ نے اسکے بدن میں خوف کی لہر دوڑادی۔ وہ جھر جھری لیتا ہوا آگے بڑھا۔"

فلیٹ اتنا بڑا نہیں تھا پر خوبصورت تھا۔ اسے جو پیسے اسکے حصے کے ملتے تھے وہ سب اپنی گرل فرینڈز پر خرچ کر دیتا تھا۔

وہ اس بات پر عمل کرتا تھا کہ

زندگی کے چار دن ہیں انہیں بیکار میں مال سمیٹتے مت ختم کرو بلکہ انہیں انجوائے کرتے ہوئے گزارو پھر موقع ملے نا"

"ملے۔

یہ نصیحتیں وہ فواد اور حارث کو بھی کرتا تھا پر انکے سامنے اپنے بچوں کی زندگی تھی۔ جن کیلئے وہ دونوں خوب پیسے جمع کر رہے تھے کہ انکی سات نسلیں بھی بیٹھ کر کھا سکتی تھیں۔

وہ روم کا دروازہ آہستہ سے کھول کر اندر داخل ہوا۔ اندھیرے میں دیوار پہ لگی ایل ای ڈی کی مدھم سی روشنی کمرے میں بکھری ہوئی تھی۔

اس نے ایک پاؤں اندر رکھا اور آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر سائیڈ دیوار میں لگے بٹن سے لائٹ آن کی۔

کک کس کی حرکت ہے یہ؟؟" خوف سے اس نے چھری آگے کرتے پوچھا لہجہ خودبخود کانپ گیا۔"

روم بالکل خالی تھا اور ویسے کا ویسے تھا جیسا وہ چھوڑ کر گیا تھا۔

اس نے ایل ای ڈی کو دیکھا جہاں کوئی بلیک سوٹ بوٹ میں سیاہ ماسک پہنے بلیک ہی گلووز پہنے آدمی ہاتھ میں گن پکڑے نشانہ لیے کھڑا تھا۔

آہ! کیا دن یاد دلا دیے ہاہاہا۔" وہ سین دیکھ کر خوش ہوتا چھری پھینک کر بیڈ پر بیٹھ گیا۔"

اسے لگا وہ شاید خود ہی ایل ای ڈی آن چھوڑ کر گیا ہوگا اس سوچ نے اسے مطمئن کر دیا اور وہ جوتوں سے پاؤں کو آزاد کرواتا کوٹ نیچے پھینک کر بیلٹ نکالتا بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر روم کی لائٹ آف کرتا سین کو دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

اسی سین سے تو انکی کامیابی شروع ہوئی تھی۔

وہ سوچتا ایک بار پھر قہقہہ لگا اٹھا پر ابھی قہقہہ حلق میں ہی تھا کہ اچانک ہی اسکی ٹانگ میں گرم سلاخ سی گھسی۔ اسکی درد بھری چیخ روم کی فضا میں گونجی۔

کون ہے ؟" وہ کپکپاتی آواز میں بولا اور ہاتھ سے اپنی ٹانگ کو چھوا۔ ایک بار پھر اسکی درد میں ڈوبی چیخ بلند ہوئی۔ وہ آنکھیں" پھاڑے روم میں چاروں طرف دیکھنے کے بجائے ایل ای ڈی کی سکرین کو گھورنے لگا۔ جہاں مووی کے سین میں دکھائی دیتا وہ آدمی بھی سامنے والے کی ٹانگ کا نشانہ لے چکا تھا۔

اس نے گھبرا کر پھر اپنی ٹانگ پر ہاتھ رکھا۔ اس کا ہاتھ خون سے بھیگ چکا تھا۔ اسکے پورے بدن میں سنسنی خیز لہر دوڑ گئی۔

اس نے اٹھ کر بھاگنا چاہا مگر دروازے سے اچانک سیاہ سایہ نمودار ہو کر اسکی کوشش کو ناکام کر گیا۔

کک کون ہو تم ؟ تم نے مجھے گولی ماری وہ بھی میرے فلیٹ میں آکر، تمہیں میں پھانسی پہ چڑھادوں گا تم یہاں کے قانون کو" نہیں جانتے۔" وہ درد سے بلبلاتا اٹھا اور رونے لگا۔

بہرام!" سائے نے جواب دیا۔"

کون بب بہرام ؟" وہ خوف سے بولا یہ نام کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔"

بیری!" اس سیاہ وجود نے اس بار نفرت سے کہا اور کمرے کے اندر قدم رکھا۔"

یہ نام سنتے ہی براک ڈینئل کا سانس رک گیا اور وہ آنکھیں پھاڑے سامنے والے کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگا تھا پر درد سے آنکھوں پر دھند سی چھا گئی تو اور وہ دیکھ نہ سکا۔

صرف اتنا دیکھ پایا کہ اس سیاہ وجود کے ہاتھ بلند ہوئے اور دو گولیاں اسکے سینے میں پیوست ہو گئیں۔

اس کے حلق سے چیخ بھی نہ نکل سکی اور وہ لہرا کر نیچے گر گیا۔ اس سیاہ لبادے میں ملبوس شخص نے آگے بڑھ کر چاقو اسکی سانس کی نالی پر رکھا اور پوری طاقت سے اس کے اندر گھونپ دیا۔ پر اسرار نظریں اسکے خون سے لت پت چہرے پر ڈالتے سانس کی نالی میں موجود چاقو کو نیچے کی طرف کھینچا۔

چاقو چیرتا اسکے سینے پر پسلیوں میں پھنس گیا۔

براک!" دھاڑتے ہوئے اس نے پوری قوت سے وہ چاقو اس کی پسلیوں سے پار کرتے اسکے پیٹ تک لایا اور پاگلوں کی" طرح ایک کے بعد ایک وار کرنے لگا۔ جب اسے وقت کا احساس ہوا تو اس نے اپنے ہاتھ پیچھے کر لیے پر اب بچا کیا تھا؟ براک ڈینل اب ٹکڑوں میں تقسیم ہو گیا تھا۔ اسکے پیٹ کے سارے اعضا سفید بیڈ کی چادر پر باہر پڑے تھے۔

اور یہی سین سامنے مووی میں بھی چل رہا تھا جہاں سیریل کلر اپنا کام انجام دے چکا تھا۔

وہ پراسرار سی مسکراہٹ کے ساتھ منہ پر پڑی خون کی چھینٹوں کو ہاتھ سے صاف کرتا اسے دیکھتا ہوا، جیسے آیا تھا اوپر کے روم کی کھڑکی سے ویسے ہی وہاں سے نکل گیا۔

کیمرہ میں آیا ہو گا تو بھی اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ وہ پورا سیاہ لبادے میں کور تھا اور آنکھوں پر سیاہ گلاسز لگا رکھے تھے جس کی وجہ سے اسکی آنکھیں بھی چھپ گئی تھیں۔

مرڈر ایسا تھا جیسے کسی سیریل کلر کا کام ہو۔ وہاں سے دور ویرانے میں کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھتے وہ زن سے گاڑی بھگا لے گیا اور گاڑی میں ہی آہستہ آہستہ اپنے وجود سے سیاہ لبادہ اتارنے لگا۔ اسکی نیلی گہری آنکھیں چمک رہی تھیں۔

سر آپکی فلائٹ بک ہے۔" کریم کی آواز اسکے کان میں لگے بلیوٹوتھ ڈیوائس سے گونجی۔"

اوکے آئی جی سے کانٹیکٹ کرو اور کہو کام ہو گیا ہے۔" اس نے کہہ کر ڈیوائس نکالی اور گاڑی فل سپیڈ سے بھگائی کیونکہ" اسے جلد از جلد پہنچ کر فواد چوہان کی رات والی پارٹی اٹینڈ کرنی تھی اور کسی سے روبرو ملنا بھی تھا۔

"اسٹرا! آئی ایم کمنگ مائے بیوٹیفل وائف۔"

------------------------------*

اسکا بخار اتر گیا تھا پر نا وہ یونیورسٹی گئی تھی نہ ہی بہزاد کو بلایا تھا کہیں جانے کیلیئے۔ اگر بہت ضروری ہوتا جانا تو عبداللہ یا کسی دوسرے گارڈ کے ساتھ چلی جاتی تھی۔

بیٹا! یہ میری زندگی پر رسک لے رہی ہو۔ میں مر جاؤں گا ہنی! اگر تمہیں کچھ ہوا تو۔ تم کیوں نہیں بہزاد کو بلوانے" دیتیں؟" حارث صاحب نے اسے بہت کہا تھا۔

مجھے اسکی شکل پسند نہیں۔" وہ سنجیدگی سے جواب دیتی اور حارث صاحب اسکا چہرہ دیکھتے رہ جاتے۔"

وہ اپنی بیٹی کی طبیعت سے واقف تھے جو چیز اسے ناپسند ہوتی تھی اس سے وہ سو کلومیٹر دور بھاگتی تھی جیسے وہ کوئی اچھوت ہو۔ ہانیہ نے اب سوچ لیا تھا انکل کی پارٹی جو کہ آج رات تھی وہاں سے آنے کے بعد وہ اپنے باپ سے کہہ کر بہزاد کو جاب سے فارغ کروادے گی اور اسے اطلاع عبداللہ دے کر آئے گا۔

اب سڑک کے دھکے کھاتے پھرو۔ پھر چاہے تانیہ کا باڈی گارڈ بنے یا مانیہ کا، اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔" وہ منہ بنا کر" اپنے میک اپ کو فائنل ٹچ دینے لگی۔ اسکی آنکھیں ابھی بھی سرخ تھیں اور ناک پر غصہ دھرا تھا۔ جوڑے میں مقید گولڈن بالوں کی سنہری لٹیں اسکے چہرے کے دائیں بائیں لہرا رہی تھیں۔

بلیک میکسی پر صراحی دار گردن میں بلیک سٹون کا نازک سا نیکلیس پہنے، کانوں میں بلیک سٹون کے اسٹڈ اور لبوں پر ڈیپ ریڈ لپ اسٹک لگائے وہ قیامت لگ رہی تھی۔

پر پچھلی بار کی طرح اس بار وہ اسکی خامی بتانے والا نہیں تھا کہ وہ حسین لگ رہی ہے یا بری؟ اسکی میکسی کا گلا گہرا نہیں تھا نا ہی وہ سلیو لیس تھی۔

ہنی! بیٹا تیار ہو تو آجاؤ۔" حارث صاحب نے دروازہ ناک کرتے کہا۔"

یس ڈیڈ بس آئی۔" وہ کہہ کر جلدی سے پاؤں میں بلیک نفیس سی پینسل ہیل پہننے لگی اور کلچ اٹھا کر ایک آخری نظر مطمئن" اپنے سراپے ڈال کر باہر نکلی۔

بیوٹیفل ڈاٹر!" حارث صاحب نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا تو وہ مسکرا دی۔ وہ انکے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے کر سیڑھیاں" اترنے لگی۔ وہ دونوں چلتے ہوئے گاڑی میں آبیٹھے۔ انکی گاڑی کی پیچھے گارڈز کی گاڑی تھی اور آگے پولیس کی۔

تم نے تو گیسٹس کو پیچھے چھوڑ دیا۔" گرے سوٹ بوٹ میں فواد صاحب نے حارث صاحب کو گلے لگاتے کہا تو وہ مسکرا" دیے۔

واؤ ہنی بیٹا یو لکنگ گورجیئس!" فواد صاحب نے ہانیہ کو ماتھے پر پیار کرتے کہا تو وہ مسکرا دی۔"

تھینکس انکل! آپ بھی بہت ہینڈسم لگ رہے ہیں۔" وہ شرارت سے بولی تو انکا قہقہہ گونجا۔"

ہانیہ!" سامنے ہی اسکے یونیورسٹی گروپ کی سونیا پکارتی ہوئی آئی تو وہ فواد صاحب سے ایکسکیوز کرتی چلی گئی تاکہ اپنے" فرینڈز سے مل لے۔

حارث صاحب اور فواد صاحب گیسٹس سے ملنے لگے اور ہانیہ گرے تھری پیس سوٹ میں ساتھ کھڑے ہادی سے سرسری سالمی۔ جس کا سب نے نوٹس لیا تھا پر کسی نے کچھ نہیں کہا۔

ہادی کا بھی موڈ آف تھا کیونکہ اس نے رومیصہ کی کتنی منتیں کی تھی کہ وہ پارٹی میں آئے پر وہ نہیں مانی۔

اس نے کہا تھا کہ وہ ساری ارینجمنٹ کر دے گا۔ اسے ذرا سی بھی مشکل کا سامنے نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ اپنے دوست کی بہن کا سب سے تعارف کروائے گا پر پھر بھی وہ نہیں مانی تو اس نے غصے سے ناراض ہوتے کال منقطع کر دی اور اب وہ بیزاری سے پارٹی اٹینڈ کر رہا تھا۔ اگر پارٹی انکی کامیابی کی نا ہوتی تو وہ بھاڑ میں بھیج کر یہاں سے نکل جاتا پر اب اگر نکلتا تو اسے اپنے باپ کی باتیں سننی پڑتیں۔ جس کی وجہ سے وہ خاموشی سے ضبط کیے کھڑا تھا۔ پارٹی میں بڑے بڑے عہدے داران موجود تھے اپنی بیگمات کے ساتھ۔

ہے گائیز!" تانیہ کی آواز پر جہاں سب متوجہ ہوئے تھے وہیں ہانیہ نے کوفت سے نظریں گھمائیں۔ تانیہ اس کے تاثرات" دیکھ چکی تھی۔

آر یو او کے ہنی! کتنے دنوں سے یونیورسٹی نہیں آرہی تم۔ میں تو گھبرا گئی تھی کہ پتا نہیں کیا ہوا ہے۔ میں تو گھر آرہی تھی" تم سے ملنے۔" وہ پریشانی سے فکرمند لہجے میں گویا ہوئی جس پر سب نے معنی خیزی سے اوہ کرتے لبوں کو گول شیپ دی۔

وہیں ہانیہ نے دانت پیستے زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجائی۔ کیونکہ سب کے ساتھ وہ بھی جانتی تھی کہ یہ معصوم جان کیوں گھبرا گئی تھی۔

آئی نو ڈارلنگ! مجھے تمہاری حساس طبیعت کا اندازہ ہے اس لیے میں نے تمہیں اپنے فیور کے بارے میں نہیں بتایا کہیں یہ" سنتے ہی تم فشش سے اڑنا جاؤ۔" اس نے دو انگلیوں کو پلین کی طرح اڑاتے کہا تو سب کے قہقہہ لگا اٹھے، وہیں وہ بھی ڈھیٹ بن کر ہنسی۔

آئی کانٹ انڈرسٹینڈ ہانی! تم طنز کر رہی ہو یا تمہیں سچ میں میری فکر ہے؟" وہ اپنے باب کٹ بالوں پر ہاتھ پھیرتی بولی تو" ہانیہ نے تیکھے چتون سے اسے گھورا۔

صاف پوچھ لو ڈارلنگ! تمہیں میرے باڈی گارڈ کا پوچھنا ہے۔ پر تمہیں بتا دوں، پارٹی کا سنتے ہی اس نے خود پارٹی میں آنے" سے انکار کر دیا اور مجھ سے ریکوئیسٹ کر کے چھٹی مانگی کیونکہ وہ سادہ انسان نہیں جانتا تھا ہماری سوسائٹی میں ایسی۔۔ آئی مین اس طرح کا بے باک ماحول ہوتا ہے۔" وہ میٹھی چھری بن کر اسے کاٹنے لگی پر وہ الٹا اثر لیے ہنسی۔

ہاؤ کیوٹ یار! ہنی کیا تمہارے پاس اسکا کانٹیکٹ نمبر ہے؟" وہ بے باکی کی حد کراس کر گئی۔ ہانیہ کا دل کر رہا تھا کہ اسکا سر" پکڑ کر کسی دیوار سے دے مارے۔

چھوڑو یار تانیہ! وہ تم سے پہلے ہی ڈرا ہوا ہے کیوں مزید ڈرا رہی ہو؟" سونیا نے ہنستے ہوئے کہا تو وہ بھی مسکرا دی۔"

نہیں یار وہ ڈرا ہوا نہیں ہے بس تھوڑا کترا رہا ہے اسٹینڈرڈ کی وجہ سے۔" ہانیہ نے چونک کر اسے دیکھا اور اسکے جواب پر" اسکے اندر آگ بھڑک اٹھی۔

وہ میرا باڈی گارڈ ہے۔ انکل کا بیٹا نہیں جسکا نمبر میں جیب میں رکھتی پھروں اگر اتنا ہی کترا رہا ہے تو اسکے گھر چلی جاؤ۔ وہاں" اس سے بیٹھ کر باتیں کرو گی تو ضرور اسکی جھجھک ختم ہو جائے گی۔" چھوٹی سی ناک غصے سے سرخ پڑ گئی تھی۔ وہ ایکسکیوز کرتی چلی گئی

آئیڈیا اچھا ہے۔" پیچھے سے تانیہ کا جواب سن کر وہ تلملا اٹھی۔ اسکا دل کر رہا تھا بہزاد سامنے ہوتا تو اس جعلی جان یمان کا" سر پھاڑ کر پونی کھینچ کر اسے ٹکلا بنا دیتی۔

میم!" ویٹر نے سافٹ ڈرنک اور دوسرے مشروبات سامنے کیے تو وہ سافٹ ڈرنک اٹھا کر پینے لگی۔"

کیا ہوا وہاں سے چلی کیوں آئیں؟" ہادی ایک ہاتھ پینٹ کی جیب میں پھنسائے دوسرے میں گلاس پکڑے اسکے پاس آیا۔"
کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" وہ نفی میں سر ہلاتے بولی۔"
اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟" وہ خلاف عادت طنز کی بجائے نرمی سے پوچھ رہا تھا۔"
بس ٹھیک ہے۔" وہ مسکرائی۔"
آئی ایم ریئلی ویری سوری ہنی! اپنی پارٹی والی حرکت کیلئے مجھے خود پر بہت غصہ آتا ہے۔ انجانے میں ہی میں وہ سب کر گیا" جو مجھے نہیں کرنا چاہیے تھا۔" کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ نظریں جھکائے بولا اسکے لہجے میں سچ مچ کی شرمندگی تھی جو ہانیہ کیلئے حیرت سے بڑھ کر تھی۔ آج وہ اسے گھورنے اور تعریف کرنے کے بجائے زمین کو دیکھ رہا تھا یہ ایک انتہائی خوشی کی بات تھی۔

اٹس اوکے! میں بھول گئی ہوں تم بھی بھول جاؤ۔" اسکے کہنے پر ہادی نے اسکا شکریہ کیا۔ وہ اس سے اخلاق سے یہاں وہاں" کی باتیں کرتا ہانیہ کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ کچھ دیر پہلے کی دماغ میں رچی تلخی ختم ہو چکی تھی اب اسکی جگہ سکون نے لے لی تھی۔

کیا تم بہزاد کو پسند کرتی ہو ہنی؟" اچانک ہی ہادی کے اس جملے سے اسکا دل دھڑک اٹھا۔ جیسے چوری پکڑی گئی ہو۔ وہ سرخ" ہوتی نظریں پھیر گئی۔

یہ کیا بیہودہ سوال ہے؟ کون بہزاد؟؟" یہ سوال کرتے درد تو ہوا پر وہ اسکی فطرت سے واقف تھی۔ اگر وہ جان جاتا تو" ضرور شور مچاتا۔

اوہ سوری! میں بیری کہنا چاہتا تھا منہ سے بہزاد نکل گیا۔ تم شاید اپنے باڈی گارڈ کو بیری سمجھ بیٹھی تھیں وہ تو تمہاری جوتی" اٹھانے کے لائق نہیں، محبت تو بہت دور کی بات ہے۔" وہ طنزیہ بولا۔

تم مرد کیوں ہر جگہ حیثیت دیکھ کر محبت کرتے ہو؟" وہ اسکی بات سن کر غصے سے بولی اور جب اس نے ہادی کے لبوں پر" معنی خیز مسکراہٹ دیکھی تو اسے اپنی بے ساختگی کا احساس ہوا۔

کیونکہ ہمیں ڈر ہوتا ہے آگے چل کر محبت اوقات میں نابدل جائے اس لیے پہلے ہی حیثیت دیکھ لیں پھر محبت کی منزلیں"
طے کریں تو آسانی ہوتی ہے ہمسفر کے ساتھ قدم اٹھانے میں۔"وہ مسکرا کر اسکے نین کٹوروں میں جھانکتا دلکشی سے بولا۔
وہ نظریں چرا گئی۔
میری بات کا غلط مطلب مت لینا۔مجھے صرف اپنے بیری سے محبت ہے۔اسکے علاوہ کسی سے نہیں ہو سکتی اگر ہو گی تو اسی"
کے دل سے ہو گی۔"وہ ڈوبتے دل سے جواب دے کر مڑ گئی۔ہادی اسکے لہجے کی پختگی پر الجھ گیا۔
اس نے سوچا تھا کہ اسکے باپ کو تو اب بہرام ملک کا ٹینڈر مل چکا ہے۔کچھ عرصے بعد تو وہ بھی ہانیہ کی پراپرٹی کے برابر
آجائیں گے پھر اسکی کیا ضرورت پڑے گی۔وہ آسانی سے اسکی محبت کا بہانہ پیش کر کے رومی سے شادی کر لے گا پر وہ اسکے
پلان کو کامیاب کیے بنا اسے الجھا کر چلی گئی تھی۔
نکاح میں انجان شخص کے ہے،جیلسی اپنے باڈی گارڈ سے ہوتی ہے،محبت اپنے مرے ہوئے بچپن کے شوہر سے کرتی ہے"
واؤ واٹ آ گرل!"اس نے سوچتے اسکی پشت کو دیکھا جو اب حارث صاحب کے ساتھ کھڑی تھی۔
"میں تم سے شادی کروں گا نو نیور میں ہی پاگل تھا جو اسکے پیچھے خوار ہو رہا تھا۔جو پہلے ہی تین حصوں میں بٹی ہوئی ہے۔"
اس نے غصے سے سوچتے سر جھٹکا اور کندھے پر ہاتھ رکھے سیم کی جانب مڑا۔
مایوسی سے کھڑے فواد چوہان کیلئے وہ گھڑی آ گئی تھی جس کی اسے ذرہ برابر بھی امید نہیں تھی۔
جب انٹرینس سے بلیک ڈنر سوٹ میں ملبوس چہرے پر سرد تاثرات سجائے،اپنی شاندار شخصیت،ورزشی جسامت،سحر
انگیز گہری نیلی آنکھوں والا بہرام ملک اندر داخل ہوا۔
اسکے پیچھے اسکا خاص آدمی کریم تھا۔
فواد!"حارث صاحب نے بہرام سے ملتے لوگوں کی طرف دیکھتے فواد کو متوجہ کیا جن کے چہرے پر مایوسی سے شام کے"
چھ بج رہے تھے۔حارث کے پکارنے پر انہوں نے انکی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو انہیں اپنی آنکھوں پر یقین نا ہوا۔
بہرام ملک!"وہ خوش بہت ہوئے۔"

کافی لوگوں کی رشک بھری نظریں اسکی طرف اٹھیں اور وہ خوش سے پاگل ہوتے آگے بڑھے۔ ان کی پارٹی کی شان و رونق اس کے آنے سے کئی گنا بڑھ گئی تھی۔ یہ پارٹی اس کی طرف سے ملی کامیابی کی خوشی میں تھی۔

کانگریجولیشنز!" بہرام ملک نے مسکراتے ہوئے فواد صاحب سے ہاتھ ملایا۔ وہ تو گلے لگانے والے تھے پر بہرام ملک اتنا" پاگل نہیں تھا کہ دشمن کو گلے لگائے فواد تو انجان تھا پر وہ نہیں۔

آیئے اندر آیئے، میں آپکا ہی انتظار کر رہا تھا۔" فواد صاحب تو جیسے اسکے سامنے بچھے جا رہے تھے۔"

بہرام مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہاں موجود تمام بزنس مین، وومن آگے بڑھ بڑھ کر اس سے مل رہے تھے۔

یہ ہے میرا دوست ہوم منسٹر حارث خان!" فواد صاحب نے اسکا تعارف حارث صاحب سے کروایا جس پر بہرام نے" مسکراتے ہوئے ہاتھ ملایا۔

انہیں کون نہیں جانتا؟" اس نے اپنے مغرور لہجے میں کہا تو حارث صاحب مسکرا دیے۔"

یہ ہے میری بیٹی ہانیہ خان!" اپنی فرینڈ سے باتیں کرتی مسکراتی ہوئی ہانیہ نے اپنے تعارف کروائے جانے پر ذرا سی نظریں" اٹھائیں اور سامنے کھڑی شخصیت کو دیکھ کر اسکی سانسیں رک گئی تھیں۔

نہیں اسکی شخصیت نے نہیں، اسکی چمکتی گہری نیلی آنکھوں نے اسکی سانسیں کھینچ لی تھیں۔ اسکی دھڑکنیں خوف سے سست پڑ گئیں اور وہ بغیر پلکیں جھپکائے اسے دیکھنے لگی، کیا واقعی یہ وہی ہے یا پھر اسکا وہم ؟

نائس ٹو میٹ یو ہانیہ خان!" اپنی سحر انگیز آنکھیں اسکی پھیکی رنگت پر ڈالتے اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا پر وہ ہوش میں" ہوتی تو جواب دیتی۔

ہنی!" حارث صاحب کو اپنی بیٹی کا یوں ٹکر ٹکر اسے گھورنا ذرا بھی نا بھایا تھا۔ تبھی وہ اسے پکارتے ٹوک گئے۔ اب بہرام کا" رخ دوسری طرف تھا جہاں پیرس کی ٹاپ ماڈل جولیا نے اسکا ہاتھ تھام لیا تھا اور اس سے محو گفتگو تھی۔

ڈڈ ڈیڈ یہ کون ہے؟" اپنا رکا سانس بحال کرتے وہ حارث صاحب کی جانب مڑی۔"

کیا ہے ہانیہ؟ وہ تم سے ہاتھ ملا رہا تھا، ہاتھ تو ملا لیتیں۔ آج مجھے تمہاری اس حرکت نے بہت شرمندہ کیا ہے۔ وہ ورلڈ فیمس" بزنس ٹائیکون بہرام ملک ہے، جسکا نام دنیا کے امیر ترین لوگوں کی لسٹ میں دوسرے نمبر پر ہے، جس نے ہمارے جیسے چھوٹے موٹے لوگوں کی پارٹی میں آکر میڈیا میں دھوم مچادی ہے۔ تمہارے انکل کو کامیابی کا چانس دے کر انہیں شہرت و کامیابی کی بلندیوں تک پہنچانے والا ہے اور اس ہستی کو تم اس طرح اگنور کر کے آئی ہو، ٹو مچ ڈارلنگ! جاؤ ابھی اس کے پاس اور ایکسکیوز کر کے ہاتھ ملاؤ۔" حارث صاحب اس سے دبے لہجے میں ناراض ہوتے شکوہ کر رہے تھے اور ہانیہ انکی پشت پہ کھڑے سامنے بہرام ملک جس کا رخ انکی ہی طرف تھا۔ وہ کسی ماڈل اور دوسرے لوگوں سے سنجیدگی کے ساتھ سپاٹ لہجے میں باتیں کر رہا تھا بلکہ اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ باتوں کے دوران اسے ہی دیکھ رہا ہو۔

اسکے انکل اور ہادی اسکے پاس ہی کھڑے مسکرا کر کسی عجوبے کی طرح اسے دیکھ رہے تھے۔ ہانیہ کو لگا اس کی نظریں اسکے کے آرپار ہو رہی ہیں۔

اسکی گہری نیلی آنکھوں میں اپنے نظرانداز کیے جانے پر غصہ کی سرخی تھی۔ اسکی تیز نظروں کی تپش، اسکے پرفیوم کی خوشبو سے وہ اسے پہچان گئی تھی کہ یہ وہی شخص تھا پر وہ اتنا امیر ہو کر اس کے ساتھ اس قدر گھٹیا حرکت کیوں کرے گا؟ اسکا اور ہادی کا نکاح کیوں رکوائے گا؟ اس سے گن پوائنٹ پر نکاح نامہ سائن کیوں کروائے گا؟ ان سب سوالوں کا جواب اسکے پاس نہیں تھا مگر وہ کسی بھی حال میں یہ تمام جوابات لینا چاہتی تھی۔

سوری ڈیڈ! میں ابھی بات کرتی ہوں۔" مسکرا کر کہتی اعتماد سے اوپری دانت نیچے دانتوں پر جما کر وہ بہرام کی جانب قدم" بڑھانے لگی۔

اسکے پیچھے ہی حارث صاحب بھی مسکراتے ہوئے آئے کہیں وہ کوئی بدتمیزی نا کر دے۔ اسکی تیز طبیعت سے واقف جو تھے۔

ایکسکیوز می مسٹر بہرام ملک! کیا میں آپکے دو منٹ لے سکتی ہوں؟ کچھ بات کرنی ہے۔" اسکے نرم لہجے میں بات کرنے پر" جہاں سب کی نظریں اٹھی تھیں وہیں بہرام کی آنکھیں مسکرائیں۔

وہ تو آیا ہی اسکے لئے تھا پھر بات کیوں نا کرتا؟

اپنا تعارف کروانا پسند کریں گی؟" اس نے کریم کو دیکھا جس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔ "

کمینے گھر میں گھس کر نکاح کرتے وقت تو میر اتعارف تمہیں یاد تھا اور اب دنیا کے سامنے بھولے بن رہے ہو۔" ہانیہ جل" بھن کر دل میں اس سے مخاطب ہوئی مگر یہ اسکی غلط فہمی بھی ہو سکتی تھی اس لیے بنا کسی ثبوت کے وہ اسے کچھ نہیں کہہ سکتی تھی نا ہی اسکی سیدھے انسلٹ کر کے اپنے باپ اور انکل کو بتا سکتی تھی کہ دیکھو اس کمینے کو جس نے مجھے پاگل بنا دیا تھا۔ کوئی مجھ پر یقین نہیں کر رہا تھا سب مجھے پاگل سمجھ رہے تھے۔

کیا یہ ایسے ہی سب کو متوجہ کرتی ہے؟ تبھی تو اسکا باڈی گارڈ ہماری طرف دیکھتا بھی نہیں۔" سونیا اور تانیہ کی آواز ایک" ساتھ اسکے کانوں میں پڑی۔

وہ تم جیسیوں کو پوچھے گا بھی نہیں اور اگر اس نے پوچھا، ابھی تو اسے تھپڑ مارا تھا اسکے بعد سر قلم کروا دیتی اسکا۔ نہ رہے گا" بانس نہ بجے گی بانسری، قصہ ہی ختم۔" ہانیہ دل میں سوچتی ان دونوں سے بولی۔

میں ہانیہ خان، حارث خان کی بیٹی۔" اس نے مسکراتے ہوئے بغیر ہاتھ ملائے اپنا تعارف کروایا جس پر ہادی نے نظریں" گھمائیں۔

سب کی نظریں ہانیہ پر تھیں۔ وہ اسکے اچانک گفتگو کے بیچ میں گھسنے پر بیزاری سے اسے دیکھ رہے تھے۔

آں ہاں! اپنا تعارف مت کروایئے گا سب جانتے ہیں آپکو تو ظاہر ہے میں بھی جانتی ہوں گی۔" اسے منہ کھولتے دیکھ کر وہ" جلدی سے بولی تو بہرام نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا۔

جن کے نام کے آگے ورلڈ فیمس لگے انہیں تعارف کی ضرورت نہیں ہوتی مس ہانیہ خان! اتنی تو پڑھی لکھی آپ ہوں" گی۔" اسکے ٹھنڈے ٹھہار لہجے پر وہ لب بھینچ گئی۔

میں یہ کہنے والا تھا کہ میں بس بیس منٹ کیلئے فواد صاحب کی ریکویسٹ پر یہاں آیا ہوں اور اب شاید میرا ٹائم ختم ہو گیا" ہے۔ میری رابرٹس بزنس ٹائیکون کے ساتھ میٹنگ ہے۔" اسکے جواب پر سب مایوس ہوئے اور فواد صاحب ہانیہ کو سامنے سے ہٹا کر آگے بڑھے۔ وہ خونخوار نظروں اور سرخ چہرے کے ساتھ بہرام کو گھور رہی تھی۔

انکی میٹھی گفتگو نیوز اور ہیڈ لائنز کی زینت بن رہی تھی۔

آپکا بہت بہت شکریہ، آپ آئے اور میری پارٹی کو رونق بخشی۔ بہرام ملک کبھی اپنے فادر صاحب سے بھی ملنے کا موقع" بھی دیجئے گا۔" وہ ظفر ملک سے ملنے کے بہت خواہش مند تھے۔

بہرام نے کوئی جواب نا دیا اور کریم کے آگے بڑھ کر فلائٹ بک ہونے کا بتانے پر سب سے ایکسکیوز کرتے وہاں سے نکلا۔

اس نے اپنے لبوں میں دبا سگار سلگا یا جس طرح ہانیہ خان سلگ رہی تھی۔

ہانیہ مجھے سمجھ نہیں آتا یہ فالتو بات کر کے تمہیں اسکے دس منٹ ویسٹ کر کے کیا ملا؟ تمہاری دماغی حالت ہماری سمجھ سے" باہر ہے۔" فواد صاحب ناراض ہو کر بولے۔ حارث صاحب نے بھی افسوس سے اسے دیکھا۔

وہ بیس منٹ فواد کیلئے بہت قیمتی تھے۔ ان بیس منٹوں میں وہ ہادی کو اس کے پاس جاب دلوا سکتا تھا۔" وہ ناراضگی سے کہنے" لگے۔ ہادی بھی ایک خفا نظر اس پر ڈال کر وہاں سے چلا گیا۔

تم انجوائے کرو میں فواد کو ریلیکس کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ بہت غصے میں تھا۔" وہ اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے چلے" گئے اور ہانیہ کو رونا آنے لگا۔

اسکا دل کر رہا تھا جائے اور تین چار تھپڑ بہزاد کے منہ پر مارے جس سے بہت جھگڑا کرنے کا دل چاہ رہا تھا پر وہ وہاں نہیں تھا۔

"پھر سے باڈی گارڈ کیلئے بکواس کرنے آنے والی ہے۔"

وہ تانیہ کو مسکراتا ہوا اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر دانت پیستی ہوئی اسکے پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے پلٹی اور بیک سائیڈ ڈور سے سب کی نظروں سے بچ بچا کر نکلی۔ وہاں گارڈز اور سکیورٹی کھڑی تھی اور پیچھے کا ڈور لاک تھا جس کا کوڈ ہانیہ کو یاد تھا۔

ایک بار پھر میں غلط، ایک بار پھر میں بری بن گئی ہوں۔" وہ روتی ہوئی وہاں سے فواد صاحب کے گھر کی حدود سے دور جا رہی تھی۔ اسکا ارادہ کسی کلب میں جانے کا اور خوب سارا رونے کا تھا۔ یہ سوچنا چاہتی تھی کہ اسکے ساتھ ہو کیا رہا ہے؟ کیوں سب مل کر اسے کمزور کرنے کے چکر میں ہیں؟ پر یہ تو صاف ظاہر تھا یہ وہی تھا اسکے ساتھ زبردستی نکاح کرنے والا۔ مگر بہرام ملک ایسا کیوں کرے گا اسکی کیا دشمنی مجھ سے؟ ہم تو ملے بھی پہلی بار ہیں پھر یہ سب کیوں؟ ہو سکتا ہے وہ یہ نا ہو وہ کوئی اور ہو۔

نہیں، دونوں کی آنکھیں، دونوں کا سرد لہجہ اور پرفیوم کی خوشبو میں دھوکا نہیں کھا سکتی۔" وہ چیخ اٹھی۔ اپنے پاؤں کو ہیلز کی قید سے آزاد کرواتے خود دور پھینک دیے۔ اب وہ ننگے پاؤں، ہاتھ میں کلچ لیے روتی ہوئی انجان راستے پر جا رہی تھی۔

"تم سب جھوٹے ہو۔ ساری دنیا جھوٹی ہے۔ سب مجھے ہرٹ کرنے کیلئے پیدا ہوئے ہیں۔ مام ڈیڈ، بڑی مام بڑے ڈیڈ بیری، وہ کمینہ دو ٹکے کا وائلڈ مین باڈی گارڈ، اور یہ گھٹیا ورلڈ فیمس بزنس کا کیڑا اس کی بھی مجھ سے دشمنی ہے۔" وہ روتی ہوئی اپنے گلے سے سٹون نیکلس نکال کر روڈ پر پھینکتی کانوں سے اسٹڈ نوچنے لگی۔

وہ رو رہی تھی، آس پاس سے گزرتی گاڑیوں کی پرواہ کیے بنا۔ ایک ہاتھ میں کلچ پکڑے دوسرے سے مسلسل بہتے آنسو صاف کرتی بیچ بیچ میں چیختی وہ بے آواز رو رہی تھی۔

وہ اپنے اندر کے درد سے تھک چکی تھی۔ اس قدر مشکل زندگی سے بیزار ہو چکی تھی۔ اپنے دکھوں کا سوچتی تڑپتی اپنے غموں میں کھوئی وہ کافی دور نکل آئی تھی۔

آس پاس کے ماحول کی اسے کوئی پرواہ نہیں تھی۔

اور نا ہی اس نے سنسان راستے اور گھنے جنگل کی طرف دیکھا تھا۔

بس جس طرف سیدھا راستہ جا رہا تھا اس پر چلتی وہ کسی کلب کو ڈھونڈ رہی تھی۔

"ہم کچھ مدد کروا دیں اس بوجھ سے بھی آزاد کروانے میں رات کی رانی؟" پیچھے سے مکروہ آواز پر روتی ہوئی ہانیہ ٹھٹھک کر رکی اور مڑی تو دو لڑکوں کو کمینگی سے کھڑا مسکراتے پایا۔

بکواس مت کرو یہ بتاؤ یہاں آس پاس کوئی کلب ہے؟" وہ جھڑکتی ہوئی اپنے آنسو صاف کرتی پوچھنے لگی۔ دونوں لفنگوں" نے ایک دوسرے کی شکل دیکھی اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا۔

تم رو کیوں رہی ہو رات کی رانی؟ بریک اپ ہو گیا ہے کیا؟" ایک نے پچکارتے پوچھا تو ہانیہ کو بہزاد کی یاد آئی وہ اور زور" سے رونے لگی۔ دونوں ہڑبڑا گئے۔

ارے ارے!! رو کیوں رہی ہو؟" دونوں نے فکر مندی سے پوچھا۔ اسکے قیامت خیز سراپے کو دیکھتے انکی آنکھوں میں" ہوس تھی۔ ہانیہ انکے لہجے میں فکر مندی محسوس کرتی سسکی۔

اگر میرا کوئی بھائی ہوتا تو وہ بھی مجھ سے یوں پوچھتا پر میرا کوئی بھائی نہیں ہے۔" وہ ہچکیاں لیتی نیچے بیٹھ گئی اور وہ دونوں" بھائی لفظ پر سٹپٹا گئے اور اسے یوں بیچ راستے میں بیٹھا دیکھ کر ماتھا مسلنے لگے۔

تم کلب کا پوچھ رہی تھیں نا آؤ تمہیں چھوڑ آئیں وہاں۔ پاس ہی ہے کلب، وہ بھی بہت بڑا اور خوبصورت۔" ایک نے" آنکھوں سے اشارہ کرتے دوسرے کو سمجھایا کہ کچھ کر تو دوسرا ایکدم اسکے سامنے بیٹھتا بولا۔ ہانیہ منہ پر ہاتھ رکھے رو رہی تھی۔

مجھے اب کلب نہیں جانا تم دونوں سے باتیں کرنی ہے بیٹھو یہاں۔" اس نے میکسی کی آستینوں سے منہ صاف کرتے" دوسرے کو بھی بیٹھنے کا کہا۔

یہاں کیسے بیٹھ سکتے ہیں آؤ سائیڈ پہ بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں۔ یہاں سے اگر کوئی گاڑی ہمیں کچل کر چلی گئی تو ہماری تو ابھی" شادی بھی نہیں ہوئی۔" پہلا جو کھڑا ہوا تھا وہ اسے سمجھانے لگا۔ ان کا ارادہ اسے ساتھ لے جانے کا تھا۔ وہ کب سے چھپ کر اس کا پیچھا کر رہے تھے جو اپنے آپ میں گم چلتی جا رہی تھی۔

نہیں مرتے بیٹھو تم! ورنہ ابھی باڈی گارڈ سے کہہ کر ہڈیاں تڑوا دوں گی۔" وہ اسکے انکار پر غصے سے چیخی تو ناچار دونوں کو دو" منٹ بیٹھ کر اسے اپنا یقین دلانا پڑا کہ وہ بہت اچھے انسان تھے وہ ان پر بھروسہ کر سکتی تھی۔

پوچھو گے نہیں رو کیوں رہی ہوں؟" کلچ سے ٹشو نکال کر اس نے ناک صاف کرتے دونوں سے کہا تو وہ اثبات میں سر" ہلانے لگے۔

رو کیوں رہی ہو رانی؟" دونوں نے پچکارتے پوچھا تو اسکی آنکھیں بھر آئیں۔"

مت پوچھو کیوں رو رہی ہوں؟" وہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔ ان دونوں کو جھٹکا لگا۔"

ابھی اس نے ہی تو کہا تھا پوچھو اور اب پوچھنے پر مت پوچھو۔

یار ہم کیا کر رہے ہیں؟ اٹھا کر لے چلتے ہیں۔" ایک نے دوسرے کے کان میں کہا تو اس نے ہانیہ کو دیکھا۔"

پہلے ہی رو رو کر مر رہی ہے تھوڑا سنبھلنے دو پھر کرتے ہیں کچھ ورنہ ایسے دل نا پھٹ جائے لڑکی کا۔ کوئی عام شخصیت نہیں" لگ رہی یہ مروا سکتی ہے، سنا نہیں، کیا کہا تھا اس نے باڈی گارڈ!" دوسرے لڑکے کے سمجھانے پر پہلے والا سر ہلانے لگا۔

میرے ساتھ بہت برا کر رہے ہو۔" وہ بھاری آواز میں منہ صاف کرتی بولی کہ اس کی بات پر دونوں گھبرا گئے۔"

ہیں؟ ہم نے کیا کیا؟؟" دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا کہ ابھی تو کچھ کیا بھی نہیں کہیں دونوں کی باتیں سن تو نہیں لیں" اس نے؟

تم دونوں سے نہیں کہہ رہی۔" ہانیہ سر نفی میں ہلاتی کرتی مسکرائی تو انکا تھوڑا سانس بحال ہوا۔"

اگر اس نے تانیہ سے بات کی تو میں اسکا سر کٹوا دوں گی۔ وہ مجھے جانتا نہیں ہے مجھے، ٹھیک کہا نا؟" اس نے دونوں کی رائے" لی تو وہ گھبراتے ہوئے زور و شور سے ہاں کرنے لگے۔

یار کہیں سیریل کلر تو نہیں۔ ہمیں پھنسا رہی ہے جال میں۔" ایک نے دوسرے کے کان میں اسکی دھمکی سن کر کہا تو" دوسرا خوفزدہ ہو گیا۔

نہیں معصوم ہے ایسی نہیں ہو سکتی۔" وہ اپنے دل کے ساتھ اسے بھی تسلی دینے لگا تو دوسرا چپ ہو گیا۔"

کیا کھسر پھسر کر رہے ہو؟ زور سے بولو کیا تم مردوں کو بیماری ہے کھسر پھسر کرنے کی اگر آئندہ میرے سامنے کھسر پھسر" کی تو زبان کاٹ دوں گی آئی سمجھ۔" وہ ان دونوں کو اپنے دکھ سنانے بیٹھی تھی پر دونوں اپنی ہی کھسر پھسر میں لگے ہوئے تھے۔ وہ یہ دیکھ کر چلا اٹھی اور وہ اس کے چلانے پر گھبرا گئے۔

ورلڈ فیمس بہرام ملک کو جانتے ہو؟" اس نے کچھ سوچتے ہوئے سوال کیا تو دونوں نے نا سمجھی سے ایک دوسرے کو دیکھا" پھر اپنا سر نفی میں ہلایا۔

دیکھا" اس نے خوش ہو کر تالی بجائی۔" چلو اس گھٹیا بزنس کے کیڑے کے پاس تاکہ میں اسے بتاؤں یہ دونوں تمہیں" نہیں جانتے۔" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور وہ دونوں بھی ساتھ کھڑے ہوئے۔

کمینے مجھے لگتا ہے سیریل کلر ہے اور اب ہمیں بے وقوف بنا کر لے کر جا رہی ہے ورنہ کیسے کوئی اس قدر حسین لڑکی رات" کے دو بجے تنہا باہر نکل سکتی ہے۔ مان نا مان یہ کوئی بھوتنی ہے یا کوئی قاتل۔" ایک اپنے ساتھی کے کان میں پھر سے کھسر پھسر کرنے لگا۔ ہانیہ نے غصے سے اسے دیکھا۔

بہن تو ایسا کر یہیں رک میں کچھ مزید لوگوں کو لے کر آتا ہوں۔ وہ بھی نہیں جانتے بہرام ملک کو۔" وہ دونوں اپنے" منصوبے کو بھاڑ میں بھیجتے اپنی جان بچا کر یہاں سے بھاگنے لگے۔

اے رک! ورنہ ابھی گولی چلا دوں گی۔" انہیں بھاگتے دیکھ کر ہانیہ پیچھے سے گلا پھاڑ کر چیخی۔"

سب مجھ جیسے نہیں ہوں گے جو آپکی اس قدر خوفناک دھمکیوں کو برداشت کریں گے۔" بہزاد نے پیچھے سے جھک کر" مسکراتے لہجے میں اسکے کان میں سرگوشی کی۔ اس اچانک سرگوشی پر اس ویرانے میں ہانیہ کی چیخ میں بلند ہوئی۔

آہ آہ بھوت بھوت!" وہ ہاتھ پیر مارتی آنکھیں میچ کر چیختی رہی اور اسکی حالت کو دیکھتے بہزاد نے قہقہہ لگایا۔"

میڈم میں ہوں وائلڈ مین!" اس نے مسکراہٹ ضبط کرتے اسے شانوں سے پکڑ کر روکا، تو وہ اس آواز پہچانتی آہستہ آہستہ" آنکھیں کھولتی چپ ہو گئی۔ اندھیرے میں سامنے کھڑے بہزاد کو دیکھ کر اسکا دل دھڑک اٹھا۔ بہزاد نے مسکرا کر اسکی سرخ سوجی آنکھوں میں دیکھا۔

چٹاخ!" اگلے ہی لمحے ایک زوردار آواز خاموش فضا میں گونجی۔ بہزاد نے حیرت سے اپنے گال پر ہاتھ رکھا۔"

یو وائلڈ مین! کمینے لفنگے لوفر دو ٹکے کے باڈی گارڈ کہاں تھے اتنے دن؟" وہ چیخ چیخ کر روتی ہوئی اسکے سینے پر دونوں ہاتھوں" کے مکے برسانے لگی۔

میڈم! بس کردیں انسان ہوں۔" وہ اسکی کلائیاں پکڑتے کراہ اٹھا۔ وہ رکی اور اسے دیکھنے لگی۔"

میں تمہیں ابھی کے ابھی فارغ کرتی ہوں جاب سے، مجھے نہیں چاہیے ایسا گھٹیا باڈی گارڈ!" وہ اسکے کالر کو پکڑتی جھٹکا دیتی" چیخی اور بہزاد مسکرادیا۔ اسکی مسکراہٹ پر ہانیہ خاموش ہوتی اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

بیری! تم بیری ہونا؟" وہ پھوٹ پھوٹ کر روپڑی اور اسکا چہرا ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر پوچھنے لگی۔ بہزاد کی آنکھیں" بھر آئیں پر وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔ وہ کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا اپنی میڈم کی تکلیف پر۔

کیا ہوا ہے میڈم؟" اس نے بھی اسکے چہرے کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں بھرا اور وہ اسکا سہارا پا کر اسکے سینے میں چھپ" گئی۔

بیری! مجھے چھپا دو۔ مجھے اپنے ساتھ لے جاؤ۔ مجھے یہاں بہت ہرٹ کرتے ہیں لوگ۔" بہزاد نے آنکھیں موندلیں اور" آہستہ سے اپنے بازوؤں کا حصار اسکی نازک کمر کے گرد بنایا۔

دونوں خاموش کھڑے تھے۔ وہ خاموش ہوگئی تھی اپنے گرد اسکا حصار پا کر اور وہ۔۔۔ اتنے دن بعد اسے سامنے پا کر بے خود سا، کچھ دیر کیلئے اسکا درد دکھ سب کچھ خود میں منتقل کرنے لگا۔ اسے اپنی بانہوں کے حصار میں لے کر اپنی موجودگی کا احساس دلاتا خود میں چھپانے لگا۔

کون ہے بیری میڈم؟" اسکا چہرا اوپر اٹھاتے پوچھا۔ ہانیہ نے اس سوال پر نظریں اٹھائیں اور اسے دیکھا۔"

تم!" فوراً جواب دیا"

میں؟" وہ حیرت سے بولا۔"

ہاں تم!" وہ اپنی بات پر زور دے کر بولی۔"

مگر میڈم میں تو بہزاد ہوں، بیری نہیں۔" اس نے ہانیہ کی تصیح کی۔"

میرے لیے، میرے دل کے لئے تم ہی بیری ہو۔" وہ اسکا چہرہ اپنے روئی جیسے نرم ہاتھوں میں بھر کر بولی۔"

اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ کل جائے گی اور کیسے بھی کر کے اس گھٹیا انسان سے جواب لے گی۔ پھر اس سے طلاق لے کر بہزاد کے بارے میں اپنے ڈیڈ سے بات کرے گی کہ وہ ہادی سے نہیں بہزاد سے شادی کرنا چاہتی ہے اور اگر آپ دولت و حیثیت کو بیچ لائے تو اپنی بیٹی کا مرا منہ دیکھیں گے۔

آپکے دل کیلئے ؟" وہ حیران ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا تو ہانیہ نے ابرو اچکائے۔"

ابھی ہگ کس خوشی میں کیا؟" وہ غصے سے کمر پر ہاتھ رکھ کر پوچھنے لگی وہ کھسیا گیا۔"

وہ میڈم!" اسے سمجھ نا آیا کیا جواب دے گھر سے تو بہت کچھ سوچ کر نکلا تھا پر اسے سامنے پاتے ہی وہ الجھ رہا تھا کیا کہے ؟"

ہانیہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکی۔ ایسا ہی تو تھا وہ، جب بھی پاس آتا تھا ہر غم ہر درد بھلا دیتا تھا تو پھر وہ کیوں نا اسکی سمت کھنچتی؟

اسے نا اسکے حلیے کی پرواہ تھی نا ہی اسکے اسٹینڈرڈ کی، وہ صرف سکون چاہتی تھی۔ ویسے بھی وہ اس قید سے بیزار ہو گئی تھی جس میں سر پر ہر وقت موت کا فرشتہ سوار رہے۔

اگر کچھ بھی الٹا سیدھا کہا تو ابھی مسل کر رکھ دوں گی۔" وہ ایک ہاتھ سے اسکا کالر پکڑتی غرائی بہزاد نے قہقہہ لگایا۔"

آپ کالر کو تو چھوڑیں۔ اس وقت میں ڈیوٹی پر نہیں ہوں۔" اسکے کہنے پر ہانیہ نے مسکراتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے بھی" اسکے کالر کو پکڑ لیا اور اپنے پاؤں اسکے شوز کے اوپر رکھ کر کھڑی ہو گئی۔ بہزاد اپنی سانس روک کر اسے دیکھنے لگا۔ وہ اس کے بے حد نزدیک تھی۔ اتنا نزدیک کہ اسکی پلکیں اسکی پلکوں کو چھو رہی تھیں۔ ہانیہ نے اپن ناک اسکی ناک سے جوڑی۔

آیئے میں آپکو گھر چھوڑ آؤں۔" وہ کترا کر بولا مگر وہ ویسے ہی آنکھیں بند کیے اسکے ساتھ کھڑی رہی، اسکی گردن میں" اپنے دونوں بازو حمائل کیے۔ بہزاد کی سانس اس کی سانسوں سے الجھ رہی تھی۔

میڈم!" وہ بے چارگی سے بولا۔ اسکے گرنے کے ڈر سے بہت آہستگی سے اسکی نازک کمر میں اپنا بازو ڈالا۔ اسکے لمس پر ہانیہ " کی سانس اٹک گئی۔

شش!! تم اسے بتا دو باڈی گارڈ کہ میں صرف تمہاری ہوں، اپنے بیری کی اور کسی کی نہیں۔" اسکے کہنے پر بہزاد نے بھی" مسکراتے ہوئے اسکے گرد اپنا حصار تنگ کیا۔

تم اور کسی کی ہو بھی نہیں سکتی ہنی!" اس نے دل میں کہتے اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔ ہانیہ مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی" تھی۔ وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اسے اپنی بائیک کے پاس لایا۔ اسکی سبز جھیل سی آنکھوں میں دیکھتے اسے نیچے اتارا وہ شرما کر پلکیں جھکا گئی۔ جس پر بہزاد کے لبوں کو خوبصورت مسکراہٹ نے چھوا۔

تم یہاں کیسے پہنچے؟" اسکے کلچ اٹھا کر واپس آنے پر ہانیہ نے پوچھا۔"

جہاں آپ ہوتی ہیں وہیں میں ہوتا ہوں۔ میڈم! اس لیے تو آپکا باڈی گارڈ بنا ہوں۔" وہ بائیک پر بیٹھا اور اسے سٹارٹ کیا۔" یہ بائیک اس نے پہلی سیلری ملنے پر لی تھی۔

اوہ! تو تمہارا مطلب تم چھٹی پر ہونے کے باوجود بھی ڈیوٹی کر رہے تھے؟" وہ اسکے اشارے پر اسکے پیچھے بائیک پر بیٹھتی" گویا ہوئی۔ بہزاد نے کوئی جواب نا دیا البتہ بائیک آگے بڑھا دی اور ہانیہ نے مسکراتے ہوئے اسکی پشت پر اپنا سر ٹکایا۔

میں بائیک پر پہلی بار بیٹھ رہی ہوں۔" وہ دونوں بازو ہوا میں پھیلا کر خوشی سے کھکھلا اٹھی۔"

جانتا ہوں." بہزاد نے اسے بیک ویو مرر سے دیکھا اور مسکرا دیا۔"

"آپ اتنی رات میں پارٹی سے باہر کیوں نکلیں؟"

اسکے سوال پر ہانیہ کے چہرے سے چھلکتی خوشی غائب ہو گئی۔

بس کسی گھٹیا ترین انسان کی وجہ سے۔" وہ تلخی سے بولی۔"

ضرور اسکے انکل کا بیٹا ہو گا۔" بہزاد نے مسکرا کر سوچا۔"

سنو کچھ ایسا کرو نا کہ سب دکھ ختم ہو جائیں اور میں بھی خود کو خوش نصیب محسوس کروں۔" وہ اسکے کندھوں پر ہاتھ " رکھتی آس سے بولی۔

میں تھک گئی ہوں اور مزید کچھ برداشت نہیں کر سکتی۔ ابھی تو ڈیڈ نے پتا نہیں کون ساواویلا کرنا ہے ہماری شادی پر۔" وہ" کچھ نا بولا کیا کہتا کچھ کہہ ہی نہیں سکتا تھا۔

میڈم! آپ یہ پہن لیں۔ ہم شہر میں داخل ہونے والے ہیں۔ آپکے پاؤں ننگے ہیں اور حالت بھی بکھری ہوئی ہے۔" اس" نے بائیک روک کر ہیلمٹ اسکی طرف بڑھایا جسے ہانیہ نے مسکرا کر تھام لیا۔

اپنے بالوں کو جوڑے کی قید سے آزاد کروا کر اپنے سر کو اس سے کور کر لیا اور اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر اسے بائیک اسٹارٹ کرنے کا کہا۔

شکر ہے میں پارٹی سے واپس آگئی تھی۔" وہ بائیک کی سواری پر خود کو آزاد فیل کرتی خوشی سے بولی۔ بہزاد نے تیوریاں" چڑھائیں۔

شکر کریں وہ دونوں لڑکے بزدل تھے اور آپ کے میک اپ والے فیس سے ڈر گئے ورنہ جانتی ہیں کیا ہوتا؟" وہ غصے سے " بولا تو اسکی بات پر ہانیہ کے لب سکڑے اور ناک سرخ ہوئی۔

واٹ ڈو یو مین وائلڈ مین؟ میں میک اپ میں کیسی لگ رہی ہوں؟ تمہارا مطلب ہے میں کوئی بھوتنی لگ رہی ہوں، جس" سے وہ ڈر کر بھاگ گئے؟" اس نے اپنے ناخن اسکے شانوں میں گھسیڑ دیے.

ماشاءاللہ کافی عقلمند ہیں۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا۔ اسکی غصے بھری آواز سن کر زن سے بائیک کی سپیڈ بڑھائی۔ جس سے وہ ڈر" کر اسکے مزید قریب ہوگئی اور جب اسکی حرکت سمجھی تو شرمندہ ہوتی اسکی پشت پر مکے مارنے لگی۔

سنو! پرسوں سے آجانا جاب پر اور یاد رکھنا تانیہ سے دور رہنا۔ وہ لومڑی مجھے بالکل نہیں پسند۔" اسکے وارن کرنے پر اس" نے سر ہلایا۔

ویسے میڈم آپ خوامخواہ تانیہ سے چڑتی ہیں وہ تو بہت سوئیٹ ہے۔وہ کیا کہتے ہیں؟ہاں ہنی جیسی میٹھی سی۔"ہانیہ جو اسکے" سر ہلانے سے مطمئن ہو کر آس پاس سے آتی جاتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔اس طرح کھل کر تازہ ہوا میں سانس لے رہی تھی۔بہزاد کی بات سنتے اور سمجھتے ٹھٹھک کر اسکے سر کو دیکھنے لگی۔

یو کمینے لفنگے وائلڈ مین!ہنی میں ہوں تمہاری ہنی انڈرسٹینڈ!اگر آئندہ میرے علاوہ کسی کو ہنی کہا تو تمہارا منہ توڑ دوں گی۔"

"نہیں ہے وہ کوئی اچھی وچھی،ایک نمبر کی بے کار ہے۔جب اسے پتا ہے تم میرے ہو تو پھر کیوں بیچ میں ٹانگ اڑا رہی ہے؟

.وہ اسکی گردن میں ناخن چبھو کر بولی۔وہ وہ کر اہ اٹھا

آہستہ میڈم!"اسکے منہ سے سسکاری نکلی تو وہ کھلکھلا اٹھی۔"

اتنے میں ہی مر جاتے ہو ہاہاہا!" اسکی گردن پر اپنے ناخنوں سے پڑنے والے سرخ نشانوں پر انگلی پھیری۔"

اگر اس چڑیل سے آئندہ بات کی نا تو ان ناخنوں سے تمہاری گردن دو حصوں میں تقسیم کر کے اپنے کتوں کے سامنے ڈش" بنا کر پیش کر دوں گی۔"وہ اسکی معصوم مگر خطرناک دھمکی پر جھٹ سے سر اثبات میں ہلانے لگا۔کچھ ہی دیر میں اپنی پشت پر اسکا نرم لمس محسوس کرتے اسکے اندر سکون کی لہر دوڑ گئی۔

*__________________________________*__________________________________*

کیا ہوا؟"حارث صاحب اسے موبائل جیب میں رکھتے دیکھ کر پوچھنے لگے۔"

کچھ نہیں جہاں سے لون لیا ہے ٹینڈر پر کام کرنے کیلیئے،وہاں کے بینک کی شرائط میں تبدیلی کر دی گئی ہے وہ بھی اچانک" سے اور اب وہ مجھے اس سے آگاہ کر رہے تھے۔میں نے کہا کہ یہ تو دھوکا ہے میرے ساتھ۔آپ پہلے بتا دیتے کہ دو ماہ کے بعد پیسے واپس نا کیے تو پراپرٹی سیل کر دی جائے گی تو میں کبھی آپ سے لون نا لیتا،تو انہوں نے کہا کہ کچھ وجوہات کی بنا پر یہ تبدیلی لائی گئی ہے شرائط میں،ابھی بھی دیر نہیں ہوئی ہے آپ پیسے واپس کر کے لون کینسل کروا سکتے ہیں۔"وہ غصے سے بتانے لگے حارث صاحب خود حیران ہوئے۔

بھئی یہ تو غلط ہے ایسے اچانک کیسے شرائط میں تبدیلی کر سکتے ہیں وہ۔ دو مہنیوں کے اندر پیسے واپس مطلب پہلے جو چار ماہ کی مہلت تھی وہ کینسل؟" انہوں نے حیرت کا اظہار کرتے پوچھا تو فواد صاحب نے پریشانی سے سر ہلایا۔

اب کیسے پیسے واپس دوں اتنا پیسہ؟ میرا تو لون لیا ہوا آدھا پیسا خرچ ہو چکا ہے ٹینڈر پر۔" انہوں نے پیشانی مسلی. حارث صاحب نے حوصلہ دینے کے لیے انکے شانے پر ہاتھ رکھا.

پریشان کیوں ہو رہے ہو؟ دو ماہ میں تمہارا ٹینڈر تیار ہو گا۔ مال بہرام ملک کے حوالے کرتے ہی پیسے تمہیں مل جائیں گے تم انہیں دے دینا۔ ٹینشن نا لو اور آئندہ کبھی وہاں سے لون مت لینا." انکی بات سے متفق ہوتے وہ یہاں وہاں دیکھنے لگے۔

ہنی بیٹا کہاں ہے؟ میں کافی روڈلی بیو کر گیا تھا اس سے." شرمندگی سے کہتے انہوں نے ہانیہ کو ہال میں ڈھونڈا، پر وہ کہیں نہیں ملی۔

یہیں کہیں ہو گی اپنی فرینڈز کے ساتھ." حارث صاحب نے بتایا۔"

تمہیں معلوم ہے مجھ پر حملہ کرنے والے میرے مخالف تھے۔ جو اب جیل میں پڑے ہیں۔ ابھی مہری آئی جی سے بات ہوئی ہے" حارث صاحب نے مسکراتے ہوئے بتایا تو وہ چونکے۔

کب؟" اتنی بڑی بات وہ اتنے آرام سے بتا رہے تھے۔"

وہ تو بڑا قصہ ہے پر ابھی پارٹی میں آنے سے پہلے کال آئی تھی۔ میڈیا میراری ایکشن جاننے کیلئے بے چین ہے تبھی تو باہر بھیڑ لگی ہوئی ہے." وہ ہنس پڑے۔

اچھا پھر ہانیہ کے ساتھ جو ہوا اسکا کچھ معلوم ہوا؟" فواد صاحب نے پوچھا۔"

نہیں، اسکا بھی میں معلوم کروالوں گا جلد ہی، الیکشن قریب ہیں پہلے وہ جیت جائیں پھر۔" حارث صاحب مایوسی سے بولے۔

فواد صاحب نے لب بھینچ لیے اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے انکا موبائل بجا۔

کیا؟؟؟" وہ دھاڑ کر بولے۔ پارٹی میں موجود کافی سارے گیسٹس انکے چلانے پر ان کی جانب مڑے۔"

کیا کر رہے ہو فواد؟" حارث صاحب نے ناگواری سے ٹوکا پر انکی سفید پڑتی رنگت دیکھ کر خاموش ہو گئے۔"

میرے پیچھے آؤ۔" وہ کہتے ہوئے دوسرے فلور پر جانے لگے، انکے پیچھے حارث صاحب بھی لفٹ میں داخل ہوئے۔"

کیا ہوا؟" لفٹ میں داخل ہوتے ہی حارث صاحب نے پوچھا۔"

حارث براک ڈینئل کا مرڈر ہو گیا ہے۔ کسی نے اسے دو گولیاں سینے میں ماری ہیں اور ایک اسکی ٹانگ میں۔" خوف میں" ڈوبی فواد کی آواز پر حارث صاحب کی رنگت زرد پڑ گئی۔

میں نے اسے دو گولیاں سینے میں ماریں اور اسے بچانے والے کو ایک گولی، ہاہاہاہا" سالوں پہلے کی آواز حارث صاحب کے" کانوں میں گونجی۔ انہوں نے بے ساختہ سر نفی میں ہلایا اور لفٹ کے رکنے پر وہ دونوں باہر نکل کر راہداری سے گزرتے بائیں جانب بنے ایک عالیشان روم میں داخل ہوئے۔

یہ کیسے ہو سکتا ہے فواد؟" انکے لہجے میں کپکپاہٹ تھی۔"

تم بھول رہے ہو اس نے یہ ایک نہیں، دوسرے بھی کئی مرڈر کیے ہیں۔" فواد صاحب نے انہیں یاد دلایا تو وہ ناسمجھی سے" دیکھنے لگے۔

روم میں کافی دیر سکوت چھایا رہا اور کچھ ہی دیر بعد روم کی فضا میں دونوں کے بلند و بانگ قہقہے گونجے۔

شکر ہے حرام خور گیا ورنہ اسے آؤٹ کرنے کا میں سوچ ہی رہا تھا." فواد صاحب کی مکروہ آواز گونجی۔"

چلو یہ تو جس نے بھی کیا اچھا کیا۔ اب اس ایس پی زبیر کا سوچو۔ دن بہ دن گلے پڑتا جا رہا ہے۔" حارث صاحب کے کہنے" پر فواد نے انہیں دیکھا.

اگر اس طرح سب کو نکالیں گے پھر سنبھالے گا کون اور اب براک کے حصے کا کام کون کرے گا؟" انکے سوال پر حارث" صاحب سوچ میں پڑ گئے۔

اگر اس ایس اپی نے مزید منہ کھولا تو کمشنر سے کہہ کر سسپنڈ کروا دیں گے۔" فواد صاحب کے آئیڈیے میں دم تھا جس پر "
حارث صاحب مسکرائے۔

.بہت خوب! ویسے تم جاؤ گے وہاں اسکے آخری مرتبہ دیدار کیلیئے؟" حارث صاحب نے منہ میں سگار دباتے پوچھا"

دفع کرواسے میں نے تھوڑی کہا تھا لڑکیوں کے پیچھے پڑے رہو، ویسے اس کے بھتیجے نے ہی مارا ہو گا اسے۔ کافی ٹائم پہلے "
بھی وہ اس پر دو تین اٹیک کروا چکا ہے۔" حارث صاحب کچھ چونکے اور پھر سر ہلا گئے۔

انکل آپ یہاں ہیں تو ہانیہ کہاں ہے؟" ہادی ناک کر تا روم میں آکر حارث صاحب سے پوچھنے لگا۔ وہ گھبرا کر صوفے سے "
اٹھ کھڑے ہوئے۔

کیا مطلب کہاں ہے؟ نیچے ہال میں ہے، میں اسے ابھی وہیں چھوڑ کر آیا تھا۔" انکا دل تیز دھڑکنے لگا. انہیں کچھ خوف سا "
.محسوس ہوا

نہیں ہے ہال میں۔ تانیہ کا کہنا ہے کہ اس نے ہانیہ کو بیک سائیڈ ڈور کی طرف جاتے ہوئے دیکھا تھا۔" فوسد اس بیو قوف "
لڑکی کی حرکت پر دانت پیسنے لگے اور حارث صاحب کا کاٹو تو بدن میں لہو نہیں والا حال تھا۔

مم۔۔۔ میں دیکھتا ہوں۔" انہوں نے کانپتے ہاتھوں سے اپنا موبائل نکالا اور کپکپاتی انگلیوں سے اسکا نمبر ڈائل کرنے "
لگے۔

ان کی بیٹی، ان کی جان، انکی آتی جاتی سانسوں کی ڈوری۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو؟

وہ تو کہیں کے نہیں رہتے، انکی تو زندگی ہی ختم ہو جاتی. فواد صاحب نے ہادی کو ایک گھوری ڈالی جو بیزاریت بھرے
تاثرات سجائے کھڑا تھا۔

ہیلو! ہیلو کہاں ہو تم ہانی؟ میری جان تم ٹھیک تو ہو؟ کہاں ہو؟ مجھے جلدی بتاؤ یہاں کیوں نہیں ہو؟" اس جے دو بیلز کے "
بعد کال پک کرنے پر انہوں نے سکون کا سانس لیا اور رومال نکال کر ماتھے سے پسینے صاف کرنے لگے۔

.اسکے بارے میں ذرا سا کسی کے منہ سے ایسا ویسا سنتے ہی انہیں لگتا تھا کہ اسے کچھ ہوا تو انکا دل بند ہو جائے گا

گھر! کس کے ساتھ گئیں تم اور کیسے؟ عبداللہ اور باقی کے گارڈز تو یہاں ہیں؟" وہ غصے اسکی نادانی پر دھاڑے" .

بہزاد!" دوسری طرف بہزاد کے نام پر سب چونکے" .

، اچھا تم اس سے کہو وہیں رہے۔ میں تم سے آ کر بات کرتا ہوں۔ اتنی بڑی نادانی کوئی کرتا ہے کیا اور تم اپنے روم میں رہو" خبردار باہر نکلیں تو، بہزاد سے کہو لاؤنج میں بیٹھے۔" وہ درشتگی سے حکم دیتے کال منقطع کر گئے۔ انہوں نے سکون کا سانس لیتے سگار کا کش لیا .

کیا ہوا انکل کہاں ہے ہنی؟" ہادی نے ضبط سے لب بھینچ کر اپنے ڈیڈ کو دیکھا جنہوں نے نظریں چرا لیں۔"

کچھ نہیں بیٹا ہنی کو شاید یہاں اچھا فیل نہیں ہو رہا تھا اسکی ابھی طبیعت ٹھیک نہیں تھی، اسلئے اس نے بہزاد کو بلایا اور گھر" آرام کرنے چلی گئی۔" حارث صاحب کے کہنے پر ہادی نے سمجھ کر سر ہلایا۔

اب تو دولت کو چھوڑ کر اسکے ڈیڈ کو کچھ غیرت آئے، کیا وہ اس لڑکی سے شادی کرے؟" وہ کڑھ کر سوچ رہا تھا۔"

ہانیہ کے پاس باڈی گارڈ کا نمبر بھی ہے؟" اس نے طنزیہ لہجہ اپنایا پر حارث صاحب اپنی سوچوں میں گم محسوس ہی نا" کر سکے۔

ہاں ضروری تھا اچانک ضرورت پڑ سکتی ہے۔" انکے جواب پر جہاں فواد صاحب نے ہاں میں ہاں ملائی وہیں ہادی طیش سے" دانت پیستا وہاں سے نکلا .

آپ دونوں بھی آ جائیں گیسٹس ویٹ کر رہے ہیں آپکا۔" وہ دونوں سے کہہ کر وہاں سے چلا گیا تو فواد صاحب نے حارث" صاحب کے چہرے کو دیکھا۔

پیسے آ گئے مال کے تمہارے اکاؤنٹ میں؟" انکے پوچھنے پر فواد صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔"

"ٹھیک ہے اس بار کچھ ویٹ کرو جب تک براک کی جگہ کسی کم پیسوں میں دوسرے بھروسے مند انسان کو تلاشیں۔" حارث صاحب نے آئندہ کا لائحہ عمل بتایا۔

ٹھیک ہے۔" فواد صاحب نے ہامی بھری"

ویسے معلوم ہے اس بار کروڑوں کی ڈیمانڈ کر رہا تھا سالا!" فواد صاحب کڑوے لہجے میں بولے۔"

کون براک؟" ان کی بات پر حارث صاحب چونکے۔"

ہاں وہی کمینہ کسی ایکٹریس گرل فرینڈ کو ڈائمنڈ والی نیل پالش لیکر دینی تھی۔ جو ابھی مارکیٹ میں آئی ہے۔ جس کی قیمت" کروڑوں میں تھی۔" فواد صاحب کی بات پر انہیں حیرت نہیں ہوئی تھی کیونکہ حارث صاحب کو معلوم تھا اس نے ساری زندگی سارا پیسہ ایسے ہی اڑایا تھا۔

تم نے بتایا نہیں کیسے تمہارے مخالف پکڑے گئے؟" فواد صاحب کے پوچھنے پر حارث صاحب نے انہیں ساری کارروائی کا" بتایا جس پر انہیں حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا۔

اچھا کیا اس لڑکے نے ریکارڈنگ کرلی جو پولیس اور میڈیا کے کام آگئی ویسے کافی چالاک لگتا ہے، بہت ہی تیز ہے۔" فواد" صاحب کی بات پر حارث صاحب نے مسکراتے ہوئے ہاں میں سر ہلایا.

کچھ بھی تھا وہ اسکا فرض تھا۔ اب اس پر نظر رکھو، کوئی اتنا بھی اپنا نہیں ہے وہ جس پر تم جیسے انسان نے آنکھیں بند کر کے" بھروسہ کرلیا ہے۔" لفٹ میں داخل ہوتے فواد صاحب کی طنزیہ آواز پر حارث صاحب کے لب مسکرائے۔

مجھے اس سے بہت سی امیدیں ہیں فواد، بے فکر رہو۔" وہ معنی خیزی سے کہتے فواد صاحب کو الجھا گئے. لفٹ سے نکلتے ہی وہ" ہال میں واپس داخل ہوئے.

*_____________*_____________*

بائیک خان مینشن کے پورچ میں رکی تو وہ مسکراتی ہوئی بائیک سے اتری۔ گارڈز کھڑے حیرت سے کبھی ایک دوسرے کو دیکھتے تو کبھی بہزاد کو جس کے پیچھے کھڑی ہانیہ خان انکی نک چڑھی میڈم بائیک سے ہیلمٹ اتار کر نیچے اتری تھی. شاک کی حالت میں مرنے کا مقام تھا انکے لئے۔

کھلی ہوا میں سانس لے کر آزادی سے گھوم کر اس نے آج خوب انجوائے کیا تھا۔

میڈم آپکا بٹوہ۔" بہزاد نے بائیک سے اتر کر اسکا کلچ اسے تھمایا۔"

.ہیں بٹوہ کیا؟" وہ کلچ تھام کر یہاں وہاں دیکھنے لگی"

میڈم اسے ہی بٹوہ کہتے ہیں۔ آپ تو انگلش والے لوگ ہیں پتا نہیں کیا کہتے ہوں گے۔ ہم سادہ لوگ بٹوہ کہتے ہیں۔ "اس" .نے کلچ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے سمجھایا۔ وہ حیران رہ گئی

بٹوہ" وہ اسے اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کرتی بڑبڑا کر اپنے کلچ کو دیکھنے لگی۔ وہ بائیک پر لٹکے شاپر کو اتار کر اسکے پیچھے آیا۔"

یہ کیا ہے؟" اس نے مڑ کر دیکھا تو پوچھا۔"

آپکے جوتے اور زیور۔ "اسکے مسکرا کر بتانے پر وہ حیران نہیں ہوئی کہ وہ کب سے اسکا پیچھا کر رہا تھا البتہ جوتوں اور زیور پر" ہنسی ضرور آئی۔

.لاؤنج میں آکر وہ صوفے پر گرنے کے انداز میں بیٹھی

تم لوگوں کی زندگی کتنی حسین ہے وائلڈ مین!" وہ رشک سے گویا ہوئی۔"

سوچ سوچ کی بات ہے میڈم ہم غریبوں کو امیروں کی زندگی حسین لگتی ہے اور امیروں کو ہماری۔" وہ مسکراتا ہوا شاپر" ٹیبل پر رکھ کر سامنے کھڑا ہوا۔

تم بیٹھو۔ "ہانیہ نے صوفے کی طرف اشارہ کیا"

یہیں ٹھیک ہوں۔ " بہزاد حیرت سے بولا۔"

کھانا کھایا ہے؟" وہ صوفے پر سیدھی بیٹھتی ہوئی بولی۔"

نہیں، یہاں سے جا کر کھالوں گا۔ اب میں جاؤں؟" اس نے اجازت مانگی اور ہانیہ نے تیوری چڑھا کر اسے دیکھا۔ کچھ کہنا" .چاہا اس سے پہلے ہی کلچ میں موجود موبائل بج اٹھا

میں دیکھ رہی ہوں، یہیں رہو۔" وہ اسے دو انگلیوں سے اپنی آنکھوں کی طرف اشارہ کرتی باور کروا رہی تھی کہ میں" تمہیں دیکھ رہی ہوں۔

یس ڈیڈ؟" وہ اٹھ کر اندر کچن کی طرف بڑھی۔"

گھر پر ہوں اور بہزاد کے ساتھ آئی ہوں. مجھے وہاں اچھا نہیں لگ رہا تھا. "ان کے استفسار پر اس نے بتایا۔"

.بہزاد موجود ہے، اوکے میں کہتی ہوں۔"اس نے بائے کہہ کر کال کاٹ دی"

.سنو باڈی گارڈ یہاں آؤ۔"اس نے کچن سے آواز لگائی تو وہ سر ہلاتا وہاں آیا"

جی میڈم!"وہ کچن میں آیا اور اسے دیکھا جو پانی کی بوتل منہ سے لگائے سر اٹھا کر پانی پی رہی تھی۔اسکی شفاف صراحی دار" گردن پر جیسے شبنم کے قطرے گرنے لگے۔بہزاد کے وجود میں اس منظر کو دیکھ کر سنسناہٹ ڈی پھیل گئی وہ گھبرا کر آنکھیں پھیر گیا۔

تم پیو گے ؟"وہی بوتل ہانیہ نے اسکی طرف بڑھائی۔بہزاد نے اس بوتل کو دیکھا پیاس تو اسے لگ رہی تھی پر وہ ایسی" گستاخی نہیں کر سکتا تھا۔

.نہیں"اس نے انکار کیا۔ہانیہ نے مسکرا کر اسے دیکھا"

.تم بہت ڈرتے ہو مجھ سے ہے نا؟"وہ مسکرائی"

نہیں میں ڈرتا نہیں، آپکی عزت کرتا ہوں. آپ میری میڈم ہیں۔جس میں آپ نے پانی پیا اسی سے میں پانی پی لوں تو اس" سے ہم دونوں کی حیثیت میں کیا فرق رہ جائے گا؟"بہزاد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ لب بھینچ گئی۔

بھاڑ میں بھیجو حیثیت کو۔جب میں کہہ رہی ہوں مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا حیثیت سے تو تم کیوں بار بار اسکا ذکر کرتے ہو؟" ایک بات کان کھول کر سن لو وائلڈ مین!"وہ چیختی ہوئی چھری اٹھا کر اسکی گردن پر رکھتی خطرناک تیور لیے بولی. بہزاد پھر .اس پر قصائی والا دورہ پڑتے دیکھ کر اپنی مسکراہٹ دبا گیا

،عزت کرتے رہو۔صرف میری نہیں سب لڑکیوں کی، پر یہ یاد رکھو کہ آئندہ تم جو بھی کہو اس میں کبھی حیثیت" اوقات، نفرت اور ناراضگی نہ ہو انڈرسٹینڈ!"اس نے کہتے ہوئے اپنے دوسرے ہاتھ میں موجود پانی کی بوتل بہزاد کے .لبوں سے لگادی اور اسکی گردن پر رکھی چھری پر زور دیا۔وہ بے بس ہو کر پانی پینے لگا

پکڑو بھی اب کیا سارا پانی میں پلاؤں گی؟" اسکے سینے پر بندھے ہاتھوں کو دیکھ کر وہ طنزیہ بولی تو اس نے مسکراتے ہوئے"
.بوتل پکڑلی۔ ایک نظر اسکی سبز آنکھوں پر ڈالتے ہوئے وہ بوتل کا منہ لبوں سے لگا گیا

آپکو ڈر نہیں لگتا مجھ سے؟" بوتل کاؤنٹر پر رکھتے ہوئے وہ بولا تو ہانیہ ٹھٹھک کر مڑی اور اسے دیکھنے لگی۔ جسکا لہجہ اور"
.بات ہی نہیں انداز بھی بدلہ ہوا تھا. وہ شاید اسے ڈرانا چاہتا تھا

نہیں" وہ مسکرا کر اعتماد سے بولی. بہزاد نے تمسخر سے ابرو اچکایا۔"

کیوں؟ گھر میں کوئی نہیں سوائے ہم دونوں کے۔" وہ اسے ڈرانا چاہتا تھا۔"

ایکسکیوز می! یہ میرا گھر ہے تمہارا نہیں، اگر تمہاری یاداشت کمزور ہے تو بتادوں کہ پانچ گارڈز باہر موجود ہیں۔ وہ میری"
ایک پکار پر دوڑتے ہوئے آئیں گے اور تمہارے سمجھنے سے پہلے تمہارا حلوہ بنادیں گے۔" وہ اکڑ کر بولی اور بہزاد نے سر کھجایا۔ وہ ہنسی اور پھر اچانک وہ ہوا جسکا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔

بہزاد نے آگے بڑھ کر اسکے دونوں ہاتھ پکڑے اور دوسرے ہاتھ سے اسکا منہ دبا کر اسکی پشت کاؤنٹر سے لگادی. بہزاد
.نے اسکی خوف سے پھیلی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ابرو اچکائی

اب بلاؤ اپنے گارڈز کو۔" وہ اسکے کان کے قریب جھک کر بولا۔ ہانیہ نے آگ بگولہ ہو کر مزاحمت کی۔"

بار بار قریب مت آیا کریں۔ آپکو تو کچھ نہیں پر ہمیں بہت فرق پڑتا ہے میڈم۔" وہ اس کے منہ سے ہاتھ ہٹا کر اسکے"
.چہرے سے بال ہٹانے لگا۔ ہانیہ کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا

وہ اسکے سرخ چہرے پر ایک مسکراتی نظر ڈال کر اسے جو سمجھانا چاہتا تھا سمجھا کر وہاں سے نکل کر لاؤنج میں آگیا اور وہ
.گہرے سانس لیتی اسکی پشت کو دیکھتی رہ گئی

وہ لاؤنج میں آئی اور اسے نظر انداز کرتی ہوئی ملازمہ کو بلا کر کھانا بنانے کا حکم دیتی خود چینج کرنے چلی گئی۔ جب وہ واپس آئی تو ملازمہ ڈائننگ ٹیبل پر کھانا لگا رہی تھی۔

جاؤاس باڈی گارڈ کو بلا کر لاؤ۔ "وہ حکم دیتی چیئر پر بیٹھ گئی۔ اسکے حکم پر ایک ملازمہ کچن میں چلی گئی اور دوسری بہزاد کو "
بلانے.

میڈم آپ نے بلایا؟" کچھ ہی دیر میں اسکے پیچھے سے آواز آئی ہانیہ کو اسکی کچھ دیر پہلے کی حرکت یاد آئی. اس منظر کو یاد "
کرتے اسکی سانس کی رفتار تیز ہونے لگی وہ اپنا غصہ بمشکل کنٹرول کیے بیٹھی تھی.

بیٹھو. "وہ آہستہ سے بولی. بہزاد نے اسکے لہجے پر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔ "

نائٹ سوٹ میں گولڈن چمکتے بالوں کے ساتھ اسکا سائیڈ فیس دکھ رہا تھا اور اسے اندازہ لگانے میں دیر نہیں ہوئی تھی کہ وہ
کافی غصہ ہے. اس لیے وہ چپ چاپ بیٹھ گیا.

ناراض ہیں؟" کچھ دیر بعد وہ شرمندگی سے پوچھنے لگا، ہانیہ نے غصے سے سر اٹھایا۔ "

تمہیں کیا لگتا ہے ناراض ہونا چاہیے؟" اسکے ہاتھ ایک پل کے لیے تھم گئے۔ وہ اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی "

ایک لحاظ سے ہونا چاہیے دوسرے سے نہیں۔ "وہ کندھے اچکا کر بولا۔ "

دونوں وجوہات بیان کرو چلو۔ "وہ حکم دیتی ہوئی بولی۔ "

پہلا یہ کہ میں آپکو بتانا چاہتا تھا کہ قریب آنے سے کیسا فیل ہوتا ہے. "وہ کچھ اسکی طرف جھک کر بولا۔ اسکے سرگوشی نما "
لہجے پہ وہ سرخ ہو کر نظریں اپنی پلیٹ پر جھکا گئی. یہ تو سچ تھا اسکی حالت خود غیر ہوگئی تھی.

اور دوسرا؟" اس نے خود کو سنبھال کر پوچھا".

زیادہ قصائی کی سپوتری مت بنا کریں میں اس سے زیادہ خطرناک ہوں. "وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔ اس فسوں خیز ماحول میں اسکے "
قہقہے نے سارا سحر توڑ دیا تھا۔ ہانیہ نے فورک اٹھا کر اسے مارا جسے اس نے کیچ کر لیا۔

بہت خطرناک ہیں آپ میڈم۔ "سر نفی میں ہلاتے وہ بولا۔ ہانیہ کھکھلا کر ہنسی۔ کچن میں کھڑی کُک اور ملازمہ ایک "
دوسرے کے چہرے کو دیکھ کر مسکرائیں۔

بچ کر رہنا. "دوسرا فورک اٹھا کر وہ اسے وارن کرنے لگی۔ "

مجھ سے ؟" بہزاد نے گہری نظروں سے دیکھتے اسے پھر سے ڈرانا چاہا" .

بچا کر رکھنا." اس نے مسکراتی نظروں سے دیکھا۔ "

دل میں چھپا کر رکھوں گا." بہزاد نے اپنی پلکوں کو ہلکا سا جھکا کر سر تسلیم خم کیا۔ اس نے کہا نہیں پر اسکی آنکھیں صاف" بول رہی تھیں جن سے ہانیہ کافی جھجھک رہی تھی۔ کچھ دیر بعد انھوں نے خاموشی سے کھانا کھایا۔ پھر ہانیہ اسے گڈ نائٹ وش کرتی ہوئی ہزاروں سپنے اپنی پلکوں پر سجائے اپنے روم میں سونے چلی گئی. وہ اسے بتا کر گئی تھی کہ ڈیڈ نے کہا ہے جب تک وہ آ نہیں جاتے بہزاد وہیں رک کر انکا انتظار کرے. بہزاد کا ارادہ بھی یہی تھا۔ ایسے کیسے اسے چھوڑ کر چلا جاتا. وہ سر ہلا کر لاؤنج میں بیٹھ گیا. رات تقریباً تین بجے کے قریب حارث صاحب گھر میں داخل ہوئے.

بہت بہت شکریہ بہزاد کہ تم یہاں موجود رہے اور اسے ٹھیک سے گھر پہنچا دیا ورنہ تو اس نے یوں اچانک وہاں سے" آکر میری جان نکالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ "حارث صاحب نے مشکور ہوتے کہا۔

". سر! یہ تو میرا فرض تھا۔ آپ بے فکر رہیں جب تک میری ڈیوٹی رہے گی آپ دونوں کو کچھ بھی نہیں ہونے دوں گا" اسکے اعتماد بھرے لہجے پر حارث صاحب مسکرائے .

رات بہت ہو گئی ہے یہیں رک جاؤ کوارٹر میں۔ "وہ اسکا خیال کرتے ہوئے بولے۔ "

نہیں سر! میں چلا جاؤں گا۔ ویسے بھی میڈم نے کہا ہے پرسوں سے آنا جاب پہ تو آج میں جا رہا ہوں." اس نے انکار کیا تو" حارث صاحب مزید اصرار کرنا مناسب نہ سمجھا۔

وہ اسکی بائیک دیکھ چکے تھے۔ اس لیے اسے ڈراپ کا نہیں کہا اور ٹھہرا اپنے روم کی جانب چلے گئے۔

بہزاد بائیک اسٹارٹ کرتا، خان مینشن سے نکل گیا۔ اپنے بستر پر لیٹے حارث صاحب کی سوچ اسکے ارد گرد گھوم رہی تھی کہ وہ کیسے اسے براک ڈینئل کی جگہ پر لائیں.

*________________*______________*

سر کوئی رومیصہ نامی لڑکی آپکا پوچھ رہی ہے۔"ریسیپشن پر موجود لڑکی نے سیاہ چادر میں چھپی رومیصہ کو دیکھتے ہوئے کان" .میں لگے ہینڈ فری سے ہادی کو مخاطب کیا. لیپ ٹاپ پر ٹھک ٹھک کرتی اسکی انگلیاں ساکت ہوئیں

.رومیصہ !وہ یہاں ؟"وہ بڑبڑایا"

جی سر !وہ آپ سے ملنا چاہتی ہیں۔ بھیج دوں انہیں ؟"وہ پروفیشنل انداز میں اجازت مانگنے لگی اور رومیصہ کبھی اسے دیکھتی" .تو کبھی اپنی انگلیاں مروڑنے لگتی

ڈیڈ ہیں یہاں ؟"اسے اپنے باپ کا خیال آیا۔"

نہیں سر وہ مل گئے ہوئے ہیں نیو ورکر کا کام دیکھنے. "ریسیپشنسٹ نے رپورٹ دی۔"

اوکے پھر اسے بھیج دو. "ہادی نے سکون کا سانس لیا۔"

اوکے سر !"وہ کال منقطع کرتی رومیصہ کو لفٹ اور تھرڈ فلور پر موجود ہادی کے روم کا رستہ سمجھاتی اپنے کام میں مصروف" .ہو گئی

شکریہ !"رومیصہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔"

مے آئی کم ان سر !"گلاس ڈور دھکیل کر اندر آتی وہ شرارت سے بولی۔"

.تم اندر آچکی ہو۔"اس نے بغیر نظریں اٹھائے تند و تیز لہجے میں کہا۔ وہ اسکا غصہ سمجھتی مسکرائی"

ہادی نے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر نا محسوس انداز میں اس پر سرسری نظر ڈالی اور انٹر کام پر پیون کو ایک کپ کافی اور ایک .کپ آئسکریم لانے کا کہا

.آپ ناراض ہیں ہادی !"وہ وہیں کھڑی بھرائی آواز میں اسکی سرد مہری پر بولی"

کیوں آئی ہو یہاں ؟کام بتاؤ اور جاؤ یہاں سے۔"وہ اسکی بات کو نظر انداز کرتا اٹھا اور پرنٹر سے پرنٹ ہو کر نکلتے پیجز کو" جمع کرتا فائل کی شکل دینے لگا۔ وہ خاموشی سے اسکے بے گانے تاثرات کو دیکھنے لگی۔

مے آئی کم ان سر !"دروازے پر دستک سن کر رومیصہ کی آواز اس کے گلے میں ہی دب گئی۔"

آجاؤ" اجازت دیتے ہوئے وہ واپس اپنی چیئر پر بیٹھ گیا۔ "

یہ سامنے ٹیبل پر رکھ دو۔ "اس نے پیون کے ہاتھ میں موجود ٹرے کی طرف اشارہ کرتے سامنے میز اور اسکے گرد رکھے" ٹو سیٹر صوفے کی جانب اشارہ کیا۔ پیون سر ہلاتا ایک نظر سائیڈ پر بلیک چادر میں کھڑی رومیصہ پر ڈال کر کافی کا کپ اور آئسکریم رکھ کر جانے کی اجازت مانگنے لگا .

یہ لو اس کی دو کاپیز کرواؤ۔ ایک ڈیڈ کو دینا اور دوسری مینیجر کو. "اس نے وہ فائل اسکی جانب بڑھاتے ہوئے کہا اور اسے" جانے کی اجازت دی۔

اوکے سر!" وہ کہہ کر چلا گیا تھا" .

آپ میری مجبوری سمجھ کیوں نہیں رہے ہادی؟ میں کیسے آسکتی تھی ان امیر لوگوں کی پارٹی میں؟ اگر کوئی پوچھتا میں کون" ہوں تو تم کیا کہتے کہ یہ ایک ملازمہ کی بیٹی ہے۔ جس سے میں محبت کرتا ہوں اور موویز کی طرح اسکے لیے سب سے لڑ کر اب شادی کروں گا؟" وہ مجبوری اور احساس کمتری کا شکار ہوتی چیخ پڑی. ہادی نے گھور کر اسے دیکھا جسکی آنکھیں پانیوں سے بھر چکی تھیں۔

جب محبت کی ہے تو نبھاؤں گا بھی مس رومیصہ! اسکے لیے مجھے جان بھی دینی پڑی تو دوں گا پر تمہیں صرف اپنا بناؤں گا" آئی سمجھ؟" وہ اٹھ کر اسکے قریب پہنچ کر اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھر کر اسکی بھیگی آنکھوں کو دیکھتا دل کی گہرائیوں سے کہہ رہا تھا. جہاں وہ بستی تھی جبکہ پلکوں کی نوک پر رکے رومیصہ کے آنسو اس کے گالوں پر پھسل آئے۔

ایسا کیسے ممکن ہو سکتا ہے ہادی؟ آپکے ڈیڈ! وہ آپکی شادی آپکی کزن سے کروانا چاہتے ہیں۔ اسکا کیا؟ کیا وہ آپکی شادی منسٹر" کی بیٹی کے بجائے ملازمہ کی بیٹی سے کروائیں گے اور آپ جانتے ہیں بھاگ کر یا کورٹ میرج میں بھی نہیں کروں گی. "اس تلخ حقیقت پر ہادی نے تکلیف سے آنکھیں میچ کر کھولیں تو رومیصہ نے دیکھا اسکی آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

یہی تو میری مجبوری ہے ہارٹ بیٹ کہ میں تمہیں نا تکلیف دے سکتا ہوں نا ہی رسوا کر سکتا ہوں ورنہ تو کب کا تمہیں اغوا" کر کے دور بہت دور لے جاتا۔ دولت کا نہیں رشتوں کا آشیانہ بنالیتا پر تمہیں میں عزت کے ساتھ پورے پروٹوکول سے

رخصت کروانا چاہتا ہوں نا کہ تمہاری کمزوری کا فائدہ اٹھا کر تمہیں رسوا کرنا." وہ اسے سینے سے لگائے صوفے پر آیا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔

پر آپ جانتے ہیں اب تک تو صرف دولت نے فتح پائی ہے انسانوں پر۔ یہ کیسے ممکن ہو گا ناٹ پاسیبل." وہ منہ بنا کر" افسردگی سے بولی۔ ہادی نے اسکی ناامیدی پر اسے گھورا۔

ساتھ تو دے نہیں سکتیں، آمین ہی کہہ دو ظالم۔" دومنٹ میں ہی اسکا موڈ ٹھیک ہو گیا تھا۔"

یہی تو اسکی خاصیت تھی کہ ایک پل میں ولن دوسرے پل میں ہیرو۔

آمین ثم آمین." وہ آنکھیں میچ کر شرارت سے مسکراتی شرماتی ہوئی بولی۔ اسکی ادا پر نثار ہوتے ہادی چوہان کا دلکش قہقہہ" کمرے کی فضا میں گونجا.

آئی لو یو ہارٹ بیٹ! کاش تم امیر ہوتیں اور میں تمہارا ملازم ہوتا." وہ اسکے سر پر لب رکھتا شدت سے اپنی خواہش کا اظہار" کرتا بولا۔ رومیصہ اسکی خواہش پر کھکھلا اٹھی.

ارے حضور! آپ تو مجھ سے ناراض تھے نا؟" اسکی پر تپش نظروں پر وہ اپنی جھجک مٹانے کیلئے گویا ہوئی۔"

ارے حضور کی جان! کس نے کہا میں ناراض نہیں؟" بے شک وہ ناراض نہیں بس تھوڑا سا خفا تھا اور اس خفگی میں ساری" رات اور صبح سے اسکی کالز اٹینڈ نہیں کر رہا تھا۔ جس سے وہ مجبور ہو کر یہاں چلی آئی تھی۔

آپکے انداز سے اندازہ لگایا." وہ اسکی طرف دیکھتی ہوئی بولی۔ ہادی نے اس کو جان لٹاتی نظروں سے دیکھا۔"

انداز جان لیتی ہو؟" اپنی انگلی اسکی ٹھوڑی پر رکھی اور اسکا سر اونچا کیا۔"

صرف آپکے۔" وہ اسکی کالی آنکھوں میں دیکھتی اپنی سنہری آنکھیں جھپکا گئی" .

پھر اب میرے انداز کیا کہہ رہے ہیں؟" وہ ذرا سا قریب ہوا، رومیصہ گھبرائی۔"

آپکے انداز کہہ رہے ہیں۔۔۔" وہ اسکی آنکھوں کی بے باکی پر شرم سے لال پڑ گئی تھی" .

ہاں آگے بھی کچھ کہہ رہے ہیں وہ سناؤ۔"اس نے اپنی چار انگلیوں پر اسکی ٹھوڑی ٹکائی اور انگوٹھا اسکے نچلے لب کے نیچے" پھیرنے لگا۔ وہ کپکپا اٹھی۔

آپکے انداز کہہ رہے ہیں کہ آپ ایک موقع پرست اور ٹھرکی انسان ہیں."اچانک سے اسے پیچھے دھکا دیتی وہ بل کھا کر" اس سے دور ہو کر کھڑی ہو گئی۔ اپنی چادر کو اچھی طرح سے اپنے گرد پھیلا کر خود کو اسکی نظروں سے چھپا لیا۔

ہاہاہاواہ اس قدر ماہر بیوی ملے گی مجھے مستقبل میں کہ مجھے اپنے منہ کو تکلیف ہی نہیں دینی پڑے گی۔"اسکے بلند و بانگ" قہقہے اور دلکش آواز پر اسکی پلکیں لرز گئیں.

آپ بہت بدتمیز ہیں ہادی! مجھے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا. رہتے ناراض مجھے فرق ہی نہیں پڑنا چاہیے تھا."وہ کانپتے ہاتھ" کی ہتھیلی سے ماتھے پر آئے شبنم کے قطرے صاف کر کے بولی۔ اسکی حالت پر ہادی کو بھی رحم آ گیا. اس نے تو صرف محبت سے اسکے لبوں کو دیکھا تھا اور تو کچھ نہیں کیا تھا پھر بھی اس قدر ناراضگی.

اب نہیں کرتا کچھ یہاں آؤ اور یہ آئسکریم ختم کرو جلدی سے."اس نے کہتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی اور کافی کا کپ" اٹھا کر منہ سے لگا لیا۔

وہ اس پر چور نظریں ڈالتی دوسرے صوفے پر بیٹھ گئی۔ اسکی احتیاط پر ہادی اپنی مسکراہٹ کپ کے پیچھے ہی چھپا گیا۔

تمہیں معلوم ہے پارٹی میں، میں تمہیں اپنے ڈیڈ سے ملوانا چاہتا تھا."اس نے سنجیدگی سے کہا تو چمچ منہ میں ڈالتی رومیصہ" اسے دیکھنے لگی۔

کیا فائدہ ہوتا؟ الٹا تماشہ بن جاتا میرا اور شاید مجھے غریبی اور آپکو پھنسانے کے طعنے بھی ملتے."وہ اداسی سے بولی".

ایسا نہیں ہوتا ہارٹ بیٹ! وہ بھی میرے سامنے ناٹ پاسیبل۔ اگر تمہیں کوئی میرے سامنے کچھ کہے تو میں اسکی جان لے" لوں گا۔ تم میری جان ہو، میری آتی جاتی سانسوں کی ڈور ہو تم۔"وہ شدت سے بول رہا تھا۔ اسکی اس قدر دیوانگی پر رومیصہ بھی ششدر تھی.

اگر کبھی ہم ایک نا ہو سکے ؟ تمہیں مجھ میں اور تمہارے ڈیڈ میں سے کسی ایک کو چننا پڑا تو؟" وہ سیدھا اسکی کالی آنکھوں"
.میں جھانکتی تلوار سے بھی تیز وار کر گئی

ہادی کچھ پل اسے دیکھتا رہا اور پھر گلا کھنکار کر گویا ہوا۔ رومیصہ سانس روکتی خو کو اپنی زندگی اور موت کے دہانے پر محسوس کرنے لگی۔

پہلی بات میری محبت میں لالچ یا جسمانی ہوس نہیں، میں بس تمہارے ساتھ زندگی گذارنا چاہتا ہوں، ساری زندگی بغیر" ماں کے سائے، بغیر محبت کے گزاری ہے۔ جہاں دیکھا لالچ، دولت کی ریل پیل اور اس دولت کو زیادہ سے زیادہ کرنے کی جستجو دیکھی ہے۔ بیرونِ ملک بینکوں میں جائیدادیں بنانے کا جنون بچپن سے یہی سب سنا ہے میں نے۔ اسکی خواہش میں نے بھی کی کیونکہ صحبت گہرا اثر ڈالتی ہے اور بس میں بھی اسکا عادی بھی ہونے لگا تھا۔ اپنے باپ کے کہے پر عمل کرتے ہوئے میں نے ہانیہ کو اپنی محبت کے جال میں پھنسانے کی کافی حد تک کوشش بھی کی. پھر تم میری زندگی میں آئیں تب میں نے جانا کہ زندگی صرف دولت سے نہیں محبت سے بھی جی جاتی ہے۔ تمہیں جانا، تم سے ملا تمہیں محسوس کیا، پھر جیسے برسوں سے سوئی محبت کی پیاس انگڑائی لے کر بیدار ہوئی اور میں نے ہانیہ خان کے ساتھ تمہیں بھی اپنی زندگی میں شامل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تاکہ میں اپنے باپ کیلئے دولت اور اپنی محبت بھی حاصل کر سکوں۔" وہ نظریں کپ پر جھکائے مجرم بنا
.بول رہا تھا۔ غور سے سنتی رومیصہ کا منہ کھل گیا

.ہادی!" اس نے صدمے سے چور آواز میں پکارا"

پہلے میری پوری بات سن لو ہارٹ بیٹ!" ہادی نے جھکی نظروں سے اسے کہا. رومیصہ اپنے اندر ہمت پیدا کرنے لگی مزید" انکشافات کیلئے. وہ اٹھ کر اسکے ساتھ بیٹھا اور اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھر کر اسکی سنہری آنکھوں میں اپنی کالی سیاہ آنکھیں ڈالیں۔

یہ میری لالچ تھی کہ میں دولت اور اپنی محبت دونوں حاصل کروں۔ پر تم نے سنا ہے ناکہ جہاں محبت آجائے وہاں" سارے برے احساسات مر جاتے ہیں۔ ویسے ہی مجھے بھی یہ ساری چیزیں، دولت عیش و آرام اور یہ آزادی بھی، سب کچھ

ایک گناہ سا لگنے لگا۔ ایک بوجھ سا محسوس ہوا مجھے اپنے کندھوں پر، اسی کشمکش میں میری زندگی عذاب سی ہوگئی تھی۔ سمجھ نہیں آرہا تھا کیا کروں کیا نا کروں؟ بالکل پاگل بنا پھر رہا تھا۔ اندر ہی اندر تڑپ رہا تھا کہ ایک رات روتے ہوئے اس مرض سے خود کو آزاد کروانے کی دعا کرتے ہوئے سویا اور پھر۔۔۔" وہ کہتے کہتے رکا۔

اور پھر؟؟" رومیصہ نے بے قراری سے پوچھا۔"

اور پھر میں نے ایک خواب دیکھا۔ ایک تنگ و تاریک سا کمرہ یا تہہ خانہ تھا جس کا اندازہ لگانا بہت مشکل تھا۔ ہوا کا ایک" جھونکا بھی میرے قریب نہیں آرہا تھا جس میں میں سانس لے پاتا۔

میرے لب پیاس کی شدت سے خشک ہوتے بنجر ہوگئے تھے اور حلق میں کانٹے سے پڑ گئے تھے۔ میں قیدی کی طرح کھڑا تھا اور پھر اچانک ہی مدھم سی روشنی اس کمرے کے دونوں کونوں کو روشن کر گئی. میں نے اپنی بھیگی آنکھیں اٹھائیں تو دیکھا "!کہ ایک کونے میں دولت ہے اور دوسری طرف تم

میں دولت کی طرف جاتا تو تم غائب ہو جاتیں اور میں تمہاری غیر موجودگی پر بن پانی کی مچھلی کی طرح تڑپ جاتا اور تمہاری طرف تمہیں پانے کیلئے بھاگتا تو دوسری طرف دولت غائب ہو جاتی۔ میرے سامنے وہ عیش و آرام جس کا میں بچپن سے عادی ہوں وہ سب گھوم جاتے اور میں پاگلوں کی طرح سر پکڑ کر روتا نیچے بیٹھ گیا. پھر تمہیں معلوم ہے کیا ہوا؟" وہ مسکرا رہا تھا اور رومیصہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھتی رہی۔

کیا ہوا؟" اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔"

،مجھے اپنے پیچھے سے ڈیڈ کی آواز آئی اور وہ مجھ سے لڑ رہے تھے کہ شرم کرو۔ تم رو رہے ہو. مرد بنو اور جاؤ دولت اٹھالو" لڑکیاں ہزار ملیں گی تمہیں."اسکی بات پر رومیصہ نے لب بھینچے۔

میں نے انہیں دیکھا اور پھر تمہاری طرف دیکھا۔ تم نے کہا یہ سچ ہے کہ تمہیں سب کچھ ملے گا۔ ہزار لڑکیاں بھی پر میں" نہیں ملوں گی اور پھر دولت کو دیکھا تو اس کونے سے آواز آئی کہ دولت میں یہ بھی حاصل ہو جائے گی اگر تم غور کرو تو۔ میری پیاس مزید بڑھ گئی اور میں خوش ہو کر اسکی طرف جانے لگا کہ ایک بار پھر پیچھے سے آواز آئی۔

ہادی! یہ سب دھوکا ہے میرے بچے۔ اس سے تمہاری پیاس مزید بڑھ جائے گی اور رومیصہ تمہیں کبھی نہیں ملے گی۔" وہ مگن سا بول رہا تھا اور رومیصہ دم بخود سے اسے سن رہی تھی۔

آہ! وہ آواز، اس آواز پر میری دھڑکنیں سست ہو گئیں کیونکہ یہ میری ماں کی آواز تھی. میری مرحومہ ماں، میں نے ایکدم پلٹ کر دیکھا تو میرے سامنے ہی میرے باپ سے تھوڑا آگے میری ماں کھڑی تھی سفید لباس میں. انہیں دیکھتے ہی جیسے میں پر سکون ہو گیا۔ میں روتا ہوا ان سے لپٹنا چاہتا تھا۔ انہیں بتانا چاہتا تھا کہ میں انکے بغیر کتنا اکیلا ہوں پر یہ سب میری ماں، میرے منہ سے جانے بغیر مسکراتی ہوئی میرے پاس پہنچی اور میں نے دیکھا کہ میرے ڈیڈ ناراض ہو گئے۔ میری ماں میرے ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے وہاں اپنے لب رکھ دیے۔ میرے آگ لگے سینے میں ٹھنڈک اتر گئی اور میرے خشک حلق میں نمی اتر آئی۔ میں روتا ہوا ان سے لپٹ گیا اور میرے باپ کو شاید اپنا نظر انداز ہونا پسند نہیں آیا تبھی مجھ سے بولے کہ "ہادی بیٹے وہ سب دھوکا ہے۔ آنکھیں کھولو اور جاؤ دولت حاصل کر لو جسکے لئے ایک دنیا پاگل ہے. کل تمھیں پچھتاوے نا ہوں اسلئے جاؤ، میری مانو پہلے وہی حاصل کر لو." پر اس طرف میری ماں نے مجھے دیکھنے ہی نہیں دیا اور وہ مجھے سیدھا تمہارے پاس لے آئیں کہ یہ ہے "تمہاری منزل" میں نے پہلے تمہیں دیکھا پھر اپنی ماں کو۔ اپنے باپ کو دیکھنا چاہا پر تم نے مجھے مہلت ہی نہیں دی اور میرے ہاتھ تھام لیے، میری پیاس مکمل طور پر ختم ہو گئی اور سب کچھ کسی دھوئیں کی طرح اڑ گیا۔ وہاں صرف میں ہی تنہا رہ گیا اور اب مجھے ہی یہ طے کرنا تھا کہ مجھے تم میں اور دولت میں سے کسے چننا ہے؟" وہ ایک پل کے لیے رکا اور اسکی طرف دیکھا۔

تمہارے بنا میری سانسیں نہیں یہ تم اچھی طرح جانتی ہو۔ اگر میرا بس چلے تو میں سیدھا ڈیڈ کے پاس جاؤں گا اور کہوں گا" کہ مجھے دولت نہیں تم چاہیے ہو مجھے ہانیہ حارث نہیں رومیصہ چاہیے تو وہ ضرور میری مانیں گے اور اگر نہیں مانے تو مبارک ہو انہیں اپنی ساری دولت. میں انہیں چھوڑ کر آجاؤں گا پر اپنی محبت جو میں نے صرف تم سے کی ہے اسے بیچ سفر میں کبھی نہیں چھوڑوں گا. کیونکہ میں جانتا ہوں تمہارا میرے علاوہ اس دنیا میں کوئی نہیں اور اگر میں نے بھی بے وفائی کی تو تم یہ صدمہ برداشت نہیں کر پاؤ گی. نا ہی میں تمہارے بنا جی سکوں گا. اس لیے حرام موت کو گلے لگانے کے بجائے اپنے

حق کیلئے لڑوں گا۔ چاہے ساری زندگی لڑتا رہوں پر اپنی زندگی کے آخری سانس تک میں تمہیں پانے کی پوری کوشش کروں گا رومیصہ! یہ تمہارے ہادی کا تم سے وعدہ ہے۔" ہادی نے کہتے ہوئے عقیدت سے اسکی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔ شدتِ جذبات سے وہ اپنی نم آنکھیں موند گئی۔

اس کھیل کھیل میں وہ ہار سی گئی تھی۔ اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتی وہ اسے اپنا محافظ مان بیٹھی تھی۔ یہ جانتے ہوئے بھی کہ اسے اپنے مقصد تک پہنچنا ہے۔ جہاں پہنچنے کیلئے اس نے یہ کھیل شروع کیا تھا۔ پر یہ کھیل اب صرف انتقام کا کھیل نہیں رہا تھا یہ تو زندگی کا کھیل بن گیا تھا۔

"پیاس کیا تھی ہادی؟" اس نے اپنے انگلیاں اسکی شیو پر رکھیں۔

"یہ لالچ تھی ہادی کی جان جس کا نشہ لگ جائے تو بڑھتا ہی جاتا ہے۔ کبھی کم نہیں ہوتا اگر میں دولت کو تھام لیتا تو یہ پیاس مجھے کہیں دور صحرا میں لے جاتی۔ جہاں سے میری واپسی ناممکن تھی۔" ہادی نے محبت سے اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"پر آپ خود تو میرے پاس نہیں آئے نا آپکو تو آنٹی لے کر آئی تھیں میرے پاس۔" وہ یاد کرتی اسے پیچھے دھکا دے گئی۔

"ہاہاہاہا مام جاتے ہوئے ایک بات کہہ کر گئی تھیں وہ تو تمہیں بتانا ہی بھول گیا۔" ہادی نے شرارت بھرے لہجے میں صوفے سے ٹیک لگا کر کہا۔

"کونسی بات؟" وہ اسکی طرف مڑتی بے تابی سے پوچھنے لگی۔

ہادی سیدھا ہوا اور اپنی مسکراہٹ دبائی پھر اسکے کچھ مزید قریب ہوا۔ رومیصہ کی دھڑکنیں اودھم مچانے لگیں۔ سانسوں کی رفتار معمول سے تیز ہونے لگی تو وہ آنکھیں میچ گئی۔

"بیٹا! خیال رکھنا مستقبل کی بیوی کسی حال میں خوش نہیں رہنے والی۔ میں نے یہ پھندا تمہارے گلے میں ڈال تو دیا ہے پر اب خود کو تمہیں خود ہی بچانا ہے۔" سرگوشی کرتے اسکی لرزتی پلکوں پر پھونک ماری۔ بات سمجھ میں آتے ہیں اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں۔

"یو ہادی گادی میں پھندا ہوں؟" وہ چیختی ہوئی کشن اٹھا کر اسکی پٹائی کرنے لگی اور وہ ہنستا ہوا اپنے سامنے بازو کر گیا۔

.بس بس ظالم مذاق تھا۔" اسکی کلائیاں تھام کر اسے روکا۔ وہ اپنی پھولی سانسیں بحال کرنے لگی"

سنو اس چادر میں تمہارا چہرہ اس قدر حسین اور پر وقار لگ رہا ہے کہ دل کر رہا ہے ایسی پانچ دس چادریں تمہیں لے کر" دوں۔" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا محبت سے چور لہجے میں گویا ہوا۔ اسکے پلکیں جھکانے پر اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کیا۔ کالی چادر کے ہالے میں اسکا معصوم گلابی مکھڑا دمک رہا تھا۔

کہاں؟" وہ کھڑی ہوتی بولی۔"

شاپنگ اور آئسکریم کھانے۔" وہ جیب سے گاڑی کی کیز نکال کر اسکی ہتھیلی پر رکھتا بولا۔ رومیصہ نے اسے ناسمجھی سے" دیکھا۔

یہ تم لے کر چلو نیچے اور وہاں گارڈ سے میری گاڑی کا پوچھ کر اس میں بیٹھو۔ میں کچھ دیر میں آتا ہوں تمہارے پیچھے۔" وہ" اسکا گال تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

.وہ سمجھ گئی تھی کہ اسے کوئی غلط نا سمجھے اس لیے وہ اکیلے بھیج رہا تھا اسے

وہ اس کے آفس سے نکل کر گارڈ کی بتائی گاڑی کا لاک کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر میں ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہادی چوہان نے اپنا کوٹ اسکی گود میں پھینکتے گاڑی اسٹارٹ کی۔

----------------------------*

میں نے کچھ کہا ہے لڑکی، کہاں ہے بہرام ملک کا آفس؟" ریسیپشن پر کھڑی لڑکی کے سامنے ڈیسک پر ہاتھ مارتی وہ غصے" سے بولی۔ اسے پچھلی راتوں کی نسبت کل رات کافی پر سکون نیند آئی تھی۔

اسے دیکھتے ہی اسکا چین سکون قرار سب لوٹ آیا تھا۔ اس نے کافی گہری نیند لی تھی پر صبح اٹھتے ہی اسے رات والی بہرام ملک کی گفتگو یاد آئی اور اسکے ساتھ ہی وہ گہری نیلی آنکھیں بھی۔ اپنے باپ سے ذکر کیے بنا وہ ہمت کرتی یہاں پہنچی اور اب ریسیپشن پر کھڑی لڑکی پہ برس رہی تھی۔

معذرت میم! سر میٹنگ میں بزی ہیں۔ میں آپکو نہیں بتا سکتی۔"وہ لڑکی گھبرائی ہوئی بولی۔وہ خونخوار نظروں سے خود کو" گھورتی ہانیہ حارث خان کو دیکھنے لگی۔

بلیک جینز، وائٹ شرٹ پر بلیک ہی لیدر کی جیکٹ، پاؤں میں کینوس شوز، شولڈر کٹ بالوں کی پونی بنائے وہ اپنی سبز آنکھوں میں ایک طوفان لئے اس بیچاری کو گھور کر دیکھ رہی تھی۔

بھاڑ میں گئی تمہارے سر کی میٹنگ انڈرسٹینڈ!"غصے سے کہتی وہ اسکے سامنے سے لیپ ٹاپ کھینچ کر خود ہی اسکا آفس روم" معلوم کرنے لگی۔

میم! آپ اچھا نہیں کر رہی ہیں، یہ غلط ہے۔ ہم آپکو گارڈ سے کہہ کر یہاں سے نکال دیں گے۔"وہ لڑکی اس سے لیپ" "ٹاپ جھپٹتے ہوئے بولی پر ہانیہ تب تک بہرام ملک کے آفس روم کے بارے میں جان چکی تھی"ٹاپ فلور فرسٹ روم۔

گارڈز باہر نکالو اسے۔"وہ اپنی نوکری بچانے کے لیے گارڈز کو بلانے لگی۔ہانیہ سب کو ہکا بکا چھوڑ کر بھاگ کر لفٹ میں" داخل ہوئی اور اللہ کا شکر کرنے لگی جب تک گارڈز پہنچے وہ پہلے ہی لفٹ میں بند ہو چکی تھی۔

اپنے آفس میں بیٹھا بہرام ملک سامنے بیٹھے اپنے ترکی کلائنٹس سے میٹنگ جاری رکھتے وقتاً فوقتاً لیپ ٹاپ کی اسکرین پر بھی نظر ڈال لیتا جہاں پر لفٹ، اینٹرنس اور ہال کا منظر واضح تھا۔

ہانیہ کا لیپ ٹاپ چھیننا، پھر گارڈز سے بھاگ کر لفٹ میں داخل ہونا سب اسکی نظروں کے سامنے تھا۔

وہ لفٹ سے نکلتی ٹاپ فلور کے فرسٹ روم میں گلاس ڈور کو اپنی ٹانگ سے دھکیل کر اندر داخل ہوئی۔

رکئیے میڈم! باہر نکلیں۔"گارڈز، مینیجر اور سامنے کیبن میں بیٹھی سیکریٹری بھی اسکی حرکت پر گھبرا کر باہر نکلی۔"

بہرام ملک!"اس نے ٹھاکر کے گلاس ڈور دھکیلتے ہوئے اندر داخل ہو کر اسے تمسخر سے پکارا پر جب سامنے صوفوں پر" بیٹھے ترکیوں کو دیکھا تو وہ لب بھینچ کر حیرت سے انہیں دیکھنے لگی۔

ایم سوری سر یہ میڈم زبردستی اندر گھس آئی ہیں۔"سیکریٹری گھبراتی ہوئی معذرت کرتی ہانیہ کو بازو سے پکڑ کر لے جانے" لگی.

. چلیے میڈم بعد میں آ جائیے گا۔"وہ اسے گھسیٹ کر لے جانے لگی مگر ہانیہ نے غصے سے اسے پیچھے دھکا دیا"

بھاڑ میں جائے تمہارا بعد میں، ابھی کے ابھی بات کرنا چاہتی ہوں میں اس کمینے انسان سے. "وہ غرائی۔ اس کے ترکی"

. کلائنٹس حیرت سے اسکی اردو زبان اور چیخ و پکار سن رہے تھے پر ان کے پلے کچھ نا پڑا

اسکے لفظ "کمینے" پر جہاں سیکریٹری گھبرائی تھی وہیں بہرام ملک کے ماتھے پر لاتعداد شکنیں نمودار ہوئیں۔ اسکی آنکھوں میں غصے اور ضبط کی لالی ابھری۔

ایم سوری! ایم سوری سر!! میم پلیز چلیے۔"وہ منت کرتی ہاتھ جوڑتی اسے لے جانے لگی۔ ہانیہ غصے سے کینوس شوز میں مقید" اپنا پاؤں اسکی ٹیبل پر مارتی اسے اور طیش دلا گئی تھی۔

ایکسکیوزمی جینٹلمینز!" نظریں ہانیہ پر ٹکا کر اس نے کلائنٹس سے درخواست کی اور وہ جو دلچسپی سے ہانیہ خان کے تماشے کو" دیکھ رہے تھے فوراً سر ہلا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

مس عیشا آپ انہیں میٹنگ روم میں بٹھائیں، میں وہیں آتا ہوں. "وہ اپنی سیکریٹری سے بولا وہ سر ہلاتی کھا جانے والی" نظروں سے ہانیہ کو دیکھتی گارڈز کو جانے کا حکم دے کر کلائنٹس کے ساتھ وہاں سے نکلی۔

بہرام نے لیپ ٹاپ بند کیا اور اپنی چیئر کا رخ اسکی طرف کرتے پاس رکھے ریموٹ سے دروازہ لاک کر دیا. ہانیہ نے بغیر ڈرے دانت پیس کر پہلے اسے دیکھا پھر دروازے کو۔ جس سے باہر کا منظر صاف دِکھ رہا تھا۔

. جانتی ہو اس بدتمیزی پر میں تمہیں پولیس کے حوالے کر سکتا ہوں؟"وہ اسکے سامنے آ کھڑا ہوا"

. بکواس بند کرو باسٹ۔۔"اسکے باقی کے لفظ بہرام ملک کے ہاتھ نے اسکے منہ میں ہی دبا دیے"

گالی نہیں ہانیہ خان!"اسکی سبز آنکھوں میں اپنی گہری نیلی آنکھیں گاڑتا وہ سرد لہجے میں بولا۔"

وہ ایکدم اسکے قریب آنے اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھنے پہ بوکھلا گئی۔ اسکی حالت اور پھیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے وہ دور ہوا۔

کیوں آئی ہو یہاں؟"اس نے سگار لبوں میں دبایا۔ وہ اسکے شاہی انداز پر جل بھن گئی۔"

تمہاری بہن کا رشتہ لینے. "اسکے تلملا کر کہنے پر بہرام کے لبوں پر تبسم کھلا۔"

پھر میرے جواب پر مایوس ہو جاؤ گی۔"اسکا سنجیدہ مگر سرد لہجہ اسے شرارت کے گمان میں الجھا گیا۔"

بکواس بند کرو۔ اس رات تم آئے تھے نا میرے روم میں؟"اس سوال کو کرتے جتنا اسے عجیب فیل ہو رہا تھا، بہرام ملک" نے اس سے زیادہ حیرت سے اسے دیکھا۔

مانا کہ لڑکیاں مرتی ہیں مجھ پر، پر تم اس حد تک پاگل ہو یہ مجھے اندازہ نہیں تھا۔"وہ واقعی حیران تھا یا اسے بیوقوف بنا رہا" تھا۔ہانیہ اسکی بیہودگی پر شعلہ فشاں ہو گئی.

تم نے مجھ سے زبردستی گن پوائنٹ پر نکاح نامے پر سائن لیے تھے۔"اسکا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس انسان کا نقشہ ہی" بگاڑ دے.

انٹرسٹنگ پھر؟"سگار کا کش لیتے اس نے پرشوق نگاہوں سے اسے سر سے پاؤں تک گہری نظروں سے دیکھا۔اسکی گہری" نیلی تپش دیتی نگاہوں سے وہ گڑبڑا گئی۔

پھر کو بھیجو بھاڑ میں مسٹر! تم نے میرے ساتھ ایسا کیوں کیا مجھے جواب دو؟"وہ جھٹکے سے اسکے کالر کو مٹھیوں میں دبوچتی" چلائی۔ بہرام نے اس جرأت پر اسکی سرخ آنکھوں اور پھر اپنے کالر پر موجود ہاتھوں کو دیکھا۔

ثبوت دو؟"اچانک اس نے اپنے کالر پر موجود اسکے ہاتھوں کو اسکی کمر پر لے جاتے موڑ دیا۔ اس بے رحمانہ عمل پر ہانیہ" کے منہ سے سسکی نکلی۔

میں تمہارا باڈی گارڈ نہیں ہانیہ خان! اسکا خیال رکھو۔ ہر کوئی تمہاری بدتمیزی برداشت نہیں کرے گا۔سب تمہارے منسٹر" باپ کا نہیں کھاتے۔"اسکی آنکھوں میں آنکھیں گاڑتے وہ غصے سے سرد لہجے میں بولتا اسکی ریڑھ کی ہڈی میں سنسنی دوڑا گیا۔

اس رات کی طرح ایک بار پھر وہ اسی خوف کا شکار ہو کر پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔ وہ بھی مسلسل اسکی سبز آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

تم ہی ہو وہ، اب مجھے پورا یقین ہو گیا ہے۔"وہ وحشت زدہ ہوتی بولی اور خود کو چھڑوانے کی کوشش کرنے لگی۔"

ہاں میں ہی تھا وہ، بہرام ملک!" اس نے سرگوشی نما آواز میں کہا. اسکے اقرار پر ہانیہ سن سی اس انجان شخص کو دیکھنے لگی۔" جس سے وہ ملی ہی پہلی بار پارٹی میں تھی۔ اس نے ایسا کیوں کیا اسکے ساتھ؟ کیا بگاڑا تھا اس نے اسکا؟

"تم نے مجھ سے گن پوائنٹ پر نکاح کیا۔ وہ بھی میرے گھر میں گھس کر، کیوں؟ کیا بگاڑا تھا میں نے تمہارا بہرام ملک؟" .اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے

آخر آج وہ مجرم اسکے سامنے تھا اور وہ اسکی سرد گہری نیلی آنکھوں سے ہراساں ہوتی اسکا کچھ بھی نہیں بگاڑ پا رہی تھی۔ اسکی مزاحمت پر بہرام نے آہستہ سے اسے خود سے الگ کیا۔ ہانیہ اس سے جھٹکے سے دور ہوتی گہرا سانس بھر کر اپنی کلائیاں سہلانے لگی۔ بہرام کو اسکی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تکلیف ہوئی تھی۔

کیونکہ میں تمہارا نکاح رکوانا چاہتا تھا اور تمہاری غلط فہمی دور کر دوں کہ میں نے نکاح نہیں کیا تھا، صرف ایک کاغذ پر سائن" لیے تھے تمہارے۔" اس نے حیرت سے سر اٹھایا۔

میرا نکاح رکوا کر تمہیں کیا ملتا؟" وہ ہمت کرتی غرائی۔ بہرام نے اپنی خوبصورت مسکراہٹ اپنے عنابی لبوں پر سجائی۔" کوئی بزنس مین اپنا نفع نقصان نہیں بتائے گا ڈارلنگ!" اس نے سگار واپس اپنے لبوں میں دبایا۔"

میں کیسے مان لوں کہ تم نے مجھ سے نکاح نہیں کیا؟" وہ اتنا خوش ہوئی تھی کہ اسکی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی. اس انجان" شخص نے اگر اس سے نکاح نہیں کیا تھا تو یہ کھیل کیوں کھیلا تھا؟

وہ اب اپنے چہرے سے خوشی کے تاثرات مٹائے غم و غصے سے بھری کھڑی تھی۔

بہرام نے ایک نظر اسکے چہرے پر ڈالتے ہاتھ بڑھا کر ٹیبل کے دراز سے وہ پیپرز نکالے اور اسکے سامنے کیے۔ ہانیہ دھڑکتے دل کے ساتھ سانس روکے انہیں دیکھنے لگی جہاں وائٹ پیپر پر اسکے دستخط تھے۔

یہ۔۔۔ یہاں تو کچھ نہیں ہے؟ کیوں کیا تم نے یہ سب؟ صرف یہ بتا دو۔" وہ اپنے دستخط کے علاوہ وہاں کچھ بھی نا دیکھ کر" ہکلا کر بولی۔

کیونکہ میں نے تمہیں کہا تھا تم میری ہو اور جب تک میں چاہوں تم میری امانت رہو گی. پھر کیسے میں تمہیں اتنی آسانی" سے کسی اور کا ہونے دیتا ہانیہ خان؟ جس پر بہرام ملک کی نظر پڑ جائے وہ صرف بہرام کا ہوا، چیز بھی اور انسان بھی۔"وہ برفیلے لہجے میں بول رہا تھا اور وہ تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

سب کچھ خرید سکتے ہو بہرام ملک! پر نا مجھے نا ہی میرے دل کو. کیونکہ یہ صرف اور صرف بیری کا ہے، میرے باڈی گارڈ" .کا."وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی تمسخر سے بولی

بہرام نے پہلے اسکی خوبصورت ہنسی کو دیکھا اور پھر قہقہہ لگایا۔ اسکے قہقہے نے جیسے چاروں اور طلسم سا برپا کر دیا تھا. ہر چیز کو اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا جیسے. پر وہ ہانیہ خان تھی اچھے اچھوں کو جوتی کی نوک پر رکھنے والی۔

احساس اور حقیقت میں فرق ہے ہانیہ خان! وہ تمہارا بیری نہیں بہزاد ہے، ایک غریب ملازم. تمہارے پاس نوکری سے" پہلے وہ ایک سڑک چھاپ تھا۔ دو وقت کی روٹی کیلیئے ترسنے والا. جس کی کوئی اوقات و حیثیت نہیں تھی. کیوں ایسے خواب دیکھ رہی ہو جن کی کوئی منزل نہیں."وہ استزائیہ بولا۔ اس کی طنزیہ مسکراہٹ پر ہانیہ کے تن بدن میں آگ بھڑک اٹھی۔

میرے دل سے پوچھو اسکی اہمیت، اسکا مقام بہرام ملک! وہ میرا محافظ ہے۔ اسکے پاس مجھے اپنے بیری کا احساس محسوس" ہوتا ہے. ایسا لگتا ہے وہ میرے آس پاس ہے، بہزاد میرے قریب ہوتا ہے تو میں خود کو محفوظ سمجھتی ہوں۔ وہ قریب ہوتا ہے تو لگتا میرے قریب میرا بیری ہے. محبت کو دولت میں مت تولو بہرام! اگر محبت دولت دیکھتی تو آج محبت کا احساس قائم نا رہتا. اگر مجھے اسکی اوقات حیثیت دیکھنی ہوتی تو وہ آج میرے دل میں نا بسا ہوتا۔ تم مجھے احساس بتا رہے ہو بہرام ملک! جو خود ایک احساس کے زیر اثر مجھ سے گن پوائنٹ پر زبردستی جھوٹا نکاح کر چکا ہے۔"اسکے لہجے میں بہزاد کیلیئے محبت اور بہرام کیلیئے ایک کاٹ تھی۔

کیوں اسکی جان کی دشمن بنی ہوئی ہو ڈارلنگ؟ وہ اپنی سرخ آنکھیں اس پر گاڑ کر استہزائیہ بولا. یہ سوچ کر اسکی آنکھیں" شعلے اگل رہی تھیں کہ جس سے وہ محبت کرتا ہے، جسے وہ چاہتا ہے وہ ایک معمولی انسان کیلیئے اسے ٹھکرا رہی تھی۔ جبکہ دنیا کی حسین ترین لڑکیوں کے دلوں میں وہ دل بن کر دھڑکتا تھا۔

ابھی فواد چوہان کی پارٹی کی ہی تو بات ہے جب اسے پیرس کی ٹاپ ماڈل جولیا پرپوز کر چکی تھی کہ جب شادی کا خیال آئے تو مجھے ضرور یاد رکھنا۔

بہرام نے تو ہنس کر مذاق میں ٹال دیا کہ ابھی موڈ نہیں پر اسکا انداز ایسا تھا جیسے وہ اسکے لیے ہی بیٹھی ہو.

"اور حقیقت! وہ حقیقت جس میں تمہارا باپ جی رہا ہے؟ جانتی ہونا اگر میں رشتہ بھیجوں تو تمہارے اس نام نہاد کزن کا بھی پتہ کٹ جاتا میرے آگے اور تمہارا احساس، عشق اور فلسفہ سب بیچ میں ہی کہیں رہ جائیں گے اور تم سید ھامس ہانیہ خان سے مسز ہانیہ ملک بن جاؤ گی۔ یہ ہے حقیقت اب بتاؤ تمہاری حقیقت کیا کہتی ہے؟ تمہارا فلسفہ کیا کہتا ہے اس حقیقت پر؟" اس نے کہتے ہوئے ابرو اچکائے اور لبوں میں سگار دبا کر ایک گہرا کش لیا۔

وہ براہ راست اسکی سبز آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور ہانیہ اسکے اتنے وثوق سے بات کرنے پر کچھ خوفزدہ ہو گئی پر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا.

بہرام نے اسکی سبز پھیلی آنکھوں میں دیکھتے اسکے پھڑ پھڑاتے لبوں کو دیکھا۔

"کیا اسے حقیقت اور تمہاری ہار سمجھوں ہانیہ ڈارلنگ؟" وہ ذرا سا جھک کر پوچھنے لگا جس پر وہ بدک کر پیچھے ہوئی۔

اس مغرور انسان کی آنکھیں بہت خوفزدہ کر دینے والی تھیں. اس پر مزید وحشت برپا کرتا اس کا سرد بر فیلا تاثر، اسے اپنے غلط قدم کا احساس دلا رہا تھا کہ وہ یہاں آئی ہی کیوں اسکے سامنے؟

"ہار نہیں بہرام ملک!" اس نے بولنے کی ہمت کی اور اپنے خشک لبوں پر زبان پھیری۔

"میں اپنے باپ کے سامنے اپنی خوشی اور تمہاری دولت رکھوں گی اگر انہوں میری خوشی سے آپکی دولت کو اہمیت دی تو بے شک تم میرے پتلے کو خرید لینا." وہ دھڑکتے دل سے بولی تو بہرام ہنس پڑا۔

"یہ تو ہار ہوئی؟" اسکے لہجے میں تمسخر تھا۔ وہ دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"نہیں، یہ ہار میری محبت کی نہیں، یہ ایک بیٹی کی ہار ہو گی اپنے باپ کے سامنے، کیونکہ جس طرح میں نے اپنے سارے رشتے کھوئے ہیں. اسی طرح میرے باپ نے اپنے باپ جیسا بھائی، ماں جیسی بھابھی، اور اپنی شریک حیات اپنی بیوی کو کھویا

ہے. اب صرف میں ہی انکا کل اثاثہ ہوں. اگر میں غدار نکلی تو یہ میری محبت نہیں گناہ ہو گا۔ یہ محبت نہیں جو اپنے ماں باپ کی خوشیوں کو پاؤں تلے کچل کر اپنی محبت کو پائیں. وہ تو جسم کی ہوس ہوئی، اگر میں نے ایسا کیا تو یہاں آکر میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں گی. اگر میں نے اپنے باپ کے بجائے اپنی محبت کو چنا. عام محبوبہ کی طرح گھر کی دیوار پھلانگ کر اسے حاصل کیا تو محبت اور گناہ میں کیا فرق رہ جائے گا؟"

محبت اندھی کا مطلب یہ نہیں جو آج کے سستے عاشقوں اور انکی محبوباؤں نے بنالیا ہے. اپنی محبت کے آگے اندھے ہو کر تاریکی میں دیوار پھلانگ جانا، اس عاشقی کو پایہ تکمیل تک پہنچانا ہے. بس اپنے باپ بھائی کی گردن کو کٹوا دینا سب کے سامنے یہ اندھی محبت نہیں، اندھی محبت کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پیاروں کی خوشی کے سامنے اپنے حال اور اپنے محبوب کے حال کے سامنے اندھے ہو جانا، جیسے کچھ دکھائی نہیں دے رہا. اگر دیکھنا ہے تو صرف یہ دیکھو کہ تمہارے پیارے کتنی عزت سے بیٹی، بہن کو رخصت کرنے پر فخر سے سینہ چوڑا کر کے چل رہے ہیں؟ محبت قربانی ہے وہ قربانی جو ہزاروں لوگوں نے دی ہو گی اپنے پورے دل سے تو میں کیا میری اوقات کیا؟ اگر میرے باپ نے کہا کہ اپنی محبت انکے پاؤں میں رکھ دوں تو میں رکھ دوں گی بلکہ اف بھی نہیں کروں گی. "وہ کہہ کر خاموش ہو گئی اور مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

کئی لمحے بہرام اسکی باتوں کے طلسم میں کھویا اسے دیکھتا رہا جس سے ہانیہ کو الجھن ہونے لگی.

"اور اپنے باڈی گارڈ کے بارے میں کیا خیال ہے جس کی خاموش زندگی میں سپنے سجا رہی ہو؟" ہانیہ کو حیرت نہیں ہوئی اس کے سوالوں پر کیونکہ وہ جانتی تھی جو شخص اتنا گر سکتا تھا۔ اسکے روم میں آکر اس سے زبردستی دستخط لے سکتا تھا اسکے لئے کونسا مشکل تھا اسکی پرسنل لائف کو جاننا۔

اس نے گہرا سانس لیا اور اسکی آنکھوں میں دیکھا۔

"وہ سڑک چھاپ صحیح، لوفر لفنگا صحیح پر اسکی تربیت جو چھوٹی سی عمر میں کی گئی تھی۔ اسکی وہ تربیت کہتی ہے کہ اسکی سوچ مجھ سے الگ نہیں، جہاں اتنے سال سے وہ تنہا جی رہا تھا وہاں اور کچھ مزید سال جی لے گا اور جب میری یاد دھندلی پڑ جائے گی تو کسی اچھی وفادار ہمسفر کو تلاش کر کے سکون سے رہے گا۔ میڈم یا ہانیہ خان کون تھی؟ کہاں سے تھی کچھ یاد نہیں رہے گا

اور ویسے بھی مجھ سے زیادہ اسے اپنا فرض پیارا ہے۔" وہ کہہ تو بہت اطمینان سے رہی تھی پر اسکی ڈبڈباتی آنکھیں، بھیگا لہجہ اسکے اندر کی بدتر حالت کا پتا سامنے والے کو دے گیا تھا۔ وہ سختی سے لب بھینچے اسے گھور رہا تھا۔

اندھے کو کیا چاہیے دو آنکھیں اور بہرام ملک کو ہانیہ خان چاہیے پھر بھاڑ میں گیا تمہارا باڈی گارڈ۔" وہ طیش سے کہتا اسکا" سکون درہم برہم کر گیا۔

.وہ برہمی سے اس گھٹیا شخص کو دیکھتی سامنے ٹیبل پر رکھے پیپر کو دیکھنے لگی۔ جسے بہرام نے اسے دکھا کر وہاں رکھا تھا ایکدم جھپٹ کر اس نے وہ پیپر اٹھایا اور دروازے کی طرف بھاگی۔

دروازہ کیوں لاک ہے کمینے انسان؟" وہ ہینڈل کو کھینچتی ہوئی چیخی۔"

ہاہاہا بہت خوب۔" وہ سگار ایش ٹرے میں رکھتا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں پھنسا کر اسے دیکھنے لگا۔"

لاک کھولو ورنہ تمہارا وہ حال کروں گی کہ اپنی مری ہوئی دادی یاد آجائے گی۔" پاس ہی چھوٹی سے ٹیبل پر رکھے انتہائی" خوبصورت پھولوں کے ڈیکوریشن پیس کو ٹانگ سے نیچے گراتی وہ دھاڑی پر اس پر کوئی اثر نا ہوا۔ وہ بپھری ہوئی اسے دیکھتی .دروازے کی طرف پلٹی

کوئی ہے؟ دروازہ کھولو۔ مجھے اس کمینے شخص نے قید کر لیا ہے۔ پلیز ہیلپ می ترکیوں!" اسکی چیخ و پکار دیکھ کر کہیں سے" نہیں لگ رہا تھا وہ "دی ہانیہ خان" ہوم منسٹر کی بیٹی ہے۔ وہ مسکراتا ہوا اسکے پیچھے آکھڑا ہوا۔ اسے دروازے پر مکے برساتے دیکھتا رہا۔ وہ گھر میں کسی کو بتا کر نہیں نکلی تھی۔ اپنے باپ کو ڈرائنگ روم میں موبائل پر محو گفتگو دیکھ کر وہ خاموشی سے نکل آئی تھی اور یہاں سے سیدھا بہرام ملک کے آفس کے سامنے رکی تھی۔ اس بلڈنگ کو وہ ٹی وی پر بھی دیکھ چکی تھی پر اس .بادلوں کو چھوتی عمارت کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ کر وہ مبہوت ہوئی تھی

دروازہ لاکڈ اور روم بھی ساؤنڈ پروف ہے۔" بہرام نے اس کے کان کے پاس جھک کر سرگوشی نما آواز میں کہا جس پر" ہانیہ کا حلق خشک ہو گیا۔ وہ مڑ کر اسے دیکھنے لگی۔ اسے اپنے بالکل سامنے کھڑا پا کر وہ دروازے سے چپک گئی۔ پیپر والا ہاتھ اپنی کمر سے لگا دیا۔

اتنی سی بات پر اتنی بڑی تقریر، میرا قیمتی وقت بہت برباد کر چکی ہو۔ اوپر سے اب یہ چوروں والی حرکت۔" متبسم لہجے میں وہ اسے شرم دلانا چاہتا تھا. پر وہ ہراساں سی اسے دیکھ رہی تھی۔

گرے تھری پیس سوٹ میں اونچا لمبا ورزشی جسامت والا وہ دیو جیسا بندہ اس پر چھایا ہوا تھا۔ اس سے اٹھتی اسکے کلون کی دلفریب خوشبو اسکے حواس پر طاری ہو رہی تھی۔

وہ دلچسپی سے اسکے بدلتے تاثرات، غصے سے سرخ چھوٹی سی ناک کو دیکھتے بہرام ملک کا دل کیا جھک کر انہیں چھو لے۔

بکواس بند کرو۔ میں تمہارے منحوس خواب کبھی پورے ہونے نہیں دوں گی اور ساری دنیا کے سامنے تمہارا گھٹیا چہرہ" لاؤں گی۔ جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔" ایک ہاتھ کی انگلیوں سے اسکی آنکھوں کے سامنے چٹکی بجاتی وہ اسے چیلنج کرنے لگی.

یو نو ڈارلنگ! میری ماں کو تم بہت پسند آئی ہو۔ انہیں صرف یہ اعتراض ہے کہ تم غصہ بہت کرتی ہو اور ڈیڈ کو تو پہلے ہی" میری پسند بہت پسند ہے. اب رہے حارث خان! بس ان سے بات کر لوں میں، پھر تم میرا گھٹیا چہرہ دنیا کے سامنے لانا اور میں تمہیں اس گھٹیا شخص سے توڑنے کی ٹرائے کرتا ہوں۔ لیٹس سی ہو وِنز؟" اپنی بات کہہ کر وہ جھکا اور اسکے پیچھے سے پیپر لے لیا۔ وہ ہکا بکا سی اس اچانک کی افتاد پر بوکھلا گئی۔

اسے دو مجھے کمینے انسان! میں تمہارا خون پی جاؤں گی، بیہودہ گھٹیا مکار." وہ چیختی ہوئی اس پر جھپٹی اور وہ مسکراتا ہوا اپنا ہاتھ" اوپر کر گیا تھا۔

جاہل عورت!" وہ بڑبڑایا اور اسکی کوشش کو ناکام کر گیا۔ جو جمپ لگاتی اس سے پیپر چھیننے کی کوشش میں بے حال تھی۔" اس کا سانس پھول گیا تھا اور اس نے ناکام ہوتے اپنے کینوس شوز میں مقید پاؤں اسکے گھٹنے پر مار دیا۔ اسکی حرکت پر وہ بلند قہقہہ لگا اٹھا.

یہ تم چھین کر کیا سمجھ رہے ہو بچ جاؤ گے؟ ورلڈ کے فینس بے غیرت، بزنس کے کیڑے انسان، میں ہانیہ خان تمہارا وہ" حال کروں گی کہ تمہیں اپنی مری ہوئی دادی یاد آ جائے گی۔" وہ ہار مان کر بولی اور جینز کی جیب سے رومال نکال کر اپنا ماتھا صاف کرنے لگی۔ بہرام نے لاپروائی سے کندھے اچکا کر پیپر فولڈ کر کے جیب میں رکھ دیا۔

صاف ظاہر تھا کہ نا اسکی گالیوں کا اثر ہو رہا ہے نا ہی چیخوں اور دھمکیوں کا۔

جان گئی ہوں تمہاری کامیابی کا راز۔" وہ دانت پیس کر بولی۔ اسکی گہری نیلی آنکھیں چمکیں۔"

واؤ! مجھ سے بھی شیئر کرو ڈارلنگ میں سننا چاہوں گا اپنی کامیابی کا راز۔" اسکا پھولا سانس دیکھ کر وہ میز پر سے پانی کا گلاس" لے آیا اور اسکے سامنے کیا۔

ہانیہ نے سرخ خونخوار نظروں سے پہلے اسے دیکھا پھر گلاس کو اور ہاتھ بڑھا کر اسے دھکا دیتے نیچے گرا دیا۔ روم کی فضا میں چھناک کی آواز گونجی۔

یہی کہ تم ایک نہایت ہی ڈھیٹ اور کمینے شخص ہو جو صرف انسانوں کو بے شرموں کی طرح سنتا ہے اور اپنا کمینہ پن دکھاتا" ہے رائٹ؟ یہی ہے نا تمہاری کامیابی کا راز؟" وہ چلا کر کہہ رہی تھی اور بہرام ملک نے مسکرا کر بغیر برا مانے اسکی جیکٹ میں لگے بٹن کو ایکدم کھینچ کر الگ کیا اور مسکراتی نظروں سے اسے دیکھنے لگا. ہانیہ کا رنگ زرد پڑ گیا۔

بہت ہو گئی مووی ریکارڈ اب ختم!" وہ ریموٹ سے لاک کھولتا اسے وہیں بت بنا چھوڑ کر مائکرو کیمرہ جیب میں ڈالتا میٹنگ" کیلیئے روانہ ہوا پھر کچھ یاد آنے پر وہ رکا۔

یاد رہے اگر اب تم نے اپنے باپ سے اس بات کا ذکر کیا تو تمہارے یہ دستخط اس پیپر کے بجائے نکاح نامے پر نظر آئیں" گے۔ دنیا میں ٹیلنٹ کی کمی نہیں." وہ کہہ کر رکا نہیں اور ہانیہ کا وہ حال تھا کہ ابھی اسکے ہاتھ میں پتھر ہوتا تو بہرام ملک کی دونوں آنکھیں پھوڑ دیتی۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے شیشے کے کیبن میں بیٹھی سیکریٹری اسے غصے سے گھور رہی تھی۔ ہانیہ موٹی موٹی گالیاں اس آفس اور اسکے باس کو نوازتی یہاں وہاں دیکھنے لگی۔ تبھی سامنے رکھے لیپ ٹاپ پر نظر پڑی وہ چلتی ہوئی ٹیبل کے پاس آئی اور چیئر کو ٹانگ مار کر پیچھے گراتی ٹیبل سے لیپ ٹاپ سمیت ہر چیز نیچے پھینک چکی تھی۔

اے لڑکی!" سیکریٹری بوکھلائی، گھبرائی بھاگتی ہوئی اپنے کیبن سے نکلی اور اسکی چیخ پر میٹنگ کیلیئے جاتے ہوئے بہرام نے" بھی پلٹ کر اسے اپنے آفس کی طرف بھاگتے دیکھا.

گڑبڑ سمجھ کر وہ خود بھی اسکے پیچھے داخل ہوا تو سامنے کا منظر دیکھ کر اسکی آنکھوں میں غصہ اتر آیا۔

سارا روم کانچ سے اور صوفے پر رکھے پھٹے ہوئے کشنز سے بکھرا پڑا تھا۔ فائلز نیچے پڑیں تھیں۔ کرسٹل کے واز سے گلاب بکھر کر نیچے گرے پڑے تھے۔

یو!" وہ طیش سے اسکی جانب بڑھا۔"

یس می!" ڈرنے والوں میں سے وہ تھی نہیں، فینس ہو گا اپنے لئے. وہ خود اپنے لئے فینس تھی" بھیک کیلیئے آجانا دروازے پر۔" وہ کہہ کر وہاں سے نکلتی چلی گئی۔"

سر بہت نقصان کر دیا ہے. "سیکریٹری نے گھبراتے ہوئے کہا۔"

شٹ اپ!" وہ اسکی پشت دیکھتا مٹھیاں بھینچ گیا۔"

صاف کرواؤ دومنٹ میں یہ سب" وہ پلٹ کر اس پر دھاڑا۔ لفٹ کی طرف جاتی ہانیہ خان کا قہقہہ فضا میں پھیل گیا۔ وہاں" سے گزرتے ورکرز حیرت زدہ سے اسے چور نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

وہ ملِک آفس کی عمارت سے نکلتی اپنی گاڑی میں بیٹھی۔ اسکا رخ اب ریسٹورنٹ کی طرف تھا جہاں اسکی دوستیں اسکا انتظار کر رہی تھیں۔

پیپر نہیں ملا اور کیمرہ بھی چھین لیا گیا۔ اسکا دل دکھ سے پھٹنے کے قریب تھا تو کہیں یہ بھی سکون تھا کہ وہ اسکے نکاح میں نہیں. سر سے جیسے ایک بوجھ ہٹتا محسوس ہوا تھا۔

سوری لیٹ ہو گئی. "ریسٹورنٹ میں داخل ہوتے وہ اپنی دوستوں کے پاس پہنچی اور معذرت کرتی چیئر کھسکا کر بیٹھ گئی" کچھ زیادہ ہی۔" تانیہ نے بگڑے موڈ کے ساتھ کہا۔"

تمھیں نہیں کہا انتظار کرنے کیلیئے. "غصے سے کہتے اس نے ترچھی نظروں سے گھورا۔"

اسکا موڈ ابھی تک خراب تھا۔ اتنی محنت سے اپنے باپ سے چھپ کر آرڈر کیا گیا مائکرو کیمرہ بھی گیا اور ریکارڈنگ بھی۔ پیپرز بھی ہاتھ میں آتے آتے گئے. چلو یہ شکر تھا کہ اس گھٹیا ترین شخص نے اس سے نکاح نہیں کیا تھا۔ پر ہادی سے نکاح رکوایا کیوں تھا؟

وہ گہری سوچ میں تھی۔ اپنی محبت کیلیئے اسے اتنا یقین تھا تو پھر آ جاتا رشتہ لے کر۔ دیکھ لیتا اپنا انجام کہ اسکے باپ اور فواد انکل کی دوستی کتنی گہری ہے؟ حارث خان ایسے آتے جاتے رشتوں پر ٹوٹتے تو اب تک کتنے رشتے آ چکے تھے اس کیلیئے.

بہر حال یہ تو بات کافی جھوٹی ثابت ہو رہی تھی کہ اپنی محبت کیلیئے اسکا نکاح رکوایا تھا۔

کیا نکاح والے دن اس سے محبت ہوئی تھی یا اس سے ایک دن پہلے جو رشتہ نہیں بھیج سکتا تھا۔

"دفع دور میں کیوں اسے سوچ رہی ہوں؟" وہ منہ بنا کر بڑبڑائی۔

"کل یونیورسٹی آؤ گی؟" سونیا نے پوچھا جس پر ہانیہ نے سر ہلایا.

"باڈی گارڈ ساتھ لاؤ گی؟" نورین نے تانیہ کو مٹکاتی نظروں سے دیکھتے پوچھا تو وہ کھکھلا کر ہنسی۔

جو ہانیہ کو کافی ناگوار گزری۔

"ہمم! وہ سر ہلا گئی اور اتنے میں ویٹر آ گیا انہوں نے آرڈر دیا۔ ہانیہ کے کلچ میں موجود اسکا موبائل بج اٹھا.

"ایکسکیوز می!" وہ کہہ کر وہاں سے سائیڈ پر آئی جہاں کوئی نہیں تھا۔

"یس ڈیڈ!" مسکراتی آواز میں آنکھیں میچ کر کہا۔

"تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی ہنی گارڈز کو دھمکیاں دے کر اکیلی گھر سے نکلی ہو۔ کیوں میری جان کی دشمن بنی ہوئی ہو. ایک بار بتا دو مارنا چاہتی ہو تو میں خود اپنی جان تمہارے قدموں میں رکھ دوں گا." وہ درشتگی سے بول رہے تھے اور ہانیہ جو اپنی کنپٹی مسلتی مجرم بنی سن رہی تھی انکی آخری بات پر تڑپ اٹھی.

"ایم سوری آئندہ نہیں ہو گا، آپ ایسا تو نا کہیں ڈیڈ!" شرمندگی و تڑپ سے منمنائی۔

"تم ہمیشہ یہی کہتی ہو اور پھر وہی تمہارا حال." انکا لہجہ بدستور غصے میں ڈوبا ہوا تھا۔"

. نہیں نہیں لاسٹ ہے بس اسکے بعد ایسا نہیں ہو گا پرامس لے لیں. "وہ جلدی سے بولی"

پکاوالا؟"وہ کچھ متاثر ہوئے۔"

یس پکاوالا. "وہ یہاں وہاں نظریں گھمانے لگی کہ ایک کونے میں موجود شخص پر نظریں پڑتے ہی اس نے آنکھیں سکیڑیں" . اور ہادی کو ایک بلیک چادر میں موجود لڑکی کے ساتھ دیکھ کر وہ معنی خیزی سے مسکرائی

اوکے ڈیڈ! میں پہنچ رہی ہوں بائے خدا حافظ، لو یو۔"اس نے جھٹ سے کہہ کر بغیر دوسرے طرف کی بات سنے موبائل" جینز کی پاکٹ میں رکھا اور پونی کو جھلاتی اپنی فرینڈز سے مزید دو منٹ کا ایکسکیوز کرتی ہادی کی ٹیبل کی طرف بڑھی جو اس لڑکی کے منہ کی طرف کافی کا کپ کر رہا تھا۔

. پیو ہارٹ بیٹ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا. "ہادی لاسٹ وارنگ دینے لگا اور اس نے منہ بناتے ہوئے کپ تھام لیا"

ہائے! واٹ آ رومانٹک سین. "وہ انکے پاس چیئر کھسکا کر بیٹھی اور دونوں ہتھیلیاں گال پر ٹکا کر اچانک چھاپہ مارتی بولی۔"

ہادی ہانیہ کو اچانک سامنے پا کر چونکا وہیں رومیصہ کا رنگ سفید پڑ گیا۔اس نے گھبرا کر کپ نیچے رکھا اور ڈرتے ڈرتے ہادی کو دیکھنے لگی۔

اگر آج میں نا آتی یہاں تو مس کر دیتی اس پیارے سے کپل کو. "اس نے اپنی آنکھیں نچا کر ہادی کو دیکھتے چبا چبا کر کہا۔"

ہادی نے اسے اگنور کیا۔

سوری!"اس نے رومیصہ کو آنکھوں سے ریلیکس رہنے کا اشارہ کیا اور ہانیہ کی جانب متوجہ ہوا جو اسے غصے سے گھور رہی" تھی۔

فار واٹ؟"اس نے ہلکا سا ہاتھ ٹیبل پر مارتے پوچھا۔"

میں تم سے شادی نہیں کرنا چاہتا۔ میں رومیصہ سے پیار کرتا ہوں اور اسی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے اب تک جو" بھی تمہارے ساتھ حرکتیں کی اس کیلئے ایم سوری. جانتا ہوں یہ بہت چھوٹا لفظ ہے پر میرے پاس یہ کہنے کے علاوہ اور کچھ

نہیں. اگین سوری فار ایوری تھنگ!" وہ نادم سا بول رہا تھا اور ہانیہ اچانک سے اس انکشاف پر کیا کرے سمجھ نہیں آ رہا تھا اسے.

یہ تمہیں میرے ڈیڈ اور اپنے ڈیڈ کے سامنے کہنا پڑے گا." اس نے سرسری سی نظر گھبرائی بیٹھی رومیصہ کو دیکھتے کہا۔"

ہاں ضرور پر صرف کچھ وقت دو پلیز، ویسے بھی ابھی ہماری شادی کا ذکر نہیں. ڈیڈ اپنے ٹینڈر میں مصروف ہیں اور انکل الیکشنز میں۔" اسکی بات پر وہ کچھ دیر سوچ کر مان گئی اور رومیصہ کی طرف ہاتھ بڑھایا۔

ہانیہ خان جانتی تو ہو گی." اس نے نخوت سے کہا۔"

رومیصہ اسکے ہاتھ کو دیکھتی مسکرائی اور اثبات میں سر ہلاتی اسکا ہاتھ تھام گئی۔

رومیصہ!" مدھم لہجے میں بتایا کہ وہ بمشکل سن سکی۔ اس نے مسکراہٹ روکی۔"

خوبصورت ہے پر مجھ سے زیادہ نہیں." اس نے مغرور لہجے میں کہتے اپنی سبز آنکھیں گھمائیں جس پر رومیصہ تو ہونق سی اس کانچ کی گڑیا کو دیکھنے لگی. البتہ ہادی ہنس پڑا۔

اور بولتی بھی چوزوں کی طرح ہے." اس نے اسکی مدھم آواز پر چوٹ کی۔"

ہاں اسے ڈر لگتا ہے گلا پھاڑ کر بات کرنے والیوں سے." اس نے شرارت سے چھیڑا جس پر ہانیہ نے گھور کر اسے دیکھا۔"

کیا مطلب ہے تمہارا میں گلا پھاڑ کر باتیں کرتی ہوں." وہ چیخ پڑی۔ ہادی زور سے ہنسا اور رومیصہ بھی ہنسنے لگی۔"

میں نے تمہارا تو نام بھی نہیں لیا ہنی!" ہانیہ سر کھجاتی جھینپ گئی۔ وہ اس وقت اتنی پیاری لگی کہ رومیصہ بے ساختہ دیکھتی رہ گئی اسے۔

ہاں ایک چیز اچھی ہے اس میں جو میرے پاس نہیں۔" وہ مایوس ہوئی اور ہادی کو حیرت ہوئی "کس چیز کی کمی؟؟ رومی نے بھی اسے دیکھا.

اسکے ڈمپل!" اس نے انگلی اسکی گالوں کی طرف کی اور آنکھیں میچیں۔ ہادی اور رومیصہ اتنی سی بات پر اسکے یوں مرجھا" جانے پر پریشان ہوئے۔

آپ تو ایک خوبصورت مجسمہ ہیں۔ آپ میں کوئی کمی ہی نہیں ہے. "رومیصہ کو اس گڑیا کا مرجھا جانا اچھا نہیں لگا تبھی" جھٹ سے بولی۔ ہادی اور ہانیہ دونوں ہنس پڑے۔

جانتی ہوں. "وہ اپنی پونی جھلاتی بولی اور اسکے آئسکریم کپ سے چمچ بھر کر اپنے منہ میں ڈال لیا۔"

. مہمان کو سوکھے منہ نہیں بھیجنا چاہیے گناہ ملتا ہے. "وہ کہتی ہوئی اٹھی وہ دونوں ہنس پڑے اسکے انداز پر"

تمہیں معلوم ہے اسکا بھی فیورٹ فلیور اسٹرابیری اور چاکلیٹ ہے۔ "ہادی نے اس پر انکشاف کیا اور وہ کھکھلائی۔"

ساری دنیا کا ہو سکتا ہے صرف اسکا نہیں. "کہتی ہوئی وہ اچانک خاموش ہو گئی۔"

کیا ہوا؟ "دونوں کو خاموش دیکھ کر رومی نے پوچھا ہادی نے نفی میں سر ہلا دیا۔"

کس کے ساتھ آئی ہو ہنی؟ "باڈی گارڈ کو نا پا کر ہادی نے پوچھا۔"

دوستوں سے ملنے آئی ہوں اکیلی۔ بس جا ہی رہی تھی. "ہانیہ جلدی سے بولی۔"

ہمارے ساتھ چلو رومی کو ڈراپ کر کے تمہیں چھوڑ آؤں گا۔ تارڑ والا کیس تو جانتی ہو۔ "اس نے آفریدی اور چطرے سے" آگاہ بھی کیا۔

نہیں تم اپنی ڈیٹ انجوائے کرو۔ میں چلی جاؤں گی. "وہ کہہ کر اسکی سنے بغیر وہاں چلی گئی۔"

پاگل ہے بالکل میں انکل کو انفارم کرتا ہوں۔ "اس نے کہہ کر حارث صاحب کو اسکی موجودگی کا بتایا جنھوں نے شکریہ" کہہ کر اسے ساتھ لانے کا کہا۔ ہادی نے اوکے کہہ کر کال منقطع کر دی۔

. وہ کیوں اکیلی نہیں جا سکتی؟ "رومیصہ نے حیرت سے پوچھا"

نہیں یار! کافی خطرہ ہے اسے۔ تم سمجھ نہیں رہیں پہلے بھی کئی بار اٹیک ہو چکے ہیں اس پر. یہ انکل کی کمزوری ہے سب" جانتے ہیں اور یہ ہے کہ بے فکر بنی گھوم رہی ہے. انکل نے اسکی پروٹیکشن کیلئے باڈی گارڈ بھی رکھا ہوا ہے جو بارہ گھنٹے ساتھ رہتا ہے اور یہ میڈم اسے چھٹی دے کر چھپ کر گھر سے نکل آئی ہیں. "ہادی کے منہ بنا کر بتانے پر رومیصہ ہنس پڑی۔

کتنی خوبصورت اور کیوٹ ہے نا۔" اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا جو دوستوں کے ساتھ بیٹھی فورک سے کچھ منہ میں "
ڈالتی ناک سکوڑ رہی تھی.

".ہاں کیوٹ تو ہے پر مرچ جیسی ہے اچانک جو موڈ بگڑے تو سامنے والے کو نہیں دیکھتی کبھی تو انکل سے بھی نہیں سنبھلتی"
وہ مسکراتا ہوا بتا رہا تھا۔ کئی دنوں بعد اسکے دل میں ہانیہ کیلئے ایک سچے دوست والی فیلنگز آئی تھیں ورنہ تو وہ ہمیشہ اسے ہرٹ
کرتا رہتا تھا.

کیا بہت خطرناک ہے؟" وہ رازداری سے پوچھنے لگی".

بہت!" ہادی نے کہتے ہوئے کافی کا کپ اسکے اپنی طرف جھکے سر کو دیکھتے اسکے لبوں سے لگا دیا. وہ گھبرا گئی اور آس پاس کا"
خیال کرتی ایک گھونٹ بھر کر دور ہو گئی۔ ہادی نے مسکراتے ہوئے اسکے لبوں کے نشان پر اپنے لب رکھ کر گھونٹ بھرا۔
اسکا چہرہ سرخ ہو کر تپنے لگا۔

آپ بہت بدتمیز ہیں۔ چلیں اب مجھے گھر جانا ہے آپکی بھیجی نرس امی کا خیال رکھتی بھی ہو گی یا نہیں۔" وہ پریشان ہوئی".
ہادی نے اسکے ریگولر یونیورسٹی جا کر کلاس اٹینڈ کرنے کیلئے ایک نرس بھیج دی تھی۔ جو پیچھے اسکی بیمار ماں کا خیال رکھتی
تھی۔ اب وہ اپنی پڑھائی اچھے سے کر رہی تھی۔ وہ یونیورسٹی سے آ کر سارا وقت اپنی ماں کے ساتھ گزارتی اور کبھی کبھار
ہادی سے بھی بات کر لیا کرتی تھی کالز پر. وہ نروس سی ہوتی ٹیبل کی سطح کو اپنے ناخنوں سے کھرچنے لگی۔

ریلیکس چلتے ہیں صرف ہنی کو اپنی فرینڈز سے فری ہونے دو. کھانے سے تو تم نے قسم لے لی ہے کہ اپنی اماں کے ساتھ"
کھانا ہے میں چاہے بھوکا رہوں۔" وہ ناراض ہوا۔

اف آپ بھی نا ہادی میرا سچی میں دل نہیں کر رہا ابھی کھانے کو آپ کھا لیں نا۔" رومیصہ نے اسکا ہاتھ پکڑ کر منت کی۔"
ہادی نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا.

اسے فنش کرو۔" اس نے آئسکریم کپ کی طرف اشارہ کیا جو آدھا تھا. رومی مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی اور ہادی نے اسکے سر"
پر چپت ماری تو وہ ہنس پڑی.

پھر کچھ دیر بعد ہانیہ کے نکلتے ہی وہ بھی اسکے پیچھے ہوئے۔ اسے گھر تک باحفاظت چھوڑ کر رومیصہ کو اس کے گھر کی گلی کے سامنے ڈراپ کرتے اسکے جانے کے بعد خود آفس آ گیا. جہاں اب فواد صاحب بھی موجود تھے۔ وہ خاموشی سے اپنے روم میں گیا اور اپنا ادھورا کام کرنے لگا.

------------------------*

"کیا ہوا ڈیڈ آپ پریشان ہیں؟" لاؤنج میں بیٹھے حارث صاحب کو سوچوں میں محو دیکھ کر وہ پاس بیٹھتی پوچھنے لگی.

"ہمم! نہیں بیٹا ایسا کچھ نہیں." وہ چونکے اور اسکی گردن کے گرد اپنا بازو ڈال کر اسے اپنے سینے سے لگاتے ہوئے بولے.

"جھوٹ آپ پریشان ہیں. بتائیں مجھے آپکو میری قسم"۔ وہ جھٹ سے حارث صاحب کا ہاتھ اپنے سر پر رکھ گئی۔

"اف ہنی کتنی دفعہ کہا ہے یہ حرکت مت کیا کرو پر تمہیں سمجھ آئے تب نا۔" حارث صاحب غصہ ہوئے اسکے قسم دینے پر۔

"ہاں تو پھر نہیں کروں گی نا آپ ایک بار میں ہی میری بات مان لیا کریں." وہ منہ بنا کر بولی.

"کچھ نہیں بیٹا بس میں نے اور فواد نے کمشنر سے تمہارے مسئلے کی بابت ڈسکس کیا اور انہوں نے رضوان تارڑ سے جاننے کی کوشش کی پر وہ اس سب سے لاعلم ہے۔ اسے نہیں معلوم یہ کس نے کیا تھا۔ اس نے اقرار کیا ہے کہ اس نے ہم پر حملے ضرور کیے ہیں پر ایسا نکاح والا کام نہیں کیا۔ یہ کوئی اور ہے چھپا ہوا دشمن ہے۔" ہانیہ کا سر سہلاتے وہ پریشانی سے بول رہے تھے۔ ہانیہ لب بھینچ گئی.

وہ چاہ کر بھی انہیں نہیں بتا سکی کہ وہ مجرم کوئی اور نہیں بلکہ بہرام ملک تھا۔

"تم فکر نہ کرو جلد ہی وہ مجرم تمہارے سامنے ہوگا اور اسے ایسی سزا دلوائیں گے کہ اسکے خاندان کی سات نسلیں بھی یاد رکھیں گی." انکے لہجے میں اس انجان دشمن کیلئے درشتگی تھی.

"ثبوت تو آئے تھے ہاتھ پر پھر نکل گئے۔" ہانیہ نے خاموشی سے سر ہلانے پر اکتفا کیا۔

چلواب بہت دیر ہوگئی ہے۔ سوجاؤ اٹھوشاباش میر ابیٹا۔"خود کھڑے ہونے کے ساتھ اسے بھی کھڑا کیااور اسکے روم کی"
.طرف لے گئے

آہ ڈیڈ مجھے ابھی نیند نہیں آرہی."ہانیہ نے منہ بنایااور ان سے الگ ہونے کیلئے مزاحمت کرنے لگی پر حارث صاحب اسکے" بالکل حق میں نہیں تھے۔وہ مسکراتے ہوئے اسے اس کے بیڈروم میں لے کر آئے اور بیڈ پر بٹھا کر غصے سے سونے کا حکم دیا۔

ملازمہ اسٹرابیری فلیور دودھ کا گلاس لے آئی تو وہ اسے پلا کر اسکے اوپر کمفرٹر ڈالا۔

اب اچھی بچی کی طرح سوجاؤ۔ جیسے ایک اچھا بچا سوتا ہے شاباش۔"انہوں نے کھڑکی اور بالکونی کو لاک کرتے ہوئے"
.گلاس ڈور اچھی طرح سے بند کیااور پردے برابر کرتے ہوئے اسکی جانب مڑے

.ڈیڈ پردے تو ہٹادیں میں نے چاند دیکھنا ہے."وہ روہانسی ہو کر چاند کے چھپ جانے پر بولی"

.صبح دیکھ لینا ابھی سوجاؤ۔"اپنی سوچوں میں گھرے وہ بولے جس پر ہانیہ ہونقوں کی طرح انہیں دیکھنے لگی"

.ہیں!!!دن میں کب سے چاند نکلنے لگا ڈیڈ؟"وہ حیران ہوئی اور حارث صاحب کو اپنی بات کا احساس ہوا تو ہنس پڑے"

میرا چاند تو تم ہو ڈارلنگ جو ہر وقت میری آنکھوں کے سامنے رہتا ہے."وہ اسکے پاس آکر جھکتے انتہائی محبت سے کہتے"
.اسکے ماتھے پر بوسہ دینے لگے

.اوہ تو آپکا مطلب ہے کہ میں آپکو چاند کہوں اس لیے آپ کہہ رہے تھے صبح دیکھ لینا اوہ مائے گاڈ ہاہاہا"وہ کھلکھلا کر ہنسی"

ہاں تو کیا ہم کسی سے کم ہیں؟"حارث صاحب مصنوعی سنجیدگی سے گویا ہوئے اور ہانیہ کا ہنس ہنس کر برا حال ہوگیا۔"

تمہاری مام تو چھپ چھپ کر مجھے دیکھتی رہتی تھیں رات کو، انکا تو چاند میں ہی تھا."وہ غمگین ہوگئے اور لہجے میں تھکن سی"
.اتر آئی.ہانیہ نے بھی ایکدم سنجیدہ ہو کر انکا ہاتھ تھام لیا

گڈ نائٹ مائے ڈارلنگ."اسے سیریس ہوتے دیکھ کر اپنے چہرے پر خوشگواریت سجائے ماتھے پر بوسہ دیتے اسے سونے"
.کی تلقین کرتے وہاں سے چلے گئے

انکے جاتے ہی ہانیہ اٹھ کر بیٹھی اور ڈور کو دیکھنے لگی جو اسکے ڈیڈ بند کر کے گئے تھے۔

کاش ڈیڈ ہماری خوشیوں ہمارے ہنستے بستے گھر کو اجاڑنے والے میرے سامنے آجاتے تو میں انہیں اپنے ہاتھوں سے کاٹ" کرر کھ دیتی۔ اللہ پوچھے ہمارے خوشیاں نوچنے والے سے۔"وہ دعائیں مانگتی مجرم کو سامنے لانے کا سوچتی اٹھ کر گلاس ڈور سے پردے ہٹا چکی تھی اور اب سیاہ آسمان پر ستاروں کے بیچ پورا چمکتا روشن چاند اسکی آنکھوں کے سامنے تھا۔

وہ اسکے سحر میں جکڑی مسکراتی ہوئی بیڈ پر آئی اور لائٹ آف کر کے آنکھیں اس چاند پر ٹکا دیں جس میں اسے وہ نظارہ دِکھ رہا تھا جب وہ بہزاد کی بائیک پر رات گئے گاڑیوں کی روشنیوں میں بیٹھی ہاتھ پھیلائے آزادی کی خوشبو اپنی سانسوں میں اتار رہی تھیں۔

اس وائلڈ مین کے بارے میں سوچتے ہی اسکے لبوں پر گہری مسکراہٹ بکھر گئی۔ ارد گرد جیسے سنہری تتلیاں منڈلانے لگیں اور وہ اسکے سحر میں جکڑی سارے دن کی تلخی بھلائے مسکراتے، سوچتے اسکی آنکھ لگ گئی۔ بند آنکھوں کے پیچھے وہ تھی اور اسکے سامنے کھڑا اسکا باڈی گارڈ۔ جسکی وہ انسلٹ کر رہی تھی اور وہ بڑبڑا رہا تھا۔ نیند میں ہی ہانیہ کھلکھلا کر ہنسی۔

____

ویلڈن بہرام آئی ایم پراوڈ آف یو مائے بوائے۔" آئی جی صاحب نے امریکن فورس کی براک ڈینئل کی مرڈر کی تفتیش" میں ناکامی دیکھ کر بہرام پر فخر محسوس کیا۔ جس کا اظہار انہوں نے خود بہرام ملک کے آفس میں آکر کیا۔

ہمیں اتنی آسان موت نہیں دینی چاہیے تھی اسے. "لیکن وہ ناراض لگ رہا تھا۔"

آسان موت بھی نہیں دی تم نے بہرام. " ظفر صاحب نے اسکا جنونی انداز دیکھ کر ناپسندیدگی کا اظہار کیا جس پر وہ" خاموش ہو گیا۔

ٹھیک کہہ رہے ہیں ظفر صاحب!" آئی جی متفق ہوئے۔ بہرام نے آنکھیں گھمائیں اور یہ دیکھ کر ظفر صاحب نفی میں" دائیں بائیں سر ہلانے لگے۔

ریلیکس بہرام افسوس کو چھوڑو فیوچر کو دیکھو۔" سرفراز صاحب کی بات پر انہوں سر ہلاتے سامنے لگی ایل ای ڈی آن کی" جہاں فواد چوہان کی مل کا اندرونی منظر چل رہا تھا۔

ہمارے آدمی کون ہیں ان میں ؟"لاتعداد ورکرز دیکھ کر ظفر صاحب نے پوچھا۔ بہرام مسکراتے ہوئے انہیں اپنے" آدمیوں کی پہچان کروانے لگا. کتنے دن باقی ہیں فواد کی تباہی میں ؟"یہ سوال آئی جی صاحب کا تھا۔

صرف کچھ ہی دن۔" وہ بڑے آرام سے بولا۔"

کیا یہ سچ ہے کہ تم اسکے بعد حارث خان کے ساتھ رشتہ جوڑو گے ؟" سرفراز صاحب کے شرارت سے پوچھنے پر ظفر" صاحب نے اپنی مسکراہٹ دبائی.

تم بھول رہے ہو تم دو پیار کرنے والوں کے بیچ آرہے ہو بہرام!" آئی جی صاحب نے ٹوکا جس پر وہ قہقہہ لگا اٹھا" .

ہر لو سٹوری میں ایک ولن ہوتا ہے. "وہ مدھم سا مسکرایا" .

اور وہ ولن تم ہو، رائٹ ؟" وہ برجستہ بولے۔"

اس لو اسٹوری کا ولن بھی میں ہوں اور ہیرو بھی۔" اس نے اپنی مسکراہٹ چھپائی۔ جس پر ظفر صاحب اور آئی جی" صاحب کا قہقہہ لگا کر ہنس پڑے۔

پر خیال رکھنا اس لو سٹوری کی ہیروئن کافی خطرناک ہے. "انہوں نے آگاہ کرنا ضروری سمجھا۔"

اس ہیروئن کو میں نے اپنی گود میں کھلایا ہے. " بہرام نے سر جھٹکا" .

یاہ اِٹس رائٹ!" سرفراز صاحب نے سر ہلایا۔"

اب کی بار ان کے چھت پھاڑ قہقہے کا ساتھ بہرام نے بھی دیا تھا۔

------------------------------------------*

السلام علیکم!" اسکے لیے گاڑی کا ڈور کھولتے بہزاد نے محبت سے اسے دیکھا۔ ہانیہ نے گردن اکڑا کر سر ہلایا اور اندر بیٹھ" گئی.

وہ بھی مسکراتے ہوئے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی خان مینشن سے باہر نکالی۔

رات کو میں نے ایک خواب دیکھا۔" اپنی آگے آئی لٹ کو انگلی پر لپیٹتی وہ اسے مرر میں دیکھتی بولی. وہ مسلسل مسکرا رہا" تھا۔ اسے دیکھ کر دل میں ایک انجانی سی خوشی ہو رہی تھی۔ اسکے بات کا آغاز کرنے پر مسکراتے لبوں سے اسکی سبز آنکھوں میں دیکھا. جہاں ایک غرور سا تھا اس میٹھے سے نمکین سے پیار کا. اسے لگ رہا تھا کہ یہ مغرور ایٹیٹیوڈ بنا ہی اس گڑیا کیلئے تھا۔

.مبارک ہو۔" اس نے شرارت سے کہا۔ ہانیہ نے آنکھیں سکیڑیں"

بیوقوف انسان پوچھو تو کون سا خواب دیکھا تھا۔ تم دو ٹکے کے ملازم مبارکباد دے رہے ہو؟" وہ اپنا کلچ اسکی طرف پھینکتی" غصے سے غرائی۔ بہزاد اسکے ری ایکشن پر سٹپٹا گیا۔

میڈم غصہ تو نا کریں آپ نے کون سا بتایا کہ پوچھنا ہے. ورنہ ایک ملازم کی کیا اوقات اپنی میڈم سے پوچھے کہ میڈم آپ" .نے رات کو کونسا خواب دیکھا۔" اسکی بات سن کر ہانیہ کا دل کیا کہ اسکا سر پھاڑ دے مطلب مرغی کی وہی ایک ٹانگ

رات کو کیا کہا تھا کہ اوقات و حیثیت کی بات کی تو تمہارا منہ توڑ دوں گی جاہل وائلڈ مین! تمہیں اپنی میڈم کی بات سمجھ" .کیوں نہیں آتی؟" اب تو وہ اسے سمجھاتے سمجھاتے تنگ آچکی تھی اور وہ ننھا بچہ بنا ہوا تھا

اچھا غصہ تھوک دیں یہ بتائیں ہماری میڈم نے کون سا خواب دیکھا؟" موڑ مڑتے اس نے پوچھا. وہ گہرا سانس بھر کر سر" .سیٹ کی پشت سے ٹکا کر آنکھیں موند گئی

.میں نے رات کو دیکھا میں تمہاری انسلٹ کر رہی ہوں۔" وہ رک رک کر بتانے لگی"

پھر کون سا تیر مار لیا؟ یہ تو آپ روز کرتی ہیں. " بہزاد نے بیک ویو مرر سے اسے دیکھ کر منہ بنایا۔"

وجہ بھی سنو وائلڈ مین!" وہ غصے سے بولی اور اس نے جلدی سے سر اثبات میں ہلایا۔"

تم تانیہ سے باتیں کر رہے تھے اور میں نے تمہیں ڈیوٹی سے فارغ کر دیا اور تم دو ٹکے کے ملازم دوسرے دن ہی اس کے" .پاس اسکے گارڈ بن گئے اور دونوں صبح لہرا لہرا کر یونی میں داخل ہوئے تھے۔" وہ سارا خواب بتاتی آخر میں چیخ پڑی

حالت تو ایسی ہو رہی ہے جیسے گارڈ نہیں بنا تانیہ کا، بلکہ آپ کے سر پر سوتن لے آیا ہوں." وہ اسکے سرخ چہرے اور پھولی" سانسوں کو دیکھ کر بڑبڑایا.

آپ کو آدھا بوڑھا تو آپکے وہم ہی کر دیں گے کہ میں اس تانیہ کے پاس نوکری کر رہا ہوں۔" وہ شرارتاً گویا ہوا. وہ جھٹکے" سے سیدھی ہوئی۔

واٹ یو مین اولڈ وومن ؟اس نے دہل کر پوچھا".

اوہ یس یس اولڈ وومن! آئے مین بڈھی. تو صاف انگلش میں اولڈ وومن بولنگ ہم صاف اردو میں بوڑھی بولنگ۔" وہ" مسکراتا ہوا سر ہلا کر بولا۔ ہانیہ نے اسکی انگلش پر آنکھیں پھیلائیں۔ جب اسکا میٹرک یاد آیا تو کھکھلا کر ہنسی.

میڈم آپ جب انگلش بولتی ہیں تو معلوم ہوتا ہے جیسے پھول جھڑ رہے ہوں مجھے سمجھ تو کچھ نہیں آتا پر سننا اچھا لگتا ہے" "کافی۔

اور جب آپ وائلڈ مین کہتی ہیں تو ہم خود کو انگلش کا بادشاہ سمجھنے لگتے ہیں۔ گالی تو نہیں دیتی نا وائلڈ مین کہہ کر؟ اسکول" چھوڑے سالوں بیت گئے پھر تو سڑک چھاپ رہ کر ایک آدھا لفظ ہی انگلش کا یاد رہا، ڈکشنری میں بہت سے لفظ ہیں پر سالا سمجھ نہیں آتا کون سا پڑھ کر کون سا یاد کروں. سب ایک جیسے ہیں اور آپکا وائلڈ مین تو ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملا۔" وہ بتا رہا تھا اور ہانیہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

ارے وائلڈ مین! مطلب بادشاہ تم بہت سمجھدار ہو اور اس لیے تو تمہاری شرٹ تمہارے حساب سے بنوائی تھی." وہ اسکی" میٹرک فیل شرٹ کو دیکھتی ہوئی ہنستی بولی اور وہ منہ بنا گیا۔

وہ ہنستی مسکراتی یونیورسٹی میں داخل ہوئی اور وہ پیچھے گاڑی لاک کرتا اسکا بیگ تھام کر اسکے پیچھے آیا.

یہ بیگ تھامنا بھی ایک مصیبت تھی پر اس نک چڑھی کو کون سمجھائے اسے تو سب پر اسکی اوقات ظاہر کرنی تھی کہ سب دور رہیں.

اندازِ محبت دعویٰ تھا

باتیں عشق راہی تھیں

محبت انکی مجبوری تھی

ذات رنگ کی اوقات دکھانا عشق انکے کا خلاصہ رہا

ہم مجبور رہے

انکے آگے سر خم رہا

وہ آن دکھاتے ہم ہنس کر نادان کہتے

وہ مکتوم عشقِ سمندر تھا

ہم بساطِ ذات ٹھہرے تھے

باڈی گارڈ ہماری ذات کا خلاصہ ٹھہرا

اوقات ہماری واضح رہی

انکا اسرار، عشق میں راہی رہا

ہماری خوش نصیبی!

ہم تمہارے پاسبان ٹھہرے

(مہوش علی)

گیٹ سے اندر داخل ہوتے گراؤنڈ میں موبائل پر ہنس کر کسی سے باتیں کرتی تانیہ کو دیکھ کر وہ رکی اور پیچھے کھڑے بہزاد نے اسکے گولڈن بالوں کو دیکھ کر کچھ اس طرح سے گھمبیر سرگوشی میں لفظ اسکے کانوں میں انڈیلے کہ وہ ساکت سی رہ گئی۔

"میڈم چلیں۔" وہ اسکے سامنے آیا اور اسکی سبز آنکھوں میں دیکھتے آگے چلنے کا اشارہ کرنے لگا۔

وہ ہوش میں آئی اور اسکی آنکھوں میں دیکھتی اسکے الفاظ سوچنے لگی۔

"اندازِ محبت دعویٰ ہے

باتیں عشق راہی ہیں

محبت میری ذات ہے

اوقات دکھانا میری مجبوری

تم مجبور نہیں! نادان ہو

ہم مکتوم نہیں! عشق اسیر ہیں

باڈی گارڈ تم میرے ہو

یہ مرتبہ کسی اور کا نہیں

عشق میں اسرار نہیں

ہم راہی ہوتے ہیں

راہی ساتھ چلتے ہیں

قدم قدم ملا کر

چلو ساتھ چلتے ہیں

باڈی گارڈ میرے!

قدم سے قدم ملا کے چلتے ہیں

(مہوش علی)

سبز آنکھوں سے مسکراتے ہوئے کہتی سامنے کی طرح اشارہ کرتی آگے بڑھی۔ اسکا دل چھلنی چھلنی ہو گیا اسکے انداز پر.

"افف! میڈم اگر یہی انداز رہا تو ہم کہیں کے نہیں رہیں گے. "وہ بڑبڑاتا ہوا اسکے پیچھے آیا۔

"ہم تو ساری زندگی آپکے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہیں پر کمبخت یہ دولت اور آپکا ہوم منسٹر کی بیٹی ہونا بڑا بھاری امتحان ہے غریب کیلئے" وہ دل میں اسے مخاطب کرنے لگا۔

.وہ بے بسی سے اسے دیکھتا رہا اسکے جوتے کی قیمت اسکی دوماہ کی سیلری ملا کر بھی نا بنے

ہے واٹ آ سرپرائز ہانیہ ڈارلنگ! میں ابھی تمہیں ہی مس کر رہی تھی۔" تانیہ کی اس پر نظر پڑی تو خوش سے جھومتی اسکی" .طرف آئی اور ہانیہ جبراً مسکرا کر خون کا گھونٹ پی کر رہ گئی

اوہ واؤ بلیک بلیک!" وہ جتنی گرمجوشی سے اسکی طرف بڑھی تھی اتنا ہی سرسری سا ملتی بہزاد کی طرف آئی۔ اسکی بلیک" پینٹ اور بلیک شرٹ کی طرف اشارہ کرتی اپنے بلیک اسکرٹ اور بلیک ہی ٹاپ کی طرف اشارہ کرنے لگی۔ ہانیہ ششدر سی مڑی۔

جی اتفاق سے شاید میچنگ ہو جاتی ہے میڈم۔" وہ میسنا بنا مسکرا کر بولا۔ اسکے جواب میں جتنی مٹھاس تھی ہانیہ کے تن بدن" .میں اتنی ہی چیونٹیاں کاٹنے لگیں۔ اسکے صبر کا مادہ ختم ہوا اور وہ کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے چلی گئی

.ایکسکیوز می!" وہ تانیہ کی ارے ارے نظر انداز کرتا آگے بڑھ گیا اور ہانیہ کی سرد نظریں سارا دن خود پر جھیلتا رہا"

.میڈم کیا ہوا؟" گاڑی سے نکلتے بہزاد نے جھجھک کر پوچھا ہانیہ نے خونخوار نظروں سے دیکھا"

آپ کی آنکھوں میں شاید کچھ چلا گیا ہے سرخ ہو رہی ہیں۔" اس نے معصوم بن کر فکرمندی سے کہا۔"

خون آ گیا ہے اندر جو تمہاری گردن سے نکالا ہے۔" وہ سلگتی اس پر چڑھ دوڑی۔ بہزاد کھسیا گیا۔"

.ایک تو آپ غصہ بہت کرتی ہیں میڈم!" وہ اسکو مزید چڑاتے معصومیت سے شکوہ کرنے لگا"

گو ٹو ہیل!" وہ چیخ کر کہتی مٹھیاں بھینچ کر اندر بڑھ گئی۔ اسکی حالت پر بمشکل اپنا قہقہہ روکے وہ اپنی بائیک کی طرف بڑھا" .اور اسے اسٹارٹ کرتا وہاں سے نکلا

حارث صاحب ٹیرس پر کھڑے پر سوچ سے اسے جاتے دیکھتے رہے۔ انکی بیٹی کے انداز سے لگ رہا تھا کہ وہ اس لڑکے سے بہت چڑتی اور نفرت کرتی تھی۔ جو اسکا غصہ ہی بیان کرتا ہے۔ اب وہ یہاں سے بے فکر تھے اور فواد کو بھی بے فکر رہنے کا کہنے والے تھے کیونکہ انہیں کچھ زیادہ ہی وسوسے ہو رہے تھے۔ اب انہیں اپنا کام کرنا تھا۔ دن گزر رہے تھے پر ایسا کوئی موقع نہیں مل رہا تھا جس سے وہ بہزاد کو کمزور کر سکیں اور اپنے کام میں شامل کریں۔

انہیں بھی انسانوں کی پہچان تھی۔ بہت کم ہوتے ہیں وہ لوگ جو مر کر بھی وفاداری کرتے ہیں جن میں سے بہزاد بھی ایک تھا.

*________________*_______________*

"کام کیسا چل رہا ہے ڈیڈ؟" ہادی انکے کمرے میں آتے انہیں فائلز اور لیپ ٹاپ پر کسی قسم کی جوڑ توڑ کرتے دیکھ کر پوچھنے لگا اور سامنے صوفے پر بیٹھا.

اسکا ارادہ آج انہیں اپنی پسند کی بابت ذرا سا اشارہ دینے کا تھا کہ وہ ہانیہ سے نہیں رومیصہ سے محبت کرتا ہے اور شادی بھی اسی سے کرے گا۔ اسے کوئی ہانیہ کی دولت شولت نہیں چاہیے بس.

"اچھا چل رہا ہے پہلے سے زیادہ کیونکہ اس بار جو تین نیو ورکر رکھے تھے۔ وہ بہت محنتی اور وفادار ہیں اتنی اتنی سی رقم کا حساب دیتے ہیں بلکہ پوری ایمانداری سے کام کر رہے ہیں میں نے دو دن ان پر نظر رکھوائی، بہت اچھے ورکر ہیں." فواد صاحب بہت خوش لگ رہے تھے اسکا اندازہ انکے لہجے سے ہو رہا تھا۔ ہادی نے مسکرا کر انہیں دیکھا اور جس مقصد کیلئے آیا تھا اسکے لئے لفظوں کا چناؤ کرنے لگا کہ کس انداز سے بات شروع کرے.

"کیا سیدھا سیدھا کہہ دے کہ ڈیڈ! میں رومیصہ سے پیار کرتا ہوں، اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں. میں مزید اس دولت کے کھیل کا تماشا نہیں بننا چاہتا۔ مجھے اجازت دیں میں اپنی زندگی دولت کی ہوس میں بھاگنے کے بجائے عزت سے گزار سکوں." فواد صاحب کے ری ایکشن کا سوچتے اس نے جھرجھری لی۔

وہ اسی کشمکش میں تھا کہ بات کرے یا نا کرے؟ یہ موقع مناسب ہے بھی یا نہیں؟

"تمہیں کچھ کہنا ہے؟" انہوں نے نظریں لیپ ٹاپ سے ہٹا کر ذرا سا گلاسز نیچے کرتے پوچھا. وہ شاید اسکی کشمکش محسوس کر چکے تھے۔

"جی ڈیڈ!" ہادی نے جھٹ سے سر ہلایا۔

"تو بتاؤ ایسے لڑکیوں کی طرح کیوں ری ایکٹ کر رہے ہو؟" انکے طنز پر وہ کھسیا گیا۔

وہ بات یہ ہے دراصل ڈیڈ!"اسکی بات بیچ میں ہی رہ گئی جب فواد صاحب کے موبائل پر بیل ہوئی وہ اس سے ایک منٹ کا" کہتے موبائل پر مصروف ہوگئے اور ہادی بیٹھا انہیں کافی دیر تک دیکھتا رہا۔فواد صاحب کی فون پر دوسری طرف موجودہ فرد سے لمبی تکرار ہورہی تھی اور وہ بے چینی سے بیٹھا پہلو پہ پہلو بدلتا انہیں دیکھ رہا تھا۔

ہاں بولو!"وہ موبائل رکھتے اس سے بولے۔"

کون تھا ڈیڈ؟"اس نے انکے چہرے پر پریشانی دیکھ کر پوچھا۔"

وہی مینیجر!کچھ کیش کا مسئلہ تھا وہ حل کر رہے تھے."وہ اپنی پیشانی مسلتے ہوئے بولے۔"

پھر کیا کر رہے ہیں آپ اور وہ لون جو آپ نے انگلینڈ کے بینک سے لیا تھا،اسکا کیا؟"اسے حیرت ہوئی کروڑوں ایسے ہی ختم ہوگئے کیا؟

بیوقوف بڑا ٹینڈر ہے تو پیسے بھی بہت لگیں گے۔دوسرے بینک سے لون کے پیپر ریڈی کروا رہا ہوں۔تم فکر مت کرو پھر" دیکھنا ہماری دولت۔"انکی آنکھوں میں ایسی چمک تھی کہ ہادی کی باتیں حلق میں ہی پھنس کر رہ گئیں.

اب بولو بھی کیا کہنا ہے؟"وہ اسے خاموش دیکھ کر غصہ ہو کر بولے".

ڈیڈ میں وہ۔۔۔"اس نے ہمت کی بولنے کی۔"

پہلے میری بات کان کھول کر سن لو تم جو آجکل ہانیہ سے دور بھاگ رہے ہو یہ میری آنکھوں سے چھپا نہیں۔ہادی عزت" سے اس سے باتیں کیا کرو.اسے گھمانے پھرانے لے جایا کرو ورنہ بہت برا ہوگا تمہارے لیے۔"انہوں نے غصے سے اسے وارن کیا۔ہادی غصے و ضبط سے انہیں دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔

میں وہ کروں گا جو میرا دل کہتا ہے۔وہ مجھے جوتے کی نوک پر رکھتی ہے اور آپ کو اسکی دولت کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں" دیتا۔"وہ گستاخ لہجے میں کہتا وہاں سے نکلتا چلا گیا.

اونہہ !زیادہ بکواس مت کرو۔ برداشت کرو کہا تو ہے پھر اپنے بدلے لے لینا۔ "اسکے پیچھے سے دھاڑتے فواد صاحب سر" جھٹک کر اپنے کام میں مصروف ہو گئے. ہادی اپنے روم میں آکر یہاں سے وہاں چکر کاٹ رہا تھا۔ وہ جتنا اسے آسان سمجھ رہا تھا اسے منوانا اتنا ہی مشکل تھا۔ وہ کیسے ہینڈل کرے گا یہ سب۔

اللہ! اب آپ ہی کوئی مدد کرو۔ مجھے اس دلدل سے بچا ورنہ میں خود کو کچھ کر بیٹھوں گا. "تھک ہار کر صوفے پر بیٹھتے اس" نے دونوں ہاتھوں میں سر گرا لیا۔

کاش یہ میرا وہم نا ہو اور ہنی کو سچ میں اس باڈی گارڈ سے محبت ہو جائے تو سارے راستے صاف ہو جائیں گے۔ کم از کم وہ" بیچاری دھوکے کا شکار تو نہیں ہو گی محبت تو ملے گی اسے۔ "وہ جانتا تھا حارث صاحب ہانیہ پر جان دیتے تھے۔ وہ اسکے ساتھ .زبردستی نہیں کر سکتے تھے

اگر وہ شادی سے انکار کر دے تو ضرور حارث صاحب بھی انکار کر دیں گے۔ پر کوئی وجہ تو ہو ہانیہ کے پاس. اگر وہ یہ کہے گی کہ میں دوسری لڑکی کو پسند کرتا ہوں تو ضرور ڈیڈ خود کو کچھ کر لیں گے اور ان دونوں کی دوستی میں بھی میری وجہ سے نفرت آجائے گی۔

ہادی کا بس نہیں چل رہا تھا سب کچھ تہس نہس کر دے. اس قدر بے بسی کا ذائقہ اسے اب چکھنا نصیب ہوا تھا. بلکہ زندگی ایک بوجھ لگنے لگی تھی۔

اضطراب سی کیفیت میں وہ بیڈ پر دراز ہو گیا۔ رومی کا شرمایا سا روپ جب سامنے آیا تو بے خودی میں وہ مسکرانے لگا۔

کاش! اس وقت تم میرے پاس ہوتیں. "وہ تصور میں ہی اسے مخاطب کرتے تکیے کو دونوں ہاتھوں میں بھینچ لیا اور" آنکھیں موند لیں۔

*____________________________*____________________________*

آج تم کافی لیٹ ہو کیوں؟ "وہ اپنی کلائی میں بندھی نفیس سی چھوٹے چھوٹے ڈائمنڈز والی گھڑی میں وقت دیکھنے لگی جو آج" .دس منٹ لیٹ تھا

سوری میڈم! دس منٹ لیٹ ہو گیا۔" وہ دیکھے بغیر معذرت کرنے لگا۔"

کیوں لیٹ ہوئے؟" پوچھتے ہوئے اس نے ملازمہ کا لایا ہوا جوس کا گلاس لبوں سے لگایا۔"

بہزاد نے نظریں ہوئے اٹھائیں اور اسکے گولڈن شولڈر کٹ بالوں کو دیکھتے اسکے چہرے کو دیکھنے لگا ہانیہ کی نظریں بھی اس پر ٹکی تھیں۔

حارث صاحب الیکشن کے قریب ہونے کی وجہ ڈے صبح ہی پریس کانفرنس کیلئے عبداللہ اور دو دوسرے گارڈز کے ساتھ روانہ ہو گئے تھے۔ اب گھر میں صرف ملازمین اور گارڈز موجود تھے اور ہانیہ بہزاد کے سامنے کھڑی تھی۔

میڈم! جس کرائے کے روم میں، میں رہتا ہوں اس کے مالک کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ میں نے اس سے کہا تھا ہاسپٹل" چلیں پر وہ نہیں گئے بس میں انکے پاس ساری رات بیٹھا منتیں کرتا رہا جانے کیلئے تب بھی وہ نہیں مانے. مجبوراً مجھے دیر رات سے سونا پڑا اسی لیے صبح لیٹ آنکھ کھلی۔ جلدی جلدی میں پھر بھی دس منٹ لیٹ ہو گیا۔" اسے دیکھتے ہوئے پوری بات بتائی ہانیہ سر ہلاتے ہوئے اسکے مسلسل دیکھنے پر نظریں چراتی گلاس ملازمہ کو تھما کر آگے بڑھ گئی۔

اسکی ناک کی سرخی بہزاد محسوس کر گیا تھا جو شاید اسکی نظروں کی تپش سے آئی تھی۔ اس دن وہ اس سے ناراض ہو گئی تھی اور بہزاد اسے منانے کیلئے چھوٹے موٹے چٹکلے سنا رہا تھا۔ وہ بمشکل ہنسی کنٹرول کرتی رہی آخر کار اسکی کوشش کامیاب ہوئی اور گاڑی کی فضا میں اسکا کھنکدار قہقہہ گونج اٹھا۔

آخر میں ہنس ہنس کر جب وہ خود کو سنبھال گئی تو "یو شٹ اپ" کہتی چیخ پڑی اور بہزاد نے مسکراتے ہوئے سر کو خم دیتے تعریف وصولتے "تھینکیو" کہا.

یہ کیسا جنون تھا اس نک چڑھی کا؟ وہ بس چاہتی تھی کہ بہزاد کسی لڑکی سے نظریں بھی نہ ملائے، کہنا تو دور اس طرف دیکھے بھی نہ جہاں سے کسی لڑکی کا گزر ہو۔ دونوں جانتے تھے اپنی فیلنگز شیئر بھی کر چکے تھے پھر بھی انجان بنتے تھے۔

میڈم!" بہزاد جو اسکے لئے بیک ڈور کھولے کھڑا تھا اسے دوسری طرف سے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے دیکھ کر حیران ہوا۔"

یہ میری گاڑی ہے اور میری مرضی میں جہاں بھی بیٹھوں۔ اب تم مزید بکواس یا حیثیت اور اوقات پر روشنی ڈالنے کے"

.بجائے سیدھا اندر بیٹھو۔ مجھے دیر ہو رہی ہے۔" وہ بھنا کر بولی۔ ناچار بہزاد کو لب بھینچ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آ کر بیٹھنا پڑا

.سر ناراض ہوں گے اگر انہوں نے دیکھا تو۔" گاڑی اسٹارٹ کرتے اس نے کہا. ہانیہ نے کوفت سے اسے دیکھا"

سر اس پر بھی ناراض ہوں گے جب تم نے ان کی بیٹی کو ہگ کیا، سر اس پر بھی ناراض ہوں گے جب انکی بیٹی کو رات کو ڈرایا" تھا کچن میں۔" اسکے غصے بھرے لہجے پر وہ کھسیا گیا۔

یہ بھی ٹھیک کہا۔" ہامی بھرتے وہ سر ہلا گیا۔ ہانیہ نے حیرت سے دیکھا اور پھر افسوس سے سر ادھر اُدھر ہلایا۔"

رینا کی کال آنے پر وہ اس سے باتوں میں مشغول ہو گئی۔ وہ وقتاً فوقتاً بہزاد کی نظریں خود پر بخوبی محسوس کر رہی تھی اور لب

.دانتوں تلے دبا کر مسکرا دیتی

رینا سے اس نے اپنی فیلنگز شیئر کی تھیں اور ابھی وہ اسے چھیڑ رہی تھی کہ ایک گارڈ کے عشق میں گوڈے گوڈے ڈوب گئی ہے اور وہ مسلسل ہنس رہی تھی۔ اپنے فلسفے بھی بیان کر رہی تھی۔

تو پھر کب کر رہی ہو اظہار عشق؟" رینا نے شرارت سے پوچھا ہانیہ نے پلکوں کی اوٹ سے بہزاد کو دیکھا جو بڑی مہارت" سے بی ایم ڈبلیو ڈرائیو کر رہا تھا۔ بہزاد کے چہرے پر اسکی باتوں کا کوئی تاثر نہ تھا کیونکہ وہ جانتی تھی میٹرک فیل وہ کیا جانے انگلش۔

میں چاہتی ہوں پہل وہ کرے اور اپنی سو کالڈ دولت نا ہونے کے احساسِ کمتری سے باہر آئے۔" اس نے اپنے دل کی" خواہش سامنے رکھی اور یہ کہتے ہوئے اسکے گال سرخ انار ہو گئے تھے۔

جنہیں وہ بہت مشکل سے چھپاتی سرونڈو کی جانب موڑ گئی تھی۔

ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔ ویسے بھی پہل لڑکوں کو کرنی چاہیے جو یہاں نہیں ہوتی۔" رینا منہ بنا کر بولی۔ اسکی بات سنتی ہانیہ" .ہنس پڑی

اچھا جی کون تھا جس سے تمہیں پہل کرنی پڑی؟" وہ ہنس کر پوچھنے لگی۔"

یار وہی سنی۔" رینا اپنے ہوٹل کے مینیجر کا نام بتاتی چڑی۔"

اوہ واؤ رینی کانگریچولیشنز یار!" ہانیہ کو معلوم تھا رینا اپنے ہوٹل کے ینگ مینیجر سنی سے محبت کرتی ہے پر اس سے کبھی" اظہار نہیں کر سکی.

پھر جواب کیا ملا؟" اس نے چور نظر سے بہزاد کو دیکھتے پوچھا".

یس۔" وہ شرمیلامی سی ہنسی اور ہانیہ خوشی سے چلائی".

شادی کب ہے؟" اس نے بے تابی سے پوچھا۔"

ابھی وقت ہے شاید یا دو سال" وہ مایوس ہوئی".

کیوں؟" ہانیہ نے اسکے لہجے میں مایوسی صاف محسوس کی تو خود کے لہجے میں بھی مایوسی آگئی".

کیونکہ اسے ابھی کچھ بننا ہے۔ وہ ساری عمر میرے ریسٹورنٹ میں ملازم نہیں رہ سکتا۔" ہانیہ نے یہ سن کر اسے سمجھاتے" ہوئے سنی کے فیصلے کو سراہا اور رینا کو بھی تاکید کی کہ وہ اس کا ساتھ دے۔ پھر اسے معلوم ہوا کہ انہوں انگیجمنٹ بھی کر لی تھی۔ وہ چیخ اٹھی تب مسکراتے ہوئے رینا نے اسے اپنی تصویر بھیجی۔ جہاں اسکے ہاتھ کی تیسری انگلی میں ڈائمنڈ چمک رہا تھا۔

یہ کھڑوس تو مجھے ایک چاندی کی رنگ بھی نہیں پہنا رہا۔" اس نے حسرت سے دیکھتے سوچا اور منہ بنا گئی پر وہ رینا کیلیئے بہت" خوش تھی کہ آخر اسکی محبت کو منزل مل گئی۔

یونیورسٹی میں داخل ہوتے جب وہ اندر جا رہی تھی بہزاد نے ہاتھ بڑھا کر اس سے اسکا بیگ لے لیا۔

ہانیہ پلٹ کر اسے دیکھا۔ اسکی آنکھوں میں عجیب سے رنگ دیکھ کر وہ مسکرائی اور اندر داخل ہو گئی۔

لیکچر نوٹ کرتے ہوئے بھی اسکی نظریں بار بار بھٹک کر ڈور پر کھڑے بہزاد پر جا رہی تھیں جو خاموش بازو سینے پر باندھے کھڑا تھا۔ پھر اچانک پروفیسر کے ٹوکنے پر وہ ہڑبڑاتی ہوئی انکی جانب متوجہ ہوئی مگر وہ بہزاد کے لبوں پر تبسم دیکھ چکی تھی۔ اپنی بے ساختگی پہ خود بھی وہ نظریں جھکائے مسکرا دی۔

*______________*___________________*______*

"میڈم آپ بال بڑے کیوں نہیں کر لیتیں۔" سیلون کے سامنے گاڑی روکتے بہزاد نے مسکرا کر کہا۔ ہانیہ نے ایک بار پھر کپڑوں سے ہٹ کر اسکی رائے سنی۔

وہ بھی بالوں پر، اسکا دل جل بھن گیا "مطلب کہ اسے ہمیشہ مجھ میں صرف نقص ہی دکھیں گے کبھی تعریف نہیں کر سکتا۔" وہ کڑھ کر سوچنے لگی۔

"جی آپ نے کچھ فرمایا؟" وہ پلٹ کر دونوں بازو کمر پر ٹکا کر دانت پیستی اسے گھورنے لگی اور بہزاد اسکے پھولتے نتھنوں کو دیکھنے لگا۔

"جی میں نے فرمایا کہ بال بڑھالیں بہت خوبصورت لگیں گی۔" وہ آنکھیں گھما کر اسکے اسٹائل کو دیکھتا بولا۔

"ویری فنی مجھے ہنسی نہیں آئی۔" وہ اپنے چھوٹے چھوٹے موتی جیسے دانت دکھاتی بولی۔

"اور مجھے لگتا ہے آپکو ہنسی آرہی ہے وہ بھی بہت زیادہ۔" وہ اسے گہری نظروں سے جانچتے ہوئے بولا۔

"تم اپنی ڈیوٹی کرو مجھ میں نقص نکالنا بند کرو۔" وہ اسے انگلی اٹھا کر وارن کرنے لگی اور بہزاد نے آس پاس کے پارکنگ ایریا کو خالی دیکھ کر اسکی انگلی میں اپنی انگلی پھنسا کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ گھبراتی ششدر سی اسکے سینے پر کلچ والا ہاتھ رکھ کر ہاتھ بھر کا فاصلہ قائم کر گئی۔

"اس طرح کی ڈیوٹی پر آپ نے ہی اکسایا ہے میڈم اب تو ہم ڈبل ڈیوٹی دیں گے۔" وہ اسکی انگلی اپنے لبوں کے قریب لے گیا۔ ہانیہ ہڑبڑا کر اسے دھکا دیتی اس سے دور ہوئی۔

اسکی دھڑکنوں کے ساتھ اسکی سانس بھی رفتار پکڑ چکی تھی۔ اس نے بے ساختہ بہزاد کی شرارتی نظروں سے بچنے کے لیے اپنی لرزتی پلکوں کے آگے ہاتھ کیا۔

"تمہیں تانیہ میں تو کبھی کوئی کمی نظر نہیں آئی؟ اس نے اپنی دھڑکنوں کو سنبھال کر غصے سے پوچھا۔ بہزاد اپنے گھنی داڑھی دائیں طرف انگوٹھے سے کھجاتا اسے دیکھنے لگا۔

اسے کبھی غور سے دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔" وہ اسکی طرف جھک کر بولا اور ہانیہ ایکدم گھبرا کر اسے وہیں" چھوڑتی اندر بھاگ گئی۔

بڑی ہلا کو خان بنتی تھی۔" وہ ہنس کر گاڑی لاک کرتا اسکے پیچھے آیا اور اسے ریسیپشن پر کھڑی لڑکی سے باتیں کرتے دیکھ" کر اسکے پاس پہنچا۔

اگر تم اپنے جنگل کا صفایا کروانا چاہتے ہو تو میل سائیڈ چلے جاؤ، بل میں پے کر دوں گی۔" وہ بہزاد کی گھنی داڑھی مونچھیں" اور لمبے پونی والے بالوں کو دیکھتی بولی۔

سوری میڈم! پر مجھے اپنی فصل بہت پسند ہے یہ اپنی رت آنے پر کٹے گی۔" وہ داڑھی پر ہاتھ پھیرتے بولا تو ہانیہ ہنس" پڑی۔

اونہہ! خود کو جان یمان سمجھتے ہو؟" وہ ناک چڑھا کر اسے ویٹنگ روم میں بیٹھ کر انتظار کا اشارہ کرتی ہوئی چلی گئی۔ بہزاد سر" جھٹک کر پیچھے آیا۔

تم میرے پیچھے کیوں آرہے ہو؟ اندر نہیں آسکتے رنگیلی ناراض ہو گی۔" وہ اسکے پیچھے آنے پر لفٹ کے سامنے رکتی" آنکھیں دکھا کر بولی۔ بہزاد نے رنگیلی نام پر حیرت سے دیکھا۔

یہ میرا فرض ہے اور فرض کے بیچ اگر رنگیلی یا منگولی آئی تو بلیک اینڈ وائٹ بنادوں گا۔" وہ اسکے لفٹ میں داخل ہونے" سے پہلے خود لفٹ میں داخل ہوا اور ہانیہ کو وہیں باہر کھڑا دیکھ کر اسکے ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچا۔ وہ لہرا کر اسکے سینے سے لگی۔ بہن ذرا بات سنیں یہ بال کٹوانے اور ہاتھوں پاؤں کے ناخن صاف کرنے والی دکان کس منزل پر ہے؟" ہانیہ کو دیکھتا وہ" وہاں سے نکلتی لڑکی سے بولا۔

جسکے بال دیکھ کر اسے ہنسی آنے لگی تھی۔ جیسے اسکے بال چوہے کاٹ کر گئے ہوں۔ لڑکی اس ہیرو کے منہ سے اپنے لیے بہن لفظ سن کر تلملا اٹھی۔

جسٹ شٹ اپ!" وہ پھاڑ کھانے والے انداز میں کہتی وہاں سے نکل گئی۔ بہزاد نے حیرت سے کھکھلاتی ہانیہ کو دیکھا۔"

"میڈم! کیا میرے منہ پر لکھا تھا کہ اسکے بالوں کو چوہے کتر گئے ہیں؟" اسکی بات پر ہانیہ نے ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہوتے اسکے سینے پر مکا مارا۔

"شٹ اپ وائلڈ مین!" بمشکل خود کو سنبھال کر وہ بولی۔ جس پر بہزاد نے یہ نام اعزاز کی صورت وصولتے سر کو خم دیا۔

ہانیہ نے اسکے سر پر اپنا کلچ مارا۔ وہ تھرڈ فلور پر آ گئے جہاں رنگیلی نام کی نا عورت نا ہی مرد، بناؤ سنگار کیے بالوں کے ہزار کلرز کے ساتھ مٹک مٹک کر وہاں موجود لڑکیوں کے بال اور ناخن چہرے پر لگے کریم چیک کر رہی تھی یا رہا تھا۔

"میڈم! یہ تو کوئی اور ہی مخلوق لگ رہا ہے۔" وہ رنگیلی کو دیکھتا بولا۔ ہانیہ نے گھورا تو وہ سر کھجا گیا۔

"مجھے لگتا ہے تمہارے سر میں جوئیں ہو گئی ہیں۔ اسی لئے بار بار بکواس کرنے کے بعد سر کھجاتے رہتے ہو۔" وہ برہمی سے بولی تو بہزاد مسکرایا۔

"اگر آپکو کبھی فرصت ملے تو میرے بالوں میں جھانک لینا شاید یہ بھی آپکی توجہ چاہتی ہیں"۔ وہ گھمبیر لہجے میں بولا پر اس کا تو اس پر الٹا اثر ہوا۔

"رنگیلی باربر کو بلاؤ اور اس وائلڈ مین کے سارے بال اسکے سر سے الگ کر کے دیکھو، کیا اسکے سر میں جوئیں ہیں؟" وہ اسے دیکھتی چیخی۔ وہاں موجود سب کے سر انکی طرف گھومے۔

"بے بی!" رنگیلی ہانیہ کو دیکھتی اسکی طرف آئی۔ جو سرخ چہرے سے اس لمبے چوڑے جسامت والے مرد کو گھور رہی تھی۔

"رنگیلی اسکے بالوں میں جوئیں ہیں۔" وہ اپنی انگلی بہزاد کی طرف کیے بولی، وہ بوکھلا گیا۔

"میڈم میں تو مذاق کر رہا تھا۔" دبی دبی ہنسی میں وہ لڑکیوں سے نظریں چرا کر بولا۔

"بے بی! کون ہے یہ ہاٹ مین؟" رنگیلی بہزاد کو دیکھتی پوچھنے لگی وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگا۔

"میرا باڈی گارڈ پر اس نے ابھی اعتراف کیا کہ اسکے سر میں جوئیں ہیں۔" وہ اسے دیکھتی بولی کہ ایک بار پھر وہاں موجود سب لڑکیاں مسکرا دیں۔

ڈونٹ وری بے بی! میں دیکھ لیتی ہوں، کیوں ہاٹ مین؟" وہ ہاتھ بہزاد کے مضبوط بازو پر رکھتی گویا ہوئی۔ بہزاد نے دانت" پیسے۔

ہٹ پیچھے سالے۔" وہ اسکا ہاتھ جھٹکتا ہانیہ کی طرف مڑا۔"

مذاق کیا تھا میڈم! نہیں ہیں میرے سر میں جوئیں۔ میں دروازے پر ویٹ کر رہا ہوں آجایئے گا جب چوہے آپ کے" سارے بال کتر لیں۔" وہ کہہ کر غصے سے باہر ہو کر کھڑا ہو گیا اور رنگیلی منہ بنا کر رہ گئی۔

یو نو نا بے بی! یہاں کسی میل کو آنے کی اجازت نہیں، خاص کر ایسے ہاٹ مین کو۔" وہ ناراضگی سے کہتی ہوئی ہانیہ کے بال" چیک کرنے لگی۔ وہ کچھ دیر پہلے کی بہزاد کی گستاخی کا بدلہ لے کر اب ریلیکس تھی۔

رنگیلی اسکی ہیئر ڈریسر تھی۔ وہ اسکی پسند سے اپنے بال کٹواتی تھی پر اس بار وہ جو اسٹائل کہہ رہی تھی اس پر بالکل بھی ہانیہ کا دل نہیں کر رہا تھا۔ وہ اسے اگنور کرتی آگے بڑھی اور ایک لمبے بالوں والی وگ لے کر قد آدم آئینے کے سامنے آئی اور اسے اپنے بالوں پر رکھتی خود کو جانچنے لگی۔

جی میں نے فرمایا کہ بال بڑھالیں بہت خوبصورت لگیں گی۔" کانوں میں اسکے الفاظ گونجے اور وہ اسے سوچتی مسکرا دی۔" رنگیلی مجھے بال بڑھے کرنے ہیں وہ بھی کمر تک۔" وہ وگ اسے تھما کر بولی۔ اسکی فرمائش پر رنگیلی کا منہ کھل گیا۔"

بے بی! اس نے اسکی نازک سی طبیعت پر اتنا بوجھ سنتے احتجاج کیا پر ہانیہ اسے نظر انداز کرتی آگے بڑھ گئی۔"

بس کچھ بھی کرو مجھے لمبے بال چاہیے۔" چیئر پر بیٹھ کر اپنے ہاتھ پاؤں مینی کیور پیڈی کیور کے لیے لڑکی کے سامنے رکھتی" ہوئی وہ بولی تو رنگیلی نے افسوس سے دائیں بائیں سر ہلایا۔

یہ لو بے بی! اسے رات کو سونے سے پہلے بالوں میں لگانا۔" کچھ دیر بعد رنگیلی ایک آئل کی بوتل لے کر اسکے پاس پہنچی۔"

چھی!!! یہ کتنا چپچپا ہے۔ میں نہیں یوز کروں گی۔" وہ چلا کر اس آئل کو دور کرتی بولی۔"

میم!" مینی کیور کرنے والی لڑکی نے اسکے ہاتھ جھٹکنے پر التجا کی وہ خاموش ہو گئی۔"

بے بی! اگر بال بڑے کرنے ہیں تو یہ سب لگانا پڑے گا۔" ہانیہ نے اسے خوفزدہ ہو کر دیکھا۔"

اور اگر میرے بال خراب ہو گئے؟"اسے خوف ہوا کہ بڑھنے کے بجائے خراب ہو گئے تو؟؟"

نو سویٹی! یہ آئل ہے بس تمہیں ملازمہ سے کہہ کر اسکا مساج کروانا ہے بالوں میں اور دو گھنٹے کے بعد اپنے سر کو اس شیمپو" سے واش کر دینا۔"وہ اپنے مخصوص لہجے میں اسے سمجھانے لگی اور ہانیہ بے چارگی سے اسے دیکھ کر رہ گئی۔

اگر میرے بالوں کو کچھ ہوا تو میں اس کمینے باڈی گارڈ کا سر پھاڑ دوں گی۔ اسے اپنے ڈاگز کا ڈنر بنوا دوں گی۔"اس نے دانت" پیس کر دل میں خطرناک ارادے باندھے۔

گڈ گرل!"رنگیلی مسکراتی ہوئی دوسری طرف بڑھ گئی۔ وہ وہاں سے فارغ ہوتی نکلی تو بہزاد دروازے پر ہی کھڑا ملا۔ جب" اسکی نظریں اپنے بالوں پر دیکھیں وہ مسکراتی ہوئی آگے بڑھی۔

وہ لفٹ میں داخل ہوا اور ہانیہ اسکے پاس کھڑی ہو گئی۔ سوئے اتفاق جلدی میں دونوں ہی کے ہاتھ آپس میں ٹکرائے۔ بہزاد اسکے ہاتھ کی نرماہٹ محسوس کرتا اپنی انگلیاں بھینچ گیا اور اسکے سر کو دیکھنے لگا۔

شرارت سے لب دبا کر ایک سرسری سی نظر لفٹ میں موجود لڑکیوں پر ڈال کر اس نے آہستہ سے ہانیہ کی انگلیوں کو چھوا۔ وہ سٹپٹا گئی اور مڑ کر اسے گھورنے لگی۔ بہزاد عادت سے مجبور سر کھجانے لگا۔

گندے"وہ منہ بنا کر بولی اور اسکی پہنچ سے کچھ دور ہوئی۔ بہزاد نے ایک بار پھر لڑکیوں پر سرسری سے نظر ڈالی اور انکی" توجہ آگے کی طرف دیکھتے ہوئے ہاتھ بڑھا کر ہانیہ کی نازک پتلی کمر میں ڈالا اور محبت سے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ اچانک اپنی کمر پر سرکتی اسکی مضبوط انگلیاں محسوس کر کے ساکت رہ گئی اور ایک جھٹکے سے گھبرا کر اسکا ہاتھ اپنی کمر سے نکالا۔ اسکا پر حدت لمس اسکی حالت ابتر کر گیا تھا۔ اس نے ایک دم جینز کی جیب سے رومال نکال کر اپنا پسینے سے نم ہوتا چہرا صاف کیا۔

کمینے لفٹ باہر نکلو ذرا۔ آج میں تمہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر کے گلی کے کتوں کو کھلاؤں گی۔"وہ دل میں عہد کرتی اپنی" دھڑکنوں کی رفتار سے وحشت زدہ ہوتی دل پر ہاتھ رکھ گئی۔

یہ کیا حرکت تھی؟"فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی وہ جھٹکے سے اسکا کالر تھام کر سرخ چہرے سے غرائی۔"

کون سی؟" وہ بالکل انجان بن گیا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں اور اسکی اس ادائے بے نیازی پر ہانیہ کا پارہ مزید ہائی ہوا۔ "

تم میرے ہاتھوں سے شہید ہو جاؤ گے۔ تم نے ابھی لفٹ میں۔۔۔" وہ کہتے کہتے رک گئی۔ "

جی میڈم! آپ کچھ کہہ رہی تھی لفٹ میں کیا؟" وہ مؤدب سے لہجے میں پوچھنے لگا۔ نا آنکھوں میں شرارت تھی نا ہی لہجے " میں بالکل سپاٹ اور سنجیدہ لہجہ تھا۔

ہانیہ کو وہ سب اپنا وہم لگنے لگا پھر کیسے اس نے خود اپنی کمر پر اسکی انگلیاں محسوس کی تھی۔

سوچتے ہوئے وہ شرم سے سرخ پڑ گئی۔ بے ساختہ اس نے لیدر کی براؤن جیکٹ کے اندر اپنے بے تاب دل پر ہاتھ رکھا اور چور نظروں سے بہزاد کی طرف دیکھا جو سپاٹ چہرے کے ساتھ گاڑی اسٹارٹ کر رہا تھا۔

یہ کیا ہو رہا ہے میرے ساتھ؟" وہ بڑبڑائی۔ "

تم مجھ سے جھوٹ بول رہے ہو؟" اس نے کرختگی سے آنکھوں میں قہر لیے اس سے پوچھا۔ بہزاد نے معصومیت سے سر " نفی میں ہلایا۔

میری مجال کہ میں اپنی میڈم سے جھوٹ بولوں۔" ہانیہ لب بھینچ گئی۔ اسے معلوم تھا یہ جتنی شرافت دکھا رہا ہے اتنا ہی " کمینہ ہو گا۔

مثال کے طور پر بات کر رہا ہوں۔ برا مت مانیے گا۔" ہانیہ نے سر ہلایا جیسے اجازت دی ہو۔ "

آپ نے جب مجھے ہگ کیا میڈم میں نے تو اتنی تفتیش نہیں کی تھی۔" وہ منہ بنا کر بولا۔ ہانیہ نے اسے گھور کر دانت پیسے۔ "

یو وائلڈ مین! میں تمہاری میڈم ہوں انڈرسٹینڈ۔" وہ کلچ اسکے سر پر مارتی دھاڑی۔ "

تو میں بھی آپکا" باڈی گارڈ ہوں میڈم۔" اس نے برا مان کر بہت کچھ جتلایا۔ "

ریلیکس ہنی کنٹرول یور سیلف۔" وہ خود سے مخاطب ہوتی اپنے اعصاب کو ریلیکس کرنے لگی اور ایک گہرا سانس بھر کر " باہر کو دیکھا۔ اچانک سے بہزاد نے بریک لگائی۔

اب کیا ہوا؟" وہ اسے دیکھ کر اکتائی سی بولی۔ "

دومنٹ میڈم" وہ کہہ کر گاڑی سے نکلا اور سامنے ایک بچے کے ساتھ بیٹھی عورت کے پاس گیا جس کے سامنے ایک شیشے کی پیٹی رکھی تھی جس میں بچوں کے کھلونوں کے ساتھ کچھ بناؤ سنگھار والی لڑکیوں کی آرٹیفیشل پلاسٹک کی چیزیں موجود تھیں۔

السلام علیکم!" وہ مسکراتا انکے پاس پہنچا۔"

اس سانولی سی دھوپ میں تپتی عورت نے آنکھوں کے اوپر ہاتھ رکھتے اسے دیکھا۔

"وعلیکم السلام صاحب جی! کیا دوں بچوں کے کھلونے؟ جی بڑے خوش ہوں گے جب آپ یہ گاڑی لے کر جائیں گے۔"

اس عورت نے جھٹ سے سامنے والی بڑی سی گاڑی کو دیکھتے کہا اور بچوں کے کھلونوں والی گاڑی اسکے سامنے کر دی۔

نہیں بہن! ابھی تو وہ حوروں کی بانہوں میں آرام فرمارہا ہو گا اور ہم اسکی مستقبل کی ماں پر لائن مار کر سیٹ اپ کی" کوششوں میں ہیں۔" اس نے سر کھجا کر اسکے ہاتھ سے گاڑی لے کر پاس تپتی دھوپ میں بیٹھے بچے کے ہاتھ میں تھما دی۔

اس طرح تپتی دھوپ میں کیوں بیچ رہی ہیں آپ؟ کہیں چھاؤں میں جا کر بیٹھیے۔" اس نے پریشان ہو کر پوچھا۔"

نہیں صاحب! اس طرح ہم غریب چھاؤں کی تلاش میں رہے تو عادی ہو جائیں گے پھر کہاں سے بچوں کے پیٹ بھریں" گے۔" وہ مسکراتی ہوئی دوپٹے کے پلو سے اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔

بہزاد نے گھور کر اسے دیکھا اور پھر اس معصوم بچے کو جو اپنی ماں کے پاس بیٹھا تھا۔

سلام ہو اس عظیم ماں پر۔"۔ وہ دل میں سوچ کر مسکرا دیا۔"

شوہر نہیں ہے آپکا؟" وہ چیزوں والی پیٹی کو دیکھنے لگا۔"

صاحب! شوہر ہے مگر اس مہنگائی میں کہاں ایک انسان کی کمائی سے گھر چلتا ہے۔ شوہر کی مزدوری سے ملے پیسوں سے تو" اس دور کی مہنگائی میں ایک وقت کا کھانا کھانا ہی بہت مشکل سے ملتا ہے۔ میں نے سوچا کیوں نا انکا ہاتھ ہی بٹا دوں۔" وہ مسکرا کر بولی۔ بہزاد نے اپنے والٹ سے کچھ پیسے نکال کر اس پیٹی پر رکھے اور وہاں سے ایک پلاسٹک کی انگوٹھی اٹھالی جو بچوں کے کھیلنے کی تھی۔

صاحب کھلے پیسے تو نہیں ہیں۔" اسے اٹھتے دیکھ کر وہ پریشان سی بولی۔"

رکھ لیں اور اس بچے کو کچھ کھلونے میری طرف سے دے دیں۔" بے ساختہ ہی اس نے اپنی والٹ کے سارے پیسے ان" کی پیٹی پر رکھ دیے اور بغیر سنے وہاں سے چلا گیا۔

وہ عورت کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہی جو اب گاڑی اسٹارٹ کر تا وہاں سے جارہا تھا۔ اسے دعاؤں سے نوازتے وہ اپنے بچے کو لے کر اٹھ کھڑی ہوئی اور بچے کو گود میں اٹھاتے پیٹی کندھے پر ڈالی۔

کیا کر رہے تھے وہاں؟"ہانیہ نے گھورا۔"

آپکے لیے کچھ لینے گیا تھا۔"وہ مسکرایا۔"

کیا؟"وہ مسکرائی اور کچھ حیران بھی ہوئی کہ وائلڈ مین اس کیلئے کچھ لینے گیا تھا۔"

اس سوچ نے ہی اسکے دل میں پھول مہکا دیئے چلو اس جنگلی کو بھی تو کچھ خیال آیا۔

آپ آنکھیں بند کریں پھر بتاؤں گا۔" آگے جا کر ایک سائیڈ پر گاڑی روکتے اس نے فرمائش کی۔ہانیہ نے گھور کر دیکھا۔"

باڈی گارڈ! تم مجھے ایسا کہو گے مطلب میں تمہاری میڈم اب تمہارے کہنے پر آنکھیں بند کرلوں۔"اندر کے خوف" گھبراہٹ کو وہ غصے کے راستے باہر نکالنے لگی۔

آپ کی آنکھوں میں دیکھ کر تو لگتا ہے آپ مجھ سے کچھ اور ہی توقع رکھ رہی ہیں۔"وہ شرارت سے اسکی سبز آنکھوں میں" دیکھتا بولا۔ اس نے جلدی سے سر نفی میں ہلایا۔ اسکی اس قدر گھبراہٹ والی حرکت پر بہزاد کو ٹوٹ کر اس پر پیار آیا۔

یقین کرلیں مجھ پر۔" وہ آنکھوں میں چاہت بسائے بولا۔ اسکی پلکیں لرز گئیں۔ وہ پہلے کچھ دیر ہاتھ مروڑتی رہی اور پھر" مسکراتی ہوئی اسے دیکھ کر آنکھیں آہستہ سے بند کر گئی۔

بہزاد نے محبت پاش نظروں سے اسکے چہرے کو دیکھا اور پھر سرخ سی چھوٹی ناک کو۔"مطلب غصے میں بھی سرخ ناک اور "شرم میں بھی۔

ہائے میری معصوم میڈم!"اس نے انگلی سے اسکی ناک کو ٹچ کیا اور اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔"

ہانیہ نے بائیں آنکھ ذرا سی کھولی تو بہزاد کو گھورتا پا کر کھکھلا اٹھی۔

میڈم چٹنگ (چیٹنگ) نہ کریں۔" اسکی انگلش پر وہ مزید قہقہہ لگا اٹھی۔"

چٹنگ نہیں بدھو چیٹنگ۔" اسکے سر پر چپت مار کر درستگی کی۔"

بہزاد اسے مسکراتا دیکھتا گیا۔

بہت خوبصورت ہیں میڈم آپ۔" اسکے گھمبیر لہجے پر وہ خاموش ہو گئی۔"

جلدی سے دکھاؤ جو لائے ہو۔" اس نے کہتے اسکی نظروں سے گھبرا کر آنکھیں بند کر لیں۔"

اب کی بار بہزاد ہنس پڑا۔ اسکے ہاتھ کو پکڑ کر اس میں کچھ دیر پہلے لی گئی پلاسٹک کی انگوٹھی پہنا دی۔ ہانیہ اپنی انگلیوں کو اسکی انگلیوں میں محسوس کر کے جہاں سمٹ گئی تھی وہیں اپنی انگلی میں رنگ پہنانے پر اسکی دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔

ول یو مرڈر می؟" اس نے شرارت سے پوچھا۔ ہانیہ نے مرڈر پر پٹ سے آنکھیں کھولیں۔"

ول یو مرڈر می؟" وہ بڑبڑائی اور پھر جب سمجھی تو ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئی۔ اسکی آنکھوں سے آنسوں بہہ نکلے۔"

بیوقوف مرڈر مطلب قتل۔" وہ اسکے بازو پر مکا مارتی بولی۔ جس پر بہزاد شرمندہ ہوتا سر جھکا گیا۔"

مجھے تو نہیں آتی یہ سالی انگلش۔ سیدھی سی بات ہے میڈم شادی کرنا چاہتا ہوں آپ سے۔" وہ چڑ کر بولا۔"

حیثیت آپ نے بھلائی ہے"

"لفظ ہم نے چنے ہیں"

اس اچانک حملے پر ہانیہ کا دل ساکت ہو گیا اور پھر اس تیزی سے دھڑکا کہ اسے لگا بہزاد کو بھی اسکی دھڑکن سنائی دے رہی ہو گی۔ وہ گھبرا کر سر جھکاتی اپنی انگلی میں موجود رنگ کو دیکھنے لگی جو پلاسٹک کی تھی۔ اگر یہی ہاتھ وہ کسی دوسرے کے ہاتھ میں دیتی تو یہاں ڈائمنڈ کی رنگ ہوتی۔

کچھ سمجھیں؟ کتنا غریب ہوں۔" اس نے سرگوشی میں کہا اور گاڑی اسٹارٹ کر دی۔ وہ سارے راستے خاموش رہی اور" بہزاد نے بھی کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔

تم جا سکتے ہو مجھے اب کہیں نہیں جانا۔" پورچ میں گاڑی رکنے پر ہانیہ نے کہا تو وہ اسے دیکھ کر رہ گیا۔"

میڈم! دولت بہت بری چیز ہے۔ اپنے سحر سے نہیں چھوڑتی۔ بہت مشکل ہوتی ہیں باتیں کرنا اور نبھانا۔" وہ تلخی سے" سوچتا گاڑی کی کیز اسکے حوالے کر کے اپنی بائیک کی کیز جیب سے نکال کر بائیک اسٹارٹ کی اور اس پر غلطی سے بھی ایک نظر ڈالے بغیر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

ہانیہ نے اسکی پشت دیکھ کر اپنی انگلی میں موجود رنگ کو دیکھا اور مسکراتے ہوئے اس پر اپنے لب رکھ دیے۔

یس آئی ول مرڈر یو، ہووووو۔" اس نے خوشی سے چیخ مار کر اسائنمنٹ والی فائل ہوا میں پھینکی اور جھوم اٹھی۔"

تم ایک بار پھر میرے ہو۔ بیری آئی لو یو۔" اس نے اپنی انگلی میں موجود پلاسٹک کے "بی" حرف کو چوم لیا اور ساتھ ہی" پینڈنٹ جو گلے میں شرٹ کے نیچے پڑا تھا اسکے بھی "بی" حرف کو چوما۔

اب تم دیکھو ورلڈ فینس کمینے بہرام ملک کیسے تمہیں ٹھینگا دکھاتی ہوں۔" وہ کہتی ہوئی اندر جانے لگی تو ایک گارڈ نے اسے" فائل تھمائی۔

شکریہ" ہمیشہ کی طرح گارڈ کو اپنی غلطی پر جھڑکنے کے بجائے مسکرا کر کہتی انہیں ششدر چھوڑ کر اندر بھاگی۔ آج وہ کسی" پر نہیں چلائی تھی۔ بلکہ وہ مسرور سی گھوم رہی تھی۔

دل میں خواہش جاگی کہ کاش وہ جھولے پر بیٹھے اور بہزاد پھر اسے جھلائے۔

ہاہاہاہا سوچ کر ایک جاندار قہقہہ اسکے لبوں سے پھوٹا۔

یہ کیا ہو رہا تھا اسے۔ ہمیشہ کی طرح ویران لان میں اسے ہر طرف تتلیاں سی منڈلاتی نظر آ رہی تھی۔

خوشبو کا ایک خوشگوار جھونکا اسکی ناک کے نتھنوں سے ٹکرایا اور وہ جھولتی جھولتی جھولے میں لیٹ کر آنکھیں موند گئی۔

آنکھیں موندتے ہی اسے خود پر اسکی دہکتی سانسیں محسوس ہوئیں۔ اسکا دل گھبرا گیا۔

اس نے گھبراہٹ میں جیسے آنکھیں کھولیں تو خود کو اکیلا پایا۔

خواب تھا۔" کھکھلا کر وہ اپنی ہنسی دباتی آنکھیں میچ گئی۔"

*_________________*_________________*

تم نے کچھ کہا تھا مجھے؟" مسز شمیم اسکی گود سے لیپ ٹاپ لیتیں اسکے کانوں سے ہینڈ فری نکال کر سامنے صوفے پر بیٹھیں" اور لیپ ٹاپ اپنے پیچھے کر دیا۔ بہرام اس اچانک کے حملے سے بوکھلا گیا۔

مام ایک امپورٹنٹ میٹنگ چل رہی تھی۔" وہ اٹھ کر کان سے ہینڈ فری نکالتا ان سے لیپ ٹاپ لینے کی کوشش کرنے لگا" جس پر مسز شمیم نے گھور کر اسے دیکھا۔ بہرام سر کھجا کر رہ گیا۔

اسکی نیویارک میں امپورٹنٹ میٹنگ تھی جس کا اسکی ماں نے ستیاناس کر دیا۔

جلدی بتائیں کیا کہنا ہے۔ سوئیٹ مام پلیز!!" وہ بچے کی طرح بولا۔"

تم نے کچھ مہینے پہلے مجھ سے کچھ کہا تھا۔" وہ اسے غصے سے جتاتے بولیں۔"

نہیں تو، میں نے کچھ نہیں کہا تھا۔" وہ انکی بات سے یکسر انجان ہوتا بولا۔"

اور یہ مسز شمیم کا بہت کڑوا امتحان تھا۔

بہرام مجھ سے یہ ایکٹنگ نہیں چلی گی۔ تم نے کہا تھا حارث خان کی بیٹی کے بارے میں یاد کرو۔" وہ غصے سے گویا ہوئی۔"

بہرام انکے سرخ پڑتے چہرے کو دیکھتے مزید شرارت پر آمادہ ہوا۔

کون حارث؟ کونسی انکی بیٹی؟؟ ریئلی آئی ڈونٹ نو مام۔" اسکے سنجیدہ چہرے اور گہری نیلی آنکھوں میں ذرا سی بھی شناسائی" نا دیکھتے مسز شمیم پریشان ہوئیں۔

بہرام! بہرام!! بہرام!!! میں تمہارا کیا کروں؟ تم مجھے بتاؤ، کیوں اتنے لاپرواہ ہو؟ تمہیں ذرا سا بھی ہمارا خیال نہیں۔ کس" لئے اتنی دھن دولت جمع کر رہے ہو؟ کیا ہم اسے قبر میں لے جائیں گے؟ جبکہ یہ دولت ہماری خوشیاں چھین رہی ہے۔ ہمیں خوشیوں کیلیئے ترسا رہی ہے تو کیا کریں پھر ہم اس دولت کا؟؟" مسز شمیم رنجیدہ ہوتی ایکدم آنسو بہانے لگیں۔ بہرام جو شرارت کے موڈ میں بیٹھا تھا یکدم بوکھلا گیا۔

سوری سوری پلیز! میں مذاق کر رہا تھا۔ میری ماں میں جانتا ہوں حارث خان اور انکی نوابزادی کو پلیز آپ روئیں نہیں۔"

ایسا کریں آپ انکے یہاں چلی جائیں ڈیڈ کے ساتھ۔ پھر وہاں ڈیل پکی کر کے آئیں۔" وہ انکے سامنے نیچے گھٹنوں کے بل بیٹھتا انہیں سمجھانے لگا۔ جہاں مسز شمیم اسکے سمجھانے پر مسکرائی تھیں وہیں اسکے ڈیل کہنے پر ماتھا پیٹ گئی۔

تم ایسا کرنا کہ نکاح نامہ ایگریمنٹ کہہ کر سائن کرنا ڈفر کہیں کے۔ ہر جگہ صرف ایگریمنٹ، ڈیل اور میٹنگ کرتے رہتے ہو۔ کل کلاں جب بچے ہوں گے تب کہنا ٹینڈر مکمل ہو گیا۔" انہوں نے اسکے سر پر چپت ماری وہ دل کھول کر ہنسا۔

مجھے بھی کچھ یہی صورتحال دکھ رہی ہے" اس نے آنکھ مار کر کہا۔ مسز شمیم نے اسکے ہلکی ہلکی بھوری شیو والے گال پر ہلکا سا تھپڑ لگایا۔

بہرام نے مسکراتے ہوئے انکی گود میں سر رکھ لیا۔

مسز شمیم مسکرا کر اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔ بہرام کو اتنا سکون ملا کہ وہ جھٹ سے اٹھا۔ انہیں بیڈ پر بٹھایا اور خود لیٹ کر انکی گود میں سر رکھ لیا۔ مسز شمیم نم آنکھوں سے مسکراتی اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگیں۔

تم ہمیں بالکل وقت نہیں دیتے۔" انہوں نے شکوہ کیا۔ بہرام نے شرمندہ ہوتے انہیں دیکھا۔"

سوری چلے گا؟" وہ انکے ہاتھ کی پشت چومتا بولا۔"

ہرگز نہیں۔" ہاتھ اسکی گرفت سے نکالتی وہ خفگی سے اسے دیکھنے لگیں۔"

تو آپ بتائیں سزا پھر۔" وہ معصومیت سے بولا۔"

شادی کر لو یہی سزا ہے۔" مسز شمیم نے اسکے سر پر بوسہ دیا۔"

، آہ! ظلم کی انتہا ہے۔ اتنی بڑی سزا؟ یہ تو کسی قاتل کو بھی نا ملے۔ اتنا بڑا گناہ تو نہیں میرا کہ عمر قید کی سزا سنا رہی ہیں"

جسٹس صاحبہ!" وہ کراہ کر دہائی دینے لگا مسز شمیم نے اسکی اداکاری پر قہقہہ لگایا۔

تم لائق ہی اسکے ہو۔" انکے کہنے پر دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے ہنس پڑے۔"

آپکی سزا سر آنکھوں پر، تو پھر کب جا رہی ہیں؟" وہ پلکوں کو خم دیتا پوچھنے لگا۔"

بہت جلد۔"وہ مسکراتی ہوئی بولیں۔"

اسکی گہری نیلی آنکھوں میں تبسم تھا جس کی چہرے پر کوئی رمق تک نہیں تھی۔

اس نے آنکھیں موندلیں اور مسز شمیم اسے سوتا دیکھ کر ماتھے پر محبت بھرا بوسہ دے کر چلیں گئی۔

انکے جاتے ہی اس نے آنکھیں کھولیں اور پاس رکھا لیپ ٹاپ اٹھا کر ہینڈز فری کان میں لگایا۔اس نے پھر سے ایکسکیوز کرتے میٹنگ اسٹارٹ کی۔ابھی اسے میٹنگ شروع کیے بمشکل دس منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ اس دوران پھر دروازہ ناک ہوا۔

یس!"بہرام مصروف سا بولا۔"

سر آپکو نیچے بڑے صاحب بلا رہے ہیں۔"ملازمہ ظفر صاحب کا پیغام پہنچا کر چلی گئی اور وہ ایک بار پھر ایکسکیوز کرتا اٹھ" گیا۔البتہ اپنی جگہ اپنے سیکریٹری کو میٹنگ اٹینڈ کرنے کا کہتے خود کال منقطع کر کے شرٹ کے کف فولڈ کرتا سیڑھیاں اتر کر نیچے چلا آیا۔

آپ کہاں جارہی ہیں مام؟"وہ اپنی ماں تیار شیار ہاتھ میں کلچ تھامے کہیں جانے کے لیے دیکھ کر بولا۔"

کہاں کا کیا مطلب بہرام!میرے بیٹے کیلئے لڑکی دیکھنے جارہی ہوں۔کیا خالی ہاتھ جاؤں گی؟"وہ خفگی سے کہتیں آگے بڑھ" گئیں۔وہ شاک میں کھڑا انہیں جاتا دیکھتا رہا۔

یہ کیا تھا ڈیڈ!"وہ ظفر صاحب کے روم میں آکر حیرت سے بولتے سامنے پڑے صوفے پر بیٹھا۔"

تم بتاؤ یہ کیا تھا؟کیا ہم سچ میں جائیں؟بہرام!تم اس قدم کیلئے تیار ہو؟"ظفر صاحب سیدھے ہو کر بیٹھے۔"

جی مجھے لگتا ہے اب وقت آگیا ہے بہت کر لیے سب نے عیش۔"وہ سرد لہجے میں بولا۔"

اسکی گہری نیلی آنکھیں جیسے لہو ٹپکانے لگیں۔

ظفر صاحب اسکی حالت دیکھ کر گہرا سانس بھر کر رہ گئے۔

ریلیکس بہرام!جہاں وقت اتنا قریب آگیا ہے تو تھوڑا سا صبر اور کرلو۔"انکی بات پر وہ معنی خیزی سے مسکرایا۔"

ڈونٹ وری آپکا بیٹا بہت صابر ہے۔" وہ آنکھ مار کر بولا۔ اسکی بات سن کر ظفر صاحب نے قہقہہ لگایا۔"

اچھا چلیں آپ انکل کو انفارم کر دیں کہ آخری پیادہ مار گرانے کی باری آگئی ہے ریڈی رہیں، میں اپنی میٹنگ سے نبٹ" لوں۔ دوبار ڈسٹرب ہو چکا ہوں پلیز اب خیال کیجیئے گا۔" وہ التجا کرتا کمرے سے نکلا اور ابھی سیڑھیوں پر ہی پہنچا تھا کہ پھر اسکے نام کی صدا گونجی۔

وہ انکی شرارت سمجھتا قہقہہ لگا کر آگے بڑھ گیا۔

بہرام!" ظفر صاحب کمرے سے باہر نکل آئے اور بہرام ریلنگ پر دونوں ہاتھ ٹکا کر انہیں دیکھنے لگا۔"

کسی نے مجھ سے کہا تھا کہ دولت کے سامنے جھکنا نہیں، بے مقصد پکار پر مڑنا نہیں۔" وہ کہہ کر چلا گیا۔"

ہمارا ابلا اور ہم سے ہی میاؤں۔ ہاہاہاہا" ظفر صاحب اسکے منہ سے سالوں پرانی بات سن کر ہنس پڑے۔"

*_______*________________*________

کیا ہوا بہیارے تیرا منہ کیوں سوجا ہوا ہے؟" انور نے مسلسل خاموشی سے اکتاتے اسے سگریٹ پر سگریٹ پھونکتے دیکھ" کر پوچھا۔

بہزاد نے ایک خاموش نظر اس پر ڈالی اور پھر سے اپنے کام میں مشغول ہوتا گہرے کش لینے لگا۔

وہ دونوں رات کے بارہ بجے کھوکے کے سامنے چیئر رکھے ان پر بیٹھے تھے۔

بہزاد سپاٹ چہرے سے سگریٹ کے کش پر کش لے رہا تھا۔ اس نے تقریباً پورا پیکٹ ختم کر لیا تھا۔ انور اسے گھور رہا تھا۔

تُو مجھے بتا رہا ہے یا میں جاؤں بہیارے؟" اس نے غصے سے سگریٹ اسکے ہاتھ سے چھین کر نیچے پھینکتے دھمکی والے انداز" میں پوچھا۔

کیا بتاؤں؟" بہزاد اچانک سے دھاڑا۔ انور دہل کر اسے دیکھنے لگا۔"

کیوں گلا پھاڑ رہا ہے کمینے؟ اسکی دھاڑ اس وقت انور کو کافی ناگوار لگی تھی۔ اس لیے بغیر اپنی ناگواری چھپائے اسے ٹوکا۔"

بہزاد نے گہرا سانس بھرتے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔ انور پریشانی اسے دیکھنے لگا کہ اسے اچانک ہوا کیا ہے؟ پہلے تو خوش باش لگ رہا تھا پھر اب اچانک۔۔۔

"اس نے سوچتے ہوئے بہزاد کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔" کیا ہوا ابھیارے بتا تو کیوں اتنا پریشان ہے؟

بہزاد نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

پیار ہو گیا ہے سالا۔ اسے اظہار کے طور پر بتایا تو کوئی جواب نہیں دیا میڈم نے۔" اس نے اچانک سے انور کے سر پر" دھماکہ کیا۔ انور ہونقوں کی طرح اسکا منہ دیکھتا رہا کہ بہزاد کو چڑ ہونے لگی۔

کیا گھورے جا رہا ہے۔ اب بول بھی کیوں جواب نہیں دیا میڈم نے؟" ایک چپت اسکے سر پر مارتے کہا۔"

چل دفع ہو کمینے۔ مجھے اب بتا رہا ہے میں تیرے پیچھے بکواس کر رہا تھا کہ تجھے اس سے پیار ہے اور تو مجھے کہہ رہا تھا نہیں وہ" میری میڈم ہے۔ اب کیسے چیخ رہا ہے مجھے پیار ہے اس سے۔" انور نے اچانک ہی غصے سے بگڑ کر کہا۔ اسے دیکھتا بہزاد قہقہہ لگانے لگا۔

وہ خاموش ہو کر اسے گھورتا رہ گیا اور بہزاد اسکے جواب کا منتظر ہی رہا۔

بتا نا یار کیوں جواب نہیں دیا اس نے۔ ایسے نظر انداز کر دیا کہ میرا دل چھلنی ہو گیا ہے۔" دکھ بھرے لہجے میں کہتے انور" کو کندھے سے پکڑ کر کھینچا وہ چیئر سے گرتے گرتے بچا اور پھر سنبھل کر بیٹھ گیا۔

پر بولا کچھ نہیں۔ یہ اسکے غصے کے اظہار کا ایک مخصوص طریقہ تھا جس پر بہزاد اب مسلسل مسکرا رہا تھا۔

انور غم و غصے کی زیادتی سے سگریٹ نکال کر سلگاتے ہوئے پینے لگا اور اسکی حرکت پر بہزاد نے دل کھول کر قہقہہ مارا۔

لگتا ہے میرا صدمہ تجھے لگ گیا ہے۔" اسکے کہنے کی دیر تھی کہ انور اسے دیکھنے لگا اور پھر دونوں کے بلند و بانگ قہقہے" گونجے فضا میں۔

چل بتا کب پیار ہوا اور کیسے اظہار کیا اس منسٹر کی بیٹی سے امیروں والا انداز اپنایا ہو گا ضرور۔" وہ سنبھل کر پوچھنے لگا۔"

بہزاد نے مسکراتے اسکے ہاتھ سے سگریٹ لے کر ایک کش لگایا اور خیالوں میں کھو گیا۔ انہی پلوں میں جن میں اسکی دل کی دھڑکن نے دھڑکنا سیکھا تھا۔

کیا بتاتا کہ کب میڈم سے پیار ہوا۔ اس پہلے دن جب اس نے اپنی سبز آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

تب جب وہ مغرور سی سبز آنکھوں والی نازک گڑیا نخوت سے اس غریب کو دیکھ رہی تھی۔

کیا تب جب سیاہ اور سبز آنکھوں کا ملن ہوا تھا۔

کب وہ اسکے دل میں بسی تھی وہ نہیں جانتا تھا۔ بس اتنا جانتا تھا کہ وہ جب جب اسکے سامنے ہوتی تھی، اس سے محبت بڑھتی جاتی تھی۔

اس سے ایسا رشتہ تھا جیسے روح کا جسم سے۔

ویسے ہی ہانیہ خان کا باڈی گارڈ سے۔

ہاہاہا گیا تُو کمینے۔" انور نے اسکے بازو پر مکا مارتے اسے حقیقت کی دنیا میں پٹخا۔ بہزاد بدمزہ ہوتا اسے گھور کر رہ گیا۔"

کیا بتاؤں یار ے مجھے تو میڈم سے ہر پل پیار ہوتا ہے۔ پتا نہیں کب فرض سے مرض لگ گیا۔ بس پوچھ مت یار مر گیا ہے"

" تیرا بھیارے۔

وہ جب غصے سے گھورتی ہے، جب غصے سے اسکی چھوٹی سی ناک کے نتھنے پھولتے ہیں، جب وہ مجھ پر چلاتی، مجھے معصوم"

" دھمکیاں دیتی ہے۔ اپنے پنکھڑیوں جیسے لبوں سے کانٹے جھاڑتی ہے۔

بس! بس!! بس کر سمجھ گیا ہوں۔" انور نے شرماتے ہوئے بیچ میں ٹوک دیا۔ بہزاد اسکی حالت پر قہقہہ لگا اٹھا۔"

یار! بس یہ نہیں جانتا کہ وہ جواب کیوں نہیں دے رہی حالانکہ اسکی آنکھیں ایک جنون عشق کی کہانی بیان کرتی ہیں۔ پر" اسکے لبوں پر جیسے کفل لگ گیا ہو۔ میں نے اسے انگوٹھی پہنائی اپنے ہاتھوں سے اپنی حیثیت بیان کرتے اور اس نے پہنی بھی۔ مگر کچھ کہا نہیں، گھر چلی گئی۔ پھر دوسرے دن بھی جواب نہیں دیا بلکہ انگوٹھی بھی انگلی سے غائب تھی۔" بہزاد نے سیاہ آسمان کو دیکھتے دکھ سے پوچھا۔

انور اسکے تاثرات دیکھ رہا تھا۔ جن سے اندازہ نہیں لگا پا رہا تھا کہ وہ تاریک ہیں یا سر دیا پھر دکھ بھرے۔

انتظار کر تھوڑا۔ اللہ نے چاہا تو جلد ہی وہ تمہیں جواب دے گی۔ وہ بھی خوشی بھرا مثبت جواب، ان شاءاللہ۔ "اسکے" کندھے کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے کہا۔

ان شاءاللہ" وہ مسکرا دیا۔"

-----------------------------------*

سیاہ تاریک رات میں مٹی میں لپٹے وہ تاریک وجود اپنے ہتھیار کو نشانے پر ٹکائے لیٹے ہوئے تھے۔

وہاں تین گاڑیاں پہلے ہی فارم ہائوس کے سامنے رکی ہوئی تھیں۔ ان کا انتظار وہ چوتھی گاڑی تھی جسے ان مٹی کے وجود کو نشانے پر لینا تھا۔

پہنچ گئے ایجنٹ"۔ اسکے کان میں لگے آلے سے آواز گونجی۔ سب الرٹ ہوئے اور تھوڑا سا آگے کھسکے۔۔"

تبھی ہی ایک لمبی سی سفید گاڑی کے ٹائروں کی چرچراہٹ کرتی آواز فضا میں گونجی۔

بالآخر وہ انتظار اختتام کو پہنچا۔ جب حارث خان اور فواد چوہان فارم ہاؤس سے نکل کر باہر آئے۔

اور گارڈ نے اس گاڑی کا دروازہ کھولا۔

جس میں سے ایک لمبا تڑنگا سیاہ فام باہر نکلا۔

ویلکم کمبوز!" فضا میں حارث خان کی مسرور آواز کمبوز کو دیکھ کر گونجی۔"

اوہ!! مٹی میں لپٹے وجود نے غصے سے کہا۔ اس کے الفاظ دوسری طرف بیٹھے آفیسرز کے کانوں میں پڑے۔"

"کیا ہوا ایجنٹ؟ آر یو اوکے؟؟"

یس ایم اوکے۔ کمیل ہاشمی نہیں آیا، اسکی جگہ کمبوز آیا ہے۔" اس نے غصے سے کہا۔ دوسری طرف دشمن کی چال کو سمجھتے" وہ مسکرائے۔

کمیل اتنا بیوقوف نہیں، حارث خان کی طرح وہ جانتا تھا کہ ایسے اپنے ناپاک قدم پاک زمین پر رکھے گا تو چھلنی ہو جائے" گا۔ کمبوز کو اپنی جگہ بھیجنا اسکی ایک چال ہے۔ کوئی ایکشن نہ لیا جائے۔ ہمیں کمیل ہاشمی اور کمبوز دونوں ساتھ چاہیے۔ اس لیے اس میٹنگ کے کچھ پروف کے ساتھ قدم واپس موڑلو۔" آفیسرز کے آرڈر پر انہوں نے سر کو خم دیا۔

انہیں اطلاع ملی تھی کمیل ہاشمی کے پاکستان آنے اور حارث خان، فواد چوہان سے براک کے افسوس کے ساتھ میٹنگ میں شامل ہو کر دوسرے بندے کے آنے کی اطلاع دینے کی۔ تو وہ صرف ایک چال تھی۔ جو اب وہ سب سمجھ گئے تھے اور اپنا دماغ چلاتے ہوئے بغیر کسی آواز کے "موو بیک" کے آرڈر پر عمل کرتے وہ مٹی کے وجود رینگتے ہوئے پیچھے سرک گئے۔

اسے اب عبد اللہ کو مہرہ بنانا تھا۔ حارث خان کے خاص آدمی کو۔ وہ ان ثبوتوں تک اسے ضرور پہنچائے گا جو اسے چاہیے۔ اس وقت کے حساب سے عبد اللہ باہر تھا میٹنگ روم سے اور یہ کافی کارآمند ثابت ہونے والا تھا اسکے لئے۔

------------------------*

پیچھے بیٹھیں میڈم!" پچھلے دنوں سے اسے فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے دیکھ اب کی بار بہزاد اکتا کر بولا۔"

کیوں تمہاری گاڑی ہے؟" وہ بھڑک کر بولی۔"

ہماری اتنی اوقات نہیں۔" اس نے تلخی سے کہا اور پچھلی سیٹ کا دروازہ اسکے لیے کھولا۔"

وہ اسے لے کر ایک پارٹی میں جا رہا تھا اور اسے ڈائمنڈ پہنے دیکھ کر سر جھٹک کر رہ گیا۔

اس نے اس کی انگلی میں رنگ دیکھنی چاہی تو وہاں صرف اسکی ڈائمنڈ کی رنگ کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ مطلب اس نے دولت کو چنا۔

یہ دیکھ کر تکلیف تو بہت ہوئی پر وہ خاموش ہو گیا اور ایک نظر اسکے ہاتھوں کو دیکھا۔ جو وہ گاڑی کے دروازے پر رکھے کھڑی تھی۔ کسی اپسرا کی طرح اسکے خوابوں کی شہزادی کے روپ میں۔

پر اس شہزادی نے اسے خود ٹھوکر ماری تھی کیونکہ وہ شہزادہ نہیں تھا، امیر نہیں تھا۔

ایک غریب باڈی گارڈ تھا جسکی کوئی اوقات نہیں تھی۔

ہانیہ ایک نظر اسکے سرخ چہرے، تنے ہوئے جبڑے پر ڈال کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔ بہزاد اس ضدی لڑکی پر امڈتا غصہ پیتا زور سے دروازہ بند کرتا ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

تم باڈی گارڈ کم مالک زیادہ لگتے ہو۔" ہانیہ نے گھوری ڈالتے مسکراہٹ دبا کر کہا پر اس نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ گاڑی" تیز رفتاری سے ڈرائیو کرنے لگا۔

گاڑی پورٹ ایریا میں داخل ہوئی تو اس نے گاڑی پارک کر کے باہر نکل کر اسکے لیے ڈور کھولا اور بڑبڑا کر اسکا بلند ہاتھ تھام کر غصے سے باہر کھینچا۔ وہ لڑکھڑاتی ہوئی سیدھا اسکے سینے سے آلگی۔

ایک پل کیلئے دونوں کی دھڑکنیں رک گئیں۔ جیسے کوئی جادو ہو گیا تھا دونوں پر۔ وہ بے ساختہ ہی ایک دوسرے کی آنکھوں میں دیکھتے گئے۔

بوٹیفل!" اسکے منہ سے بے ساختہ پھسلا۔ ہانیہ نے آنکھیں پھیلا کر دیکھا اور "بوٹیفل" لفظ پر ایک بلند قہقہہ لگایا۔"

یو وائلڈ مین!" وہ اسکے سینے پر رکھے ہاتھ سے ہی مکا مارتی سنبھل کر دور ہوئی اور ایک بار پھر کھکھلا اٹھی۔ بہزاد نے سر" کھجاتے آنکھیں گھمائیں۔ اسکے ساتھ کروز کی سمت چلا۔ وہ اسکے آگے تھی اور بہزاد الرٹ سا اسکے پیچھے۔ آج جہاں پارٹی رکھی گئی تھی وہاں اسکی میڈم کو کافی خطرہ ہو سکتا تھا۔ جس وجہ سے آج وہ ضرورت سے زیادہ چوکنا تھا۔

انٹرینس سے ہی سب کی توجہ انکی طرف ہو چکی تھی اور وہاں موجود لڑکے کافی گھور کر ہانیہ کو دیکھ رہے تھے، جس پر بہزاد کے تن بدن میں آگ بھڑک گئی تھی۔ اسکا دل کر رہا تھا انکی آنکھیں نوچ لے۔

اوپن ڈیک پر آکر ہانیہ اسے ایک سائیڈ پر کونے میں کھڑا رہنے کا کہتی خود اپنی فرینڈ سے مسکرا کر گلے مل رہی تھی اور بہزاد سے یہ سب کچھ قطعی برداشت نہیں ہو رہا تھا پر مجبور تھا۔ نظر تو رکھنی تھی اب چاہے دل کا جو حال ہو وہ جائے بھاڑ میں۔

اس نے تو رنگ نہ پہن کر سمجھا دیا تھا کہ وہ اسکے ساتھ نہیں گزارا کر سکتی پھر کیسی زبردستی ہے اس دل کی۔

اسکی سیاہ رات جیسی آنکھوں میں غصہ اور عنابی لبوں پر معنی خیز تبسم تھا۔

پورے ڈیک پر لڑکیوں کی ہنسی کی آواز، قہقہے، میوزک کا شور فضا میں پرفیوم کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔

رات دھیرے دھیرے سرک رہی تھی۔ کروز کے اوپن ڈیک پر ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ ساری لائٹیں آف تھیں۔ صرف چاند کی دودھیا روشنی میں چہرے پر سب لڑکے لڑکیاں ماسک پہنے میوزک کی رومانوی دھن پر بانہوں میں بانہیں ڈالے ڈانس کر رہے تھے۔

سائیڈ پر کھڑے بہزاد کو بھی ایک لڑکی نے مخاطب کرتے اسے ماسک دیا پہننے کیلیئے۔ اس نے مسکرا کر گن پیچھے لگاتے وہ ماسک لے کر پہن لیا۔

وہ لڑکی مسکرا کر شکریہ کرتی چلی گئی اور اب بہزاد مسکراتے ہوئے گولڈن میکسی میں ہانیہ کو دیکھنے لگا جو کوئی پرستان کی پری لگ رہی تھی اسے۔ ہر کوئی اس سحر انگیز ماحول میں مدہوش ڈانس کرتے ماحول کی خوبصورتی کو محسوس کر رہا تھا۔ بہزاد ہانیہ کو اپنے ماسک سے جھانکتی مسکراتی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

جس نے اپنے خوبصورت چہرے پر مور پنکھ والا ماسک پہنا ہوا تھا۔ جس میں وہ کوئی قاتل دوشیزہ لگ رہی تھی۔ بہزاد کی دھڑکنیں شور مچانے لگیں۔ وہ اس سے کافی نظریں چرا رہا تھا پر یہ بہت مشکل تھا اس سے نظریں پھیرنا اور اب تو یہ دیکھ کر اسکا صبر جواب دے گیا جہاں اسے کوئی لڑکا ڈانس کی آفر کر رہا تھا۔

اس سے پہلے کہ وہ جواب دینے کیلیئے منہ کھولتی کسی ہوا کے جھونکے کی طرح وہ اسکے سر پر تھا اور اسکا بلند ہاتھ جو اس لڑکے کیلیئے اٹھ رہا تھا بہزاد نے اپنی مضبوط پکڑ میں لیتے اسکی نازک کمر میں بازو ڈالا اور خود سے قریب تر کر لیا۔

اس اچانک سے حملے پر ہانیہ سانسیں روکے انچ بھر کے فاصلے پر موجود اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگی۔

تم!" وہ بہزاد کی سیاہ آنکھیں دیکھ کر اسکی جرات پر حیران ہوئی۔"

یس میڈم میں۔" اس نے جھک کر سرگوشی کی اور اسے لے کر ڈیک کے بیچوں بیچ دوسرے کپلز کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔"

بہت شوق ہے آپکو ڈانس کرنے کا میڈم۔" اس نے دانت پیس کر سرگوشی کی۔"

یہ کیا کر رہے ہو بہزاد؟ تم جانتے ہو اگر کسی نے تمہیں پہچان لیا تو کتنا تماشا بنے گا، مجھے ایک باڈی گارڈ کے ساتھ ڈانس" کرتے دیکھ کر۔" وہ اپنی کمر سے اسکا بازو ہٹانے کی کوشش کرتی نیچی آواز میں اسے سمجھاتی سرزش کرنے لگی۔

میں کچھ نہیں جانتا میڈم اس وقت کوئی ہمیں پہچان بھی لے تو مجھے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ صرف ڈانس انجوائے" کریں۔ باقی کا مجھ پر اپنے وائلڈ مین پر چھوڑ دیں۔" اس نے سرگوشی میں کہتے میوزک کی لے پر قدم آگے پیچھے کرنے شروع کر دیے۔ اسکی اتنی جلد بازی پر ہانیہ اسکے غلط سٹیپس پر گرنے والی ہو گئی۔ ہائی ہیل پر بمشکل کھڑی اسکی جیکٹ کو مٹھیوں میں بھینچ گئی۔

کیا جاہلوں کی طرح جھٹکے مار رہے ہو۔ ایسے کرتے ہیں ڈانس؟" اسکے جلدی سے گھمانے پر وہ ہڑبڑائی ہوئی واپس اسکے" سامنے آئی اور ایکدم ہی اسکے پیٹ میں مکا مار کر نیچی آواز میں بولی۔ مکے پر بہزاد آہ کر تا رہ گیا۔

تو کیسے کرتے ہیں؟" وہ غصے میں پاگل لگ رہا تھا پر اسے چھوڑنے کیلئے تیار نا تھا۔"

پہلے تو ہانیہ حیران ہوئی اور پھر وجہ سمجھ کر بڑی خوبصورتی سے مسکراہٹ چھپا گئی۔

مصنوعی انداز میں اس نے دانت کچکچا کر اپنی دوستوں کا خیال کرتے اسکا ہاتھ پیچھے سے ہٹا کر آہستہ سے دھڑکتے دل کے ساتھ اپنی کمر پر رکھا اور اپنے ہاتھ اسکے شولڈر پر رکھ لیے۔

اسکی انگلیاں پھر سے اسے اپنی کمر پر سرکتی پیچھے کو جاتی محسوس ہوئی۔ ہانیہ نے اتھل پتھل سانسوں سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا اور پھر اپنے لرزتے سرخ لبوں پر زبان پھیر کر سیاہ گھنی پلکوں کی آڑ سے اسکی داڑھی کو دیکھنے لگی۔

ا۔۔اب جیسے میں پپ۔۔پاؤں کو حرکت دوں گی ویسے کرنا ہے، آہستہ آہستہ اگر جلدی بازی دکھائی تو پیچھے سمندر دیکھ" رہے ہو اس میں پھینک دوں گی۔" نروس سی وہ اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی۔

اسکی دھمکی پر بہزاد نے شرافت سے اثبات میں سر ہلایا اور اسکے سلو موومنٹس کو دیکھتے خود بھی ویسے آہستہ آہستہ ڈانس کرنے لگا۔ سحر زدہ اس ماحول میں ہر کوئی گم تھا اور بہزاد اپنی زیرک نگاہیں آس پاس پر ڈالتا اپنے حصار میں پوری طرح قید لرزتی ہوئی ہانیہ خان کو دیکھتا متبسم تھا۔

دفعتاً وہ چونکا اسکی چھٹی حس اسے خطرے سے الرٹ کرنے لگی۔ سیاہ آنکھیں اس کے شانے پر پیشانی ٹکائے گہرے سانس لیتی اپسرا سے ہٹیں اور ڈانس کے گول سٹیپ کے ساتھ گھوم گئیں اور اب اس کی نظریں نامحسوس انداز میں اس مشکوک ویٹر پر ٹک گئی۔

جس کی آنکھیں جیسے کسی کو ڈھونڈ رہی تھیں اور بہزاد سمجھ گیا اسکی نظریں کس کو ڈھونڈ رہی ہیں۔

ہانیہ خان!" وہ بڑبڑایا۔"

اگر یہ ایک یہاں ہے تو دوسرے بھی ہوں گے۔ مطلب پوری تیاری سے آئے ہیں تارڑ کے کتے۔ اسکی نک چڑھی کو اگر کوئی نقصان پہنچ گیا تو۔۔

میڈم چلیں۔" ہانیہ جو آہستہ سے اس کے سینے پر سر رکھے اسکی دھڑکنوں کا رقص سنتی اس کے ساتھ جھومنے لگی تھی۔" اسکی آواز پر مور پنکھ ماسک جس نے آنکھوں سمیت آدھے چہرے کو کور کیا ہوا تھا، اس نے سبز آنکھیں کھول کر سر اٹھایا اور اسے دیکھا۔

اتنی جلدی کیوں؟ ابھی تو پارٹی ختم نہیں ہوئی جبکہ میں تمہیں بتا کر آئی تھی کافی لیٹ ہو جائیں گے ہم۔" وہ اسے دیکھنے" لگی۔

میں جانتا ہوں پر یہاں کچھ گڑبڑ ہے، چلیں۔" وہ کہہ کر بغیر اسکی سنے اسے بازو سے پکڑ کر وہاں سے نکل آیا۔ ابھی وہ" گاڑی میں بیٹھے ہی تھے کہ پیچھے سے ٹھاکے ساتھ اسکی گاڑی پہ فائر ہوا۔

آآآآ۔۔۔ ہانیہ کانوں پہ ہاتھ رکھ کر چیخ اٹھی اور بہزاد نے ایک نظر اس پہ ڈال کر گاڑی اسٹارٹ کی۔"

پکڑو انہیں وہ رہے۔" پیچھے سے لوگوں کی آواز پر وہ زن سے دوسری کھڑی گاڑیوں کو ٹکر مارتا اپنا راستہ صاف کر کے" وہاں سے گاڑی جہاز کی طرح اڑا لے گیا۔

پیچھے سے انکی گاڑی پہ مسلسل فائرنگ ہو رہی تھی اور کبھی دائیں کبھی بائیں اسٹیئرنگ کو گھماتا انہیں گھن چکر بنائے ہواؤں سے باتیں کر رہا تھا۔ ہانیہ وحشت زدہ سی اسکے بازو کو دبوچ کر اس سے چپکی بیٹھی تھی۔

اتنی بڑی مات کھا کر بھی وہ سدھرے نہیں۔" بہزاد نے سوچتے ہی اپنا ہاتھ پیچھے لیا اور پیچھے سے اپنی گن نکال کر لوڈ" کرتے ہانیہ کو دیکھا جو پھیلی ہوئی وحشت زدہ آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

گاڑی ڈرائیو کرلو گی؟" اسکے گال کو محبت سے سہلاتے پوچھا۔"

سہمی سی ہانیہ کا ایک آنسو ٹوٹ کر گال پر پھسلا۔

تت تم کک کہاں؟" اس نے خوفزدہ ہوتے اپنی مٹھیوں میں اسکی شرٹ کو بھینچ لیا۔"

پیچھے فائرنگ ہو رہی تھی اور بہزاد نے اسے سنبھالتے موڑ کاٹا۔

میں یہیں ہوں صرف انہیں انکی اوقات دکھادوں۔ ہانیہ خان، بہزاد کی ہے اسے تکلیف پہچانا اور محبت دینا صرف اسکے" باڈی گارڈ کا حق ہے۔ اس حق پر کسی نے آنکھ بھی ڈالی تو وہ آنکھ نوچ لی جائے گی میڈم۔" اسکی سبز بھیگی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔ ہانیہ نے جھٹ سے سر اثبات میں ہلایا اور گاڑی کا اسٹیئرنگ تھاما۔

وہ اسے محبت سے دیکھتا ونڈو اوپن کرتا اپنے آدھے بدن کو باہر نکالتے مقابلے پر اتر آیا۔ ایک طرف ہانیہ کی چیخیں تھیں تو دوسری طرف بہزاد نے پیچھے آنے والی گاڑی کے آگے والے ٹائر کو نشانے پر لیا اور اپنی گاڑی کو نشانے رد یکھتے اس نے اپنا ایک بازو اندر کیا اور ایکدم اسٹیئرنگ کو موڑا جس سے گاڑی بائیں طرف الٹتی الٹتی بچی۔

اس نے اندر آکر بروقت اسٹیئرنگ تھام لیا تھا۔ وہ تو بچ گئے تھے پر پیچھے بلاسٹ کی آواز پر ہانیہ کی دل دہلا دینے والی چیخ کے ساتھ بہزاد کا تمسخر بھرا قہقہہ گونج اٹھا۔

ریلیکس میڈم!" گہرا سانس بھرتے بہزاد نے ایک بازو ہانیہ کے گردن میں ڈالا اور اسے اپنے ساتھ لگایا۔"

تم نے انہیں مار دیا؟" ہانیہ کی وحشت سے پھیلی آنکھیں بہزاد پر جمی ہوئی تھیں۔"

ڈیوٹی از ڈیوٹی۔" اسے خود میں بھینچے وہ مسکرایا۔ ہانیہ نے آنکھیں میچ کر گہرا سانس بھرا۔"

کون تھے ؟" وہ سسکی لے کر پوچھنے لگی۔ اسے لگا تھا آج وہ مر جائے گی یا پھر سے بیری کو کھو دے گی۔ بہزاد نے لب بھینچ" کر اس چنگاری کو پانی کی طرح دیکھتے اسکے سر پر نا محسوس انداز میں لب رکھے۔ وہ ایک ہاتھ سے اسکا سر سہلاتے دوسرے سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

یہ تو سر بتائیں گے۔" اس نے ذرا سی نظریں اسکی طرف اٹھائیں تو نظریں سیدھا اپنی شرٹ کو مٹھی میں بھینچے اسکے کانپتے" ہاتھ پر گئیں۔ اسے اپنی رنگ یاد آئی تو ماتھے پر پھر سے تیوریاں سج گئیں۔

گھر پہنچ کر حارث صاحب نے جب روتی ہوئی ہانیہ کو دیکھا تو بہزاد سے پریشانی سے وجہ پوچھی۔ بہزاد نے حارث صاحب کو سارا واقعہ سنایا کہ کیسے وہ چھپ کر اس پر اٹیک کرنا چاہتے تھے۔ حارث صاحب ششدر رہ گئے۔

پر اسکے باوجود آج پھر انہیں بہزاد پر فخر محسوس ہوا کہ اپنے فرض کو نبھاتے وہ انکی بیٹی کو صحیح سلامت لایا۔

مسکراتے ہوئے حارث صاحب نے اس کا شکریہ ادا کیا اور ہانیہ کو اپنے سینے سے لگا لیا۔

کیا وہ رضوان تارڑ کے آدمی تھے ؟" بہزاد نے حارث صاحب سے پوچھا۔"

ہاں! اس کے سوا میرا دشمن کون ہے جو ایسی گھٹیا حرکت کرے گا۔" وہ سر جھٹک کر بولے۔"

آپ حکم کریں سر ایک منٹ میں سارے چمچوں کا کھیل ختم کر دوں۔" اسکے لہجے میں غصہ اور شدت محسوس کرتے" حارث صاحب نے سر اٹھایا اور مسکرائے۔

نہیں اسکی ضرورت نہیں۔ تم صرف میری بیٹی کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ انہیں میں خود سنبھال لوں گا۔" وہ سر نفی میں" ہلاتے بولے تو بہزاد نے بھی سر ہلا دیا۔

دفعتاً خاموش فضا میں بہزاد کا موبائل بجا اور " تیری میری، میری تیری " سانگ اپنے سروں کے ساتھ فضا میں بکھر گیا۔ بہزاد حارث صاحب کی حیرت بھری نظریں محسوس کر کے کھسیا گیا اور معذرت کرتا سائیڈ پر چلا گیا۔ ہانیہ کی بھیگی ہوئی مسکراتی نظریں اسکی چوڑی پشت پر ٹکی تھیں۔ وہ بہزاد کا اپنے لئے جنون محسوس کرتی اپنے باپ کے سینے میں منہ چھپا گئی۔

کال انور کی تھی۔ جس نے اسے بتایا تھا کہ مولوی صاحب کی حالت بگڑ گئی تھی۔ وہ انہیں ہسپتال لے کر جا رہا تھا۔ اسے جلدی پہنچنے کا کہتے ہوئے وہ حارث صاحب کے پاس آیا اور ان سے اجازت لیتا ہانیہ پر ایک نظر ڈالتے وہاں سے روانہ ہو گیا۔ اسکے جاتے ہی ہانیہ بھی اپنے روم کی طرف بڑھ گئی۔

~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

ریسیپشن پہ موجود لڑکے سے مولوی صاحب کا روم کا پوچھتے وہ بھاگتا ہوا وہاں پہنچا تو ایک لرزہ خیز خبر اسکی منتظر تھی۔

انور نے اسے دکھ سے بتایا کہ مولوی کے علاج کیلئے پیسوں کی ضرورت ہے اور مدد کرنے سے سارے محلے نے ہاتھ پیچھے کر لیے ہیں۔

مولوی صاحب کے گردے ناکارہ ہو گئے ہیں اور اب سرجری کیلئے پیسوں کی ضرورت ہے پر کوئی مدد نہیں کر رہا۔" انور" دکھی لہجے میں بولا۔ یہ سب سن کر انکے گھر میں ماتم بچھ گیا ہے۔ انکی بیوی کو سنبھالنا مشکل ہو گیا ہے۔ بہزاد کے پاس جتنے پیسے تھے وہ اس نے ہسپتال میں خرچ کر دیے۔ اب انکی سرجری کیلئے اتنی موٹی رقم وہ کہاں سے لاتا۔ محلے والوں میں سے پیسے دینے کیلئے کوئی آگے نہیں بڑھ رہا تھا۔ انور سے مشورہ کر کے وہ دونوں محلے کے سربراہ کے پاس پہنچے پر وہاں بھی انہیں مایوسی کا سامنا کرنا پڑا۔ سربراہ کا کہنا تھا کہ مولوی بہت اچھے اور نیک انسان ہیں۔ ہمیں انکی مدد کرنی چاہیے پر مدد تب کریں گے نا جب جیب میں پیسے ہوں اور چولہا گرم ہو۔ اس دور میں لوگ اپنے بچوں کے پیٹ در در سے مانگ کر بھر رہے ہیں مولوی صاحب کی کہاں سے مدد کریں گے۔

لاکھوں کا معاملہ ہے بھئی، ہزاروں کا نہیں کہ جھٹ سے دے دیں۔ کسی امیر آدمی کا در کھٹکھٹاؤ، اگر کوئی رحم دل ہو گا تو" کر دے گا مدد ورنہ بھول جاؤ۔ یہی لکھا تھا انکے نصیب میں۔" سربراہ کی باتیں سن کر بہزاد اس پر تف بھیج کر وہاں سے اٹھ آیا۔ اب وہ اپنے روم میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہاں سے لائے اتنے پیسے۔
~~~~~~~~~~~~~~~~~~~~

سیلری ملی نہیں تھی اور اگر ملتی بھی تو کون سا علاج ہو جاتا۔ وہاں لاکھوں کی بات تھی اور یہاں چند ہزار تھے۔ ان پیسوں سے تو صرف مولوی کے گھر کا پیٹ پال سکتا تھا وہ اور کچھ نہیں۔

سن بہیارے میں کیا کہہ رہا تھا۔" انور نے اندر آتے بیڈ پر لیٹے بہزاد سے کو مخاطب کیا۔"

ہاں بول۔" مختلف سوچوں سے پیچھا چھڑواتے اس نے نظریں اٹھا کر اسکے چہرے کو دیکھا۔"

میں کہہ رہا تھا کہ تُو اپنے اس ہوم منسٹر سے مدد مانگ نا یار! تُو نے تو کہا تھا کہ بہت اچھا بندہ ہے، تو پھر ضرور تیری مدد کرے گا۔" انور کی بات پر وہ سوچ میں پڑ گیا۔

یار! اچھے بندے اور پیسے دینے والے میں فرق ہوتا ہے۔ کوئی مسکرا کر بول لے تو اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہماری مدد کرے گا یا ہمیں اتنے سارے پیسے صرف اسکی بیٹی کے باڈی گارڈ ہونے پر دے دیگا۔ انکے سامنے ہماری اوقات ایک ملازم کی ہے اور ملازم کو جھوٹا کھانے کو دیا جاتا ہے پیسہ نہیں۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔

ہے تو یار حقیقت پر تُو دیکھ اسکے سوا کوئی چارہ نہیں۔ تو نے دیکھا کیسے اس سربراہ نے صفاچٹ انکار کر دیا۔ قسم سے میرا دل کر رہا تھا سالے کا سر پھاڑ دوں۔ سب بہانے ہیں سالے کے۔ ابھی پچھلے ہفتے ہی اپنے بیٹے کو نئی بائیک لے کر دی تھی اور یہ کچھ نہیں تو سارے محلے والوں سے تھوڑے تھوڑے پیسے ہی لے کر جمع کرواتا تو کچھ تو ہو ہی جاتا، پر نہیں اس نے کورا جواب دے دیا۔" انور نے اسے سمجھانا چاہا جس پر گہری سوچ میں ڈوبے بہزاد نے سر ہلایا۔

سچ میں اسکے سوا چارہ نہیں اگر کچھ نہیں کیا تو مولوی کی جوان بیٹیاں اور چھوٹے بیٹے رل جاتے اور وہ ایسے کیسے دیکھ سکتا تھا۔ جس شخص نے اسے اتنے سال بغیر کرائے کے اسے اپنے گھر میں رکھا اور صبح شام اسے احساس دلاتے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا تھا۔ آج جب اس پر کڑا وقت آیا تھا تو وہ کیسے پیچھے ہو سکتا ہے۔

تجھے پتا ہے بڑی بیٹی کی شادی کروا رہا تھا۔ سادگی سے نکاح کروا کر پر یہ اچانک سے بیچارے پر۔۔۔" وہ کہہ کر خاموش رہ گیا۔

کیا کر رہا ہے؟" انور اسے بیڈ سے اتر کر موبائل پکڑتے دیکھ کر بولا۔"

کوشش کر رہا ہوں۔ اب کچھ تو کرنا پڑے گا۔ ایسے تو نہیں چھوڑ سکتے مولوی کو۔" اس نے مسکرا کر بولا اور حارث صاحب" کے نمبر پر کال کی۔

جو کچھ ہی دیر میں پک کر لی گئی۔

ہوم منسٹر حارث خان اسپیکنگ!" حارث خان کی نیند میں ڈوبی آواز آئی۔ بہزاد نے اپنے اندر ہمت پیدا کی۔"

سر میں بہزاد۔۔۔" وہ انور کو دیکھ کر بولا جو اس کی ہمت بندھا رہا تھا۔"

کون بہزاد؟؟" حارث صاحب نے آنکھیں کھول نمبر دیکھا۔"

سر آپکا باڈی گارڈ بہزاد۔" اس نے دانت پیس کر تعارف کروایا۔ یہ حال تھا ان لوگوں کا کہ نام تک یاد نہیں، مدد خاک" کریں گے پر پھر بھی وہ جی کڑا کر کے بول رہا تھا۔

ہاں ہاں بہزاد! بولو کیوں کال کی اتنی رات کو؟" حارث صاحب روم کی لائٹ آن کرتے اٹھ بیٹھے۔"

الیکشن قریب تھے تو کوئی بھی مسئلہ ہو سکتا تھا اس لیے وہ چونکنے ہوئے۔

سر کچھ ہیلپ چاہیے۔" وہ کہہ کر آنکھیں میچ گیا۔"

حارث صاحب خاموش ہو گئے اور بہزاد کے لبوں پر تمسخر پھیلا۔

کیسی مدد؟" کچھ توقف کے بعد انہوں نے پوچھا۔ اس خاموشی کے وقفے پر انور نے اشارے سے بہزاد سے پوچھا جس پر" اس نے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور ساری حقیقت انکے گوش گزار کرنے لگا، حارث صاحب خاموشی سے سنتے رہے۔

اوہ! تمہیں اب پیسوں کی مدد چاہیے؟" انہوں نے جیسے اندازہ لگایا اور بہزاد نے مثبت جواب دیا۔"

کتنے؟" انہوں نے پوچھا۔"

سر آپ پڑھے لکھے ہیں۔ جانتے ہیں ناکارہ گردوں کی سرجری کیلئے لاکھوں چاہیے۔" وہ بالوں میں ہاتھ گھما کر بولا دل تو" بالکل بھی نہیں چا رہا تھا ان سے مدد لینے کا پر کہتے ہیں ناوقت برا ہو تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے، بس یہی کام وہ کر رہا تھا۔

حالانکہ اس نک چڑھی کے دولت چننے پر اس نے سوچ لیا تھا کہ نوکری چھوڑ کر اس شہر سے دور چلا جائے گا اور کبھی اس شہر کا راستہ نہیں اختیار کرے گا۔

یا تو رب سے دعائیں مانگ رہا تھا کہ ایسی لاٹری لگا دے جس سے قسمت چمک اٹھے اور وہ اپنی میڈم کی انگلی میں ڈائمنڈ کی رنگ ڈالے اور پھر کوئی عذر نا بچے اسکے پاس باڈی گارڈ کو انکار کرنے کا۔

اسے اپنی انیتس سالہ زندگی میں پہلی بار محبت ہوئی تھی۔ وہ بھی اتنی شدت والی تھی کہ ایک پل کے لیے اسکی نظروں سے اوجھل نہیں ہوتی تھی اسکی میڈم، سارا دن حواسوں پر چھائی رہتی، اسے کسی کام میں دل لگانے نہیں دیتی۔ صرف خود سے جوڑے رکھتی۔ اسکے دل دماغ پر قبضہ کیے رکھتی۔

تم ایسا کرو یہاں آؤ، بات کرنی ہے۔" حارث صاحب نے کہہ کر کال منقطع کر دی۔ بہزاد موبائل کو گھورنے لگا۔"

کیا ہوا؟ کیا بولا؟؟" انور نے جلدی سے قریب آتے ہوئے پوچھا۔"

بلایا ہے، تو یہیں رہ میں جلد ہی واپس آتا ہوں۔ خیال رکھنا مولوی کے گھر کا۔" بہزاد نے انور سے کہا۔ بائیک اسٹارٹ" کر کے وہ تیز رفتاری سے محلے کی حدود کراس کرتا وہاں سے نکلا۔

*_______*_______________*_____*

یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ مطلب سر میں یہ کام کیسے کر سکتا ہوں؟ یہ غیر قانونی ہے۔" بہزاد حارث صاحب کی بات سن کر" حیرت سے بولا۔

اگر یہ غیر قانونی ہے تو جاؤ اس قانون سے کہو کہ مولوی کے آپریشن کیلئے تمہیں تیس لاکھ دے بلکہ ان تیس لاکھ سے" زیادہ دے کیونکہ آپریشن کے بعد بھی تو پیسے چاہیے ہوں گے پھر کیا مولوی کا گھر بیچ کر اسکی جوان بیٹیوں کو سڑک پر بٹھاؤ گے؟" حارث صاحب نے طنزیہ کہا اور اسے گھورنے لگے۔

وہ کب سے یہ موقع چاہتے تھے اور آج قدرت نے انہیں یہ موقع دیا تو یہ بیوقوف نہیں مان رہا تھا۔

انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ کیسے بھی کر کے اسے اس بات پر آمادہ کریں گے پر اسکے سر پہ وہی ایمانداری کا بخار چڑھا ہوا تھا۔

سر معاف کیجئے گا، میں یہ کام نہیں کر سکتا۔" اسکے لئے یہ صدمہ کم تھا کہ وہ ہوم منسٹر ہو کر اسمگلنگ کرتا تھا اور اسے اس" میں شامل ہونے کا کہہ رہا تھا۔

وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ کافی دیر تو انکے منہ سے یہ آفر سن کر وہ کچھ بولنے کے لائق نہیں رہا تھا۔ وہ ٹکا سا جواب دے کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

پر جانے سے پہلے وہ اپنی میڈم کے روم پہ بے بسی بھری نظر ڈالنا نہیں بھولا تھا۔ اسکا دل دکھ رہا تھا۔

وہ لب بھینچے بائیک پہ بیٹھا اور خان مینشن سے نکل گیا۔ وہ غریب کیوں پیدا ہوا۔

کیا غریب کی کوئی خواہش نہیں ہو سکتی؟ وہ کتنا مجبور محسوس کر رہا تھا، وہ ٹوٹ رہا تھا۔ ہانیہ خان کے زندگی میں آنے سے پہلے اسے پیسوں کی اتنی ضرورت نہیں پڑتی تھی، جتنی اب پڑ رہی تھی۔ دماغ کہہ رہا تھا ہاں کر دو پر دل نہیں مان رہا تھا جو بہت محبت کرتا تھا ہانیہ خان سے۔ وہ اس کام پہ آمادہ نہیں تھا۔ وہ بے مقصد راستوں پہ بائیک بھگانے لگا۔ وہ دور کہیں تاریکی میں اترنا چاہتا تھا جہاں کچھ نا ہو۔ وہاں جانا چاہتا تھا جہاں اسکا وجود تاریک ہو جائے۔ اسکے اندر جو روشنی اسے تاریکی سے دور رکھتی تھی وہ معدوم پڑ جائے۔

پر ایسا نہیں ہو سکتا تھا۔

وہ اس سنسان سڑک پر موجود تھا جہاں پارٹی سے لوٹتے وقت ہانیہ خان نے پہلی بار اسے گلے لگایا تھا۔ وہ تو جذباتی ہو گئی تھی پر اسکے جنون میں آگ لگا گئی تھی۔ وہ اس سڑک کو گھورنے لگا۔

دفعتاً اسے ایسا لگا جیسے وہاں کسی کی لاش پڑی ہو۔ کسی چھوٹے بچے کی لاش دکھنے لگی اسے۔ وہ گھبرا کر بیچ سڑک پر لاش دیکھ کر بوکھلا گیا۔ وہ آگے بڑھا مگر وہاں کچھ نا تھا۔ اس نے تاحدِّ نگاہ سڑک دیکھی تو پھر سے سڑک کے کنارے اسے خون ہی خون محسوس ہوا۔

بہزاد کو اپنا دماغ گھومتا محسوس ہوا وہ سڑک کے دوسری طرف پشت پھیر کر کھڑا رہا۔

دونوں اطراف میں سیاہ تاریکی میں ڈوبے جنگلات تھے۔ بیچ میں یہ سنسان ٹوٹی پھوٹی سڑک جس پہ کم ہی رات کو لوگ سفر کرتے تھے۔ اس نے گہرا سانس بھرتے خود کو نارمل کیا اور پھر مڑ کر اس سڑک کو دیکھا جہاں اب کچھ نہیں تھا۔ وہ اپنے دماغ کا خلل سمجھ کر سر جھٹکتا بائیک کے پاس نیچے بیٹھ گیا۔

بڑے لوگوں سے پنگا مطلب ناٹ چنگا۔ اب میں کیا کروں؟ جا کر کسی کو بتاؤں کہ ہوم منسٹر اسمگلنگ کرتا ہے۔" وہ اپنے" ہی بچگانہ سوال پہ ہنسا۔

سالا! قانون ثبوت مانگتا ہے، جو میرے پاس نہیں۔ میں کیا کروں؟ دفع کرو، اللہ سب دیکھ رہا ہے۔ اب میں انور اور" مولوی کی بیوی صاحبہ کو کیا امید دلاؤں کہ میں کچھ نہیں کر سکا۔ مولوی ہسپتال کے بستر پہ پڑا ہے اسکا کیا کروں؟" اس نے دونوں ہاتھوں میں سر پکڑ لیا۔

اسکا دل کر رہا تھا خود کو بیچ دے پر اس نکمے پن کے ساتھ لے گا کون؟ ناڈگریاں نا ہی کوئی نوکری۔

سنسان سڑک پہ بائیک کے پاس بیٹھا وہ تاریکی کا حصہ بنا جو دہارا گیا تھا۔

دفعتاً اسکے موبائل پر رنگ ہوئی۔ سنسان اور ویران ماحول میں "تیری میری، میری تیری" گانا گونج اٹھا۔ لب بھینچ کر انور کی کال دیکھ کر کال کاٹ گیا بلکہ موبائل ہی آف کر دیا۔ یہ گانا اس نے اپنی میڈم کیلئے سیٹ کیا تھا رنگ ٹون پہ، پر اب دل کر رہا تھا اس موبائل سمیت گانے کو بھی آگ لگا دے۔ نا رہے گا بانس نا بجے گی بانسری۔

حارث صاحب بہزاد کے یوں منہ پہ جواب مارنے پر غصے سے وہاں سے نکلے۔

سنو عبداللہ! جا کر اس باڈی گارڈ بہزاد پہ قریب سے نظر رکھو۔ اس میں ذرا سی گڑبڑ لگے تو بغیر سیکنڈ کے اڑا دینا، سمجھ گئے" نا؟" موبائل کان سے لگا کر بولے تو دوسری طرف عبداللہ نے "اوکے سر" کہا۔

حارث صاحب لب بھینچے لاؤنج میں یہاں وہاں ٹہلتے رہے اور جب دماغ کچھ ریلیکس ہوا تو ایک نظر اپنی بیٹی کے بند کمرے کے دروازے پہ ڈال کر سیڑھیاں چڑھتے اپنے کمرے میں بند ہو گئے۔

وہاں آکر دروازہ بند کر کے انہوں نے فواد اور کمشنر کو کال کی۔

باڈی گارڈ کو سب بتا دیا ہے۔ اب صرف اسکے راضی ہونے کا انتظار ہے۔ خیال کرنا اسے کہیں سے پیسے نہ ملیں اور ہاسپٹل والوں کی طرف سے آپریشن کے پیسے بڑھا دو۔ بالکل مجبور کر دو اسے۔ حکم دے کر کال ڈسکنیکٹ کر دی۔ چہرے پہ مکروہ مسکراہٹ سجا کر آرام سے جہازی سائیز بیڈ پہ دراز ہو گئے۔

یہ تو مان جائے گا پر وہ کون تھا جو میری بیٹی کے کمرے میں آیا تھا، اتنی سخت سکیورٹی کے بعد بھی۔" وہ بڑبڑاتے گے۔"

اس انجان شخص نے اتنی شکست دی تھی کہ وہ بے بس ہو گئے تھے اب۔ نا اپنی بیٹی کی شادی کروا پا رہے تھے نا ہی اس موضوع پر بات کر پا رہے تھے فواد سے۔

ہادی کا کترانا بھی وہ خوب سمجھ رہے تھے پر وہی بے بسی کہ پہلے تو اسکی طرف سے شکوہ تھا فواد کا۔ متفکر سے وہ چھت پر لگے فانوس کو گھور رہے تھے۔ آنکھوں پہ جب نیند مہربان ہوئی تو انہیں سونا ہی پڑا۔

------------------------------*

بہرام ملک!" سراسیمہ سی وہ اندھیرے میں اپنی سبز آنکھیں پھاڑے خود پہ جھکی ان گیری نیلی آنکھوں کو دیکھنے لگی۔ جن" میں دیکھتے لگ رہا تھا جیسے سمندر ٹھہرا ہو۔

ششش!!" بہرام نے اسکی خوفزدہ پھیلی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے انگلی اٹھا کر اسکے سرخ لبوں پہ رکھتے ان پر آہستہ سے" پھیری۔ ہانیہ وحشت زدہ سی ہو گئی۔ آج کے ایکسیڈنٹ نے اسکے اوسان پہلے ہی خطا کر رکھے تھے۔ اب پھر سے یہ نئی مصیبت۔

اسکا وجود سن پڑ گیا تھا اور وہ کوئی مزاحمت نہیں کر پا رہی تھی۔

میرا اتنا نقصان کیوں کیا؟ سب تمہارا ہی تو تھا فیوچر میں، جب تم مسز بہرام ملک بن کر ملک محل میں میری ملکہ بن کر آؤ" گی۔ کوئی اپنا اتنا نقصان کرتا ہے ڈارلنگ۔" وہ اسکے بال سنوارتا محبت سے اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا۔ ہانیہ کی آواز اسکے

حلق میں بند ہو گئی۔ اسکا دہکتا لمس اپنے بالوں پر محسوس کر کے وہ مرنے والی ہو گئی تھی۔ اسکا پورا وجود اے سی کی کولنگ میں بھی پسینے سے نم لرز رہا تھا۔

دد۔۔ دیکھو مم۔۔ مرو گے تم۔ جب مم۔۔ میرے ڈیڈ کو مم۔۔ میرے باڈی گارڈ کو معلوم ہو گا کہ تم مجھے یوں خوفزدہ" کرتے ہو۔ میرے رر۔۔ روم میں آتے ہو۔ کاٹ دیں گے وہ تمہیں اور مم۔۔ میں تمہارے ٹکڑے اپنے کتوں کو کھلاؤں گی۔ دیکھ لینا ڈیفنس بے غیرت انسان م۔۔۔۔۔" وہ گھٹی گھٹی آواز سے اپنی آواز بلند کر کے چیخنا چاہتی تھی مگر اسکی مضبوط انگلی اسکے لبوں پر آ کر اسکی آواز حلق میں ہی دبا گئی اور ہانیہ بے بس سی کسی پرندے کی مانند پھڑ پھڑا کر رہ گئی۔

بہت اچھا کیا تم نے اس گارڈ کے منہ پہ غربت کا طمانچہ مار کر۔ اسکی پلاسٹک کی رنگ کو نہ پہن کر اسے اسکی اوقات دکھا" دی۔ آئی ایم امپریسڈ بہرام ملک کی بیوی ایسی ہی ہونی چاہیے مغرور سی۔" اسکے ہاتھوں کی انگلیوں کو اپنے ہاتھوں کی سخت انگلیوں میں پھنسا کر ان پہ اپنے لب رکھے۔ ہانیہ سسکتی ہوئی مچل اٹھی۔

چھ۔۔۔ اسکی چیخ پھر سے دب گئی۔"

دیکھو چیخو نہیں۔ میں صرف تمہارے ساتھ کچھ خوبصورت لمحے گزارنے آیا ہوں۔ پھر تو مصروف ہو جاؤں گا اور اسکے" بعد تمہیں اپنی زندگی میں لانا ہے ہمیشہ کے کیلیئے۔" وہ اسکے پاس ہی نیم دراز تھا اور ایک ہاتھ سے اسکے بال سنوار رہا تھا تو دوسرے سے اسکی انگلیاں اپنی انگلیوں میں الجھائے انکی نرماہٹ کے احساس کو اپنی روح میں اترتا محسوس کر رہا تھا۔ وہ ڈر سے ہمیشہ کی طرح اپنا نچلا لب پھیلائے کسی معصوم بچی کی طرح رو رہی تھی اور اسکی اس حرکت کو دیکھتے ہوئے بہرام ملک کی آنکھوں میں سرخی اتر آئی۔

دل تو کہہ رہا تھا کہہ دے، مجھے پہچانو اسٹر امیں تمہارا بیری۔ پر نہیں جب وہ بیری کو کسی اور میں محسوس کرتی تھی تو وہ" "کیوں ایسا کرے۔ دل کی سنتا تو اس نے کب کی چھوڑ دیا تھا۔ اب صرف بہرام ملک بولتا تھا اور دماغ کام کرتا تھا۔

اس نے دل و دماغ کو اپنا غلام بنا لیا تھا۔ بہرام نے اسے زیادہ تکلیف دینا بہتر نہ سمجھا تو آہستہ سے رومال اٹھا کر بڑی احتیاط سے اسکی چھوٹی سی ناک پہ رکھ دیا۔ وہ کسمسائی اور پھر ریلیکس ہو گئی۔ بہرام جانتا تھا اب جب اسے ہوش آئے گا تو اسے کچھ

بھی یاد نہیں ہو گا۔ رومال اپنی جیب میں رکھ کر اس نے اسکا ہاتھ چھوڑ کر اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرا اور اسکے ماتھے پہ اپنے لب رکھ کر اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکرا کر آنکھیں موند لیں۔

آئی لو یو اسٹرا! تمہارے نام کے سوا بیری کچھ نہیں۔" وہ دیوانہ وار اسکے نقوش کو اپنے لبوں کی پیاس سے چھوتا ہوا بول رہا" تھا۔ اسکے نازک پھول سے وجود کو اپنی بانہوں میں بھر کر اسکی گردن میں اپنا چہرا چھپایا۔ اسکا لمس پاتے ہی اس پتھر شخص کی آنکھیں بھیگ گئی۔ وہ اسکی شہ رگ پہ اپنے لب رکھ کر اسکی خوشبو کو اپنی سانسوں میں اتار کر اس سے دور ہوا۔

جلد ہی پھر ملیں گے فیس ٹو فیس۔" اس پہ کمفرٹر درست کرتے وہ مسکرا کر کہتا ہڈی کو منہ کے آگے کرتا ہوا کھڑکی کی" طرف چلا گیا۔

تم جاؤ اب۔" وہ کریم کو حکم دیتا اپنی گاڑی میں آ بیٹھا جس پہ وہ سر کو خم دے کر اسکے جانے کے بعد وہاں سے نکلا۔"

*______________________________________*____*

ڈونٹ وری میری جان ٹھیک ہیں امی۔" ہادی اسے بار بار دلاسے دیتا چپ کروانے کی کوشش کر رہا تھا۔ ٹینڈر کے کام میں" وہ اس قدر مشغول ہو گیا کہ اسے رومیصہ سے دو گھڑی بات کرنے کا موقع بھی نہیں مل پاتا تھا۔ وہ صبح سویرے آفس کے لیے نکلتا اور رات کو دیر سے لوٹتا۔ کھانا بھی کبھی کھاتا تو کبھی ایسے ہی سو جاتا، تھکا ہوا اتنا ہوتا کہ اسے سونے کے بعد دنیا جہاں کا ہوش ہی نا رہتا۔

ایسے میں رات کے تین بجے کے قریب اسکا موبائل بجا وہ ابھی سویا ہی تھا اس لیے آنکھ جلد کھل گئی۔ موبائل پر رومی کا نمبر دیکھ کر پھر وقت کا احساس کرتے وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ کال پک کر کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی اسکی روتی ہوئی آواز آئی کہ اسکی ماں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔

ہادی اسی وقت نیند پر دو حرف بھیجتا نائٹ ڈریس چینج کر کے گاڑی نکال کر بھاگا اور اسکی امی کو لے کر دونوں ہاسپٹل پہنچے۔ ہادی چوہان کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے جلدی سے ہاتھوں ہاتھ لیا اور انہیں ایمرجنسی وارڈ میں شفٹ کیا۔

اب وہ کاریڈور میں رومیصہ کے ساتھ ایک بینچ پر بیٹھا اسے ساتھ لگائے اسکا سر تھپتھپا رہا تھا۔

ہادی! انہیں اگر کچھ ہوا تو میں جی نہیں پاؤں گی۔" وہ روتی ہوئی بھاری آواز میں کہتی اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔"

کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ نے چاہا تو امی صحیح سلامت ہمارے ساتھ ہوں گی۔" اسکا درد محسوس کرتے ہادی نے جھک کر اسکے سر" پر بوسہ دیا۔

وہ کافی دیر اسے ساتھ لگائے بیٹھا رہا۔ فجر کی اذانیں ہوئیں تو دونوں اٹھے۔ رومیصہ ویٹنگ روم کی طرف بڑھی اور ہادی باہر قریبی مسجد کیلیئے۔ پھر دونوں کی دعائیں رنگ لائیں ڈاکٹر نے انہیں بے فکر رہنے کی ہدایت کی۔ گھبرانے والی کوئی بات نہیں وہ اب ٹھیک ہیں۔ رومیصہ نے اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتے پاس کھڑے ہادی کو مسکرا کر دیکھا۔

بہت زیادہ والا شکریہ ہادی۔" وہ اسکا ہاتھ تھام کر نظریں جھکا کر بولی۔ اسکے آنسو پھسل کر گالوں پر گرے۔"

اگر آج آپ نا ہوتے تو۔۔۔" باقی کے لفظ اسکے حلق میں دب گئے اور وہ سسک اٹھی۔"

کسی بیوقوفی والی باتیں کر رہی ہو تم جانتی ہو نا تم اور تم سے جڑے رشتے میرے لیے کتنی اہمیت رکھتے ہیں۔" ہادی سخت" لہجے میں اسکا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر بولا اور رومی اسکی سرخ ڈوروں والی آنکھوں میں دیکھتی شرمندگی سے نظریں جھکا گئی۔

وہ جانتی تھی اسکا باپ پیسے کیلیئے کتنا لالچی تھا کہ بیٹے کو مشین بنا ڈالا اور ایسے میں اسکی مصروفیت کے ساتھ اسے ساری رات اپنے ساتھ لٹکائے رکھنا۔۔۔

اب آپ جائیں ہادی آرام کریں۔ میں اماں کو لے جاؤں گی گھر۔" وہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتی بولی۔ ایک بار پھر اسکی" بیوقوفی پر ہادی نے سخت گھوری ڈالی۔

میرا میٹر مت گھماؤ ہارٹ بیٹ یا جان بوجھ کر ایسی باتیں کر رہی ہو تا کہ میں ہرٹ ہو جاؤں۔" اس نے ناراضگی دکھائی۔" جس پر رومیصہ بوکھلا گئی۔

"نن۔۔۔ نہیں کیسی باتیں کرتے ہیں ہادی میں تو آپکے آرام کی وجہ سے کہہ رہی ہوں۔ آپکی آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں۔"

وہ پریشانی سے بولی۔

ہادی اسکے لہجے میں اپنے لیے فکر مندی دیکھتا مسکرایا۔

میرا آرام تو تم ہو ہارٹ بیٹ۔ ایک بار مسکرا کر دیکھاؤ تو یہ ڈورے خود بخود چلے جائیں گے۔ یہ تو تمہاری آنکھوں میں آنسو" دیکھ کر آئیں تھے بیوقوف نا کہ بے آرامی سے۔" وہ گالوں پر موجود اسکے ڈمپل پر انگلی رکھتا بولا وہ پلکیں جھکا گئی۔

تم بیٹھو جب تک میں ناشتے کیلیئے کچھ لاتا ہوں۔" وہ اسے روم میں لے آیا اور صوفے پر بٹھا کر خود اسکی نانا کو نظر انداز کرتا" چلا گیا۔ پھر کچھ ہی دیر میں اپنے اور اسکے لیے ناشتہ پیک کروا کر لے آیا۔ جس پر کافی جھجھک کے بعد رومیصہ نے اسکے ساتھ ناشتہ کیا۔

ڈاکٹر سے اجازت لے کر وہ اسے اسکی ماں کے پاس لے آیا۔ جنہیں اب پرائیوٹ روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔

تیرے بابا نہیں آئے ابھی تک رومی؟" انکی کمزور سی آواز پر پیچھے کھڑے ہادی نے بھی بیڈ کی طرف دیکھا اور وہاں" ضعیف ولاغر وجود کو پا کر اسکے دل کو کچھ ہوا۔

اماں دوائی لینے گئے ہیں۔" وہ مسکرا کہتی انکے پاس آئی اور انکے ماتھے پر لب رکھتی بیڈ پر ساتھ ہی بیٹھ گئی۔"

کیا ہو گیا تھا اماں اچانک آپکو؟" وہ بھرائی آواز میں کہتی سسک اٹھی۔"

ہادی خاموشی سے دونوں کو دیکھنے لگا۔ ماں نہیں تھی اسکے پاس۔ جب دس سال کا تھا تب سے اس ممتا کے سائے سے محروم تھا۔

باپ نے تو کبھی شفقت دکھائی نہیں تھی پر وہ ان احساسات سے واقف تھا جو دوسروں کو دیکھ دیکھ محسوس کرتا رہتا تھا۔

اب وہی درد جو اس وقت رومیصہ کو اپنی ماں کی حالت پر محسوس ہو رہا تھا، ہادی کو بھی ہونے لگا۔

مت پوچھو بیٹا بہت برا خواب دیکھ لیا تھا۔" بتاتے ہوئے انکی رنگت خوف سے سفید پڑنے لگی۔"

رومی اور ہادی نے چونک کر دیکھا۔

کک کیسا خواب اماں؟" اس نے انکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا اور سہلاتی ہوئی اپنے ہونے کا احساس دلانے لگی۔"

"بیٹا میں نے دیکھا تمہارا باپ ڈیوٹی۔۔۔"

اماں اب آپ کیسا فیل کر رہی ہیں؟" وہ ہڑبڑا کر انکی بات بیچ میں ہی کاٹ گئی کیونکہ بہرام ملک نے اسے ابھی کسی بھی" بات کو باہر نکالنے سے منع کیا تھا تو پھر کیسے وہ ہادی کے سامنے ساری باتیں کھول کر رکھ دیتی۔

ہادی نے رومی کے یوں بات کاٹنے پر الجھ کر اسے دیکھا۔

وہ اس سے کیا چھپا رہی تھی؟" اسکے تاثرات سے وہ اندازہ لگا گیا کہ وہ ضرور کچھ چھپا رہی ہے اپنے ڈیڈ کے بارے میں، پر" کیا؟

یہ کون ہے؟" انہوں نے سامنے کھڑے اس چھ فٹ کے نمایاں قد والے ہادی چوہان کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ وہ مسکرا دیا۔" رومیصہ نے بھی مسکرا کر دیکھا۔

جی میں آپکا ہونے والا داماد اماں جی۔" وہ آگے بڑھا اور جھک کر انکی پیشانی پر اپنے لب رکھے۔"

ان کی آنکھوں میں خود بخود پانی آ گیا۔

رومی ہونق سی اسکے ہونے والے داماد لفظ پر اسے دیکھ رہی تھی پر ماں کی آنکھوں میں پانی دیکھ کر اسکے دل کو ٹھیس پہنچی۔

ماشاءاللہ! رومی کیا یہ سچ کہہ رہا ہے؟ تیرے ابا نے پسند کیا ہے اسے؟" روبینہ بیگم نے خوشی سے پوچھا۔ رومیصہ بوکھلا کر" سرخ چہرے سے ہادی کو دیکھنے لگی۔

اس نے جواب دینے کا اشارہ کیا تو وہ شرماتی ہوئی نچلا لب دبا کر سر جھکا گئی۔

جی اماں جی! انہوں نے پسند کیا ہے مجھے۔" وہ چیئر کھسکا کر انکے پاس بیٹھا اور ان کے منہ سے اترا آکسیجن ماسک واپس" لگایا۔ انکے کینولا لگے ہاتھ کو احتیاط سے اپنے ہاتھ میں لیا۔

میری بیٹی کا خیال رکھنا بیٹا۔ چڑیا جتنا دل ہے اسکا۔ بات بات پر رو پڑتی ہے باؤلی۔" وہ واپس دوسرے ہاتھ سے ماسک اتار" کر بولیں تو ہادی اثبات میں سر ہلا کر انہیں ماسک نا اتارنے کی ہدایت کرنے لگا۔

ناکریں ماں جی تکلیف ہو گی سانس لینے میں۔" ان پر دواؤں کی وجہ سے غنودگی چھا رہی تھی۔ وہ مسکراتی ہوئی اسکا ہاتھ" تھپتھپا کر آنکھیں موند گئیں۔

سنو! تمہارے ابا آئیں تو مجھے اٹھا دینا۔ کھانا دینا ہے انہیں۔" انہوں نے ایک بار پھر ماسک اتار کر کہا مگر ہادی کے دیکھنے پر" پر جلدی سے آکسیجن ماسک پہن لیا اور آنکھیں موند لیں۔ وہ ہنس پڑا اور ان کا ہاتھ عقیدت سے چوما۔

باہر چلیں۔" ان کے سونے کے بعد ہادی نے رومیصہ سے کہا۔ وہ اپنی ماں پر ایک نظر ڈالتی ہوئی سر ہلا کر اٹھ گئی۔ وہ" دونوں ایک ساتھ باہر نکلے۔

یہ کیا چکر ہے ہارٹ بیٹ؟ تمہاری ماں کو نہیں معلوم تمہارے باپ کی ڈیتھ ہو گئی ہے؟" وہ دونوں باہر ہاسپٹل کے قریب" پیشنٹ کیلئے بنے پارک میں آکر ایک بینچ منتخب کر کے وہاں بیٹھ گئے اور تب سامنے دیکھتے ہوئے ہادی نے اس سے پوچھا۔ رومیصہ کی نظریں بھی کسی غیر مرئی نقطے پر ٹکی تھیں۔

کچھ نہیں بس ابا کی اچانک موت کو اماں آج تک قبول نہیں کر پائیں۔ حالانکہ سالوں بیت گئے پھر بھی ان کے وہی" سوالات ہیں۔ تیرے ابا کب آئیں گے ملازمت سے، انہیں کھانا دے دینا تھا؟ مجھے جگا دینا ہم ساتھ کھائیں گے فلاں فلاں۔" وہ کہتی ہوئی نظریں گود میں رکھے ہاتھوں پر ڈالتی لب دبا کر بمشکل رونے سے خود کو باز رکھ رہی تھی۔

ہادی نے چونک کر اسے دیکھا۔

تم نے بتایا نہیں تمہارے باپ کی موت کیسے ہوئی تھی؟ یہ تو جانتا ہوں کہ ایکسڈنٹ ہوا تھا پر کب اور کیسے؟" وہ اسکا سر" اپنے کندھے سے لگاتے بولا۔

ابھی وقت نہیں بتانے کا، وقت آنے دو پھر بتاؤں گی۔ کیا آپ میرا ساتھ دیں گے؟" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی اسکے" ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں تھام کر بولی۔

کس قسم کا ساتھ ہارٹ بیٹ؟" وہ محبت سے پوچھتا اسکے آنسوں انگلیوں کی پوروں پر چننے لگا۔"

انصاف دلانے میں۔" وہ اسکی آنکھوں میں جیسے کچھ ڈھونڈ رہی تھی۔ اسکا دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔"

میں حق اور سچ کیلئے ضرور لڑوں گا ڈارلنگ پھر چاہے جان ہی کیوں نا چلی جائے۔" اس نے کہتے ہوئے اسکا سر واپس اپنے" کندھے سے لگایا اور رومی آسودگی سے مسکرا دی۔

بہت تکلیف ہوگی پر آپکو سہنی پڑے گی۔" وہ اسکی انگلیوں سے کھیلتے سوچتی ہوئی زخمی سا مسکرائی۔"

سنیے اب آپ جائیں، میں یہاں ہوں۔" وہ مسکرا کر اسے دیکھنے لگی، ہادی نے بھی اسے دیکھا۔"

جاؤں؟" وہ اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بولا۔"

ہاں۔" وہ آنکھیں جھپک کر بولی۔"

سچ میں جاؤں؟" اسکی آنکھوں میں شوق کے رنگ اتر آئے اور وہ اسے دیکھتی شرمائی۔"

نہیں۔" وہ کہہ کر سر جھکا گئی اور ہادی کھل کر ہنسا۔"

تمہاری یہ ادائیں مجھے لے ڈوبیں گی صنم۔" وہ سرگوشی کرتا اٹھ کھڑا ہوگیا۔ رومیصہ کا چہرا گل و گلنار ہوگیا۔"

، چلو میں ذرا فریش ہو کر آتا ہوں اور آفس سے بھی ایک چکر لگا آؤں۔ بٹ ڈونٹ وری ڈاکٹر سے بات کرلی ہے میں نے" ان کا کہنا ہے کہ ایک دن وہ یہیں رہیں گی پھر ڈسچارج کر دیں گے۔" وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر پارکنگ ایریا میں آیا۔

ٹھیک ہے۔" اس نے مسکرا کر سر ہلایا۔"

بائے والے کس کا تو ابھی سوال نہیں، پھر کیا کیا جائے؟ وہ اسے شرارت سے دیکھتا پوچھنے لگا۔"

ذرا شرم کریں ہادی اور اب جائیں، نہیں تو لیٹ ہو جائیں گے۔" وہ بوکھلاہٹ میں کہتی اسکی طرف دیکھے بغیر اندر کی" طرف بھاگ گئی اور ہادی اس کی تیز طراری پر قہقہہ لگا اٹھا۔

واپس میرے پاس ہی آؤ گی ڈارلنگ پھر پورے حساب لیں گے۔۔ اس نے میسج ٹائپ کرکے اسکے نمبر پر سینڈ کیا اور گاڑی" میں بیٹھا۔

تب کی تب دیکھیں گے۔" کچھ دیر میں ہی ریپلائے آیا۔ ساتھ ہی شرمانے والا ایموجی بھی تھا۔ اس نے ہنستے ہوئے" سرشاری سے اسکے میسج پر اپنے لب رکھ دیے۔

ہم آپ کے میسج سے ہی کام چلا لیتے ہیں جانم۔"اس نے اپنی انگلی ایموجی پر پھیری اور ٹیکسٹ سینڈ کیا۔"

بے شرم" کچھ ہی دیر میں موبائل اسکرین پر میسج شو ہوا، وہ کھلکھلا کر ہنسا اور گاڑی گھر کی طرف موڑ دی۔ گھر پہنچ کر ملازم" سے معلوم ہوا کہ فواد صاحب آفس کے لیے نکل چکے ہیں اور اسے جلد آفس پہنچنے کا پیغام دیا تھا۔ انکی مسلسل کالز پر بھی وہ پریشان تھا۔ جلدی سے تیار ہو کر آفس وہ پہنچا تو وہاں انہوں نے اسکے لئے ڈھیر سارا کام جمع کر رکھا تھا۔ اسکا دل جو کچھ دیر پہلے ایک خوشگوار سے احساس سے جھوم رہا تھا اب اکتا گیا۔ اس نے رومیصہ کو میسج کیا کہ وہ دوپہر تک پہنچ جائے گا۔ کھانا ساتھ کھائیں گے اور اسکے اوکے کے میسج پر مطمئن ہو کر وہ کام میں مصروف ہو گیا۔ ٹھیک دو بجے وہ کام بیچ میں چھوڑ کر رومی کو کھانا کھلانے ایک ریسٹورنٹ لے گیا۔ وہاں سے اسے فارغ ہو کر اسے ہاسپٹل چھوڑا۔

میں شام تک پہنچ جاؤں گا تم بے فکر رہو۔ وہاں میری پہچان کے دوست بھی ہیں۔ امی کا بہت خیال رکھیں گے۔"اس نے" رومی کو تاکید کی۔ رومی نے اثبات میں سر ہلایا اور اسے بے فکر ہو کر کام کرنے کی ہدایت کی۔ مگر یہ ہادی ہی جانتا تھا کہ ان حالات میں اسے اکیلا چھوڑنے کا بالکل بھی دل نہیں کر رہا تھا، پر مجبور تھا۔

اسے چھوڑ کر وہ واپس آفس آ گیا اور مصروف ہوتا جلدی جلدی لیپ ٹاپ پر انگلیاں چلانے لگا۔

وہ تقریباً رات کے دس بجے فارغ ہوا اور جلدی سے آفس سے نکل کر ہاسپٹل کیلیئے بھاگا۔ تب اسکی ساری تھکن رومی کا مسکراتا چہرا دیکھ کر کہیں گم ہو گئی تھی اور چہرے پر مدھم سی دلکش مسکراہٹ آ گئی۔

اماں کی طبیعت کیسی ہے؟"وہ اسکے پاس صوفے پر بیٹھ کر ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کرتا پوچھنے لگا۔"

ٹھیک ہیں، ابھی ڈاکٹر چیک اپ کر کے گئے تھے۔ صبح ڈسچارج کر دیں گے۔"رومی دیکھ کر مسکرائی اور ہادی نے مسکرا کر" سر ہلاتے صوفے کی بیک سے پشت ٹکا دی۔ کمر میں درد کی ایک ٹیس سی اٹھی تھی۔

کیسا رہا آج کا دن؟"اسے بوٹ اتارتے دیکھ کر وہ پوچھنے لگی۔"

بہت خوبصورت۔"اس نے ہنستے ہوئے اسے دیکھا تو رومی بھی مسکرا دی۔"

کیسے؟'اس نے سامنے رکھی بوتل سے اسے پانی کا گلاس بھر کر دیا۔ اس نے مسکرا کر تھام لیا۔"

ایسے کہ سامنے صرف ایک حسینہ کا چہرہ تھا اور کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔" شریر لہجے میں کہہ کر اس نے لبوں سے " گلاس لگایا۔

رومی جھینپ گئی۔

بہت برے ہیں آپ۔" وہ شرما گئی۔ بہت مشکل سے ہادی نے قہقہہ روکا۔"

کیسے ؟ کیا تم خود کو حسینہ سمجھ رہی ہو ہارٹ بیٹ ؟" اس نے حیرت سے آنکھیں پھیلائیں تو وہ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر" اسے دیکھنے لگی۔ شرمندگی سے اسکا چہرہ لال ٹماٹر ہو گیا۔

پھر آپ کس کے بارے میں بات کر رہے ہیں ؟" وہ رو دینے کو ہوئی۔"

بھئی ماشاءاللہ سے الحمداللہ کافی ینگ اور حسین ترین لڑکی ہمارے آفس میں سیکریٹری ہے جسے میں "پیار" سے حسینہ بلاتا" ہوں۔" اس نے پیار لفظ کو کھینچا اور انتہائی سنجیدگی سے بات مکمل کی۔ وہ دانت کچکچا کر رہ گئی۔

جائیں میں نہیں بات کرنے والی آپ سے، خوش رہیں اپنی حسینہ چڑیل کے ساتھ۔" وہ شرمندگی سے روٹھ گئی مگر وہ اسکی" چھیڑ چھاڑ سمجھ گئی تھی تبھی مصنوعی ناراضگی جتاتی منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

اگر اس طرح کاری ایکشن دو گی تو میں تمہیں کھا جاؤں گا۔" اس نے جھک کر اسکے کان میں سرگوشی کی۔"

کیا آپ نے سچ میں اس حسینہ کے سحر میں رہ کر کام کیا تھا؟" وہ اٹھ کر اسکے سامنے آتی اس کے کوٹ کے بٹن کو پکڑ کر" بولی۔

ہادی نے دلکشی سے مسکرا کر اسے دیکھا۔

ہاں میں نے سچ میں اس حسینہ کے سحر میں رہ کر دن گزارا تھا۔" اس نے کہتے ہوئے اسکے ڈمپل پر ہاتھ رکھا اور بے ساختگی" میں اسکے ماتھے پر اپنے لب رکھے۔ وہ ساکت سی ہو گئی۔

کھانا کھایا؟" اسے شاک میں دیکھ کر اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرا۔ رومیصہ نفی میں سر ہلاتی کترا کر اس سے دور ہوئی۔" اسکی دھڑکنوں میں اشتعال برپا ہو گیا تھا۔

آؤاماں جب تک سو رہی ہیں ہم ڈنر کر کے آتے ہیں۔" وہ آہستہ سے اسکا ہاتھ پکڑ تا مسکرا کر اسے اپنے ساتھ لے کر باہر " نکل گیا اور وہ سہمی سی اسکے پیچھے چل پڑی۔

اسے ڈر تھا ہادی اسکی دھڑکنیں نا سن لے۔

ایسی حالت اسکی پہلی بار ہوئی تھی۔ڈنر سے واپسی تک اسکے لبوں پر چپ سی لگ گئی تھی۔وہ اس سے چھوٹی موٹی باتیں کر رہا تھا جسکا جواب وہ ہوں ہاں میں دے رہی تھی اور سر جھکائے اسکے پیچھے آ رہی تھی۔اسی کا ہی نتیجہ تھا کہ اگلے ہی لمحے ہادی کے قدم روکنے پر وہ ٹھاکر کے اسکی پشت سے ٹکرائی اور کراہ اٹھی۔

افف ہادی!" اس نے اپنی پیشانی سہلائی اور غصے سے اسے گھورا۔"

ہادی مسکرا کر مڑا اور ذرا سا اسکی طرف جھکا۔

دونوں کاریڈور میں روبینہ بیگم کے روم کے پاس آمنے سامنے کھڑے تھے۔

نکل آؤ اس پل سے"

حکم کرو

"ہم ہر پل تمہارے لئے ایسے بنا دیں گے

اسکی گھمبیر سرگوشی پر اسکی پلکیں لرز اٹھیں۔

مت کریں ہادی ایسا پلیز۔" وہ منمنا کر کہتی روم کے اندر گھس گئی اور وہ مسکرا کر رہ گیا۔"

کچھ دیر ٹہلتے ہوئے وہاں موجود اپنے فرینڈز سے گپ شپ کے بعد وہ کاریڈور میں موجود بینچ پر بیٹھ گیا۔رومیصہ نے اسے کہا کہ وہ اندر آ جائے پر ہادی نے انکار کر دیا۔

اسے اچھا نہیں لگتا تھا کہ کوئی اسکی طرف کسی غلط نظر سے دیکھے وہ بھی اسکی وجہ سے۔

------------------------------*

وہ تیار ہو کر آئینے کے سامنے آئی اور اپنے بالوں کو پونی میں باندھنے لگی۔وہ اپنے بالوں کا بہت خیال رکھ رہی تھی۔اسے بے صبری سے انتظار تھا کہ کب یہ بال بڑے ہوں گے اور کب وہ بہزاد کو دکھائے گی۔

اس نے اپنی گردن میں موجود پینڈنٹ نکالا اور اس میں ڈالی ہوئی وہ رنگ جو اسے بہزاد نے پہنائی تھی نکال کر انگلی میں پہننے لگی۔

خوبصورت لبوں پر شرارتی مسکان تھی۔

وہ کتنے دن سے بہزاد کو تنگ کر رہی تھی۔اسکی دی ہوئی رنگ پہننے کے بجائے چھپادی تاکہ وہ سمجھے اس نے ایکسیپٹ نہیں کیا اسکا پرپوزل

اور ویسا ہی ہوا۔اسکی ڈرائیونگ،اسکی تیور،اسکی بے تاب نظریں بار بار اپنے ہاتھوں کی انگلیوں پر دیکھ کر اسے بہت مزہ آرہا تھا۔

اسکی بڑبڑاہٹ سے اسے بہت الجھن ہوتی تھی پھر بھی مگر وہ مسکرا دیتی تھی۔

وہ اسکی حالت سے رینا کو آگاہ کرتی تو وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو جاتی اور جب اس نے بتایا کہ اسکے باڈی گارڈ نے اسے دوپہر کے وقت راستے میں گاڑی روک کر ایک غریب عورت کی پیٹی سے بچوں کے کھیلنے کی دس روپے والی رنگ خرید کر پہنائی تو اسکا حال وہ تھا کہ بیڈ پر الٹ پلٹ رہی تھی۔

"مطلب حد تھی دس روپے والی رنگ پرپوزل میں ہاؤ پاسیبل؟

میں بدلنے والا۔ (murder) کو مرڈر (marry) پر وہ "بہزاد" تھا ناٹ پاسیبل کو پاسیبل بنانے والا۔میری ہانیہ خان کا "میٹرک فیل باڈی گارڈ" عرف "داوائلڈ مین"۔

اسکی ایک انگلی میں ڈائمنڈ کی رنگ تھی تو دوسری انگلی میں پلاسٹک کی رنگ۔

دونوں میں اسے چننا تھا دولت یا محبت کو؟ آسائش یا غربت؟ اور وہ چن چکی تھی۔ "بیری" کے علاوہ اسے کبھی کسی چیز کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ اسکی پہلی محبت تھا۔ وہ محبت جو پانچ سال کی عمر سے لے کر اب تک اسکے دل میں سانسیں لیتی آئی تھی۔

اس محبت کو نہ دولت مار سکی تھی نہ ہی دنیا۔ پھر اسکی دوسری محبت اسکا باڈی گارڈ جس کے پاس ہونے سے اسے بیری کا احساس محسوس ہوتا تھا۔

جس کے ہونے سے وہ خود کو مکمل تصور کرتی تھی۔ جس کے پاس ہوتے ہی وہ خود ایک مضبوط تحفظ میں محسوس کرتی تھی۔ اس باڈی گارڈ سے اسے محبت تھی اور پھر جہاں محبت ہو وہاں دولت کی کہاں گنجائش نکلتی تھی۔ اسکے پاس بھی ایسی کوئی گنجائش نہیں تھی۔ رینا کے حیرت سے پوچھنے پر اس نے بتا دیا تھا کہ دولت یا بہزاد میں سے اسے چننا پڑا تو وہ بہزاد کو ہی چنے گی۔

اسے ہمیشہ اپنا باڈی گارڈ بنائے اپنے پاس رکھے گی۔

پھر چاہے وہ اسے سوکھی روٹی بھی کھلا دئے گا تو وہ کھائے گی پر اس بار بیری کو خود سے دور جانے نہیں دے گی، کسی قیمت پر بھی نہیں۔ آج وہ رنگ پہن کر اسے دکھانا چاہتی تھی۔ وہ اسے مزید نہیں تڑپانا چاہتی تھی۔ داوا ئلڈ مین سے اپنا بیری بنانا چاہتی تھی۔ وہ سوچ سوچ کر مسکرا رہی تھی۔ دوپٹہ گلے میں پہن کر وہ بیڈ سائیڈ ٹیبل پر رکھے موبائل کے پاس آئی۔ موبائل اٹھا کر بہزاد کے نمبر پہ کال کی۔

وائلڈ مین پک اپ دا کال۔" مسلسل ٹرائے کرنے پر بھی دوسری طرف سے فون نا اٹھانے پر وہ غصے سے چیخ پڑی۔ وہ بار" بار سکرین پر ٹچ کرتی اسے کال کر رہی تھی پر دوسری طرف اس نے بھی جیسے قسم کھالی تھی کال نہ اٹھانے کی۔

تم کل آؤ گے تو میں تمہارا منہ نوچ لوں گی۔" روتے ہوئے میسج سینڈ کر کے موبائل دیوار پر دے مارا۔ کانوں سے ٹاپس" نوچ کر نکالے، بالوں کو پونی سے آزاد کیا اور دوپٹہ پھینک کر منہ کے بل بیڈ پر گرتی گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی۔ اپنی سسکیوں کو روکنے کے لیے دانت کشن میں گاڑ دیے۔

،میں تمہارا سر پھاڑ دوں گی میٹرک فیل باڈی گارڈ۔ دو ٹکے کے کمینے، تمہارا قیمہ بنا کر ڈاگز کو بریک فاسٹ کرواؤں گی"

جسٹ ویٹ اینڈ واچ۔"وہ تکیہ خود میں بھینچ کر بڑبڑائی۔

بے بی ڈنر ریڈی ہے۔ سر لیٹ آئیں گے اس لئے انہوں نے کہا تھا آپ کھانا کھالیں اور انکا انتظار نہ کریں۔"وہ ابھی اس" بہزاد کی حرکت سے نہیں سنبھلی تھی کہ ملازمہ دروازہ ناک کر کے بولی۔ وہ بھڑک اٹھی اور سائیڈ ٹیبل سے ٹائم پیس اٹھا کر دروازے پر دے مارا۔

دفع ہو جاؤ اور اگر ڈیڈ کو کسی نے بتایا کہ میں نے کھانا نہیں کھایا تو صبح اپنا بوریا بستر باندھتی نظر آنا۔"وہ چیخ کر بولی۔ ملازمہ" اس اچانک مصیبت پر ہڑبڑا کر دروازے سے دور ہوئی اور"اوکے بے بی"کہہ کر چلی گئی۔

وہ گرگٹ کی طرح تھی رنگ بدلنے والی۔

دو دن سے سب کے ساتھ کتنا اچھا برتاؤ تھا کہ ہر کوئی اپنی میڈم کی کایا پلٹ پر حیران تھا مگر آج اچانک۔سے پھر وہی سب۔۔

ویسے بھی یہ لڑکی سب کی سمجھ سے باہر تھی۔

*_________________*_________________*

کہاں مر گیا تھا ساری رات سارا دن تیرا انتظار کرتے ہڑز گیا؟ وہ تھکا ہارا سا سرخ آنکھوں سے روم میں داخل ہوا تو انور" اس پہ چڑھ دوڑا۔ اسی پل اسکی آنکھوں میں دیکھتا انور ٹھٹھک گیا۔

کیا ہوا؟ تیری آنکھوں کیوں اتنی لال ہیں؟"وہ اسکی سرخ آنکھیں دیکھ کر دہل گیا۔"

کچھ نہیں بس یار پانی پلا دے۔"۔بیزاری سے کہتے ہوئے وہ بیڈ پہ گر کر بولا۔ انور نے سر ہلاتے ہوئے اسکے پاس" رکھے کولر سے پانی کا گلاس بھرا۔

کچھ بنا پیسوں کا؟ منسٹر نے کیا کہا پھر دے رہا ہے پیسے؟" گلاس اسکے ہاتھ سے لے کر واپس کولر پہ رکھتے انور نے پاس بیٹھ کر" جلدی سے پوچھا۔ بہزاد ان ہی سوالات سے بھاگ رہا تھا۔

کیا ہونا ہے بس یہ معلوم ہو گیا ہے کہ غریب کا کوئی نہیں اللہ کے سوا اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ غربت انسان کو سائے" سے صحرا میں لا کر کھڑا کر دیتی ہے۔ یہ بھی آج پتا لگا کہ انسان کسی کی مجبوری کا کیسے فائدہ اٹھاتا ہے۔ یہ بھی جان گیا کہ ایمانداری کا چولا کس طرح پہنا جاتا ہے۔ شرافت کا ناٹک کس طرح کیا جاتا ہے۔ سب کچھ جان گیا آج تیرا دوست۔ زندگی کی اصل حقیقت سے مل کر آرہا ہوں۔ سفیدی کو سیاہی میں پگھلتے دیکھا ہے آج تیرے یار نے۔ مت پوچھ یار آج میرا بھی دل کر رہا ہے کہ وہی کھلونوں کی پیٹی اٹھا کر اس تپتی دھوپ میں بیٹھ جاؤں جہاں کچھ دن پہلے ایک عورت کو راستے میں اپنے معصوم بچے سمیت بیٹھے، بار بار پانی پیتے اور پسینہ صاف کرتا دیکھا تھا۔ آج میرا بھی دل کر رہا ہے وہیں جاؤں اور بیٹھ کر بھینک مانگوں کہ یہ ہے ایک غریب کی اصلیت۔" وہ غصے سے تلخ لہجے میں بول رہا تھا۔ انور کے پلے کچھ نا پڑا۔

کیا مطلب ہے اس سب کا بہیارے۔" وہ محبت سے اسے بہزاد سے بہیارے اور یار کو یارے، ملا کر بہیارے کہا کرتا تھا۔" جس پہ بہزاد مسکرا دیا کرتا تھا پر آج وہ تکلیف میں تھا۔ وہ ہنسنے کے لیے اپنے لب بھی پھیلا نہیں پا رہا تھا۔

کچھ نہیں چل آرام کرنے دے۔ میں نے آج اپنے ضمیر کو سلانا ہے اور تُو جا مولوی کے پاس سے چکر لگا کر آ۔ اسکی زوجہ" کو بھی لے جانا۔" وہ کہہ کر اسے ششدر چھوڑتا ہوا تکیے میں منہ چھپا گیا۔

تُو مجھے کچھ نہیں بتا رہا بہیارے دیکھ اتنی تو گہری دوستی ہے کہ ایک دوسرے کا درد بانٹ سکیں۔" وہ اسکے پاس آکر بولا" بہزاد گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔

سونے دیں نا یار بہت نیند آرہی ہے۔ پھر کچھ ہی دیر میں ڈیوٹی پہ جانا ہے۔" وہ بیزاری سے بولا۔ انور منہ بنا کر رہ گیا۔"

چل ابھی آرام کر بعد میں بات کریں گے۔" وہ کہہ کر اسکی کمر پر ایک پنچ مارتا وہاں سے نکل گیا اور بہزاد کراہ کر رہ گیا۔"

اس نے گلاس اٹھا کر دروازے کی طرف اسے مارا پر اس سے پہلے ہی وہ وہاں سے بھاگتا چلا گیا تھا۔

پیچھے بہزاد اسے کوستا ہوا لیٹ گیا۔

-------------------------------*

اس نے انور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ ہوم منسٹر اس سے کیا چاہتا تھا پر یہ ضرور صاف لفظوں میں کہہ دیا تھا کہ وہ ہماری مدد نہیں کر رہا۔

انور نے اسے غصے سے برا بھلا کہا اور پھر چپ ہو گیا۔ جب بہزاد مولوی صاحب اور انکی بیگم کو اپنے ہونے اور اپنے ساتھ کی امیدیں دلا باہر نکلا تو انور نے اسے کاریڈور میں جا لیا۔

"میں کہتا ہوں ایک بار اپنی میڈم سے مدد مانگ کر دیکھ۔" اسکی بات پر بہزاد بھڑک اٹھا۔

"بکواس بند کر انور! میں ہر کسی سے بھیک نہیں مانگتا پھروں گا۔" وہ نیچی آواز میں لوگوں کا خیال کرتا اسے جھڑک گیا۔

"پھر کیا کرے گا؟" اس نے ضبط سے پوچھا۔ بہزاد نے اپنے لمبے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پیچھے کیا۔

"سوچتا ہوں۔" وہ آگے بڑھ گیا۔

"کیا سوچے گا یار؟ جلدی کرنا جو بھی کرنا کہیں ایسا نا ہو کہ مولوی ہاتھ سے نکل جائے۔" وہ اسکی رفتار سے تیز تیز چلتا قدم ملانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔

بہزاد کے قدم تھمے اور وہ رک کر گہرا سانس بھرتا انور کو دیکھنے لگا۔ وہ اسکے سامنے کھڑا ہانپ رہا تھا۔

"ہمت رکھ تُو۔ میں کوشش کر رہا ہوں۔" وہ اسکے کندھے پر اپنا بھاری ہاتھ رکھتے ہوئے اس سے بولا تو وہ مسکرا دیا اور اسکے گلے لگ گیا۔

"سچ بہیارے تو میرا یار نہیں، اللہ کا تحفہ ہے۔" وہ محبت سے بولا بہزاد ہنس پڑا۔

"چل چل دفع ہو، زیادہ مکھن پالیسی مت کر۔" اسے خود سے الگ کرتے اس نے قہقہہ لگایا۔

وہ ہسپتال سے نکل کر پارکنگ میں کھڑی اپنی بائیک پہ بیٹھا اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

-------------------------------*

تم کچھ پریشان لگ رہے ہو اپنی پرابلم؟" ہانیہ اسکے ساتھ فرنٹ سیٹ پہ بیٹھتی اسکے بھنچے ہوئے لبوں کو دیکھتی بولی۔ بہزاد" نے نفی میں سر ہلایا اور گاڑی اسٹارٹ کی۔

اسکے دماغ میں پرسوں رات کی دھندلی سی پرچھائی تھی پر ٹھیک سے کچھ یاد نہیں تھا۔

کل وہ یونیورسٹی نہیں جا پائی تھی۔ اس لیے بہزاد کو چھٹی دے دی تھی۔ اسے نیند بہت آ رہی تھی اور آج صبح اسکے ماتھے پر سوچ کی لکیریں دیکھ کر وہ پوچھے بنا نا رہ سکی۔

اسکے انکار پر وہ خاموشی سے باہر دیکھنے لگی۔

بہزاد ترچھی نظروں سے پتا نہیں کیوں اسکی انگلی پر کچھ ڈھونڈنے لگا پر وہاں پھر سے ڈائمنڈ کی رنگ دیکھ کر وہ لب بھینچ گی۔

میڈم! آپ کو پیسہ چاہیے تو ٹھیک ہے۔" اسٹیئرنگ کو سختی سے پکڑے اس نے ہانیہ کو مخاطب کرتے ہوئے تلخی سے" سوچا۔

تم نے کل رات میری کال پک کیوں نہیں کی؟" وہ اسکی طرف رخ کیے تیکھے چتون سے پوچھنے لگی۔"

میں مصروف تھا۔" اس نے سرسری سے لہجے میں جواب دیا۔۔"

وہ گھور کر اسے دیکھنے لگی۔

تمہاری دی ہوئی رنگ نہیں پہنی، اس لیے غصہ ہو؟ اب میں بھی پوری کسر نکالوں گی۔ مجھے اتنا تنگ کیا نا اس تانیہ کمینی" الفابیٹ کے ساتھ اسکی پلاسٹک کی رنگ کو محسوس "B" کے ساتھ مل کر، اب میری باری۔" وہ شرٹ کے اندر چین میں کرتی ناک چڑھا کر سوچتی سر کو جھٹک گئی۔

یہ تمہاری سزا ہے کہ آج تم مجھے بائیک پہ گھماؤ گے۔" سی گرین شلوار قمیض میں بالوں کی فرنچ چوٹی بنائے وہ معصومیت" سے بولی۔ جسکا بہزاد پہ کوئی اثر نہ ہوا۔

سوری میڈم! میں مصروف ہوں اور میں نے سر سے آدھے دن کی چھٹی لی ہوئی ہے۔" جھٹکے سے گاڑی روکتے وہ بولا۔"

ہانیہ نے بوکھلا کر اسکا بازو پکڑا اور گھور کر اسے دیکھا۔

بہزاد اسکی نظریں محسوس کرتا اپنا بازو جھٹک کر باہر نکلا اور اسکی طرف آیا۔

وہ ڈور کھولے کھڑا تھا پر ہانیہ اس پہ نظریں ٹکائے خاموش بیٹھی تھی۔

بہزاد نے اس پہ نظر ڈالی پھر آس پاس پارک ہوتی گاڑیوں کو دیکھا اور اسکی طرف ہاتھ بڑھایا۔

میڈم! آجائیں آپکی کلاس مس ہو جائے گی۔"اسے بغیر پلکیں جھپکائے خود کو دیکھتے پا کر وہ اکتا گیا۔"

آخر یہ لڑکی چاہتی کیا تھی اس سے وہ سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اب کیوں ضد کر رہی تھی۔ حد ہے ایسے گھور رہی ہے جیسے" اسکی بھینس لے کر بھاگا ہوں۔"وہ آس پاس دیکھتا لب بھینچ کر جھکا اور اسے کلائی سے پکڑ کر باہر نکالنے لگا۔ وہ پیچھے کی طرف کھسک گئی۔

بہزاد لب بھینچے دوسری طرف آیا تو وہ بائیں جانب کھسک گئی۔ وہ بائیں جانب آیا تو وہ دائیں جانب ہو گئی۔

میڈم! کیا ہے یہ؟ آپکی کلاس مس ہو جائے گی۔ نکلیں باہر ورنہ۔۔۔"وہ دانت پیستا ہوا غصے سے بھڑکا اور ایک جانب کھڑا" ہو گیا۔

وہ زچ ہو گیا تھا اسکی آنکھیں مسلسل خود پہ ٹکی دیکھ کر اور باہر نہ نکلنے کی اس حرکت پہ دل کر رہا تھا اپنا سر ہی پھاڑ دے۔

یہ۔۔۔یہ چھپکلی آپ کے بیگ پہ۔"اس نے حیرت سے اسکے بیگ کی طرف دیکھا اور اسکی نظریں بھٹکانا چاہیں پر اس نے" ذرا سی بھی پلکیں نہ جھپکیں بلکہ اس پہ ہی نظریں ٹکائے بیٹھی رہی۔

بہزاد لب بھینچتا ہوا گاڑی کی چھت پر ہاتھ ٹکائے اسٹوڈنٹس کو دیکھنے لگا۔

ناچاہتے ہوئے بھی اسکی حرکت پہ اسکی گھنی مونچھوں تلے لبوں پہ تبسم تھا۔

اس نے ذرا سا جھک کر اندر دیکھا تو وہ اسکی طرف ہی دیکھ رہی تھی اور اسکی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا۔

میڈم! اسکے دل میں ٹیس اٹھی اور وہ بوکھلا کر اندر بیٹھا۔"

بغیر آس پاس کا خیال کیے اس نے اسکے آنسو صاف کیے۔

ٹھیک ہے میں رات میں آپ کو لے چلوں گا۔" ہار مانتے ہوئے وہ بولا تو ہانیہ خان کے نازک سرخ لبوں پہ مسکان دوڑ گئی" اور وہ اپنی آنکھیں جھپکنے لگی۔

گڈ وائلڈ مین!" وہ ہلکا سا مکا اسکے بازو پہ مارتی ہوئی اسکی گردن میں اچانک سے اپنا بازو ڈالتی اس سے لپٹ گئی۔"

دھڑکتے دل سے بہزاد نے اسکی کمر پر ہاتھ رکھا اور اردگرد نظر دوڑائی، شکر کوئی متوجہ نہیں تھا اس بیوقوف کی حرکت کی طرف۔

بہزاد کے ہاتھ کا لمس کمر پر محسوس کرتی وہ مچل کر اس سے دور ہوئی اور بغیر اسے دیکھے گاڑی سے نکلتی ہوئی آگے بڑھ گئی۔

اسکے اچانک قریب آنے اور دور جانے پر وہ مسکراتا ہوا گاڑی لاک کر کے اسکے پیچھے آیا۔

آج وہ خالی ہاتھ جا رہا تھا اور ہانیہ خان اپنا بیگ خود اٹھائے آگے بڑھ رہی تھی۔

کلاس اسٹارٹ دیکھ کر وہ خاموشی سے بیک ڈور سے پچھلی خالی سیٹ پہ بیٹھ گئی اور اپنی نظریں پروفیسر پہ ٹکا دیں۔

بہزاد ڈور کے ساتھ کھڑا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اور یہ اسکی نظروں کا ہی ارتکاز تھا کہ سامنے بیٹھی ہانیہ کا چہرہ سرخ پڑنے لگا۔

ظالم حسینہ!" وہ بڑبڑایا۔"

------------------------------*

سنو رومی بیٹا!" روبینہ بیگم کی ضعیف سی آواز روم میں گونجی۔"

انہیں ہاسپٹل سے لوٹے کچھ ہی دن ہوئے تھے۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ اب انکی طبیعت ٹھیک ہے پر گھر لوٹنے کے بعد بھی انکی سانس وقفے وقفے سے پھولتی رہتی تھی۔

جس کا رومی کو بہت خوف تھا۔

وہ ہادی کو بغیر پریشان کیے اپنی ماں کو قریبی ہسپتال لے گئی اور وہاں سے کچھ دوائیاں لے کر واپس گھر آگئج۔

ڈاکٹر نے کہا تھا فکر کی کوئی بات نہیں پر وہ اپنی ماں کی بگڑتی طبیعت دیکھ کر ڈر گئی تھی۔ اس وقت بھی وہ سو رہی تھی۔ اپنی ماں کی پکار پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی۔

"جی اماں!" کیا ہوا آپ ٹھیک ہیں؟" وہ اٹھ کر بیٹھی اور پاس لیٹی اپنی ماں کو دیکھتی آنکھیں مسلنے لگی۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی تو اپنی ماں کی طبیعت بتانے پر بہرام ملک یہاں سے ہو کر گیا تھا۔ رومیصہ اس انجان سی مہربان شخصیت کو ایکدم سامنے پا کر بوکھلا گئی تھی۔ جب اس نے گڑیا کہہ کر اسکے سر پہ ہاتھ رکھا تو رومی روتی ہوئی اس کے گلے لگ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

جب وہ اسے چپ کروا رہا تھا اسکی شخصیت میں رعب اور لہجے میں نرمی کے ساتھ بلا کی سنجیدگی پر وہ اپنی نظریں اسکے چہرے سے ہٹا نہیں پا رہی تھی۔

اسکی ماں کی طبیعت دیکھ کر بہرام نے ڈاکٹرز بلوانے چاہے پر دونوں ماں بیٹی نے روک دیا کہ ابھی وہ ڈاکٹر کے پاس سے ہو کر آئی ہیں۔

وہ مطمئن تو نہیں ہوا البتہ خاموش ضرور ہو گیا۔ بہرام نے اس سے کہا تھا کہ کچھ بھی ہو اسے یا کریم کو کال کرے فوری۔

رومی نے سر ہلا دیا اور اب اپنی ماں کو یوں چھت کو گھورتے پا کر اسے کافی ڈر لگ رہا تھا۔

وہ پورے گھر میں اکیلی تھی، اسے رونا آنے لگا۔

"اماں کیا ہوا؟" وہ اپنی ماں کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر بولی۔ روبینہ بیگم نے اسکی طرف دیکھا۔

"تو اس لڑکے کو پسند کرتی ہے رومی جو ہسپتال میں ہمارے ساتھ تھا؟" رات کے دوسرے پہر اپنی ماں کا یوں نیند سے اٹھا کر یہ بات پوچھنا اسے بالکل بھی سمجھ نہیں آیا تھا۔

"اماں! کل بات کریں گے۔ ابھی سو جائیں، آپکے لئے آرام بہت ضروری ہے۔ صبح ابا آئیں گے تو مجھے ڈانٹیں گے کہ میں نے ان کی بیگم کو ساری رات جگائے رکھا، باتیں کیں اور انہیں سونے نہیں دیا۔" وہ مسکراتی ہوئی کہہ کر لیٹنے لگی مگر روبینہ بیگم ڈرپ لگے ہاتھ سے اسکا بازو پکڑ کر اسکی سونے کی کوشش کو ناکام کر گئیں۔

"مجھے اور کتنی جھوٹی آس دلائے گی رومی؟ سچ کیوں نہیں کہہ دیتی کہ تیرے ابا اب کبھی ہمارے پاس نہیں آئیں گے۔"

انکی بات پہ رومی ایک جھٹکے سے اٹھ کر انہیں دیکھنے لگی۔

کافی دیر وہ انہیں ساکت نظروں سے دیکھتی رہی۔ اسکے منہ سے سسکی نکلی اور اگلے ہی لمحے وہ اپنی ماں کے سینے سے لگی بکھر کر رونے لگی۔

ہاں اماں وہ اب نہیں آئیں گے۔ وہ کب کے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے اماں!" وہ روتی ہوئی کہہ رہی تھی۔ روبینہ بیگم اپنی" معصوم بچی کو سینے سے لگائے خود بھی سسک اٹھیں۔

بس کر میری بچی۔ بہت رولیا تونے۔ اب چپ ہو جا۔" روبینہ بیگم اسے سینے سے لگائے تھپک رہی تھیں"

کیا تم پسند کرتی ہو اسے رومی؟" کچھ توقف کے بعد جب اسکی ہچکیاں کم ہوئیں تو روبینہ بیگم نے ایک بار پھر وہی سوال" پوچھا۔ رومی نے سر اٹھا کر انہیں دیکھا۔

آپ جاننا نہیں چاہیں گی ابا کا ایکسیڈنٹ کیسے ہوا؟" وہ آنکھیں صاف کرتی بھیگی آواز میں بولی۔ روبینہ بیگم گہرا سانس بھر کر" رہ گئیں۔

جان کر کیا کروں گی رومی؟ کونسا ہمیں انصاف ملے گا۔" رومیصہ حیرت سے انہیں دیکھنے لگی مطلب اسکی ماں صدمے سے" نکل آئی تھی۔

کتنی خوشی کی بات تھی۔ وہ یہ خوشی سب سے پہلے بہرام ملک اور پھر ہادی چوہان کو بتانا چاہتی تھی کہ اسکی ماں صدمے سے نکل آئی ہے۔

اماں انصاف کیوں نہیں ملے گا؟ آپکی بیٹی ضرور انصاف لے گی اور ابا کے قاتلوں کو پھانسی تک ضرور پہنچائے گی۔ یہ میرا" ایک بیٹی کا آپ سے وعدہ ہے اماں۔" وہ انکے ہاتھ چومتی برستی آنکھوں اور ایک مضبوط عزم سے بولی۔

روبینہ بیگم نے اسکے چہرے پہ اپنا کانپتا ہاتھ پھیرا تو رومی سسکتی ہوئی انکے ہاتھوں کو چومنے لگی۔

"کیا تمہیں ہا۔۔۔"

اماں پہلے میری بات سن لیں۔" وہ انکی بات بیچ میں کاٹ کر بولی تو روبینہ بیگم نے سر ہلا کر اسکے بولنے کی اجازت دی۔ وہ" گہرا سانس بھر کر اللہ کا نام لیتی ہمت کرتی نظریں جھکائے بولنے لگی۔ اسکی باتیں سن کر روبینہ بیگم کی آنکھیں پھیلتی گئیں۔ کچھ دیر میں ہی وہ اپنے منہ پہ پلو رکھ کر آنکھیں بند کیے رونے لگیں۔ رومیصہ کی آواز بھاری ہو کر حلق میں پھنس گئی۔

اس نے آہستہ سے سر روبینہ بیگم کے سینے پہ رکھ دیا۔ انہوں نے روتے ہوئے اپنی بچی کو اپنے حصار میں لیا۔

کیا اس لڑکے کو معلوم ہے یہ سب؟" کچھ دیر بعد وہ بولیں تو رومی آنکھیں پونچھتی نفی میں سر ہلا گئی۔"

نہیں اماں! وہ معصوم ہے۔" وہ کہہ کر لب بھینچتی آنکھیں بھی میچ گئی۔"

اب مجھے بتاؤ رومی کیا تم ہادی کو پسند کرتی ہو بیٹا؟" انہوں نے اس کے بالوں پہ ہاتھ پھیرتے پھر سے پوچھا۔ اس بار رومی" نے شرما کر انکے سینے میں منہ چھپا کر اثبات میں سر ہلا یا۔

اماں! وہ پہلے اچھے نہیں تھے پر اب وہ بہت اچھے ہیں۔ ہمارا بہت خیال رکھتے ہیں۔ ہمارے گھر کی ہر چیز کا خیال رکھتے ہیں۔" میری اسٹڈیز کا بھی خیال رکھتے ہیں اگر مجھ کچھ سمجھ نہ آئے تو میں ان سے کال پہ پوچھ لیتی ہوں۔ وہ میری بہت کرتے ہیں۔ وہ شرمائی شرمائی سی آہستہ آہستہ بتانے لگی تھی۔ روبینہ بیگم اب پر سکون سی ہو گئی تھیں۔ انکے بعد کوئی انکی بیٹی کو چاہنے والا ہو گا، اسکی پرواہ کرنے والا ہو گا۔

انہیں جتنی تکلیف ہو رہی تھی وہ اپنی بیٹی پہ آشکار نہیں کر رہی تھیں۔

بس اسکے سر پہ لب رکھتے دعائیں دیتی روتی ہوئی رومی کے بالوں میں انگلیاں پھیرنے لگیں۔

انکا وجود ختم ہو رہا تھا۔ اب انہیں لگتا تھا یہ انکا آخری لمحہ ہے جو وہ اپنی بیٹی کے ساتھ گزار رہی تھیں۔ اسے آخری میٹھی نیند اپنی آغوش میں دے رہی تھیں۔

انہوں نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ وہ اپنی بیٹی کو یوں اکیلا چھوڑ کر چلی جائیں گی۔

پر قسمت میں جو لکھا تھا اسے کون بدل سکتا تھا۔

انہیں جانا تھا تو وہ اپنی بیٹی کو سلا کر چپکے سے آنکھیں موند گئیں اور انکا ہاتھ معصوم سی شہزادی کی طرح ان کی آغوش میں سوئی رومیصہ کے بالوں میں الجھ کر ساکت رہ گیا۔ اس سوئی ہوئی شہزادی کو معلوم ہی نہ ہوا۔ وہ تو کتنے ٹائم بعد اپنی ماں کی ممتا بھری آغوش میں آئی تھی۔ وہ تو سارے غم بھلائے میٹھی نیند کے مزے لوٹ رہی تھی۔ دور سے قسمت اس معصوم پری کو دیکھتی مسکرا رہی تھی۔

آج پھر اس پری کو اس کے باپ کے بعد اسکی ماں بھی اس دنیا کی گرم ہواؤں کے سپرد کر کے چلی جائے گی۔

کاش کوئی اسکا بھی باڈی گارڈ ہوتا جو اسکے آنسو اپنی انگلی کے پوروں پہ چنتا۔

خود سیاہ تاریکی کا حصہ بن کر چلتا۔

پر وہ تھا اسکا باڈی گارڈ، اس کا مسیحا ہادی چوہان۔ جو اس کی زندگی میں آنے کے بعد خود بھی بدل گیا تھا۔۔

اسکا ہادی چوہان اور وہ اسکی ہارٹ بیٹ۔

کیا وہ اسے اکیلا چھوڑ دے گا؟

*______________*______________*

وہ تیار ہو کر نکلی اور گاڑی کی فرنٹ سیٹ پہ آبیٹھی۔

اس نے اپنے باپ سے پارٹی کا کہا تھا۔ خوبصورت سی لمبے دوپٹے والی بلیک شلوار قمیض میں وہ تیار کھڑی تھی۔

بائیک کہاں ہے؟" اس نے سرگوشی میں پوچھا۔ بہزاد نے خاموشی سے گاڑی آگے بڑھا دی۔"

بہزاد اپنے دکھ میں تھا۔ وہ ابھی حارث صاحب کو ہاں کر کے آ رہا تھا کہ وہ ان کا ساتھ دے گا اسمگلنگ میں۔

یہ سب اس نے مولوی کے علاج اور اپنی میڈم کے شایانِ شان ڈائمنڈ رنگ لینے کے لیے قبول کیا تھا۔

بہزاد اب اپنی میڈم کے بنا رہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا اس لیے اس نے ہارتے ہوئے یہ قدم اٹھایا تھا۔

وائلڈ مین! اگر تم نے مجھے آج خوش کیا اور پورے شہر کی سیر کروائی تو صبح یونیورسٹی کے وقت میں تمہیں ایک زبردست" سرپرائز دوں گی۔" وہ آنکھیں جھپک کر بولی اس پر بھی بہزاد نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔

وہ تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیور کرتا شہر سے دور ایک کھلے راستے کی طرف آیا جہاں انور اسکی بائیک لیے کھڑا تھا۔

واؤ آئی ایم سو ایکسائٹڈ۔"وہ تالی بجاتی بولی اور بہزاد اسکے پر جوش روپ کو دیکھتے ہوئے دروازہ کھول کر باہر نکلا۔ ہانیہ بھی" چھلانگ مار کر گاڑی سے نکلی۔

کیسا ہے رے تُو؟"وہ انور سے خوشی دلی سے بولی۔"

الحمد اللہ ٹھیک میڈم آپ کیسی ہیں؟"وہ مسکرا کر بولا۔"

ہانیہ نے سر ہلاتے ہوئے بائیک کو دیکھا اور بہزاد نے اسکے خوشی سے تمتماتے چہرے کو۔

آج میں نے ایک مووی دیکھی۔ اس میں لڑکی بائیک پر پیچھے اٹھ کر کھڑی ہو جاتی ہے تو میں بھی سوچ رہی تھی کہ میں" بھی۔۔۔"وہ اسے دیکھتی ہوئی دونوں گالوں پر ہتھلیاں ٹکا کر آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی کہنے لگی۔

میڈم! انہیں تجربہ ہوتا ہے۔ آپ گر جائیں گی۔"انور اسے سمجھاتے ہوئے ایک ہیلمٹ اسکی طرف اور دوسرا بہزاد کی" طرف بڑھاتا بولا۔

نہیں میں نہیں گروں گی۔ میرے ساتھ میرا باڈی گارڈ ہے نا۔ کیوں وائلڈ مین ٹھیک کہا نا میں نے؟ تم مجھے گرنے نہیں دو" گے نا؟"وہ مسکراتی ہوئی سبز جھیل جیسی چمکتی آنکھوں سے ایک یقین کے ساتھ بولی۔ بہزاد اسکے لہجے میں مان محسوس کرتا سر ہلا گیا۔

یاہووو!!"چیخ ہوا میں بلند کرتے وہ چیخی اور دوپٹہ ٹھیک کرتی اسے بائیک اسٹارٹ کرتے دیکھ کر جلدی سے اسکے پیچھے" بیٹھی۔

اسکی جلدبازی پر دونوں ہی مسکرائے۔

تم یہیں بیٹھو گاڑی میں۔ ہم کچھ ہی دیر میں آتے ہیں۔"وہ گاڑی کی کیز انور کی طرف پھینکتا ہوا بولا۔ جنہیں کیچ کر کے وہ" گاڑی ان لاک کرتا اندر بیٹھ گیا۔ بہزاد نے بائیک کو ریس دی اور وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

یہاں تو کوئی نہیں دیکھ رہا۔ میں ہیلمٹ اتار رہی ہوں۔" وہ سر پہ بوجھ محسوس کرتی چڑ کر بولی تو بہزاد نے سامنے سنسان" میدان کو دیکھتے ہوئے سر اثبات میں ہلا دیا۔

آپ کی مرضی میڈم!" اسکے کہنے کی دیر تھی۔ ہانیہ نے ایک ہاتھ سے اسکے کندھے کو پکڑتے ہوئے دوسرے سے" ہیلمٹ اتار کر ہوا میں پھینکا۔

یہ کیا کر دیا میڈم ادھار پر لائے تھے۔ یار پھر واپس بھی کرنا تھا، پرایا تھا وہ۔" اس نے بائیک جھٹکے سے روکی اور پریشانی" سے دور گرے ہیلمٹ کو دیکھتے کہا۔ ہانیہ نے منہ بنایا۔

تم اپنی میڈم کیلئے یہ بھی نہیں کر سکتے کہ اسکے پیسے ہی دے دینا۔ اب اسٹارٹ کرو میں نے تو ابھی خوشی محسوس کی تھی اور" تم نے بائیک روک دی۔" وہ اسکے ہیلمٹ پر چپت مارتی بولی بہزاد بڑبڑاتا ہوا بائیک اسٹارٹ کرنے لگا۔ پھر وہ اسے کئی گھنٹے دور دور تک بائیک کی سیر کرواتا رہا اور ہانیہ اسکا سہارا لیے بائیک پر کھڑا ہونے پر ہوا میں دوپٹہ پکڑے خوشی سے چیخیں مارنے لگی۔ بہزاد کے کانوں میں درد ہونے لگا تھا۔

اس نے بہزاد کی کافی منتیں کیں کہ وہ بھی بائیک چلانا چاہتی ہے مگر پہلی بار وہ اسکی سنے بغیر واپس لے آیا۔ وہ اسکے کندھے پر مکوں سے تشدد کرنے لگی تھی۔ یہاں تک کہ بات رونے اور چیخنے تک آگئی پر اس نے ذرا برابر اثر نہیں لیا۔ کسی اور دن کا کہتے وہ بائیک گاڑی کے پاس لایا۔ ہیلمٹ اور بائیک کی کیز انور کو دے کر وہ غصے سے گھورتی ہانیہ کی طرف پلٹا۔ جو ضد کئے وہیں جم کر کھڑی ہوگئی تھی۔ بہزاد نے زبردستی بازو سے پکڑے اسے گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بٹھایا۔ ڈور لاک کرتے دوسری طرف آیا اور جلدی سے گاڑی اسٹارٹ کر دی۔

آئی ہیٹ یو وائلڈ مین، باڈی گارڈ دو ٹکے کے ملازم۔ وہ گاڑی میں واویلا مچائے بیٹھی تھی اور بہزاد خاموشی سے سنتا پاس" کھڑے انور کو ہاتھ ہلاتا ہوا ریورس گیئر لگا کر گاڑی واپس موڑ چکا تھا۔

تم ایک انتہائی گھٹیا انسان ہو گارڈ۔" وہ اسکے کندھے پر مکے مارتی گویا ہوئی۔ بہزاد نے سر ہلایا۔"

اسکے لمبے بال کھل کر اسکے کندھوں پر تھے جنہیں دیکھ کر ہانیہ جل بھن گئی۔

تم خود کو جان یمان سمجھتے ہو وائلڈ مین؟" وہ اپنی نازک بلیک نفیس سی سینڈلز میں مقید پاؤں کو اسکے شوز پر مارتی ہوئی بولی۔"

میں اس انسان سے نہیں ملا۔ البتہ خود کو ہانیہ خان کا ضرور سمجھتا ہوں۔" اچانک سے اسکی گردن میں ہاتھ ڈال کر اسکے" چہرے کا رخ اپنی طرف کرتے وہ سرد آواز میں اسکے چہرے کے قریب اپنا چہرہ لاتے ہوئے بولا۔

ہانیہ اسکی سرد آنکھوں کی توجہ اپنی طرف دیکھ کر خوفزدہ سی سامنے سنسان راستے کو دیکھنے لگی۔ اسکا دل دھڑکا جب اچانک کسی ہوا کے جھونکے کی طرح اسے اپنے گال پر مونچھوں کی چبھن اور دہکتے لبوں کا لمس محسوس ہوا۔ وہ سانس روک گئی۔

اسکی چمکتی کالی مسکراتی آنکھیں دیکھ کر ہانیہ کی پلکیں لرز اٹھیں۔ وہ اسکے گال پر اپنا انگوٹھا پھیر کر سامنے دیکھنے لگا تو ہانیہ کھسک کر اس سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔ اسکے خونخوار شیرنی سے اچانک بھیگی بلی بن جانے پر وہ کھل کر ہنسا۔

باقی کا سارا راستہ خاموشی سے گزرا تھا۔ اسکی حالت کے پیشِ نظر بہزاد نے بھی اپنی توجہ سامنے مرکوز کر لی۔ گھر کے گیٹ سے اندر داخل ہوتے ہی ہانیہ دروازہ کھول کر بھاگنا چاہتی تھی پر برا ہو اس دوپٹے کا جو اندر گاڑی میں سیٹ بیلٹ سے الجھ گیا تھا۔

رکیے میڈم! دوپٹہ پھٹ جائے گا۔" وہ اسے غصے و جھنجھلاہٹ سے دوپٹہ کو کھینچتے دیکھ کر گاڑی سے نکل کر اسکی طرف آیا۔" ہانیہ پیچھے کھسک گئی اور وہ لبوں پر دلکش مسکراہٹ سجائے اسکی طرف جھکا۔

بہت خوبصورت لگ رہی ہیں بلیک ڈریس میں میڈم۔" اس نے سرگوشی میں کہتے ہوئے اسکے سر پر دوپٹہ رکھا۔ لرزتی" پلکوں سے ہانیہ نے اسکی طرف دیکھا، دونوں کی نظریں ایک پل کو ملیں۔

بہزاد!" حارث صاحب گاڑی کی آواز پر باہر آئے تھے۔ بہزاد کو پکارا تو ہانیہ بہزاد کے قریب سے گزرتی وہاں سے بھاگ" گئی۔

کیسی رہی پارٹی؟" حارث صاحب نے لاڈ سے بیٹی سے پوچھا۔"

اچھی رہی۔" وہ پہلی بار جھوٹ بول کر باہر جانے پر کافی شرمندہ تھی۔ ڈیڈ کو جواب دے کر وہ اندر کی طرف بڑھ گئی۔"

جی سر!" وہ گاڑی لاک کرتا ان کے پاس آیا۔"

تم تیار ہو؟" انہوں نے معنی خیزی سے پوچھا تو وہ سر ہلا گیا۔"

گڈ! آج تم پیدل آئے ہو اس لئے ابھی گھر جا کر گاڑی لو گے تو کافی دیر ہو جائے گی۔ اس لیے ایسا کرو سامنے رستم کی" بائیک کھڑی ہے۔ وہ اٹھاؤ اور اس ایڈریس پہ یہ بریف کیس پہنچا آؤ۔" حارث صاحب نے نیچے رکھا بریف کیس اور ایک چٹ اسے تھمائی۔ اس نے خاموش سے تھام لیا۔

مولوی صاحب کے آپریشن کے پیسے پھر کب ملیں گے؟" وہ جاتے ہوئے یاد آنے پر مڑا۔"

تم یہ پہنچا کر لوٹو گے تو تمہارا کام ہو جائے گا۔ اس بریف کیس میں پانچ کروڑ کے ڈائمنڈز ہیں۔ خیال سے جانا اور خاص طور" پر کمشنر کا خیال کرنا۔" وہ انکی ہدایت پر سر ہلاتا ہوا بائیک اسٹارٹ کرتے جہاز کی تیزی سے وہاں سے نکلا۔

حارث صاحب نے ایک مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ موبائل نکالتے ہوئے کمشنر کو کال ملائی۔

آرہاہے۔" دوسری طرف کا جواب سن کر انہوں نے قہقہہ لگایا اور موبائل آف کرتے اندر کی طرف بڑھے۔"

*________________*________________*

اس تاریک اور ویران جگہ پر جہاں ابھی مکان زیرِ تعمیر تھے وہ پہنچا تھا۔

وہ آس پاس تیر کے نشان والے گیٹ کو ڈھونڈنے لگا۔ پھر اسے وہ گھر بھی کچھ آگے جا کر مل گیا۔ قدموں کی آہٹ پر وہ تاریکی میں ایک دیوار کے سائے تلے ہو گیا۔

کچھ ہی دیر میں اسکے پاس سے دو نشئی لڑکھڑاتے ایک دوسرے کے گلے میں بازو ڈالے مدہوش جاتے دِکھے۔

بہزاد نے گہرا سانس بھرا اور جب تصدیق کر لی کہ وہ بہت دور ہو گئے ہوں گے تو قدم اس گھر کی طرف بڑھائے۔

وہاں پہنچ کر بریف کیس آگے کرتے اس نے آس پاس دیکھتے ہوئے گیٹ کھولنا چاہا تو وہ پہلے ہی کھلا ہوا تھا۔ بہزاد احتیاط سے اندر داخل ہوا۔

اسکے سارے حواس الرٹ تھے اور دماغ تیز رفتاری سے چل رہا تھا۔

اس رات کی سیاہی میں آج وہ بھی اپنا اعمال نامہ سیاہ کرنے جا رہا تھا جسکا اسے بہت دکھ تھا۔ وہ ایسا نہ کرتا اگر مجبور نا ہوتا تو۔

ایک طرف مولوی تھاتو دوسری طرف میڈم، دونوں سے دستبر داری مطلب خود کی جان نکالنے کے برابر تھا۔

وہ اندر بڑھا۔ اس نے ایک تاریک روم میں لائٹر کے چھوٹے سے شعلے کو بھڑکتے دیکھا۔

اس نے گن نکال لی اور تھوڑا سا اندر کی جانب قدم بڑھائے۔ اگلے ہی لمحے فضا میں ایک فائر کی آواز گونجی۔

بہزاد کے ٹریگر دبانے سے پہلے ہی اندھیرے میں گولی کی آواز پر وہ برق کی سی تیزی سے ایکدم نیچے بیٹھا۔

کون ہو تم؟" اس آدمی کی خوف سے لرزتی آواز گونجی۔"

کیا تم باڈی گارڈ ہو؟" اسکے پوچھنے پر بہزاد نے گہرا سانس بھرتے ہاتھ نیچے کیا ورنہ وہ اسکا نشانہ لینے والا تھا۔"

دیکھو بتاؤ ورنہ؟" وہ خوفزدہ سا بولا۔"

ہاں میں باڈی گارڈ ہوں۔" وہ اٹھ کر بولا تو اس آدمی نے بھی جیسے سکون کا سانس لیا۔"

مال لائے ہو؟" اب کی بار اس نے وہی لائٹر کا شعلہ جلایا جسنے تاریک روم میں مدھم سی روشنی پھیلا دی تھی۔"

بہزاد نے ایک ہی پل میں پورے روم پر نظریں گھمائیں جہاں دروازے کے علاوہ باہر جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔

ہاں پکڑو۔" اس نے کہتے ہوئے بریف کیس اسکی طرف پھینکنا چاہا۔ وہ جلد از جلد یہاں سے نکلنا چاہتا تھا۔"

یہ اسکا پہلا تجربہ تھا تو کچھ گھبراہٹ بھی محسوس ہو رہی تھی۔

ڈر سے نہیں صرف اس بات سے کہ اگر پولیس نے پکڑ لیا تو مولوی اور محلے پر کیا اثر پڑے گا جب اسکا نام اسمگلر کے طور پر اخباروں میں آئے گا اور اسکی میڈم۔۔۔

وہ تو شاید اسکے نام سے بھی نفرت کرے۔

ہینڈز اپ!" اچانک ہی روم کی فضا میں بھاری آواز گونجی اور دھپ دھپ بوٹوں کی آواز پر وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف دیکھنے۔ بہزاد کو جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا۔"

اب کیا ہو گا؟" اس سوچ نے اسکے پسینے نکال دیے تھے۔"

وہ گھیر لئے گئے تھے پولیس کے ہاتھ میں گنز اور رائفلیں تھیں۔ ان کے ہاتھوں میں موجود ٹارچوں سے پورا کمرہ روشن ہو گیا تھا۔

دوسرے آدمی کو کانپتے دیکھ کر بہزاد نے بریف کیس پر اپنی پکڑ سخت کر لی اور اپنی زیرک نگاہیں انکے پاؤں اور ہاتھوں پر ٹکا دیں۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تم دونوں اسمگلر ہو اور یہاں مال دینے آئے ہو۔ جو بھی ہے تم دونوں کے پاس ہمارے حوالے" کر دو اور خود کو بھی۔ ہاتھ اوپر کرو۔" ایس پی کی دھاڑ پر دوسرے آدمی نے ایک دم اپنے ہاتھ اوپر کر دیے۔

بہزاد نے بھی بریف کیس کے ساتھ اپنے ہاتھ بلند کیے۔

جاؤ اسکے ہاتھ سے بریف کیس لو۔" ایس پی نے کہا تو ایک اہلکار آگے بڑھا۔"

ٹوٹل پانچ پولیس والے تھے اور ایک ایس پی۔

ایس پی بیچ دروازے میں کھڑا تھا اور دو دو پولیس اہلکار اسکے دائیں بائیں۔ ان میں سے ایک اسکی طرف بڑھ رہا تھا۔

کس کے آدمی ہو سالے؟" ایس پی نے غرا کر پوچھا اور خود بھی آگے بڑھا۔"

بہزاد نے لبوں پر تبسم پھیلا کر اللہ کا نام لیتے زمین پر بوٹ سے لکیر کھینچی۔ جس پہ انکی نظر ایک پل کے لیے اس پر سے ہٹی اور اس نے برق سی تیزی سے بریف کیس گھما کر ایس پی کے منہ پر مارا۔

وہ کراہ کر پیچھے گرا۔ اس سے پہلے کہ وہ صورتحال سمجھتے بہزاد موقع دیکھ کر ایک اہلکار کی ٹانگ پر فائر کرتا قلابازی لے کر دروازے سے باہر نکلا۔ چھلانگ لگا کر باہر نکلا اور گیٹ کو باہر سے بند کر دیا۔ تبھی کسی نے اسکے سر پر گن رکھی۔

دروازہ کھول سالے۔" اس کے کندھے پر ضرب مارتے پیچھے کھڑا اہلکار دھاڑا۔"

لو کھل گیا۔" اس نے کہتے ہی نیچے جھک کر اسکے پیٹ میں لات ماری۔ وہ لہرا کر پیچھے گرا۔ جس سے اس پولیس والے کی" گن کافی دور جا گری۔ ایک اور لات اس پولیس والے کو مارتے اللہ کا نام لیتے ہوئے وہ وہاں سے بھاگا اور اپنی بائیک پر بیٹھ کر بریف کیس کو آگے رکھ کر بائیک اسٹارٹ کرتا جہاز کی طرح اڑا لے گیا۔

"دھت تیری کی سالا کوئی بہت ہی تیز چیز ہے۔"

ایس پی نے کہتے ہوئے ہاتھ پر ہاتھ مارا۔

کال لگا کمشنر کو۔" اس نے دھاڑ کر کانسٹیبل سے کہا۔ کال لگنے پر وہ موبائل پکڑے سائیڈ چلا گیا۔"

ہاں بولو ایس پی زبیر کام ہو گیا؟"کمشنر نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔"""

کوئی باڈی گارڈ نہیں، بلا پال رکھی ہے منسٹر نے۔"اسے شدید غصہ تھا۔ پہلی بار کوئی اس سے اس طرح بچ کر نکلا تھا۔"

وہ بھی وہ جسے ہوم منسٹر اسمگلنگ میں شامل کرنا چاہتے تھے بلکہ اپنے کام کا بڑا حصہ اسکے حوالے کر دینا چاہتے تھے۔

کمشنر نے جب اسے جگہ اور بات سمجھائی تو اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ اس امتحان میں اسے اتنا مجبور کر دے گا کہ وہ خود ہوم منسٹر کا نام لینے سے خود کو روک نہیں پائے گا۔

بہزاد سے اسکا کافی بار ٹکراؤ ہوا تھا جب اسکی ڈیوٹی ہوم منسٹر کے گھر پہ لگتی تھی۔

قد اچھا خاصا تھا جسامت بھی کسی عام انسان کی نہیں تھی۔ کالے گھنے لمبے کندھے پر بکھرے بال، گھنی داڑھی مونچھیں اور کالی سیاہ آنکھیں، وہ حلیہ سے عام نہیں لگتا تھا پر اسکا لہجہ اور پہناوا اسے زیرو کر دیتا تھا۔

اس نے سوچا تھا اس جاہل سے سچ اگلوانے میں لمحہ نہیں لگے گا پر وہ ان سب کے بیچ میں اسے دھول چٹا کر بھاگ نکلا تھا۔

یہ کوئی عام شخص تو نہیں ہو سکتا تھا۔

کیا مطلب تمہارا ایس پی ؟"کمشنر غصے سے غرائے۔"

پانچ ہم اندر تھے اور ایک باہر تھا۔ پھر بھی وہ ہمارے بیچ سے قلابازیاں لگا کر نکل گیا بہت آسانی سے، ہم نہیں اگلوا سکے" اس سے اور نہ ہی پکڑ سکے سالے کو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ لالچ میں بریف کیس کھولتا ہے یا نہیں ؟"وہ اپنا غصہ ٹھنڈا کرتے بولا تو کمشنر لب بھینچ گیا۔

پولیس کی مار سے اچھے اچھے سدھر جاتے ہیں۔ مجھے یقین تھا وہ ضرور کھل جائے گا اور حارث کا یقین جو وہ اس پر کرتا ہے"

خاک میں مل جائے گا پر تم ناکارہ لوگ، ایک بندے کو نہیں پکڑ سکے۔" وہ غصے سے کہتے کال منقطع کر گئے اور زبیر لب بھینچتا وہیں زمین پر پاؤں مارتا رہ گیا۔

تم لوگوں کو پہلے اسے مارنا چاہیے تھا۔" روم والا آدمی باہر آکر بولا تو زبیر نے اسے گھورا۔"

اندھے تھے کیا؟ اسکی طرف کس کیلئے بڑھ رہا تھا؟" وہ اپنا غصہ وہاں موجود اپنے ناکارہ آدمیوں پہ نکالنے لگا۔"

اب دل میں یہی ایک دعا تھی کہ ایک بار وہ بیگ سے چھیڑ چھاڑ ضرور کرے تاکہ حارث صاحب کے حکم پر دنیا سے ہی آؤٹ ہو جائے۔

----------------------------*

وہ وہاں سے بھاگتا ہوا سیدھا خان مینشن پہنچا تھا۔

گارڈ نے اسے دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا اور وہ اندر داخل ہوتا بائیک روک کر نیچے اترا۔ اپنی جیب سے موبائل نکال کر لان میں ٹہلتے ہوئے گھبرا کر حارث صاحب کو کال کر کے باہر آنے کے لیے کہا۔

کچھ ہی دیر میں حارث صاحب اس کے سامنے موجود تھے۔

سر پتا نہیں کیسے وہاں پولیس پہنچ گئی اور انہوں نے اس آدمی کو تو شاید پکڑ لیا پر میں آپکی امانت بہت مشکل سے بچا لایا" ہوں۔ آپ اسے پکڑیں اور میں کچھ دن روپوش ہو جاتا ہوں۔ جب یہ مسئلہ ٹھنڈا ہو جائے گا تو لوٹ آؤں گا۔" وہ بریف کیس حارث صاحب کو تھما کر بولا۔

تم کیسے بچ نکلے وہاں سے اگر پولیس نے اٹیک کر دیا تھا تو؟" حارث صاحب نے مشکوک ہو کر اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

بس سر! آج سڑک پر ماری قلابازیاں اور کچھ دماغ نے بچا لیا۔ جب ایس پی قریب آ رہا تھا تو میں نے بریف کیس اوپر" کر کے سیدھا اسکے منہ پر دے مارا۔ وہاں سے قلابازی لگائی اور بھاگ کر ان کے سنبھلنے سے پہلے ہی نکل آیا پر شاید ایک

پولیس والے کی ٹانگ پر فائر ہو گیا مجھ سے۔" وہ الف سے ے تک ساری باتیں انکے گوش کرنے لگا تو حارث صاحب سر مسکراتے ہوئے سر ہلا گئے۔

ہمیں ایسے ہی ایک چالاک انسان کی ضرورت تھی جو برے وقت میں سرینڈر کرنے کے بجائے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کا" فائدہ اٹھائے۔" حارث صاحب نے فخر سے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے اسے ششدر کر دیا۔

کھولو اسے۔" انہوں نے بریف کیس بہزاد کے سامنے کیا تو اس نے اپنی کم معلومات کا مظاہرہ کرتے کندھے اچکا دیے۔"

سیکھ لو آگے ایسے ہی کھولنے پڑیں گے۔" انکی معنی خیز بات پر وہ لب بھینچ گیا۔"

حارث صاحب کوڈ ڈائل کیے اور بریف کیس کھول دیا۔

بہزاد نے حیرت سے دیکھا جب حارث صاحب نے چھوٹے چھوٹے پتھروں سے بھری ایک تھیلی نکال کر مسکراتے ہوئے لان میں پھینکی۔

آپ نے کہا تھا اس میں ڈائمنڈز ہیں۔" بہزاد حیران ہوتے ڈائمنڈز کی جگہ اتنے پتھروں کو دیکھتا بولا۔"

یہ ایک قسم کا تمہارا امتحان تھا جو تم نے بہت آسانی سے چٹکی میں پاس کر کے ثابت کر دیا کہ تم سڑک چھاپ لوفر نہیں" ایک ہیرا ہو جسکی پہچان صرف ایک جوہری کر سکتا ہے۔ تم نہیں جانتے آج سے پہلے میں نے کتنوں کا امتحان لیا ہے اور کتنے مارے گئے ہیں۔" وہ اسکا کندھا تھپتھاتے ہوئے بولے۔ بہزاد خاموش کھڑا تھا۔

حارث صاحب اسکی کیفیت سمجھ رہے تھے پر جانتے تھے وہ جلد ہی ٹھیک ہو جائے گا اور ان کے راستے پہ آجائے گا۔ جب پیسہ ہاتھوں میں آئے گا تو خود بخود بہزاد کی کیفیت بدل جائے گی۔

یہ لو چیک اس میں تمہاری مطلوبہ رقم ہے، اکاؤنٹ سے نکلوا لینا۔" چیک اسکے ہاتھ میں تھماتے حارث صاحب چلے گئے" اور بہزاد گھاس کو شوز سے کچلتا اوپر ٹیرس کو دیکھنے لگا اور پھر کچھ فاصلے پر بنے اس جھولے کو دیکھا۔

میڈم! مجھے معاف کر دیں پر آپ سے دستبر داری مطلب باڈی گارڈ کی روح کو اس کے جسم سے الگ کرنا۔ آپ میری" روح، میری سانسوں میں بستی ہیں اور آپ کو پانے کیلیے مجھے یہ سب کرنا پڑ رہا ہے۔ جانتا ہوں کہ میں مطلبی ہوں پر جیسا بھی ہوں آپ کا ہوں۔" وہ پتھر کو ٹھوکر مارتا ہوا وہاں سے نکل گیا۔

------------*------------- * آج روبینہ بیگم کا سوئم تھا اور ہادی بیڈ پر پڑی ہاتھوں میں * ڈرپ لگی رومیصہ کے پاس مسلسل بیٹھا تھا۔

تین دن پہلے جب وہ اس صبح کو سب سے حسین کہہ کر اٹھی تھی کہ آج اسکی ماں اس کے ساتھ ہو گی اور دونوں ڈھیر ساری باتیں کریں گی، ناشتہ اور کھانا ساتھ کھائیں گی۔

کتنی خوش خوش سوچوں میں گھری وہ سوئی تھی پر صبح کھکھلاہٹوں کے بجائے جب خود کو روبینہ بیگم کے بے جان وجود کے اوپر سویا پایا تو اسکی قیامت خیز چیخیں پورے محلے میں گونج اٹھیں اور سارے گھر میں ماتم بچھ گیا۔

اسے یقین نہیں ہو رہا تھا اسکی اتنی چھوٹی سی خوشی کچھ پلوں کے بعد ہی اس سے ہمیشہ کیلئے چھن جائے گی۔

اس نے روتے سسکتے ہادی کو کال کی اور اسے بتایا تو وہ پاؤں سر پر رکھ کر بھاگا آیا۔

انکا ٹینڈر مکمل ہو گیا تھا۔ اسکے باپ کے چہرے سے مسکراہٹ الگ ہی نہیں ہو رہی تھی۔

جلد ہی انہیں وہ ٹینڈر بہرام ملک کے حوالے کرنا تھا جسے مکمل کرنے کیلئے اس کے باپ نے دنیا بھر سے قرضہ اٹھایا تھا اور اب فواد صاحب کو بے انتہا امیدیں تھیں اس ٹینڈر سے کہ جب وہ بہرام ملک کے حوالے ہو گا تو چوہان انڈسٹری آسمانوں کو چھولے گی۔

اپنے حصے کا ملا اسمگلنگ کا پیسہ بھی انہوں نے اس ٹینڈر میں لگا دیا تھا۔

ان کے بیٹے کی محنت اور خود کی دن رات کی محنت اتنی تھی کہ اب پھل انہیں پانا ہی پانا تھا۔

ہادی جب وہاں پہنچا تو سب اسے دیکھ کر حیران ہوئے مگر وہ کسی کی بھی پرواہ کیے بغیر رومیصہ کے پاس پہنچا جو اپنی ماں کے مردہ وجود کو سینے سے لگائے دھاڑیں مار مار کر رو رہی تھی۔

اسے دیکھتے ہی چیختی ہوئی اس کے سینے سے آلگی۔

میرے ہی ساتھ ایسا کیوں ہوتا ہے ہادی، میں نے کیا گناہ کیا ہے کہ مجھ سے میرا باپ چھین لیا گیا اور اب میری ماں بھی" مجھے چھوڑ کر چلی گئی۔" ہادی نے نم آنکھوں سے اسکے وجود کو اپنے سینے میں چھپالیا تو آس پاس بیٹھے لوگ سرگوشیاں کرنے لگے جن کی پرواہ اس نے نہیں کی۔

پھر روبینہ بیگم کے میت کی موجودگی میں اس نے قاضی کو بلوا کر اپنے چند دوستوں کو بلایا جن میں سمیر (سیم) بھی شامل تھا۔

اس نے روبینہ بیگم کے سامنے ان کی بیٹی کو اپنے نام کا سہارا دیا۔

نکاح کے بعد جب میت کو اپنی منزل تک پہچانے کے لیے لے جانے لگے تب رومیصہ بے ہوش ہو گئی اور اب تک بے ہوش تھی۔

سوئم بھی اس نے کروایا تھا۔ بیٹے کے حق سے محلے کے غریب لوگوں کو کھانا کھلایا اور قرآن خوانی کروائی۔

رات کے سات بج رہے تھے۔ ہادی اسکے ہوش میں آنے کے بعد اسے اپنے فلیٹ پر لے جانا چاہتا تھا کیونکہ وہاں وہ سیف رہے گی۔ جب تک وہ اسکی حیثیت اپنے باپ کے سامنے منوا نہیں لیتا۔

اماں۔۔۔" وہ کچن سے پانی پی کر واپس روم میں آیا تو رومی کو کسمسا کر کراہتے دیکھا۔"

رومیصہ میری جان!" وہ بھاگ کر اسکے پاس پہنچا اور اسکے گال تھپتھپائے۔"

تھینکس اللہ کہ آپ نے میری ہارٹ بیٹ کو کچھ ہونے نہیں دیا۔" وہ رومیصہ کا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر اللہ کا تہہ دل سے" شکریہ ادا کرنے لگا۔

اسکی پلکیں جیسے جیسے لرزنے لگیں، ہادی کا دل ویسے ہی زور سے دھڑک رہا تھا کہ اب پتا نہیں اپنی ماں کو نہ پا کر اس کا ری ایکشن کیا ہو گا۔

وہ بھاگ کر کچن سے گلاس پانی کا بھر کر لایا اور رومی کے لبوں سے لگا دیا۔ وہ آہستہ آہستہ تین گھونٹ میں پانی پیتی سسک اٹھی۔

اسکا دماغ بیدار ہوا تو خود پر بیتی قیامت کسی فلم کی طرح دماغ کے پردے پر چلنے لگی۔ وہ سسکتی ہوئی اپنا سر تکیے پر پٹخنے لگی تھی۔

رومی!" ہادی اسکی حالت پر تڑپ اٹھا اور اسے کھینچ کر اپنے سینے میں چھپایا۔"

میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہوا ہادی، بولو نا میرے ہی ساتھ کیوں؟ پہلے غربت دی پھر باپ اس غربت نے چھین لیا، پھر" ماں صدمے میں اپنا دماغی توازن کھو بیٹھی اور جب اچانک رات کے دوسرے پہر مجھے اٹھا کر میری ماں کی طبیعت ٹھیک ہوئی اور پھر جب اسکے سینے پر سر رکھ کر میں صبح کی خوشیوں کے بارے میں سوچتے ہوئے سوئی تو جاگنے پر صرف ویرانی ملی مجھے۔ میں ایک بے جان وجود پر سر رکھے سوئی رہی تھی، میری ماں مجھے چھوڑ کر جا چکی تھی۔ کیوں ہادی کیوں؟؟؟ کیا میں انسان نہیں، میرا خوشیوں پر حق نہیں؟ مجھے ہی کیوں تکلیفیں ملے ی ہیں سب؟" وہ اسکا کالر پکڑے ہذیانی ہو رہی تھی۔ اسکی حالت پر ہادی کی آنکھیں بھی بھیگ گئیں۔

اسے بھی تو روبینہ بیگم میں اپنی ماں کی جھلک نظر آئی تھی۔ وہ بھی تو بہت اٹیچ ہو گیا تھا ان سے۔ اسکی ساری سوچیں دھری کی دھری رہ گئیں اور وہ صرف اپنی بیٹی سے مل کر چلی گئیں۔ بیٹے کو تو پوچھا بھی نہیں کہ وہ کتنی امیدیں لگائے بیٹھا تھا۔

دل کا غم جب بڑھ کر انتہا تک پہنچا تو وہ بھی رومیصہ کو گلے سے لگائے بے آواز رو پڑا۔ جیسے آج پھر اسکی ماں اس سے چھین گئی ہو۔

رومی اسے روتے دیکھ کر خاموش ہو گئی اس دور ہو کر اسکا چہرہ دیکھا جو بھیگا ہوا تھا اور نظریں جھکی ہوئی تھین۔

آپ کیوں رو رہے ہیں ماں تو میری مری ہے نا؟" وہ اسکی آنکھیں صاف کرتی بولی۔ جس پر ہادی نے اپنی بھوری سرخ آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔

میں بھی یتیم ہوں رومی تمہارے تو ماں باپ تمہیں اٹھارہ سال کی ایج میں چھوڑ کر گئے ہین۔ مجھ سے پوچھو جب میں دس" سال کا تھا میری ماں تب ایک ایکسیڈنٹ میں مجھے اکیلا کر کے چلی گئی۔ جو مجھے اپنے ہاتھوں سے پانی پلاتی کھانا کھلاتی تھی رات کو سینے سے لگائے سلاتی تھی۔ میری ماں کے جانے سے پہلے بھی میرے باپ کو ہمارا ہوش نہ تھا اور میری ماں کے جانے کے بعد بھی انہیں میرا کوئی خیال نہیں تھا۔ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ ان کے گھر میں کوئی بچہ بھی تھا۔ اسے کھانا ہی دے دوں۔ تمہیں تو پھر بھی اتنا پیار ملا۔ مجھے تو پیدا ہوتے صرف ماں کے علاوہ کسی نے پیار نہیں دیا اور ماں کے بعد میں اکیلا رہ گیا۔ آج بھی اکیلا رہتا ہوں۔ ہانیہ بھی مجھ سے دوستی نا کرتی اگر وہ مجھے گھٹ گھٹ کر روتے اور بھوک میں تڑپتے نا دیکھتی کیونکہ اسکا دوست صرف اسکا بیری تھا اور وہ یہ گوارہ نہیں کرتا تھا کہ اسکی اسٹرا کسی سے اسکے علاوہ بات بھی کرے پر اس نے لڑ کر مجھ سے دوستی کی۔ اپنے گھر لے جا کر مجھے اپنی ماں کے ہاتھوں سے کھانا کھلواتی، وہ میری ایک سچی دوست تھی جس نے ہر دکھ ہر آنسو میرا پونچھا تھا۔ وہ اپنے خاندان کے قتل کے بعد پاکستان شفٹ ہوئی تھی تب سے میرے باپ نے میرے دماغ میں صرف یہ ہی ڈالا کہ مجھے اسکی دولت اس سے لینی ہے اور اس سے شادی کرنی ہے۔ میں نے کافی انکار کیا جس پر مجھے مار بھی پڑی اور کئی دنوں تک روم میں بند رکھا گیا۔ صرف ایک ہاں کہلوانے کیلئے اور پھر بھوک پیاس سے نڈھال ہو کر موت کو بالکل قریب دیکھتے ہوئے جب میں سہم گیا تو میں نے ہاں کر دی۔ صرف موت سے بھاگنے کیلئے اور اپنی دوستی کو دل میں دفن کر دیا۔ میں لالچی بن گیا جینے کیلئے ورنہ میرے باپ کو تو میرے مرنے تک ترس نہ آتا اور شاید میرا جسم وہیں ختم ہو جاتا اگر میں ہاں نہ کرتا۔ تم یہ شکوہ کر رہی ہو تو میں کیا کروں ہارٹ بیٹ میں بھی رو کر اسکے سامنے بین کروں کہ کیوں مجھے اتنی تکلیفیں دیں؟ کیوں مجھے لالچی بنا کر دوستی کے لائق نہ چھوڑا؟ کیوں میری ماں مجھ سے چھین گئی؟ کیوں میرے باپ کو دولت کا نشہ لگا؟؟" وہ ایک ہی سانس میں بات مکمل کرتا اب گہرے گہرے سانس لینے لگا۔ گھٹ گھٹ کر روتی رومیصہ یکدم اسکے گلے سے لگی اور اسکی گردن میں منہ چھپا کر رو پڑی۔۔

ایم سوری ہادی! آئی ایم ریئلی ویری سوری، میں نے آپکے زخموں کو تازہ کر دیا پلیز۔" وہ سسکتی ہوئی معافی مانگنے لگی۔"

ہادی مسکرا دیا اور اسکے گرد اپنا تحفظ بھرا حصار بنایا۔

تم اب سے ہادی چوہان کی عزت ہو رومیصہ خود کو اکیلا مت سمجھو۔" وہ اسکے سر پہ بوسہ دیتا بولا۔ رومی روتی ہوئی اثبات" میں سر ہلا گئی۔

اچھا تم اٹھو فریش ہو جاؤ۔ میں کھانا لے کر آتا ہوں۔ پھر پیکنگ کر کے ہم نے یہاں سے جانا ہے۔" وہ اسے خود سے الگ" کر کے اسکے بکھرے بال سنوار کر بولا۔

کہاں جانا ہے؟" رومیصہ نے جانے پر اسکی طرف حیرت سے دیکھا۔"

دیکھو میں نے یہ نکاح سے خفیہ طور پہ کیا ہے اگر انہیں معلوم ہو گیا تو وہ پہلے تمہیں نقصان پہنچانے کیلیئے یہاں آئیں گے۔" اس لئے میں تمہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں اپنے فلیٹ پر۔ کسی کو بھی معلوم نہیں ہو گا۔ میں تمہارے معاملے میں خود پر بھی بھروسہ نہیں کر سکتا رومی پلیز!" وہ محبت سے بولا تو رومی زخمی سا مسکرا دی۔

کتنا چھپائیں گے ہادی؟ کیا میری شخصیت ہی اپنے باپ کے ڈر سے ختم کر دیں گے؟ کل تک آپ کہتے تھے مجھ سے شادی" کر لو سب بہتر ہو جائے گا اور آج جب ہم نے نکاح کر لیا ہے تو آپ مجھے کیوں چھپا رہے ہیں ہادی کیوں؟" وہ روتے ہوئے جواب طلبی کرنے لگی۔ ہادی نے گھبرا کر اسے خود سے لگایا۔

یقین کرو ہارٹ بیٹ تمہیں تمہاری پہچان میں دلواؤں گا۔ اب میں نہیں ڈرتا ڈیڈ سے۔ میں اپنے حق کیلیئے لڑوں گا پلیز کچھ" دن صبر کو لو۔" وہ اسکا سر سہلا کر بولا تو رومی نے سسکتے ہوئے اس کے کندھے پر سر رکھا۔

ٹھیک ہے میں ان چند دنوں کا بھی ویٹ کر لوں گی پر ان چند دنوں کے بعد جب آپ دنیا کے سامنے اور اپنے باپ کے" سامنے مجھے مسز ہادی چوہان کہہ کر متعارف کروائیں گے پھر ہی ہم اپنا ریلیشن آگے بڑھائیں گے ورنہ مجھ سے کوئی امید مت رکھیئے گا۔" وہ نظریں جھکائے مدھم لہجے میں بولی۔

میری جان میں اتنا مطلبی نہیں ہوں۔ اپنے ہادی کو پہچانو اسے سمجھنے کی کوشش کرو۔ تمہاری خواہش سر آنکھوں پر۔" وہ" اسے دل سے لگا کر کچھ دیر ایسے ہی بیٹھے رہنے کے بعد اٹھ کر کھانا لینے چلا گیا۔ جب لوٹا تو رومی کو بیڈ پر بیٹھے آنسو بہاتے پایا۔ ہادی دکھ سے اسے دیکھتا کچن میں سے کھانا پلیٹوں میں نکال لایا اور اسکے سامنے بیڈ پر رکھتے خود بھی ساتھ بیٹھ گیا۔ اسے خاموش ہاتھوں کی لکیروں کو گھورتے پا کر وہ خود ہی اپنے ہاتھوں سے چھوٹے چھوٹے نوالے بنا کر اسے کھلانے لگا اور خود بھی کھانے لگا۔

کھانے کے بعد رومیصہ برتن اٹھا کر خود کچن میں دھو کر رکھتی کچھ دیر کچن کی دیواروں پر ہاتھ پھیرتی رہی، وہاں موجود ایک ایک چیز کو چھو کر اپنی ماں کا لمس پانے کی کوشش کرتی رہی۔ کچن کا دروازہ بند کر کے باہر نکلی اور اپنے کپڑے پیک کر کے کافی دیر گھر کو دیکھتی بڑی سی چادر میں خود کو چھپائے روتی ہوئی ہادی کے حصار میں وہاں سے نکلی۔

جب اس نے گھر کا داخلی دروازہ بند کیا تو اسے لگا اسکا دل بند ہو جائے گا۔ اسکے سامنے وہ منظر گھومنے لگا جب وہ اپنے باپ کے ملازمت سے لوٹنے پر بیل کی آواز پر بھاگ کر دروازہ کھولتی انکے اندر داخل ہوتے ہی لاڈ سے ان کے سینے سے لگتی تھی۔

ہارٹ بیٹ ایسے نہیں روتے پلیز!" ہادی اسکے وجود کو ہچکیوں کی زد میں دیکھ کر تڑپتا ہوا اسے اپنے قریب کرتا بولا۔"

ہادی مجھے بہت یاد آ رہی ہے اماں ابا کی۔ میں کیا کروں میں ان کے بغیر نہیں جی سکتی۔" بھیگی آواز میں وہ ہچکیوں کے" درمیان بولی۔

ہادی لب بھینچ کر رہ گیا۔ اپنے فلیٹ کے سامنے گاڑی روکتے تین اسٹیپ سیڑھیاں طے کرتے ڈور کھولا اور واپس نیچے آ کر ڈکی سے اس کا بیگ نکال کر اس کے لئے دروازہ کھولتے اسے سہارا دے کر باہر لایا۔

فلیٹ کافی خوبصورت تھا پر رومیصہ نے اس پر توجہ ہی نہ دی۔ ہادی اسے لے کر سیدھا ایک روم میں آیا۔ ہادی بیگ نیچے رکھتے ہوئے اسے لے کر بیڈ پر آیا اور احتیاط سے لٹا دیا۔

تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں، آرام کرو۔ شاباش میری جان کلوز یور آئیز فاسٹ۔" وہ اسکی دونوں بھیگی پلکوں پر انگلیوں سے" دباؤ ڈالتا پیار سے بولا۔ جھک کر اسکی پیشانی پر لب رکھتے اسکا سر سہلانے لگا۔

اس کے سونے کے بعد اس پر کمفرٹر درست کرتے وہ

خود کمرے سے باہر لاؤنج میں آ گیا۔

موبائل کی اسکرین پر لاتعداد کالز دکھائی دے رہی تھیں۔ سب سے زیادہ کالز اسکے باپ کی تھیں اور ہانیہ کی بھی شاید اس کی مسلسل غیر حاضری پر اس کے باپ نے سب کو پریشان کر دیا تھا۔

اس نے سب سے پہلے اپنے باپ کو کال کی۔

کہاں ہو گدھے تین دن سے؟ نا کال اٹھا رہے ہو نا ہی میسجز کا رپلائے دے رہے ہو، مر گئے تھے کیا؟" فواد صاحب کی" دھاڑ موبائل کے اسپیکر سے گونجی تو وہ لب بھینچ گیا۔

ڈیڈ! کچھ کام سے شہر سے باہر ہوں، کل آجاؤں گا۔" وہ بالوں میں انگلیاں بلاتے ہوئے بولا۔"

بکواس بند کر، ابھی کے ابھی گھر پہنچ۔ مجھے تیری شکل صبح گھر میں دکھنی چاہیے ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔" فواد صاحب نے غرا" کر کال منقطع کر دی۔ ہادی نہایت دلبرداشتہ ہوتا لاؤنج میں تھری سیٹر صوفے پر بیٹھ گیا اور سر اسکی پشت سے ٹکا دیا۔

ابھی اس نے آنکھیں موندی ہی تھیں کہ اسکی موبائل پر پھر بیل ہوئی۔ ہادی نے سرخ آنکھیں اٹھا کر دیکھا تو سکرین پر ہنی کالنگ لکھا آرہا تھا، وہ مسکرا دیا۔

جب سے وہ رومی سے ملی تھی اور ہادی نے اس سے معافی مانگی تھی وہ بہت اچھے سے اس سے بات کرنے لگی تھی۔

دونوں کے درمیان پھر سے پر خلوص دوستی کا رشتہ قائم ہو گیا تھا جسکی ابتداء بے شک ایک بار پھر ہانیہ خان نے کی تھی اور ہادی چوہان نے دل سے اس مخلص رشتے کو قبول کیا تھا۔

اس نے نکاح کرتے وقت ہانیہ کو بتایا تھا۔ اس سے کہا تھا کہ وہ اس کے نکاح میں شریک ہو پر وہ نہ آسکی کیونکہ اس کا باڈی گارڈ چھٹی پر چلا گیا تھا اور اسکا موڈ بھی بگڑا ہوا تھا۔ اس لیے اس نے معذرت کر لی تھی۔

ہادی جانتا تھا اتنا اداس ماحول دیکھ کر اسکا ننھا چڑیا جیسا دل پھٹ جاتا۔

یہ وہ لڑکی تھی جو گولیوں کے بیچ سے گزر چکی تھی۔ پر اس کی کمزوری تھی کہ وہ کسی کے انتقال کی بات نہیں سن سکتی تھی نہ ہی اس ماحول میں جاتی تھی۔

اتفاق سے اسکے باپ کے ساتھ جاتے کافی بار وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔ کئی کئی دن راتوں کو چیخ چیخ کر اٹھ جاتی اور مسلسل اسٹریس میں رہتی۔

اس لئے حارث صاحب نے اسے اس طرح کے ماحول میں جانے سے روک لیا تھا بلکہ سخت پابندیاں لگائی ہوئیں تھیں اسکے سامنے ایسی بات بھی کرنے سے۔

یہ حقیقت جانتی تھی کہ ایک دن سب کو جانا ہے اس میں ہمت نہیں تھی کسی کو جاتے ہوئے دیکھنے کی۔

اس نے اپنوں کو جاتے دیکھا تھا اور بس وہی اسکی ساری ہمت چھین چکے تھے۔

کہاں ہو گدھے؟" اس کے اوکے کر کے موبائل کان سے لگانے پر دوسری طرف سے وہ فواد صاحب کی بھرپور نقل" اتارنے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

یہیں ہوں لٹل ڈیڈ!" وہ مسکراتے ہوئے بولا۔ لٹل ڈیڈ پر ہانیہ کھکھلا کر ہنسی۔"

سچی بتاؤ کہاں ہو؟ یو نو انکل بہت غصے میں ہیں۔ تمہیں ڈھونڈتے ڈھونڈتے وہ یہاں آئے تھے۔ مجھ سے پوچھا تمہارے" فرینڈز سے کانٹیکٹ کیا۔ بیوقوف کم از کم تم اپنے ڈیڈ سے تو کوئی بہانہ بنا کر جاتے۔" ہانیہ اسے وہاں کے حالات سے آگاہ کرتی بولی۔ ہادی نے گہرا سانس لیا۔

اب لمبی لمبی سانسیں نہ بھرو۔ یہ بتاؤ، بات کی ان سے یا ابھی سننا باقی ہے؟" وہ شرارت سے ہونٹ دبا کر بولی۔"

بچپن میں تو نہیں البتہ بعد میں وہ اسکی انسلٹ کو انجوائے کرتی تھی۔

کی تھی ابھی یہی سننے کو ملا۔ کہاں ہو گدھے؟" اس نے منہ بسورا۔ ہانیہ نے قہقہہ لگایا۔"

دیکھا میں کتنی ماسٹر ہوں۔ اچھا اپنی اس ڈمپل کوئین کا سناؤ کیسی ہے؟ اب ٹھیک ہے؟" اسکے آنکھوں کے سامنے وہ چھوئی موئی سی رومیسہ لہرائی اور اسکے ڈمپل جسے دیکھنے کے بعد ہانیہ اپنے رخساروں میں انگلیاں لگا کر گڑھے کرنے کی کوشش کرتی تھی۔

یار اسکی طبیعت ابھی ٹھیک نہیں۔ میں کیسے اسے اکیلا چھوڑ کر کل ڈیڈ کے سامنے پیش ہو جاؤں۔ میں چاہتا ہوں کہ آج میں اس کے پاس رکوں۔ نئی جگہ ہے اسے ذرا سنبھلنے تو دیا جائے پر پھر وہی ڈیڈ کا آرڈر۔ اب تم ہی بتاؤ میں کیا کروں مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" وہ اکتایا ہوا بے بسی سے بولا ہانیہ کو اس پر ترس سا آیا۔

میرے پاس ایک آئیڈیا ہے اگر تم وہاں سے آنے کے بعد میرے لیے فریش اسٹرابیری لاؤ تو میں تم سے شیئر کر سکتی ہوں۔" ہانیہ نے اپنے کیوٹکس لگے نیلز پر پھونک مارتے کہا تو ہادی کے لبوں پر مسکراہٹ پھیلی۔

آ گئیں بھکارن تم اپنی اوقات پر گھر میں اتنی اسٹرابیریز پڑی ہوں گی وہ کیوں نہیں کھاتی؟" اس نے تنگ کرتے ہوئے کہا تو بھکارن لفظ پر ہانیہ کی آنکھیں سکڑیں۔

یو نو ہادی چوہان! تم لائق ہی نہیں کہ ہانیہ خان تمہاری مدد کرے۔ آئندہ مجھے اپنی پھٹے اسپیکر جیسی آواز مت سنانا ورنہ تمہارا بد ذائقہ ڈنر بنا کر اپنے کتوں کو کھلاؤں گی دفع ہو جاؤ اب۔" وہ دھاڑ کر کال کاٹ گئی اور اپنے موبائل کو گھورنے لگی جیسے سارا قصور اسکا ہو۔

کچھ ہی دیر میں ہادی کی کالز پہ کالز آنے لگیں۔ اور وہ مزے سے موبائل سائیڈ پر رکھ کر لپ اسٹک لبوں پر لگانے لگی وہ مرر میں چہرے کے مختلف پوز بنا کر دیکھنے لگی۔ اس نے انگلی میں باڈی گارڈ کی دی ہوئی وہ رنگ پہنی ہوئی تھی پر وہ خود جیسے غائب ہو گیا تھا البتہ اسکی جگہ اسے یونیورسٹی چھوڑنے اور لانے کی ذمہ داری عبداللہ نے لے لی تھی۔

سوری ہنی جان! مجھے تمہاری ساری شرطیں منظور ہیں مجھے۔ کیا تم اپنے اس گدھے دوست کو معاف کر سکتی ہو؟" اس نے قہقہہ لگاتے خود ہی گدھا ٹائپ کرتے ہنستے ہوئے اسے سینڈ کیا۔

ضرور گدھے صاحب!" ہانیہ نے کھکھلاتے ہوئے جواب بھیجا اور اب کی بار اسکی کال پک کر لی۔"

اچھا اب بتاؤ کون سا آئیڈیا ہے تمہارے پاس؟" ہادی نے بے تابی سے پوچھا تو دوسری طرف خاموشی چھا گئی۔ ہادی نے "اسکی شرارت سمجھتے دانت پیسے۔

میں پریشان ہوں اور تمہیں کوئی فکر نہیں اپنے دوست کی ہنی ویری سیڈ۔" اس نے دکھ سے کہا۔"

سوچنے تو دو بیو قوف۔" وہ اس کی مداخلت پر دانت پیستی بولی۔"

ہیں!!!! پر تم نے تو کہا تھا تمہارے پاس آلریڈی ایک آئیڈیا ہے؟" ہادی نے اپنی بھوری آنکھیں حیرت سے پھیلائیں۔"

ہاں نا ہے میرے پاس آئیڈیا، میں نے کب کہاں نہیں ہے۔" اس نے ٹشو سے لب صاف کرتے گردن اکڑائی۔"

اچھا بتاؤ پھر۔" ہادی اٹھ بیٹھا اور پوری توجہ سے اسے سننے لگا۔ ہانیہ نے گلا کھنکارا۔"

صبح جب انکل تمہارا پوچھیں گے تو میں کہوں گی کہ تم آج ہمارے گھر اسٹے کر رہے ہو اور تم بھی یہی کہنا۔ ہے نا پھر کمال کا" آئیڈیا۔" اس نے اپنا آئیڈیا سنا کر داد چاہی پر ہادی جل بھن گیا۔

نہیں یہ کمال کا نہیں اتنا بونگا آئیڈیا صرف ہانیہ خان کا ہو سکتا ہے۔ کمال بیچارہ تو نام میں ہی بدنام ہے۔" وہ بد مزہ ہو کر کہتا" ہانیہ کو کھکھلانے پر مجبور کر گیا۔

ہادی نے فون کو گھوری اور کال بند کر دی۔

آئیڈیا اچھا تھا۔ ہادی نے اس پر عمل کرتے حارث صاحب کو کال کی اور انہیں اپنی جھوٹی موٹی دوست والی گھسی پٹی کہانی بتا کر فواد صاحب کو کہہ یا کہ آج وہ حارث صاحب کے یہاں اسٹے کر رہا ہے اس لیے صبح کچھ لیٹ پہنچے گا۔

آئیدیا کامیاب ہونے پر وہ خوش ہو کر ہانیہ کیلئے صبح اسٹرابیری لے جانے کا سوچتے روم میں آیا جہاں اسکی متاعِ حیات نیند کی آغوش میں تھی۔

ہادی مسکراتا ہوا کوٹ اتار کر ہینگ کرتا پاؤں کو شوز سے آزاد کروا کر بیڈ پر آیا۔

کچھ دیر اسکے مٹے مٹے آنسوؤں والے رخساروں کو دیکھنے کے بعد ہاتھ بڑھایا اور کمفرٹر اس سے الگ کرتے اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ گہری نیند میں سوئی رومیصہ سیدھے اسکے چوڑے سینے سے آلگی۔

ہادی نے مسکراتے ہوئے اسکا سر اپنے سینے پر رکھتے کمفرٹر درست کیا اور اسے اپنے حصار میں لے کر سو گیا۔

رومی نے ذرا سی آنکھیں کھولیں اور کسمسائی اور خاموشی سے آنکھیں موند گئی۔ وہ جانتی تھی وہ اپنے کہے کا ضرور پاس رکھے گا۔

*_______________*_______________*

صبح اسکی آنکھیں ہادی کی نظروں کی تپش سے کھلی۔ وہ کسمسا کر کروٹ بدل کر آنکھیں مسلتی اسے دیکھنے لگی۔

ہادی مبہوت سا اس حسین منظر کو بڑی چاہ سے دیکھ رہا تھا۔

آ آ۔۔۔ آپ!!" رومیصہ بوکھلا گئی۔"

یس ہارٹ بیٹ میں۔" اس نے جھک کر محبت سے اسکے ماتھے پر اپنی مہر ثبت کی۔"

تم واقعی ڈمپل کوئین ہو جاناں!" وہ اسکے بال چہرے پر سے سنوارتا بولا۔ رومی اسکی قربت پر اپنی رک رک کر چلتی سانس" بحال کرنے کی کوشش میں لگ گئی۔ اس کے لمس پر اسکی پیشانی اور گال دہک اٹھے تھے۔

ناشتہ ریڈی ہے، جب دل چاہے اٹھ کر کھا لینا۔" وہ اسکی کمر میں ہاتھ ڈال کر اسے اپنے قریب کرتا بولا۔ رومی شرم سے" سرخ پڑ گئی۔

آپ کہیں جا رہے ہیں؟" وہ اس سے نظریں نہیں ملا پا رہی تھی۔"

ہاں جا رہا ہوں۔ ڈیڈ کی کالز آ رہی ہیں مسلسل میری غیر موجودگی پر۔" وہ اسکی لرزتی پلکوں پر اپنے لب رکھتا بولا۔"

میں یہاں کیسے رہوں گی ہادی ل، وہ بھی اکیلی؟" وہ رونے کو تیار تھی۔"

شش! رونا نہیں، میں شام میں چکر لگاؤں گا اور ہم ڈنر ساتھ کریں گے اگر تم ان پیارے ہاتھوں سے میرے لیے کچھ" بناؤ۔" وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگاتا بولا۔ رومی نے سر ہلا کر اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔

کچن میں ضرورت کی ہر چیز موجود ہے اور یہاں روم میں بھی اگر پھر بھی ڈر لگے تو اپنے ہادی کو کال کر لینا، تمہیں کوئی ڈر یا" اکیلا پن محسوس نہیں ہو گا۔" وہ انگلی سے اسکی بھیگتی پلکیں خشک کرتا بولا تو رومی نظریں جھکا گئی۔

ہادی نے اس دلکش منظر کو اپنے دل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ کے لیے قید کر لیا۔

ہارٹ بیٹ! میرا دل کر رہا ہے کہ اس ایک پل میں تمہیں ہزار بار دیکھوں، پھر بھی یہ دل نہ بھرے۔ میں تمہیں بس" دیکھتا جاؤں۔ ایسا کون سا سحر پھونک دیا تھا مجھ پر اس دن کہ میں قید ہو کر غلام بن گیا ہوں تمہارا۔" وہ اسکے چہرے پر جھک کر چھوٹی سی گستاخی کرتا بولا۔

وہ سراسیمہ سی اسے دیکھنے لگی۔ ہادی کو اپنی بے خودی پر طیش سا آیا۔

سوری!" وہ نادم سا بولا۔"

گھبرانا نہیں ناشتہ وقت پر کر لینا اور کوئی آئے تو دروازہ مت کھولنا۔ ویسے تو ابھی میرے صرف تین دوستوں کو معلوم ہے" کہ میں نکاح کر چکا ہوں تم سے کیونکہ وہ گواہ کے طور پر نکاح میں شامل تھے۔ مگر یہ انہیں بھی نہیں معلوم کہ تم اس وقت کہاں ہو گی۔ پھر بھی میرا یہ دل بہت شدت پسند ہے تمہارے معاملے میں۔ کیا کروں مجبور ہوں اسکے آگے اور یہ تمہارے آگے۔" وہ اسے اپنے حصار میں لیے جب دروازے پر پہنچا تو اسے ہدایات دیتا اپنی کمزوری بھی بتانے لگا۔

رومیصہ خاموش سی سنتی رہی اور آخر میں اس نے سر ہلا دیا تو ہادی ہنس پڑا۔ وہ بھی سمجھتی جھینپ سی گئی۔

تم اتنی گم صم رہو گی رومی تو میں جا نہیں سکوں گا جان۔" وہ بے بسی سے اسکے اترے چہرے کو دیکھتا بولا تو رومیصہ نے اپنی" بھیگی پلکیں اٹھائیں۔

اے کیا ہوا میری جان؟" ہادی نے تڑپ کر اسکا سر سینے سے لگایا۔"

مجھے اکیلے ڈر لگے گا؟" وہ اسکی شرٹ کو مٹھیوں میں بھینچتے ہوئے بولی۔"

ہادی نے بے بسی سے آنکھیں میچ کر اسکی پشت سہلائی۔

مجھے اپنے دل کے قریب محسوس کرو۔ پھر دیکھنا ڈر کیسے بھاگتا ہے اور میں جلدی ہی کام نبٹا کر لوٹ آؤں گا، اوکے۔" اسکا چہرہ صاف کرتے وہ محبت سے چور لہجے میں گویا ہوا۔ رومی نے اپنی سرخ آنکھیں اٹھائیں۔

پکا؟" وہ بھیگی آواز میں بولی تو ہادی نے مسکراتے ہوئے اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکرائی۔"

بالکل پکا ہارٹ بیٹ!"۔ اسکے چومتا وہ اس سے الگ ہوا۔"

اب رونا نہیں، پلیز! مجھے تکلیف ہو گی۔" اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اونچا کرتے بولا۔"

فی امان اللہ" اور پھر وہ چلا گیا۔ رومیصہ بمشکل آنکھیں جھپکتے دروازہ لاک کر کے روم میں آئی۔ اسکا وہاں پڑا کوٹ اٹھا کر" سینے سے لگاتی بیڈ پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

ایک سہارا ملتا ہے تو دوسرا چھن جاتا ہے۔" وہ روتی ہوئی اپنی ماں کو یاد کرتی بڑبڑائی۔"

ہادی بے دلی سے ڈرائیونگ کرتا جا رہا تھا ورنہ اسکی آنکھوں کے سامنے بار بار وہ بھیگی آنکھیں آ کر اسے بے چین کر دیتی تھیں۔ کاش! اسے لے کر یہاں سے کہیں دور چلا جائے۔

وہ فواد صاحب کی چہرے کی خوش دیکھ کر سمجھ گیا۔ انہیں لگ رہا ہے کہ میں ہانیہ کے قریب رہ کر انکے مقصد کو پورا کر رہا ہوں۔

یا اللہ! اتنی دولت کی لالچ کسی کو بھی مت دینا۔" وہ اپنے باپ کی آنکھوں میں مستقبل کے حسین ستارے دیکھ کر اکتا گیا۔"

وہ فریش ہو کر بغیر ان سے بات کیے آفس چلا گیا۔ وہاں اسکے لئے رکھا پینڈنگ ورک دیکھ کر اسکا سر پھٹنے لگا۔

رومی! دل تو میرا ابھی کرتا ہے شکوے کیلیے پر میں ٹھہرا ایک مرد کچھ کہوں گا تو بزدل کہلاؤں گا۔" وہ خود کلامی کرتا لیپ" ٹاپ آن کر کے کام میں مصروف ہو گیا۔ پھر اسے دوپہر کا کھانا تو دور رات کا ڈنر بھی یاد نہ رہا کیونکہ اسکا باپ اسے ہارڈ ورکر بنانے کیلیئے ہمیشہ سر پر سوار رہتا تھا۔

کچھ دن میں ٹینڈر ملک انڈسٹری پہنچایا جائے گا۔ تم یہیں رہنا ہانیہ کے ساتھ۔ بے شک اسے ڈیٹ پر لے جانا، اسکے ساتھ" زیادہ سے زیادہ وقت گزارو۔" فواد صاحب اسے سمجھاتے ہوئے بولے۔

فواد صاحب کی بات پر اس نے حیرت سے دیکھا۔

جانا تو تھا اسے رومی کے پاس اس لئے انکی ہدایات پر سر اثبات میں ہلا دیا۔

رات کے بارہ بجے کے قریب وہ کمر سیدھی کرنے کیلئے لیٹا تو موبائل اٹھا کر دھڑکتے دل سے رومی کا نمبر ڈائل کیا پر دوسری طرف کال پک نہ کرنے پر اسکا دل تڑپ کر رہ گیا۔

یااللہ رحم! اسے اپنے حفظ و امان میں رکھنا۔" وہ دعا مانگتا ہوا واپس چیئر پر بیٹھا اور ایک فائل اٹھالی۔ سامنے پڑے لیپ" ٹاپ میں اس فائل میں درج ڈیٹیلز کو سیو کرنے لگا۔

--------------------------*

دن کا اجالہ ڈھلا تو رات کی سیاہ چادر چاروں طرف پھیل گئی۔ اس تاریکی میں سفید لبادہ اوڑھ کر چلنے والے خود کو فرشتہ صفت کا خطاب دلوانے والے بھیڑیے دن میں ملک کے خیر خواہ اور اس رات کی سیاہی میں سیاہ لبادہ اوڑھ کر دشمنوں کے ساتھ مل کر ملک کی جڑوں کو دیمک کی طرح چاٹتے اسکی جڑیں کھوکھلی کر رہے تھے۔ سیاہ بھیڑیے بن کر حیوانوں سے ہاتھ ملاتے ایک ہی وقت میں دو طرح کے روپ لیے بیٹھے تھے۔

ایک وہ جو صبح کے اجالے میں ملک کا سب سے بڑا خیر خواہ، دوسرا وہ جو رات کے اندھیرے میں شیطان بن جاتا تھا۔ جو دولت کی ہوس میں اپنے ہی وطن کی جڑیں کاٹنے کی کوشش میں اندھے بن جاتے۔

یہ فارم ہاؤس آبادی سے دور نسبتاً سنسان علاقے میں تھا۔ جس کے ساتھ ہی ایکبڑا سا گودام بنا ہوا تھا۔ جہاں آہستہ آہستہ اسلحہ جمع ہوتا رہتا اور پھر وہاں سے ٹرک میں بھر کر راتوں رات شپ میں کہیں روانہ کیا جاتا تھا۔

چند لوگوں کے گروہ پر مشتمل انکے کام کی رفتار بہت تیز تھی۔

یہ اسلحہ دو جگہوں پر پہنچایا جاتا تھا۔ ایک غیر ممالک میں دوسرا دہشتگردوں میں مگر اسکی اسمگلنگ کا انکا راستہ ایک ہی تھا اور وہ تھا بحری راستہ۔ جہاں سے اس غیر قانونی اسلحے کی اسمگلنگ اس قدر صفائی سے ہوتی جیسے کسی غیبی مخلوق کا کام ہو اور یہاں سے بہزاد نے اندازہ لگایا کہ اس بڑے پیمانے پر نہایت رازداری و منظم طریقے سے ہونے والا یہ کام صرف ہوم منسٹر کا تو نہیں ہو سکتا۔ ضرور کچھ دوسری بیرونی طاقتیں بھی اس میں شامل ہوں گی۔

جب وہ حارث صاحب کے ساتھ یہاں پہنچا تو وہاں کمشنر اور بزنس مین فواد چوہان کو دیکھ کر وہ حیران رہ گیا۔

انہوں نے اسکا سر سری سا ویلکم کیا۔

ان دونوں کے انداز سے اسے جلد ہی اس بات کا اندازہ ہو گیا کہ وہ صرف حارث صاحب کی وجہ سے اس اسمگلنگ کا حصہ بنا ہے ورنہ اس سے کوئی بھی یہاں مطمئن نہیں تھا۔

کمشنر کو تو وہ جانتا تھا جب حارث صاحب کو اس نے حادثے سے بچایا تھا تب ہسپتال میں کیسے الٹے سیدھے سوالات سے اسے زچ کر رہا تھا۔

باقی ایس پی زبیر سے اسکی ملاقات اس ٹیسٹ میں ہوئی تھی جس میں اس نے پہلا نشانہ اسکے سیاہ منہ کو بنایا تھا۔

بہزاد کا یہ دوسرا چکر تھا۔ ایک اسلحہ سے بھرا ٹرک پہنچانے وہ ایس پی زبیر کے ساتھ گیا تھا۔

ایس پی کی اطلاع کے مطابق جہاں وہ ٹرک پہنچا کر آئے تھے وہ دنیا کے ہائی لیول دہشتگرد تھے۔ جنہیں ہر دو ماہ بعد ایک اسلحہ سے بھرا ٹرک پہنچایا جاتا تھا۔

ہاں یہ وہی ایس پی زبیر تھا جو شاید حسد میں اسکی جان لینے کی پوری کوشش کر چکا تھا۔ بہزاد نے اسے دیکھ کر حارث صاحب سے پوچھا تو انہوں نے کہا وہ تمہارا ایک چھوٹا سا ٹیسٹ تھا جسکا میں تمہیں پہلے بتا چکا ہوں۔

یہ سن کر بہزاد خاموش ہو گیا۔ ویسے بھی وہ کونسا ڈر گیا تھا۔ اسے تو بس حارث صاحب کی فکر تھی کہ انکے سفید کپڑوں پر سیاہ دھبہ نہ لگ جائے۔ باقی وہ تو تھا ہی سڑک چھاپ لوفر اگر اس پر ہزار داغ بھی لگ جاتے تو خیر تھی۔ وہ اپنی بائیک پر بیٹھا سامنے ٹرک میں بھرتے اسلحہ کو دیکھ رہا تھا۔

جس طرح مشکل وقت میں حارث صاحب نے پیسے دے کر بہزاد کا ساتھ دیا تھا، وہ انکا بہت مشکور تھا۔ مولوی صاحب کا آپریشن کامیابی سے ہو گیا تھا اور انکی دواؤں، گھر کے خرچ کے بعد جو پیسے بچے اس سے بہزاد نے انکے بیٹے کو گلی میں ایک جگہ لے کر وہاں اسے چھوٹی سی دکان کھلوا دی تھی۔

جس سے اتنا ہو جاتا تھا کہ وہ اپنا گھر عزت کے ساتھ چلا سکیں۔

مولوی صاحب اور انکی بیگم نے اسے بہت دعائیں دیں بلکہ اسکا دوست انور تو بہیارے بہیارے کہہ کر اس کے صدقے لے رہا تھا۔ بہزاد اس کی حرکت پر قہقہہ لگا دیتا۔

پر ان کھوکھلے قہقہوں کے اندر چھپے زخم تو وہ خود ہی جانتا تھا۔ کیا حال ہو گا اب اسکا؟ کس راہ کا مسافر بن گیا تھا وہ؟ اس راہ پر پہلا قدم رکھتے اس نے خود کو بہت کوسا مگر پھر یہاں اسکے پاس مضبوط دلیل تھی کہ اگر مولوی کی جگہ اسکا باپ بھی ہوتا تو شاید انکی زندگی بچانے کیلیئے بھی وہ کچھ بھی کر جاتا تو کیا تپتی دھوپ میں سر پر سایہ بننے والے مولوی کیلیئے وہ کچھ نا کرتا؟ یہاں پر آکر اسکا دل مطمئن ہو جاتا۔

ویسے بھی اسے تو صرف ایک ڈائمنڈ رنگ لینی تھی پھر وہ اپنی میڈم کی انگلی میں وہ رنگ پہنا کر اپنے سر سے اُسکا ہاتھ مانگے گا اور پھر یہاں آکر ایک بڑا سا دردناک امتحان ہو گا وہ جانتا تھا۔

حارث صاحب اسکی سیاہ چمکتی آنکھوں پر سرسری سی نظر ڈال کر فواد اور کمشنر سے باتوں میں مشغول ہو گئے۔

اتنی خطرناک قلابازیاں کہاں سے سیکھیں؟" ایس پی زبیر ہاتھ میں اسٹک گھماتے اسکے پاس آئے۔ اسکے لمبے بالوں والی" پونی اور گھنی داڑھی مونچھوں پر نظر ڈالی۔ سیاہ سلیولیس بنیان چوڑے سینے سے چپکی ہوئی تھی۔ اس نے پرانی سی بلیو پینٹ کے ساتھ پرانے شوز پہنے ہوئے تھے۔

اسکے مضبوط مسلز اسکی سفید رنگت کی وجہ سے چمک رہے تھے جن سے ایس پی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ٹیلنٹ، اندر کا ہنر، بازی، شطرنج اور شطرنج کو دیکھ کر کھلاڑی خود میدان میں آجاتا ہے۔ اسے لانے کی ضرورت نہیں" پڑتی اور یہاں سیکھا نہیں جاتا بس کھیل کو دیکھ کر کھیلا جاتا ہے۔" وہ ذومعنی لہجے میں بولا۔

زبیر نے ایک بار پھر گہری نظروں سے سر سے پاؤں تک اسے دیکھا۔ اس کی آنکھیں سیاہ چمکیلی سی تھیں۔ وہ انسان تھا یا فریب؟

تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ یہاں تمہیں لایا نہیں گیا؟ اس شطرنج کے کھیل میں تم خود آئے ہو؟" اس نے تمسخر سے" پوچھا۔

نظر نظر کی بات ہے۔" وہ کہہ کر حارث صاحب کی طرف دیکھنے لگا۔"

انٹرسٹنگ۔" وہ ہنسا، جیسے اسکا مذاق بنایا ہو۔" ویسے یہ تم ہر بیس سیکنڈ کے وقفے کے بعد پلکیں کیوں جھپک رہے ہو؟" اس" نے جیسے بہزاد کو گھیرا۔

دماغ اچھا ہے تمہارے پاس۔ پر یہاں وقفہ بیس کا نہیں تیس کا ہے۔" وہ مسکرایا۔"

یہ اتنا وقفہ کس خوشی میں لے رہے ہو؟" وہ غصے سے پوچھنے لگا اب کی بار اسکے لہجے کے تیکھے پن پر بہزاد نے ناگواری سے" اسے دیکھا۔

اس کھیل میں آنے سے پہلے میں باڈی گارڈ تھا۔ باڈی گارڈ کی آنکھیں ہر تیس سیکنڈ کا وقفہ لیتی چھپکتی ہیں اور ان تیس" سیکنڈ میں وہ سامنے والے کے میلے من کی روح تک کو چھلنی کر دیتی ہیں اور اب مجھے لگتا ہے تم مجھ پر ریسرچ کرنے کے بجائے اپنے کام پر دھیان دو گے تو کامیابی حاصل کرو گے ورنہ حسد سب کا باپ ہے۔ وہ اس کا منہ سرخ کرتا وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

موقع ملے تو تجھے ایسا سبق سکھاؤں گا کہ نانی خود بخود سامنے آجائے گی۔ وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا۔"

کچھ ہی دیر میں ٹرک تیار تھے اور ڈرائیور اپنی سیٹ پر بیٹھے اشارہ ملنے کے منتظر تھے۔

جس طرح تم ایک بہترین باڈی گارڈ ہو۔ مجھے امید ہے تم ایک بہترین پارٹنر بھی ثابت ہو گے۔" حارث خان نے اسکے" کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ بہزاد نے مسکرا کر سر خم کو دیا۔

ان شاء اللہ!" وہ بولا اور بغیر کمشنر یا فواد چوہان کی طرف دیکھے اپنی بائیک پر بیٹھا۔ اگلے ہی پل ٹرک کے پیچھے پیچھے اسکی" بائیک ہوا سے باتیں کرتے ہوئے گزر گئی۔

مجھے یہ بندہ بہت مشکوک لگتا ہے سر آگے آپکی مرضی۔ زبیر، حارث خان سے کہتا اپنی گاڑی میں آ بیٹھا اور انکے پیچھے ہی" وہاں سے نکلا۔

حارث!" فواد نے کچھ کہنا چاہا مگر حارث خان نے ہاتھ اٹھا کر اسے چپ کروا دیا۔"

تم براک ڈینئل کو ہمارے بیچ لائے میں نے کچھ کہا فواد؟" انہوں نے چبھتے ہوئے لہجے میں پوچھا۔"

کمشنر خاموش تھا۔

وہ مر گیا ہے حارث؟" وہ میرا دوست تھا۔ میں اسے جانتا تھا اور تم بھی۔ اس نے ہی ہمیں یہ سارا راستہ دکھایا ورنہ نہ تم اس" طرح ہوم منسٹر ہوتے نہ ہی میں بزنس مین اور نہ ہی ہمارا یہ خواب پورا ہوتا۔" فواد چوہان غصے سے بولے۔

وہ اب مر گیا ہے تو اسکی جگہ کسی کو تو لینی تھی۔ اس کے لیے میرا باڈی گارڈ کیوں نہیں؟ جبکہ اسکا ٹیسٹ تم سب لے چکے" ہو اور وہ بہت آسانی سے اسے پاس کر کے نکل گیا۔ بہادری جو ہر انسان میں نہیں پائی جاتی ناہی یہ براک میں تھی جو بہت ہی آسان موت مارا گیا اور میں جانتا ہوں تمہیں چبھن کیوں ہو رہی ہے چوہان! اسی جگہ تمہاری طرف سے آدمی آتا تو تم خوش ہوتے پر میری طرف سے آیا تو تمہیں اختلاف ہو رہے ہیں۔ بس فواد اب میں کچھ نہیں سنوں گا۔ وہ چیخ کر بولتے اپنی گاڑی میں بیٹھے۔ کمشنر بھاگ کر ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

فواد چوہان شاک کی کیفیت میں اسکی بدگمانی دیکھی۔ پھر سر جھٹک دیا۔ میری بلا سے جاؤ بھاڑ میں منسٹر۔" وہ کہتا ہوا اپنی گاڑی میں بیٹھا اور وہاں سے نکل گیا۔

رات کے تقریباً ڈھائی بجے وہ بندرگاہ پہنچے۔ بہزاد بائیک سے اتر کر کھڑا ہو گیا اور آس پاس دیکھنے لگا۔

وہاں موجود کچھ بحری جہاز کے لنگر ڈل رہے تھے تو کچھ پر لوڈنگ ہو رہی تھی۔

جب وہ شپ پر اپنی میڈم کے ساتھ پارٹی میں گیا تھا تو ماحول بہت پرسکون اور پررونق سا تھا۔ اس کے برعکس اس وقت یہاں کچھ بھیڑ تھی کچھ لوگ جو لوڈنگ کروا رہے تھے۔ فضا میں مچھلیوں کی بو کے ساتھ مختلف مشینوں کی بو بھی شامل تھی۔

وہاں موجود لوگوں کو دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے سارے کام معمول کے مطابق ہو رہے ہوں انہیں ضبط کا کڑا امتحان لینے والی اس بو سے فرق نہیں پڑتا تھا۔

انکے دو ٹرک آکر رکے تو کچھ فاصلے پر کھڑے تین آدمی انہیں دیکھ کر ہاتھ ہلاتے ہوئے آگے بڑھے۔

شپ کے جانے پر فضا میں سائرن کی آواز پر بہزاد نے اکتا کر دیکھا، جس پر زبیر طنزیہ ہنس پڑا۔

وہ تینوں آدمی آپس میں کچھ بولتے ہوئے آ رہے تھے۔ انہیں دیکھ کر زبیر آگے بڑھا۔ ہاتھ ملانے کیلئے مگر وہ اسے نظر انداز کرتے ہوئے بیزار سے کھڑے بہزاد سے ہاتھ ملانے لگے۔

ویلکم باڈی گارڈ! ہمیں خوشی ہوئی تم سے مل کر۔" انہوں نے اس کی جسامت اور باڈی کو دیکھتے خاص کر کے "باڈی گارڈ" پر زور دیا۔ تینوں نے باری باری گرمجوشی سے ہاتھ ملا کر اپنی خوشی کا اظہار کیا۔

زبیر کا چہرہ خود کو نظر انداز کیے جانے پر سرخ پڑ گیا۔ وہ ضبط کیے کھڑا تھا۔

جب وہ مسکرا کر اس کی طرف پلٹے تو وہ روکھے انداز میں سرسری سا ملا اور انہیں جلدی سے پیٹیاں جہاز میں لوڈ کروانے کا حکم دیتے اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

وہ سر ہلاتے اپنے آدمیوں کو بلانے لگے اور آدھے گھنٹے میں انہوں نے دونوں ٹرک خالی کر دئے۔ ٹرک ڈرائیور اپنا ٹرک لے کر وہاں سے روانہ ہو گئے۔

کام سے فارغ ہو کر انہوں نے بہزاد کو ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔

یہ سب حارث صاحب کی ہدایات تھی کہ اسے کسی قسم کی تکلیف نہیں ہونی چاہیے۔

وہ اب فواد کی ضد میں بہزاد کو بہترین سے بہترین پروٹوکول دے رہے تھے۔ جس سے بہزاد انجان نہیں تھا۔

جہاز کے دروازے بند ہو رہے تھے اور اسے سٹارٹ کیا گیا بہزاد خاموش سا ریلنگ کے قریب کھڑا ہو گیا اور دوسرے جہازوں کو دیکھنے لگا۔

اس پورے راستے کے دوران ان تین آدمیوں سے اس کی اچھی خاصی دوستی ہو گئی تھی۔

وہ باتیں کرتے ساتھ سموکنگ بھی کر رہے تھے۔

نیوی کی چیکنگ کے دوران وہ کچھ گھبرا گیا پر اس نے ظاہر ہونے نہیں دیا نا ہی ان تینوں ساتھیوں نے۔ وہ چاروں با اعتماد ہو کر کھڑے تھے۔

چیکنگ کے بعد ہرے سائرن پر انہیں جانے کی اجازت ملی تو جہاز آگے اپنی منزل کی طرف بڑھا۔

بہزاد نے مال کا پوچھا تو اسے بتایا گیا کہ نیچے تہ خانے میں ہے اور اوپر رکھی برف کی پیٹیوں میں مچھلیاں اور دیگر فروخت کرنے والا سامان۔

اسے یہ بھی معلوم ہوا کہ یہاں وہ تو صرف اسلحہ کی اسمگلنگ کرتے ہیں پر کچھ ایسے بھی جہاز موجود تھے جن میں لڑکیوں کی اسمگلنگ کی جاتی تھی۔

بہزاد سن کر حیران ہوا اور اس کی حیران شکل پر وہ ہنس پڑے۔

تینوں نے کہا ویسے بھی اب تُو ہمارے ساتھ ہے تجھے دکھائیں گے اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا اور پھر یقین کرنا۔

سلمان اور اسلم دونوں بھائی تھے، مشتاق انکا کزن تھا۔

براک ڈینئل کی موت کا انہیں کافی دکھ ہوا تھا پر وہ اس شخص سے خوش نہیں تھے۔ جس طرح وہ اس وقت بہزاد سے باتیں کر رہے تھے۔

وہ ان سے ان کے پاسٹ کے بارے میں پوچھنے لگا تب اسے معلوم ہوا کہ یہ جہاز حارث خان کا ہے اور ان کے نام پر ہے۔

اصل مالک حارث خان ہے اس بحری جہاز کا۔

صبح کا اجالہ پھیلنے لگا تب وہ اپنی منزل پر پہنچے۔ سامان واپس جہاز سے نکال کر ٹرک میں لوڈنگ ہونے لگی۔ اس کے بعد مال چیک کر کے اسے اوکے کا سائن دیتے حارث صاحب سے بات کی گئی۔ فواد خان کے اکاؤنٹ میں پیسے ڈلوانے کا کہا۔ تب حارث صاحب نے فواد صاحب کے اکاؤنٹ میں بھیجنے کے بجائے بہزاد کے اکاؤنٹ میں رقم بھیجنے کا کہا۔ بہزاد بہت حیران ہوا حارث خان کے اس قدم پر۔

اب تو فواد چوہان اور بھی بدگمان ہو گا اس سے اور ضرور راستے سے ہٹانے کیلئے کچھ کرے گا۔

وہاں ایک دن گزار کر وہ رات میں واپسی کیلئے روانہ ہوئے۔

بہزاد کا اتنا دل کیا کہ وہاں اسکی میڈم ہوتی تو اس خوبصورت حسین ماحول کو اس کے ساتھ محسوس کرتا۔

وہ کتنی خوش ہوتیں۔" وہ سوچتے سوچتے ہنس پڑا۔ دل کیا کہ کال کرے پر پھر اپنا وعدہ یاد آیا۔ جب تک ڈائمنڈ کی رنگ" نہیں لے لیتا وہ اس سے بات نہیں کرے گا نہ ہی اسکے سامنے جائے گا۔

حارث صاحب سے پہلے بات کر کے اس نے باڈی گارڈ کی نوکری سے چھٹی لے لی تھی اتنے دنوں کی جب تک کہ وہ اپنی میڈم کے لیے ڈائمنڈ رنگ نہیں لے لیتا۔

------------------------------*

حارث صاحب اس وقت لان میں بیٹھے اپنی بیٹی کے ساتھ چائے سے لطف اندوز ہوتے ظفر ملک کی کال کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

وہ ان کے گھر ڈنر پر آ رہے تھے اور حارث صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیسے اور کیا جواب دیں۔

اب وہ اتنے نا سمجھ نہیں تھے کہ اس بات کا اشارہ نہ سمجھتے۔ کتنا حسین موقع تھا ان کے لیے پر بیچ میں فواد اور ہادی۔۔۔

انہوں نے اپنی بیٹی کو دیکھا جو اپنے دو چھوٹے سفید ڈاگز کو کھانا کھلا دے رہی تھی۔

ہنی!" کچھ سوچ کر انہوں نے پکارا۔"

یس ڈیڈ!" وہ مسکرا کر انہیں دیکھنے لگی۔"

بیٹا! ہادی تمہیں پسند ہے؟ دل سے بتاؤ۔" کچھ توقف کے بعد انہوں نے سوالیہ نظروں سے ہانیہ کو دیکھا۔"

اس وقت لان میں ہانیہ اور وہ خود موجود تھے۔ گارڈز دور کھڑے تھے تو اپنی الجھن وہ جلد ہی ختم کرنا چاہتے تھے۔

اس سوال پر ہانیہ نے ٹھٹھک کر اپنے ڈیڈ کو دیکھا۔ انہیں خود کو تکتا پا کر وہ نظریں پھیر کر اپنے چھوٹے پپیز کی پیٹھ پر اپنی مخروطی انگلیاں پھیرنے لگی۔

اسکے سامنے بہزاد کا چہرہ گھوم گیا اور لبوں پر خود بخود مسکراہٹ در آئی۔

ہنی!" حارث صاحب اسے خاموش دیکھ کر دوبارہ سے پکارنے لگے۔"

بہرام ملک انکی بیٹی کی قسمت میں آئے تو اور انہیں رب سے کیا چاہیے تھا، اپنی بیٹی کے مستقبل سے وہ بے فکر ہو جاتے۔

اب حارث صاحب جلد از جلد اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتے تھے۔

وہ ہادی کا کترانا اپنی بیٹی سے دیکھ رہے تھے۔ وہ اس سے بھاگ رہا تھا۔ اگر فواد صاحب آتے تو آجاتا ورنہ مہینے بیت جاتے تھے وہ اس طرف منہ نہ کرتا اور اب حارث صاحب کو پچھتاوے ہو رہے تھے کہ انہوں نے کیوں فواد صاحب کے کہنے پر اس سے رشتہ جوڑا۔ دوستی تک محدود رکھتے تو اچھا تھا۔

ویسے بھی ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔ وہ ہادی کے کترانے کی وجہ بنا کر فواد صاحب کے سامنے پیش کر سکتے تھے۔ پر اس سے پہلے وہ اپنی بیٹی کی رضا پوچھنا چاہتے تھے۔

یہاں آؤ ہانیہ!" حارث صاحب نے صوفے پر جگہ بناتے ہوئے کپ ٹیبل پر رکھا اور اسکے گرد اپنے بازو پھیلائے۔ بلیو" اسکرٹ اور ریڈ ٹی شرٹ میں ملبوس ہانیہ مسکراتی ہوئی اٹھ کر انکے پاس آئی۔

اب بتاؤ میری جان کہ تمہیں ہادی پسند ہے یا نہیں؟ کسی بات کی زبردستی نہیں، نا ہی میں تم پر کسی قسم کا دباؤ دے رہا" ہوں۔ اپنے دل سے بتاؤ کہ کیا تمہیں ہادی لائف پارٹنر کے روپ میں پسند ہے۔" وہ محبت سے پوچھ رہے تھے۔

وہ بالکل اپنی ماں پر گئی تھی معصوم، خاموش اور پیاری سی۔

وہ اپنی بیٹی کو دیکھ دیکھ کر تو جیتے تھے۔ اب اگر اسکی زندگی اسے ناپسند شخص کے ساتھ دیں گے تو کیا فائدہ انکی ایسی محبت کا۔

نہیں ڈیڈ! مجھے ہادی نہیں پسند بالکل بھی۔ یہ میں نے صرف آپ کی خوشی کی خاطر ہاں کی تھی ورنہ مجھے اپنے لائف پارٹنر" کی صورت میں ہادی قطعی نہیں منظور۔" بڑی جرات سے کہتی وہ خاموش ہو گئی۔

ہانیہ نے سوچ لیا تھا جب وہ ہادی کو پسند نہیں کرتی اور اپنے باڈی گارڈ کو لائک کرتی تھی۔ اپنے لائف پارٹنر کی صورت میں بہزاد کو دیکھنا چاہتی ہے تھی تو پھر جب قسمت موقع دے رہی تھی تو وہ کیوں ضائع کرتی۔ اس لیے اس نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار بغیر ہچکچائے کر دیا۔

وہ ڈرپوک یا دبو قسم کی لڑکی نہیں تھی۔

بہادر وونڈر قسم کی لڑکی تھی اور زیادہ کانفیڈنس اسے اپنے بیری سے ملا تھا۔

حارث صاحب کو خاموش دیکھ کر وہ پریشان سی انہیں دیکھنے لگی۔ وہ انہیں ہرٹ نہیں کرنا چاہتی تھی پر جب انہوں نے پوچھ لیا تھا تو پھر وہ کیوں اپنے دل کی بات نا بتاتی۔ آخر ماں نہیں تھی تو باپ ہی تو سب کچھ تھا اسکے لئے۔

ایم سوری!" وہ سر جھکائے بولی۔ حارث صاحب اپنی سوچوں سے نکل کر اسے دیکھنے لگے۔"

وہ کیوں؟" انہوں نے محبت سے پوچھا۔"

آپکو ہرٹ کیا نا میرے انکار نے؟" ہانیہ انہیں دیکھنے لگی۔"

نہیں ہر گز نہیں کس نے کہا؟" وہ مسکراتے ہوئے بولے۔"

تو آپ خاموش کیوں ہو گئے؟" وہ انکا ہاتھ محبت سے چومتی گویا ہوئی۔"

بس سوچ رہا تھا کہ آج اگر میں کچھ نہ پوچھتا تو تم خاموشی سے میری خاطر ناپسندیدہ زندگی گزارتیں۔ کتنا خود غرض تھا" میں، بس انہی خیالوں میں ہوں۔ ناراض نہیں ہوں۔" وہ پر سوچ سے بولے اور ہانیہ کا سر سینے سے لگایا۔

ڈیڈ! آپکے لئے میری جان بھی حاضر ہے۔" حارث صاحب نے مسکراتے ہوئے محبت سے سر ہلایا۔"

آپ سے کچھ بات کرنی ہے ناراض تو نہیں ہوں گے؟" کچھ توقف کے بعد جب ہانیہ نے دیکھا کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے تو وہ" اپنے نکاح والی بات بھی ان سے شیئر کرنا چاہتی تھی۔ ویسے بھی ہادی نے تو رومیصہ سے نکاح کر لیا تھا اور اسکے ڈیڈ کو بھی معلوم ہو گیا تھا کہ وہ ہادی کو پسند نہیں کرتی۔ اب انہیں اس سچ سے انجان رکھنا اسے بوجھ لگنے لگا تھا۔

وہ یوں پریشان سے سوچ میں گم رہتے تو ہانیہ بے چین ہو جاتی تھی۔ وہ اب تک صرف ہادی کی وجہ سے خاموش تھی۔ پر اب یہ مسئلہ دونوں طرف سے حل ہو گیا تھا تو کس بات کا خوف ہوتا اسے۔

حارث صاحب نے سر ہلا کر اسے اجازت دی تو ہانیہ گلا کھنکار کر انکی طرف مڑی

ڈیڈ! وہ اس رات میں نے کہا تھا کہ میرا نکاح ہو گیا ہے۔ کوئی روم میں آیا تھا، جس نے مجھ سے نکاح کر لیا۔ تو ڈیڈ!! وہ سب" ایک جھوٹ تھا۔ دراصل وہ میرا برا خواب تھا۔ جس کا کافی دن بعد مجھے احساس ہوا کہ یہ سب ایک خواب تھا، میرا وہم تھا۔ یہ بھی ان برے خوابوں میں سے ایک تھا۔ آئی ایم سوری میں نے آپ کو کافی تنگ کیا۔" وہ شرمندہ سی سر جھکا کر کہنے لگی۔

حارث صاحب کے دل میں جس بات کی بڑی خلش تھی کہ کون تھا وہ شخص، جس نے ان کی بیٹی کی زندگی کی خوشیاں چھیننی چاہی تھیں۔ہانیہ کے منہ سے اتنے عرصے بعد جھوٹ سن کر وہ ساکت رہ گئے۔

انہیں سمجھ نہیں آرہا تھا کہ وہ اس خبر پر خوش ہوں یا اپنی بیٹی کو ایک زوردار تھپڑ ماریں اور احساس دلائیں کہ جب اسے احساس ہو گیا تھا تو انھیں کیوں نہیں بتایا؟ کیوں اتنا خوفزدہ رکھا؟؟

پر وہ خاموش تھے۔کچھ نہیں کر سکتے تھے البتہ انکے چہرے پر مسکراہٹ لوٹ آئی تھی۔

چلیں بیٹا!رات میں ڈنر پر اچھا سا تیار ہونا کچھ خاص مہمان آرہے ہیں گھر پر۔"وہ محبت سے اسکا ماتھا چوم کر بولے۔ہانیہ جو" انکی طرف سے کسی سخت کارروائی کی منتظر تھی۔ان کے اسکے ماتھے پر بوسہ دینے سے اسکی آنکھیں نم ہو گئیں۔

آئی ایم سوری ڈیڈ!مجھے ایسا نہیں کرنا چاہئے تھا۔"وہ روتی ہوئی انکے گلے لگ گئی۔"

وہ چاہ کر بھی حارث صاحب کو پورا سچ نہیں بتا سکی کہ صرف نکاح نہیں ہوا تھا۔اسکے روم میں تو بہرام ملک آیا تھا۔گن پوائنٹ پر سائن بھی لئے تھے البتہ وہ صرف اسکا نکاح رکوانے کیلئے تھا پر ایک گناہ تو تھا نا جو اس"ورلڈ فیمس ڈاکمینہ بزنس کے کیڑے"نے انجام دیا تھا۔

اٹس اوکے،کوئی بات نہیں۔جو ہوا اچھا ہوا۔اس میں ہی بھلائی تھی آپ کی ورنہ ہمیں کیسے معلوم ہوتا کہ ہماری بیٹی جبر کا" رشتہ باندھ رہی۔ہمیں خوشی ہوئی یہ سن کر۔"وہ اس کا سر سہلاتے بولے اور ہانیہ کو بھی احساس ہوا کہ اس آدمی نے جو کیا اس سے تو اس کا ہی فائدہ ہوا تھا۔

اگر وہ ایسا نہ کرتا تو اس کے لئے کیسے باڈی گارڈ آتا کیسے اسکا نکاح رکتا۔

بہر حال اس ورلڈ فیمس کمینے آدمی کا جو بھی مقصد تھا،وہ جائے بھاڑ میں۔اس کا مسئلہ ہو حل ہو گیا تھا اور اسے کیا چاہیے تھا۔

ڈیڈ!باڈی گارڈ کہاں گیا؟"وہ بہزاد کی کمی کو شدت سے محسوس کرتی تھی۔"

پتا نہیں کیوں اس وائلڈ مین کو اس کی یاد نہیں آرہی تھی اور یہاں وہ اس کے دیدار کیلئے تڑپ رہی تھی۔اس جنگلی کو کوئی" احساس نہیں تھا۔" پورچ میں کھڑی گاڑی کی ڈرائیونگ سیٹ کو مسلسل خالی دیکھتے وہ اداس ہوئی۔

بیٹا وہ کچھ کام میں مصروف ہے۔ اگر تمہیں شاپنگ کیلئے جانا ہے تو عبداللہ کو بلالو، بہزاد بھی جلد ہی آجائے گا۔" وہ خالی کپ ٹرے میں رکھتے بولے۔ ہانیہ دن بے دن بڑھتے دنوں کو اداسی و پژمردگی سے گزارتی جیسے ہجر کے موسم کاٹ رہی تھی۔

اس نے عبداللہ سے کہا تھا کہ بہزاد کی طرف چلے پر اس نے معذرت کرتے کہا کہ پچھلی بار کا سر کو معلوم ہو گیا تھا بے بی اور انہوں نے سختی سے منع کیا تھا آپ کو وہاں لے کر جانے سے۔

ہانیہ کچھ کہے بغیر دل مسوس کر رہ گئی۔ یہ تو شکر تھا کہ اسکے ڈیڈ نے اس سے باز پرس نہیں کی۔

حارث صاحب نے اسمگلنگ کے سارے معاملات بہزاد کے حوالے کیے ہوئے تھے۔ وہ بری طرح اس میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ کافی اچھے طریقے سے سنبھال رہا تھا بلکہ ڈیل بھی بہت بہترین انداز میں بڑھا رہا تھا۔۔

حارث صاحب کو لگتا تھا اگر وہ ایسے ہی کام کرتا رہا تو وہ لوگ جو پندرہ سال کے عرصے میں ایک سے دو، دو سے تین ٹرک تک پہنچے تھے۔ یہ لڑکا انہیں دنوں میں آسمانوں تک پہنچادے گا۔

وہ یہ بھی جانتے تھے بہزاد کی تیز رفتاری سے فواد جل رہا ہو گا اور اب اسے براک کی موت کا بھی افسوس ہو رہا ہو گا پر وہ اب کچھ نہیں کر سکتے۔

حارث، فواد کا خوف جانتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے اگر بہزاد ان کے ساتھ کام میں آگیا تو وہ سڑک چھاپ لڑکا اول تو امیر بن جائے گا دوسرا ایسا نہ ہو کہ حارث اسے اپنی بیٹی ہی تھما کر باڈی گارڈ سے داماد بنالے۔

حارث صاحب کو ان کی سوچ پر ہنسی آتی تھی۔ کیسی بچگانہ سوچ تھی۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ ایک منسٹر اپنی بیٹی ایک کمرے میں رہنے والے گارڈ کو دے دے۔

ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ جو شخص اس کے دوسرے روپ سے آگاہ ہو وہ اسے اپنی نازک پھولوں جیسی بیٹی دے دے تا کہ کل کلاں ہنی کو معلوم ہو جائے اس کا باپ ایک اسمگلر تھا اور وہ یہ جان کر نفرت کرے، ہر گز نہیں۔

وہ اس لڑکے کی زندگی کو اچھا بنا سکتے تھے پر اسے اپنے سامنے سر جھکا کر رہنے کے بجائے اٹھانے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتے تھے۔

یہ بیوقوف کیا جانے کہ انہوں نے کیوں اسے اسمگلنگ میں گھسیٹا تھا؟

ایک تو اسکی ذہانت جو اس کی آنکھوں سے نمایاں ہوتی تھی۔ دوسری اس کی جسامت جو ایک ساتھ کئی پہلوانوں کو مار گرائے۔

بہادر، نڈر اور بے خوف بندہ جس کے نا کوئی آگے نا پیچھے۔

اسکے صبر اور ہمت کی وہ داد دیتے تھے۔ جس طرح وہ انکی بیٹی کی بدتمیزیاں برداشت کرتا، اسکی لائی ہوئی میٹرک فیل کی شرٹ پہنتا اور اتنی بڑی یونیورسٹی میں جا کر لوگوں کے ہنسی مزاق سہتا تھا، یہ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ یہ سب برداشت کرنے کے لیے اعصاب کا مضبوط ہونا بے حد ضروری تھا اور اس لڑکے کو دیکھ کر لگتا تھا صبر و برداشت اسکے وجود کا حصہ ہیں۔

جس طرح وہ انہیں اٹھا کر گولیوں کے بیچ سے نکال کر ہسپتال لے کر گیا تھا۔ وہاں ہی حارث صاحب سمجھ گئے تھے کہ یہ کوئی معمولی بندہ نہیں بلکہ ہیرا ہے، جو لوگوں کی ناقدری و کم عقلی کی بدولت کچرے کے ڈھیر پر پڑا ہے۔

اپنی چمک اور اپنی کشش سے وہ ناقص لوگوں کو نہیں مگر ایک جوہری کی بے وجہ اپنی طرف ضرور کھینچ گیا۔ حارث صاحب اسے پہچان کر اسے چھوڑنے کے بجائے اٹھا کر گھر لے آئے۔

انہیں اس سے کوئی خطرہ بھی نہیں تھا اگر وہ آنا کانی کرے بھی تو آگے پیچھے کون تھا اس کا جو اس کے دنیا سے رخصت ہونے پر ماتم کرتا یا کوئی ایکشن لیتا۔

حارث خان کے چہرے پر ایک مکروہ مسکراہٹ اپنی چھب دکھا کر غائب ہو گئی۔

وہ اپنی بیٹی کو دیکھنے لگے جو اپنی انگلی میں پہنی پلاسٹک کی رنگ کو گھما رہی تھی۔

آج کے دور میں ہیروں کا فیشن ہے اور تم نے پلاسٹک پہنا ہوا ہے، حد ہے۔" وہ ہنس پڑے۔"

ڈیڈ میری آنکھوں سے دیکھیں تو قیمت نہیں یہاں احساس اور اہمیت نظر آئے گی انکی آواز پر ہانیہ نے سر اٹھایا۔ دل کیا" انہیں یہ سب کہہ دے پر وہ کچھ بول نہیں سکی اور مسکراتی ہوئی اٹھ کر آگے بڑھ گئی۔

اسے رات کیلئے تیار ہونا تھا۔ ڈیڈ نے خاص تیاری کا کہا تھا تو ضرور خاص ہی دوست ہوں گے ان کے جو کہ فیملی سمیت آرہے ہوں گے۔ اس لئے اسے بھی اچھی طرح تیار ہونا تھا۔

وہ اپنی بلیو اسکرٹ اور ریڈ ٹی شرٹ کو دیکھتی سوچتی ہوئی اپنے روم میں آئی۔ کلپ سے گولڈن بالوں کو آزاد کیا تو بسل لہرا کر اسکی پخت پر پھیل گئے۔

بال دیکھ کر وہ مزید اداس ہوگئی۔ اسکے سبز نین کٹورے برسنے لگے۔

دیکھو وائلڈ مین آئی ایم سوری میں نے جو کیا اس کے لئے ایم رئیلی ویری سوری۔ میں تم سے بہت پیار کرتی ہوں۔ پلیز" واپس آجاؤ۔ دیکھو تم نے کہا تھا بال بڑھالو میں نے وہ بھی بڑھالیے، اب تو آجاؤ پلیز۔" وہ روتی ہوئی آئینے میں اپنے شولڈر کٹ بالوں کو اب کمر تک دیکھتی جہاں خوش تھی وہیں اداس بھی ہوگئی تھی۔

وہ بائیک ریسنگ کے بعد اسے گھر چھوڑ کر گیا تھا تو پھر واپس نہیں آیا تھا۔ ہانیہ سمجھ رہی تھی کہ ضرور اسکی بدتمیزی سے ناراض ہو کر چلا گیا تھا۔

وہ کچھ پل رونے کی خواہش کرتی بیڈ پر لیٹ گئی اور بے آواز رونے لگی۔

پتا نہیں کہاں تھا؟ سوچ سوچ کر وہ پاگل ہو رہی تھی پر دوسری طرف اس وائلڈ مین کو کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔

اسے خطرے کی بو آرہی تھی۔ اسکا ننھا دل لرز رہا تھا۔ وہ اس کے چوڑے سینے میں چھپ کر خود کو محفوظ کرنا چاہتی تھی پر وہ کہیں نہیں تھا البتہ اس کی یاد میں وہ آنسو ضرور بہا رہی تھی ایک بار پھر سے۔۔۔

دل کرتا تھا ننگے پاؤں اسے ڈھونڈے۔ گلی گلی میں اسکی کی کھوج لگائے اور اسے کھینچ کر واپس لائے اپنے ساتھ اور باندھ دے پر وہ کہیں نہیں تھا۔ پتا نہیں کہاں غائب تھا؟ اسے چھوڑ کر چلا گیا تھا کیا؟ سوچ کر ہی اسکا دماغ پھٹنے لگا اور وہ گھبرا کر اپنی بگڑتی حالت کے زیر اثر گہرے گہرے سانس بھرنے لگی۔

لوٹ آؤ بہزاد! ایسا نہ ہو میں ایک بار پھر ٹوٹ جاؤں۔۔ فضا میں بکھر جاؤں اور تم میری خوشبو بھی نہ پا سکو۔ ایسا نہ کرو میرے ساتھ، پلیز! لوٹ آؤ اپنی میڈم کے پاس۔" روتے روتے کب اسکی آنکھ لگی وہ خود نہیں جانتی تھی۔

*_______________*_______________*

وہ گرین کلر کی خوبصورت میکسی پہنے بالوں کا اسٹائلش بن بنائے، نفیس سا پینڈنٹ اور ڈائمنڈ کے ٹاپس پہنے خوشبوؤں سے مہکتی ہائی ہیل میں مسز شمیم ملک سے گلے ملی۔ مسٹر ظفر ملک کے پاس آئی تو انہوں نے محبت سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔ جیتی رہو، خوش رہو، شاد و آباد رہو۔" ایک ہاتھ سے بیساکھی تھامے دوسرے سے اسکے سر پر رکھتے وہ مسکراتے ہوئے" بول رہے تھے۔ ہانیہ کی نظریں انکی کٹی ہوئی ٹانگ پر ٹکی ہوئی تھیں۔ اسکا دل ڈوب سا گیا۔

اس نے بے ساختہ ہی انہیں سہارا دینے کیلئے انکا بازو پکڑا۔ جس پر مسز شمیم ملک کے ساتھ ظفر صاحب بھی ہنس پڑے۔ ارادے اٹل ہوں تو ایک پاؤں پر بھی دنیا جیتی جاتی ہے بیٹا۔" انہوں نے محبت سے اسے دیکھتے اسکی پیشانی چومی۔" ایک ہی تو بات ہے، ہمت ہونی چاہیے پہاڑ خود جھکنے لگے گا۔" ہانیہ مسکرا دی۔ اور اپنی انگلی کی طرف دیکھا جہاں وہ" پلاسٹک کی رنگ ابھی بھی موجود تھی۔

واہ بھئی دل خوش کر دیا حارث صاحب آپکی شہزادی نے۔" ظفر صاحب نے اسکا سر تھپتھپاتے پر جوش ہو کر داد دی۔ ہانیہ" کے ساتھ حارث صاحب بھی مسکرا دیے۔

وہ تو دل میں بہزاد سے مخاطب تھی۔ لب پتا نہیں کب بولنے لگے اور جب بولنے لگے تب وہ ظالم ہی کہیں کھو گیا تھا۔

حارث صاحب نے ان کا اچھا سا ویلکم کیا اور انھیں ساتھ لے کر لاؤنج میں چلے آئے۔

ہانیہ ان دونوں کو خاص مہمان کے روپ میں وہ بھی اپنے گھر میں دیکھ کر شاک ہوئی تھی۔ اسکا باپ ایک منسٹر تھا اور وہ بزنس مین۔ دور دور تک کوئی کنیکشن نہیں تھا دونوں میں پھر کیسے وہ انکے گھر آئے اور وہ بھی خاص گیسٹ بن کر۔ شاید اس کے باپ سے ملتے رہے ہوں پارٹیز میں۔" اس سوچ نے اسے مطمئن کر دیا اور وہ خاموشی سے صوفے پر بیٹھ" گئی۔

مسز شمیم اسے بار بار ساتھ لگائے محبت جتا رہی تھیں جس پر ہانیہ کو الجھن سی ہونے لگی تھی۔ وہ اس طرح کی محبت کی عادی نہیں تھی۔ ساری عمر بس ہائے ہیلو، سلام یا ایک ہیڈ کس تک محدود تھی۔ اسے کہاں کبھی کسی نے گال پر یا سینے سے لگا کر محبت جتائی تھی۔ وہ بہت عجیب محسوس کر رہی تھی۔

ٹی وی شوز میں انکا انٹرویو وہ دیکھ چکی تھی اور ویسے بھی انکے بیٹے کی وجہ سے ملک مینشن کے افراد سے کوئی انجان نہیں تھا۔ وہ جانتی تھی یہی مسز شمیم ملک تھیں بہرام ملک کی والدہ۔

کافی دیر ظفر صاحب اور اسکے ڈیڈ کی سیاست پر گفتگو چلتی رہی اور ہانیہ مسز شمیم ملک سے انکے پوچھنے پر اپنی اسٹڈیز اور فرینڈز وغیرہ کی باتیں کرتی رہی۔ ان کی کسی بات پر کبھی کھکھلا دیتی تو کبھی ہنس پڑتی۔

ملازمہ کے ڈنر ریڈی ہونے کی اطلاع دینے پر پر سکون ماحول میں ڈنر کیا گیا جس میں ہلکی پھلکی گفتگو کے دوران حارث صاحب نے انہیں ہادی اور ہانیہ کا رشتہ ٹوٹنے کی آگاہی دی اور یہ بھی بتایا کہ وہ جلد ہی میڈیا میں اسکا اعلان کریں گے۔

مسز شمیم ملک جو پہلے ان سے صاف انکار کی امید رکھے بیٹھی تھیں۔ چوہان فیملی سے رشتہ ختم ہونے کی اطلاع سن کر خوش ہو گئیں اور ہانیہ کو پیار سے دیکھنے لگیں جو خاموش سی پلیٹ میں چمچ چلا رہی تھی۔ ڈنر کے بعد وہ سب اس وقت لاؤنج میں تھے۔ ہانیہ مسٹر ظفر ملک اور مسز شمیم ملک کے پاس بیٹھی تھی۔ سامنے ہی اسکا باپ بیٹھا جو بہت خوش لگ رہا تھا جیسے ساری دنیا اسکی مٹھی میں آگئی ہو۔

وہ ماڈرن سی خاتون جو بہرام ملک کی والدہ تھیں جب سے آئی تھیں اس سے محبت جتائے جا رہی تھیں۔ پہلے تو انہیں اپنے گھر دیکھ کر ہانیہ کو شاک لگا تھا پھر اپنے ڈیڈ کی ہدایات یاد آئیں کہ کچھ الٹا سیدھا نہیں بولنا، بہت اچھے سے ملنا۔ جیسے ایک ماں اپنی بیٹی کو رشتہ آنے سے پہلے سمجھاتی تھی ویسے ہی اسکا باپ اسے سمجھا رہا تھا۔

اسے گھبراہٹ سی ہونے لگی تھی اور دل کر رہا تھا اگر باڈی گارڈ ہوتا تو وہ اسکے ساتھ لانگ ڈرائیو پر نکل جاتی پر وہ ہوتب نا۔ اسکی بے بسی کی انتہا تھی اور خوف سے دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اسکے باپ نے کچھ دیر پہلے شام میں ہی تو ہادی اور اسکا قصہ ختم کیا تھا اور اب بہرام۔

دوسری طرف کانوں میں سیسہ بن کر بہرام ملک کی باتیں گونج رہیں تھی۔ ہرگز نہیں وہ کسی صورت اسکی نہیں ہو سکتی۔ بے شک اسکے پاس پیسہ، دولت اور شہرت سمیت سب کچھ ہے پر وہ بہزاد تو نہیں ہو سکتا تھا۔ اسکا بہزاد حساس، نرم دل اور محبت کرنے والا تھا۔ وہ کیسے اس انسان سے الگ ہو جو اسکے روم روم میں بستا تھا۔ اسکے دل کی ہر ایک دھڑکن میں صرف اسکا نام تھا تو وہ کیسے اسے خود سے سلگ کرتی؟

یہ سب سوچتے ہوئے اسکی آنکھیں بھر آئیں اور وہ اپنے ڈیڈ کو دیکھنے لگی۔

اصولاً تو ہمیں کچھ جان پہچان بڑھانی چاہیے تھی پھر کچھ بات بڑھاتے، پر معاملہ یہاں کچھ الٹ ہے میرا بیٹا سالوں بعد" راضی ہوا ہے اور وہ بھی آپکی بیٹی کیلیئے تو ہم اب کسی قسم کی دیر نہیں کرنا چاہتے۔ یہ نا ہو ہمارے بیٹے کا موڈ پھر سے بدل جائے۔" وہ ہانیہ کو ساتھ لگاتی اسکی پیشانی چومتیں حارث صاحب سے بولیں۔

بیگم! جان تو وہاں ماری جاتی ہے، جہاں پہچان نا ہو۔ الحمد اللہ! میں بہرام ملک کا باپ ہوں۔ آپ انکی ماں ہیں۔ جسے ایک" دنیا جانتی ہے۔ یہ سامنے بیٹھی شخصیت ایم این اے مرحوم حدید خان کا چھوٹا بھائی حارث خان ہے۔ جو اب منسٹر ہے پھر کون سی پہچان سے آگاہ کرنا ہے؟" اپنی بیوی کی بات سے متفق نہ ہوتے ظفر ملک صاحب نے کہا جس پر حارث صاحب متاثر ہوئے بنا نہ رہ سکے۔

بات تو ملک صاحب نے سو فیصد سچ کہی ہے مسز ملک کہ پہچان وہاں دی جاتی ہے جہاں پہچان نا ہو اور یہاں ماشاءاللہ کسے" بھی تعارف کی ضرورت نہیں۔" حارث صاحب کی بات پر مسز شمیم مسکرا کر ظفر صاحب کو دیکھنے لگیں۔

پھر ہم ہاں سمجھیں آپکی طرف سے؟" انہوں نے خوشی سے نہال ہوتے پاس ہی بیٹھی زرد پڑتی ہانیہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔" ہانیہ نے خوفزدہ ہو کر اپنے باپ کو دیکھا اور اپنے بنجر لبوں پر زبان پھیری۔ اسکا تنفس یکدم بگڑ گیا تھا اور اس کا نازک سا وجود بے جان سا ہو تا لرزنے لگا تھا۔

یہ میری بیٹی کی خوش نصیبی ہے کہ وہ آپکے خاندان کی بہو بنے گی۔" حارث صاحب خوش دلی سے بولے۔"

اسٹاپ ڈیڈ!" ان لفظوں پر اسکے منہ سے درد بھری سسکاری نکلی۔ وہ اٹھ کر اندر کی طرف بھاگ گئی۔"

ہانیہ! ہانیہ!! بیٹا واپس آؤ۔" حارث صاحب کو اسکا یوں سسک کر منہ پر ہاتھ رکھتے اٹھ کر چلے جانا بالکل بھی پسند نہیں آیا۔"
انہوں نے اسے دو تین آوازیں دیں پر وہ ان سنی کرتی سیڑھیاں چڑھ کر اپنے روم میں بند ہو گئی۔
جانے دیں خان صاحب ابھی تو ہادی چوہان سے رشتہ ختم ہوا ہے پھر اچانک سے نیا رشتہ قائم کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ہم"
سمجھ سکتے ہیں اسکی فیلنگز۔" انہیں ایکسکیوز کر کے جاتے دیکھ کر ملک صاحب جلدی سے بولے تو وہ ناگواری سے بند
دروازے کو دیکھتے واپس بیٹھ گئے۔
جیسا کہ آپ دونوں جانتے ہیں ابھی ہادی چوہان سے رشتہ ختم ہوا ہے تو اتنی جلدی میں کوئی دوسرا فیصلہ لینے کے حق میں"
نہیں ہوں۔ آپ مجھے کچھ وقت دیں، میں جلد ہی آپ کو جواب دوں گا۔" حارث صاحب ہانیہ کا رویہ دیکھ کر یہی کہہ سکے
ورنہ انکا تو پکا ارادہ ہاں کہنے کا تھا۔
وہ یہ سن کر بھی مطمئن تھے کہ بہرام ملک نے صرف ہانیہ خان کیلئے ہاں کی تھی۔ شاید پارٹی میں اسے پسند آگئی تھی انکی
بیٹی۔ آج حارث صاحب کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی پر انکی بیٹی نے رنگ میں بھنگ ڈال کر سب کچھ برباد کرنے والی
تھی۔
"جی ضرور، آپ وقت لے لیں پر یہاں ہماری بھی مجبوری ہے۔ ہم اسی مہینے میں نکاح کرنا چاہتے ہیں آگے آپکی مرضی۔"
مسز شمیم ملک کی بات پر حارث صاحب کی آنکھوں کی چمک بڑھ گئی جو ظفر ملک جیسے بندے کی زیرک نگاہوں سے چھپ
نہیں سکی۔
میں بھی اسی حق میں ہوں۔ میں اب جلد از جلد اپنے فرض سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ اب وہ زمانہ نہیں کہ جہاں"
بیٹیوں کا ہاتھ تھام کر کسی بیل بکری کی طرح انھیں کسی سے بھی باندھ دو اور وہ اف بھی نہ کریں۔ آج کا جدید دور تو وہ ہے
اگر اولاد کو پسند کی جوتی نہ ملے تو کھانا پینا ترک کر دیں۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تو مسز اینڈ مسٹر ملک ہنس پڑے۔
بات تو سچ ہے مگر بات ہے رسوائی کی۔" ظفر صاحب کی بات پر لاؤنج میں قہقہے گونج اٹھے۔"

تو ہم امید رکھیں کہ آپ ہمیں دو تین دنوں میں سکون بخش جواب دے دیں گے؟" مسز ملک نے مسکراتے ہوئے " پوچھا۔ حارث صاحب کچھ دیر گہری سوچ میں چلے گئے اور دونوں میاں بیوی اسے دیکھنے لگے۔

اللہ سے اچھی امید رکھیں۔" انکے جملے نے دونوں کی روح کی بے چینی میں سکون کی لہر دوڑادی۔ "

وہ دونوں خوشی سے انہیں دیکھنے لگے۔

دل خوش کر دیا حارث خان۔ اللہ پہ تو ہمیں پورا یقین ہے کہ وہ بادشاہ کبھی کسی بھکاری کی خالی جھولی نہیں لوٹاتا۔ اب ہم " پر سکون ہیں، کیوں بیگم؟" انہوں نے خوش ہوتے اپنی بیگم کو دیکھا وہ بھی مسکرا کر سر ہلا گئیں۔

یہ میں کچھ گفٹس لائی ہوں ہانیہ کیلیئے۔ وہ تو ہے نہیں آپ میری طرف سے اسے دے دیجئے گا۔" انہوں نے سامنے ٹیبل " پر رکھے بیش قیمتی ڈائمنڈ کی جیولری اور دوسرے تحائف کی طرف اشارہ کیا اور خود اٹھ کھڑی ہوئیں ظفر صاحب بھی مسکرائے حارث صاحب سے ملے۔

حارث صاحب نے تحائف کے لیے انکا شکریہ ادا کیا اور وہ سب الوداعی کلمات کہتے پورچ میں آ گئے۔

انہیں دیکھ کر کچھ فاصلے پر کھڑے انکے ساتھ آئے گارڈز الرٹ ہو گئے اور بھاگ کر گاڑی کا ڈور انکے لئے کھولا۔

یوں ایک حسین شام اپنے اختتام کو پہنچی۔

----------------------------------*

ہنی دروازہ کھولو۔" مسٹر ملک اور مسز شمیم کے جانے کے بعد حارث صاحب غصے سے ہانیہ کے روم کا دروازے ناک " کرتے بولے۔

بیڈ پر پڑی سسکتی ہانیہ نے سرخ آنکھیں اٹھا کر سامنے دروازے کی طرف دیکھا۔

نہیں کھولوں گی۔ آپکو جو کرنا ہے کریں۔ میرا دماغ مت کھائیں ڈیڈ! ہر بار اپنی کرتے ہیں۔ میری کوئی زندگی نہیں، پہلے " بیری کے نام کیا پھر ہادی کے اور اب بہرام کے۔ مجھے آپ نے پیسوں کیلیئے کھلونا بنا دیا ہے ڈیڈ جس کے پاس جتنا پیسہ ہو گا

اسکے حوالے کر دیں گے آپ مجھے؟ کل کلاں کوئی بہرام ملک سے زیادہ پیسے والا آ گیا تو اس سے طلاق دلوا کر پھر اسکے حوالے کر دیں گے؟" وہ گلا پھاڑ کر چیخی اور سائیڈ ٹیبل سے ٹائم پیس اٹھا کر دروازے پر دے مارا۔

تم اتنی بد تمیز ہو گئی ہو۔ مجھے اندازہ نہیں تھا۔" حارث صاحب اسکی بات پر دکھ سے بولے۔"

ہاں ہوں میں بد تمیز اور مجھے بد تمیز بنانے والے آپ سب ہیں۔" وہ غصے سے پاگل ہو رہی تھی۔ دھاڑیں مار کر روتی اپنوں" کو پکار رہی تھی۔

آج میرے بڑے ڈیڈ ہوتے تو آپ میرے ساتھ ایسا کرنے کی سوچ بھی نہیں سکتے تھے ڈیڈ، میری ماں ہوتی تو مجھے کوئی" یوں نہیں توڑتا۔ عذاب ہو گئی ہے میری زندگی۔ جینا حرام کر دیا ہے آپ نے میرا۔ ساری خوشیاں چھین لیں ہیں آپ نے میری بچپن سے ہی۔" وہ غراتی ہوئی ایک کے بعد ایک چیز اٹھا اٹھا کر دروازے پر مار رہی تھی۔

گلے میں پڑتی خراشوں پر وہ بری طرح کھانسنے لگی اور نڈھال ہوتی ٹوٹی بکھری نیچے گر گئی۔

مام!" آنکھوں کے سامنے خوبصورت سی دو عورتوں کا چہرا گھوما تو وہ زمین پر سر مارتی سسک اٹھی۔"

مجھے بھی ساتھ لیں جاتیں، صرف بیری کو کیوں لے گئیں؟ میں جانتی تھی آپ مجھ سے زیادہ بیری سے محبت کرتی تھیں۔" اس سے آپکو محبت تھی بڑے ڈیڈ کو، بڑی مام کو بھی تو اسے لے گئے۔ مجھ سے کسی کو محبت نہیں تھی تو مجھے چھوڑ گئیں آپ۔ آئی۔۔۔ ہیٹ۔۔۔ یو۔۔۔ آل۔۔۔ آئی ہیٹ یو بیری!" وہ سسکتی بڑبڑاتی ہوش و حواس سے بیگانہ ہو کر قالین پر ہی سو گئی۔

باہر خاموش کھڑے سب کچھ سنتے حارث صاحب اپنی آنکھیں صاف کرتے پاس کھڑے عبد اللہ سے دوسری کیز لے کر دروازہ کھولا۔

تم جاؤ۔" اسکی کی طرف مڑے۔"

جو حکم!" وہ سر کو خم دے کر چلا گیا۔ حارث صاحب گہرا سانس لیتے اندر داخل ہوئے۔ جہاں وہ آنکھیں موندے قالین" پر پڑی تھی۔ اپنا سارا غصہ روم کی چیزوں پر نکال کر اب تکلیفوں سے آزاد بے ہوشی کی نیند میں تھی۔

حارث صاحب کمرے میں بکھری چیزوں سے بچتے احتیاط سے قدم اٹھاتے اسکے پاس آئے۔ اسے اٹھا کر بیڈ پر لٹایا۔ اسکے اوپر بلینکٹ ڈال کر اسکے سر پر بوسہ دیتے ایک آخری نظر اسکے سوئے ہوئے بھیگے چہرے پر ڈال کر دروازہ بند کر کے چلے گئے۔ اپنے روم میں آکر سر ہاتھوں میں گرا کر بیٹھ گئے۔

مجھے معاف کر دو ہنی پر میں جو کر رہا ہوں وہ تمہارے ہی مستقبل کیلئے ہے۔ ابھی تمہیں برا لگ رہا ہو گا۔ پر ایک دن آئے گا جب تم میرے فیصلے کو سراہو گی۔" وہ گہری سوچوں میں گم تھے کہ بہزاد کی کال نے انکی توجہ کھینچ لی۔

کال اوکے کرتے اس سے آج کی خبریں لینے لگے۔

بہزاد نے ان کے کام کو چار چاند لگا دیے تھے۔ وہ کچھ ہی دنوں میں انکا خاص آدمی بن گیا تھا بلکہ وہ سوچ رہے تھے الیکشن کے قریب ہونے کی وجہ سے کلائنٹس سے میٹنگ بھی وہ کرے۔ ویسے بھی مال پہچانے تک پیسے کی وصولی بھی تو وہ کر رہا تھا۔ کلائنٹس سے اب لین دین بھی وہ کرلے گا تو اور بھی اچھا رہے گا۔

بہزاد سے بات کر کے انہوں نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور فواد کا سوچنے لگے۔ جو پہلے ہی کافی ناراض تھا ان سے۔ اگر انہوں نے رشتہ ختم ہونے کی بات ابھی چھیڑ دی تو اچھا نہیں ہو گا انکے لئے اور انکے رشتے کیلئے بھی کیونکہ کبھی کبھی گہری دوستی کے پس منظر میں گہری دشمنی چھپی ہوتی ہے۔

*________________________*______________________*

تھکا ہارا وہ گاڑی پارک کرتے دوسرے روز رات کے تقریباً گیارہ بجے فلیٹ میں داخل ہوا۔ کھانا اس نے نہیں کھایا تھا جیسے ہی فارغ ہوا تو یہیں چلا آیا وہ کال جو نہیں اٹھا رہی تھی۔

کندھے پر لٹکے کوٹ کو لاؤنج میں صوفے پر پھینکتا صوفے پر لیٹنے کے انداز میں گر گیا اور نیند سے ڈوبی آنکھیں پل بھر کیلئے بند کیں۔

فلیٹ کا دروازہ کھلنے اور بند ہونے پر رومیصہ کی آنکھ کھلی اور اس نے ڈر سے کروٹ بدلی۔

کک۔۔کون ہو گا؟" چھوٹی چھوٹی آنکھیں واکیے وہ کچھ دیر چھت کو دیکھتی رہی اسے خود کی دھڑکنوں سے احساس ہوا" جیسے وہ آیا ہو۔

اسے بے انتہا دکھ تھا ہادی پر۔ وہ کیسے اتنا لاپرواہ ہو گیا تھا۔ اسے یہاں چھوڑ کر رات کو آنے کا کہتے یوں گیا کہ آج اسے دوسرا دن ہو گیا تھا اور شاید اب آیا بھی تو لاؤنج میں بیٹھا تھا۔

رومی کا دل بھر آیا۔ اسے ایسا لگا جیسے وہ اس سے نکاح کر کے پچھتا رہا ہے یا اس نے اسے اپنے قریب نہیں آنے دیا تو اسکا غصہ نکال رہا تھا۔

کچھ دیر وہ ایسے ہی سوچوں میں گم رہی پھر آہستہ سے بیڈ سے اتری۔ دوپٹہ شانوں پر پھیلا کر بال سیٹ کرتی چہرہ صاف کر کے روم کا دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی۔

لاؤنج میں آکر وہ ہادی کو دیکھنے لگی جسکا کوٹ ایک صوفے پر اور وہ خود دوسرے پر دراز تھا۔ رومی نے غور کیا تو اسے احساس ہوا اس نے وہی کپڑے پہنے ہوئے تھے جو یہاں سے نکلتے وقت پہنے تھے۔ بال بھی بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے پڑ چکے تھے۔ لب باہم پیوست تھے۔ رومیصہ کا دل دھڑک اٹھا اسکی حالت پر۔

کیسے ایک باپ اتنا بے رحم ہو سکتا ہے۔ اسے اپنے بیٹے پر رحم بھی نہیں آ رہا حالانکہ وہ کتنا انکا خیال رکھتا تھا۔" اسے مزید نفرت محسوس ہوئی فواد صاحب سے۔ اسکا دل کیا اگر وہ سامنے ہوتا تو اسکا منہ نوچ لیتی۔

ہادی!" وہ صوفے کے پاس گھٹنوں کے بل بیٹھتی اسکے بالوں میں ہاتھ پھیرنے لگی۔ جس کا نرم روئی جیسا پر سکون لمس" محسوس کرتے ہادی نے اپنی سرخ آنکھیں کھولیں۔

ناراض ہو؟" اپنے بالوں پر سے اسکا ہاتھ پکڑ کر لبوں سے لگایا۔ رومیصہ کا ٹوٹ کر گرتا آنسو ہادی نے اپنی انگلی کی پور پر" تھام کر اسے اپنے لبوں سے لگا لیا۔

قسم سے بہت پیاس لگی تھی۔" مسکرا کر وہ اٹھ بیٹھا۔"

رومی کے ناراض نہ ہونے پر اس میں جیسے نئے سرے سے توانائی آگئی تھی۔ وہ اسکا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا چکا تھا۔

"کیا کیا دو دنوں میں؟" اسکا سر سینے سے لگاتے اسکے ماتھے پر لب رکھتے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" رومی نے نفی میں سر ہلایا تو ہادی نے اسکی بھاری آواز محسوس کرتے اسکا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا۔

"روئی ہو ہارٹ بیٹ؟" وہ پریشان ہو گیا اور اسکی آنکھیں صاف کیں جو چھلکنے کو بے تاب تھی۔

"تو پھر کیا کروں؟" وہ روتی ہوئی اسکے سینے میں منہ چھپا گئی اور ہادی بے بسی سے گہرا سانس بھرتا اسے اپنے حصار میں بھینچ کر اسکی پشت سہلانے لگا۔

"آپ اکیلا کر کے چلے گئے مجھے۔" وہ ہچکیاں بھرتی بولی۔

"ایم سوری جان! میں تمہیں یوں اکیلا نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے احساس ہے تمہاری فیلنگز کا پر میں مجبور ہوں۔ صرف کچھ دن کی بات ہے۔ ٹینڈر اب بہرام ملک کے حوالے کریں گے تو بس ختم سمجھو ساری تکلیفیں۔" وہ اسکے بال سنوارتا محبت سے بول رہا تھا اور سوں سوں کرتی رومیصہ سر ہلا گئی۔

"کھانا بنایا ہے؟" وہ اٹھ کھڑا ہوا فریش ہونے کیلیئے۔

"جی!" وہ مسکرائی۔ آج پہلی بار ہادی اسکے ہاتھ کا کھانا کھائے گا۔ وہ کیا کہے گا؟ اسکی تعریف کرے گا یا ناپسند، وہ بہت ایکسائٹڈ تھی۔

"آپ فریش ہو جائیں تب تک میں کھانا لگاتی ہوں۔" وہ محبت سے بولی۔ ہادی مسکراتا ہوا فریش ہونے چلا گیا اور رومیصہ منہ بنا کر کھانا ڈائننگ ٹیبل پر لگانے لگی۔

کچھ ہی دیر میں سلیولیس شرٹ اور بلیک پینٹ میں وہ اسکے سامنے کھڑا تھا۔ اسکے چوڑے بازو پر نظر پڑتے ہی شرم سے واپس پلٹ آئیں۔ ہادی چیئر کھسکا کر بیٹھا تو رومیصہ لرزتی پلکوں سمیت اسکے پاس آگئی اور اسکی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگی۔

وہ اسے کھانا دے کر جانے لگی تو ہادی نے ایکدم اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ رومیصہ اس اچانک افتاد پر لہراتی ہوئی اسکے اوپر گری۔ اسکی دھڑکنیں دھک دھک کر رہی تھیں۔ خوف سے سانسیں بے ترتیب تھیں۔ آنکھیں پھیلائے اب وہ ہادی کے حصار میں اسے اچھنبے دیکھ رہی تھی۔ جیسے کسی کھائی میں گرتے گرتے بچی ہو۔

ہاہاہا! ہارٹ بیٹ بہت ہی ڈرپوک قسم کی لڑکی ہو۔" وہ اسکے گال چومتا شرارت سے آنکھ دبا کر بولا۔ جس پر دانت پیستے" رومیصہ نے اسکے شانے پر مکا مارا۔

آپ نے میری جان نکال دی ہادی۔ مجھے لگا میں مر گئی آج۔" وہ پانی سے بھری آنکھوں سے دیکھتی معصومیت سے بولی۔" اسکے مر گئی لفظ استعمال کرنے پر ہادی کی جیسے سانسیں کھینچ لی ہوں کسی نے۔

خبردار رومی! اگر آئندہ ایسی فضول بکواس کی تو۔" وہ چیخ پڑا اس پر اور اسے اپنے سینے میں کسیمعصوم بچے کی طرح چھپالیا۔" رومی اتنے عرصے میں پہلی بار اسے خود پر چیختا دیکھ کر جہاں سہمی تھی وہیں اسکے احساسات محسوس کرتی کہ اگر وہ ایسا کہتا تو اسکی بھی فیلنگز اس سے الگ نا ہوتی۔

سوری!" وہ دھڑکتے دل کے مقام پر اپنے نازک لب رکھتی بڑبڑائی اور ہادی اسکا لمس محسوس کرتا گہرا سانس بھر کر رہ گیا۔"

آؤ ساتھ کھانا کھاتے ہیں۔" وہ نوالہ بنا کر اسکے منہ کی طرف کرتا بولا۔ رومی نے منہ بسورا۔"

یہی آپ آرام سے بٹھا کر بھی کھلا سکتے تھے۔ اس طرح ڈرانے کی کیا ضرورت تھی۔" شکوہ کرتے اس نے نوالہ لینے کے" لیے منہ کھولا اور ہادی نے بڑی چاہت سے نوالہ اسکے منہ میں ڈالا۔

یار میں تو بس تمہیں قریب کرنا چاہتا تھا۔ یہ غلط بات تم نے خود کہی۔" وہ خود بھی کھا رہا تھا اور اسے بھی کھلا رہا تھا۔"

رومیصہ نے بہرام ملک کو صبح ہی کال کی تھی۔ جو دوسری کال پر اٹینڈ کر لی گئی۔ اس نے کوئی سوال اس سے نہیں کیا تھا کہ اس نے کیوں ہادی سے نکاح کیا جبکہ تم جانتی ہو اسکی اصلیت۔ وہ کچھ نہیں بولا۔

اب بس کچھ دن۔۔ پھر تمہاری زندگی بہت خوبصورت ہو جائے گی اگر تمہارے شوہر کی محبت تمہارے لئے سچی ہو گی" تو۔" رومیصہ کا دل دھڑکنا بھول گیا یہ سب سن کر، مطلب اب شطرنج کا کھیل اختتام پذیر ہونے والا تھا۔

جیت کس کی ہو گی اور ہار کس کا مقدر ٹھہرے گی؟ ان سوچوں میں اسے چین نا آیا پورا دن اور پھر یہ سوچ کر ریلیکس ہو گئی کہ ابھی تو کچھ دن باقی ہیں۔ ابھی وہ جی سکتی ہے۔ اگر ہار ملی تو رومیصہ نہیں جی سکے گی اور ناہی مزید بیری دنیا میں رہے گا۔ نہ کسی ہانیہ خان کے لبوں سے اسکا نام نکلے گا۔

کھانا تو بہت ٹیسٹی ہے یار۔" وہ اپنی پلیٹ میں مزید سالن اور روٹی لیتا بولا اور اسکے منہ کی طرف نوالہ کیا۔"

نہیں میرا اب کھانے کا موڈ نہیں، بہت ہو گیا۔" رومیصہ منہ اسکے سینے کی طرف کر گئی اور ہادی سر ہلاتا خود کھانے لگا۔"

جب وہ ہر ایک نوالے کے بعد کوئی خوبصورت لفظ منہ سے نکالتا تو وہ خوش ہو جاتی۔ رومیصہ بار بار اٹھنے کی کوشش کر رہی تھی پر سامنے رکھا ہادی کا ہاتھ اسے ایسا کچھ کرنے سے باز رکھ رہا تھا۔ اس نے جب کھانا کھا کر نیپکن سے ہاتھ صاف کرتے چیئر کی پشت سے سر ٹکایا تو رومی نے اسے پریشانی سے دیکھا۔

کیا ہوا بہت کھا لیا کیا؟" اس نے فکر مندی سے اسکے پیٹ کو دیکھتے پوچھا تو ہادی ہنس پڑا۔"

نہیں یار دل کر رہا ہے اور کھاؤں پر اب پیٹ میں جگہ نہیں۔ بس اسی بے بسی کی کیفیت میں ہوں۔" وہ بیچارگی سے بولا کہ" رومیصہ نے ہنستے ہوئے اسکے شانے پر ہاتھ مارا۔

"قسم سے بہت زبردست کھانا بناتی ہو۔ دل کرتا ہے کھاتا ہی جاؤں، کھاتا ہی جاؤں اور کھاتا ہی جاؤں۔"

وہ شوخی سے بولا۔

بس بس!! کھاتے ہی جائیں گے، تو پیٹ فل ہو جائے گا۔" وہ بیچ میں ٹوک کر بولی تو ہادی ہنس پڑا اور چیئر کھسکا کر اٹھا تو وہ" نیچے اتری۔

برتن سمیٹنے میں ہادی اسکی ہیلپ کرنے لگا۔ رومی کہتی رہی کہ جائیں آرام کریں آپ پر وہ کہاں ماننے والا تھا۔ اپنی ہارٹ بیٹ کو یوں اکیلا کام کرنے کیلئے چھوڑ دیتا اور خود آرام کرتا، اسکے نزدیک ناممکن تھا یہ سب۔

کیا کر رہے ہیں ہادی۔" وہ برتن دھو رہی تھی جب ہادی نے پیچھے سے اسے اپنے حصار میں لے کر ٹھوڑی اسکے کندھے پر" ٹکاتے اسکے ہاتھوں کو تھام کر اسکے ساتھ برتن ساتھ دھلوانے لگا۔

"شش!!!" اسکی گردن پر لب رکھتے وہ اسکے کان میں بولا۔ وہ برتن چھوڑ کر سنک کو تھام گئی۔ "آپ تنگ کر رہے ہیں مجھے۔" وہ منمنائی اور ہادی نے سیریس انداز میں لب سکیڑے۔

"چچ چہ! شوہر ہیلپ کروا رہا ہے کام میں اور تمہیں لگ رہا ہے کہ میں تنگ کر رہا ہوں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی ہارٹ بیٹ۔" وہ افسوس کرتا بولا اور اسکی شرٹ ذرا سی کندھے سے سرکائی۔

"ہادی!" اس نے سہم کر اسے پکارا، ہادی ہنس پڑا۔

"سچ میں تنگ کر رہا تھا۔ جلدی سے آؤ روم میں۔" اسکے کندھے کو اپنے لبوں سے چومتے وہ قہقہہ لگا کر بولا۔

اسکے جاتے ہی رومیسہ نے گہرا سانس فضا میں خارج کیا اور اپنے دھک دھک کرتے بے تاب دل پر ہاتھ رکھا۔ کچن کی صفائی کر کے وہ باہر نکلی اور لاؤنج میں آکر سوچنے لگی کہ روم میں جائے یا نہیں؟

"ہارٹ بیٹ!" وہ اس کشمکش میں تھی کہ ہادی کی آواز آئی روم سے۔

وہ اسے پکار رہا تھا جس پر رومیصہ مسکرا دی اور قدم اسکی طرف بڑھائے۔

"جی!" روم میں آکر اسے لیٹے دیکھ کر وہ اسکے پاس بیڈ پر دوسری طرف بیٹھی اور اسکے بالوں میں انگلیاں چلانے لگی۔

"بس جی؟ جان اور کیا چاہیے؟" وہ کشن سینے میں بھینچے آنکھیں موند کر بولا۔

رومیصہ خاموش نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔ کچھ دیر اور گزری تو ہادی نے آہستہ سے اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اور کشن دور پھینکتے اسے اپنے حصار میں لے کر آنکھیں موند لیں۔

"صبح پھر سے چلے جائیں گے؟" وہ اسکی ہلکی ہلکی شیو پر انگلیاں پھیرتی پوچھنے لگی۔ ہادی نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"صرف کچھ دن۔" اسکے ماتھے پر لب رکھتے وہ گہرا سانس بھر کر آنکھوں پر بازو رکھ گیا۔ رومیصہ سر ہلاتی رہ گئی۔ کچھ دنوں بعد کا سوچتے اسکی سانسیں اٹک رہی تھیں، وہیں وہ سکون کا سانس بھر کر سو رہا تھا۔

--------------------------------*

"میری روح کیوں تڑپ رہی ہے یا اللہ؟" وہ ہوٹل روم کی کھڑکی میں آسمان کو دیکھتا گویا ہوا۔

دل جیسے سسک رہا تھا۔ کوئی اپنا تکلیف میں تھا، پر کون؟ کون تھا اسکا اپنا؟ پیسوں کا کھیل تھا، کانچ کے رشتے۔

میڈم؟" اسکی آنکھیں لہو رنگ ہونے لگیں۔ اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔ وہ اس سے الگ رہنا چاہتا تھا، دور ہونا چاہتا تھا پر "وہ کچھ نہیں کر پا رہا تھا۔

وہ کیوں تکلیف میں ہو گی؟؟ اسکے پاس کیا کمی؟ رشتے تھے، اپنے تھے۔ پیسہ، خوشی، ضد، نخرہ اسکے پاس کس چیز کی کمی تھی" وہ کیوں تکلیف میں ہو گی؟" لب بھینچ کر اس نے ہاتھ کا مکا بنا کر دیوار پر مارا۔

یہ شاید میرے اندر کا غم اور تڑپ ہے ورنہ اسے کیا تکلیف ہو سکتی ہے؟ جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر اس نے" سگریٹ سلگایا اور گہرا کش لیا۔ وہ چلتا ہوا روم میں رکھی راکنگ چیئر پر بیٹھا۔

فصیلِ شب سے کوئی اب پکارتا ہے تو کیا"

"ملا نہ ایک بھی اُس دن، تلاش جب تھی مجھے

فضا میں سگریٹ کے دھوئیں نے غم کے بادل بنانے شروع کر دیے تھے۔ وہ اس سب سے لاپرواہ راکنگ چیئر پر جھول رہا تھا۔ چمن میں موجود اس حسین دن میں بھی وہ ہوٹل کے روم میں اندھیرا کیے بیٹھا تھا۔

اسکا دل کر رہا تھا ابھی کلائنٹس سے رابطہ کرے اور ان سے مال کی قیمت وصول کر چلا جائے۔ پر اسے ابھی آٹھ گھنٹوں کا انتظار کرنا تھا۔ جب مال چیکنگ سے واپس آئے گا اور پھر پیمنٹ ہو گی۔ یہ کافی مشکل مرحلہ تھا۔ اس دوران اسے جان کا بھی خطرہ ہو سکتا تھا، کیونکہ اس بار مال کسی عام لوگوں تک نہیں پہنچایا گیا تھا۔ وہ انڈرورلڈ کے ہائی لیول گینگسٹر کمبوز اور اس اندھیری دنیا پر راج کرنے والے کمیل ہاشمی کے پاس مال کی ڈیلیوری لے کر آیا تھا اور ان کے ہی ایک ہوٹل میں وہ اس وقت موجود تھا۔ وہ نڈر اور بے خوف ان دہشتگردوں کے بیچ اکیلا تھا۔

اسکی نظریں بار بار سامنے رکھے موبائل پہ جا رہی تھیں۔ دل کر رہا تھا ابھی موبائل اٹھا کر اس دشمن جان کی آواز سن لے تاکہ بے سکون دل کو قرار آجائے۔ مگر اس نے پہچاننے سے انکار کر دیا تو؟؟

کیوں کال کی اوقات بھول گئے یا باڈی گارڈ نہیں پرسنل گارڈ ہو؟" اسکا دماغ مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔"

ہانیہ!" اب صرف یہی راستہ تھا کہ وہ اسکا نام لے کر دل کو سکون دے اور سکون مل بھی رہا تھا۔ اسکی شدت و تشنگی کو قرار" ملا۔ جیسے تپتیے صحرا میں کسی نے بادل کا سایہ دکھا دیا ہو یا بنجر حلق میں پانی کی بوندیں انڈیل دی ہوں۔ ایک الگ سی پیاس تھی روح میں جو اسکے نام سے ہی بجھ رہی تھی۔

ہانیہ خان!" وہ پھر اسے پکارنے لگا۔ رستے زخموں پر جیسے کسی نے مرہم لگا دیا ہو۔ وہ مسکرا دیا۔"

پھر بھی میں تمہیں نا پاؤں تو کیا پاؤں تم بتاؤ؟" وہ خود کلامی کرتا پاس رکھی ایش ٹرے میں سگریٹ کا ٹکڑا مسل کر دوسرا" سلگانے لگا۔ سگریٹ لبوں میں دبا کر گہرے کش بھرتا دھواں تاریک فضا کے سپرد کر رہ تھا۔ دھوئیں کے مرغولوں میں وہ پر اسرار سی مسکراہٹ کے ساتھ اس میں نمودار ہوتا بھیگا چہرہ دیکھنے لگا۔ بلاشبہ وہ اسکی نک چڑھی میڈم تھی۔

پر وہ رو کیوں رہی تھی؟" یہ سوال من کو بے چین کر گیا پھر سے۔"

یاد آ رہا ہوں؟" دوسری دفعہ منہ سے دھواں چھوڑتے وہ اس میں خیالوں کی شہزادی کو دیکھتے پوچھنے لگا جو معصومیت سے" سر اقرار میں ہلاتی آنسو برسانے لگی۔

ہاہاہا تڑپ رہی ہو نا؟ مجھے بھی ایسے ہی زخم ملے تھے۔" وہ زخمی سا قہقہہ لگا تا نم آنکھیں موند گیا۔ اس میں ہمت نہیں بچی" تھی مزید اسے سسکتے دیکھنے کی۔

رومت، میں آجاؤں گا۔ تمہارا باڈی گارڈ ہوں تمہیں چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ میڈم اب تو موت سے کھیل کر" تمہارے جتنی حیثیت بنا رہا ہوں۔ اب روؤ نہیں بلکہ مستقبل کے خواب دیکھو۔ جہاں تمہیں تمہارا باڈی گارڈ ہر خوشی دے گا۔ دنیا سے چھین کر بھی دینا پڑی تو بھی۔" اسکے لفظوں میں جنون پیدا ہوا اور وہ جنونیت سے کہتا کوئی جنونی انسان لگ رہا تھا نا کہ اپنی میڈم کا باڈی گارڈ۔

*________________*________________*

آپ میرے ساتھ ایسا کیسے کر سکتے ہیں ڈیڈ؟" صبح جب وہ اٹھی تو سب کچھ یاد آنے پر غصے سے دروازہ کھولتی انکے سر پر" سوار ہوئی۔ حارث صاحب نے کافی ناگوار نظروں سے اسکی طرف دیکھا۔

میں تمہارا باپ ہوں کچھ بھی کر سکتا ہوں تمہیں مجھے بتانے کی ضرورت نہیں کہ میں کیا کر سکتا ہوں کیا نہیں۔" وہ سختی سے بولے ہانیہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئی۔

آپ نے ابھی کل ہی میرا ہادی سے رشتہ ختم کیا تھا اور آج پھر یہ۔۔۔ کیا آپ نے وہ انکار اس لئے کیا تھا کہ آپکو معلوم تھا" یہ رشتہ آنے والا ہے؟ اسی لیے پہلے ہی میرے دماغ سے اسے ختم کرنے کو شش کی ڈیڈ؟" وہ اذیت بھرے لہجے میں پوچھنے لگی۔

ہمم! کچھ ایسا ہی ہے کیونکہ ایسا رشتہ قسمت والوں کے ہی در کھٹکھٹاتا ہے اور تم خوش نصیب ہو کہ بہرام ملک نے خود" تمہارا نام لیا ہے۔" انہوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے خوشی سے کہا ہانیہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

تو مطلب اس گھٹیا انسان نے سچ کر ہی دکھایا اپنا کہا۔ سوچتے ہی اسکی آنکھوں سے آنسو پھسل کر گرے۔ جنہیں حارث" صاحب اسے دیکھتے ہوئے لب بھینچ گئے۔

مگر میں اسے پسند نہیں کرتی۔ مجھے اسکی دولت اسکے اسٹینڈرڈ، اسٹیٹس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" وہ خود کو مضبوط بناتی دو" ٹوک لہجے میں چیخی۔

کیوں؟ وجہ؟؟" وہ دھاڑے۔"

آخر ایک دن تو تمہیں شادی کرنی ہے اور اب میں تمہارے فرض سے آزاد ہونا چاہتا ہوں۔ آخر تمہیں کیا مسئلہ ہے" "بہرام سے؟

مسئلہ ہے ڈیڈ! مسئلہ ہی مسئلہ ہے مجھے اس انسان سے۔ میں قطعی اسے برداشت نہیں کر سکتی لائف پارٹنر کے طور پہ۔" جیسے ہادی کو لائک نہیں کرتی تھی ویسے اسے بھی نہیں کرتی بلکہ میں اس انسان سے شدید نفرت کرتی ہوں۔ آئی ہیٹ ہم۔" وہ مٹھیاں بھینچے انگارے چباتی بولی۔

تو پھر کسے پسند کرتی ہو؟" وہ اپنا کوٹ پھینک کر اسکے سامنے کھڑے ہوئے۔ ہانیہ انکے تیوروں سے کچھ خوفزدہ ہوتی خشک" لبوں پر زبان پھیرنے لگی۔ پر اس انسان کا ہونے سے بہتر موت تھی۔

"بب۔۔۔بہزاد!" وہ نظریں انکے بوٹ پر ٹکائے کپکپاتی آواز میں بولی۔حارث صاحب نے غصے سے اپنی مٹھیاں دبائیں۔

"مر گیا ہے وہ۔کیوں نہیں سمجھتیں؟ سالوں پہلے مرا تھا اور مرے ہوئے کبھی واپس نہیں آتے ہانیہ۔" اسکی ہمیشہ والی تکرار پر حارث صاحب زچ ہوتے اسکے سر پر دھاڑے۔جس پر ہانیہ کی آنکھوں سے آنسو نکل کر زمین پر گرا اور اسے ان آنسوؤں میں ایک مسکراتا چہرا نظر آنے لگا۔

"ب۔۔بہزاد بب۔۔۔باڈی گارڈ!" وہ کہہ کر آنکھیں میچ گئی۔نازک سے بدن پر لرزہ طاری تھا۔

حارث صاحب ساکت سے اسکے لرزتے بدن، گرتے آنسو اور جھکے سر کو دیکھنے لگے۔انکے کان سائیں سائیں کر رہے تھے سر پر جیسے ساتوں آسمان ٹوٹ پڑے ہوں۔ہانیہ نے مکمل سکوت دیکھ کر بھیگی خمدار پلکوں کی باڑ اٹھائے اپنے باپ کو دیکھا۔ اسکی دھڑکنیں بند سی ہو گئیں اپنے باپ کو یوں شاک میں خود کو تکتا پا کر۔

"کسے؟" انہوں نے اپنی سماعتوں کا دھوکا سمجھتے ایک بار پھر پوچھا۔ہانیہ انکی سرسراتی آواز پر سہم گئی۔

"بب۔۔۔باڈی گارڈ سے مم۔۔۔ مطلب بہزاد کو۔" اس نے روتے ہوئے اپنی دونوں ہاتھوں کی انگلیاں آپس میں مروڑ دیں۔

"وہ کرتا ہے؟" کچھ لمحوں کے بعد چبھتے لہجے میں پوچھا۔

"ہم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ڈیڈ۔" وہ گلا تر کرتی آنسو صاف کرنے لگی۔اپنے باپ کو بالکل خاموش دیکھ کر اسے لگ رہا تھا جیسے موت سامنے آگئی ہو۔

"چٹاخ! چٹاخ!! بے شرم، بے حیا، دکھادی نا اپنی اوقات۔" حارث صاحب کے ہاتھ بلند ہونے کے ساتھ ہی ان کی دھاڑ گونجی۔ہانیہ چیختی ہوئی منہ کے بل نیچے گری۔

"آپ کچھ بھی کرلیں۔میں صرف بہزاد سے شادی کروں گی اور کسی سے نہیں، کسی سے بھی نہیں۔آپ نہیں جانتے اس انسان کو یہ وہی ہے ڈیڈ جو رات کو میرے روم میں آیا تھا۔میں نے آپ سے جھوٹ بولا کہ وہ میرا وہم تھا۔اصل میں یہی بہرام ملک ہی آتا تھا اور ابھی آتا ہے میرے روم میں۔اس نے مجھے دھمکا کر سائن لیے، مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے شادی

کرے گا۔ ٹرسٹ می ڈیڈ بہت کمینہ ہے وہ۔ کوئی گیم کھیل رہا ہے آپ سب کے ساتھ۔" وہ چیختی ہوئی لبوں سے نکلے خون کو صاف کرتی روتی ہوئی گڑگڑائی۔ حارث صاحب نفرت سے اسے دیکھ رہے تھے۔

بند کرو اپنی بکواس۔ کبھی کہتی ہو نکاح کیا گیا، کبھی کہتی ہو کوئی آیا تھا، کبھی کہتی ہو وہم ہے، کوئی نہیں تھا، برا خواب تھا تو" کبھی کہتی ہو بہرام ملک تھا۔ پاگل سمجھا ہے مجھے؟ پہلے ہادی سے شادی رکوانے کیلئے بہانہ بنایا۔ اب پھر بہرام ملک پہ الزام اور خود اس دو ٹکے کے نوکر سے عشق لڑا رہی ہو۔ شرم نہیں آئی اپنے باپ کے پیٹھ پیچھے ایسا کرتے؟" وہ پاگل ہوتے چلا رہے تھے اور وہ اسکے سسکتے وجود کو بھون کر رکھ دیتے کہ اسی پل عبداللہ گھبرایا ہوا اندر داخل ہوا اور اپنے سر کے بے بی سے اس طرح کے برتاؤ پر حیران رہ گیا۔

عبی!" ہانیہ پھٹے لبوں سے عبداللہ کو دیکھتی اسکی طرف آئی۔ وہ جیسے تڑپ گئے اس معصوم کی حالت پر۔"

بے بی!" انہوں نے آگے بڑھنا چاہا مگر حارث صاحب نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔"

نکاح کی تیاریاں کرو۔ شام کو اسکا نکاح ہے بہرام ملک کے ساتھ۔" وہ اس پر خونخوار نظریں ڈالتے کچھ بھی سنے بغیر وہاں" سے نکل گئے۔

عبی! عبی!! میں نہیں کروں گی اس سے نکاح۔ میں بہزاد سے پیار کرتی ہوں۔ عبی! مجھے اسکے پاس لے چلیں۔ میں اس" سے ملنا چاہتی ہوں۔" وہ روتی ہوئی اسکے پاؤں میں گر گئی۔ عبداللہ کی نظریں سرخ پڑ گئیں، وہ آنکھیں پھیر گیا۔

وہ یہاں ہوتا تو میں اسے کھینچ کر لے آتا۔ سر کے کام سے گیا ہے ملک سے باہر۔ اب تو آپکی دعائیں ہی اسے موت سے بچا" سکتی ہیں۔" وہ کہہ کر رکا نہیں۔ ہانیہ کو مٹی کا بت بنا کر چھوڑ گیا اور وہ خاموشی سے بند ہوتے دروازے کو دیکھتی رہ گئی۔

دروازے کو تکتے پھر کچھ نا سوجھتے اس نے اوپر آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا دیے۔

یااللہ! اس بار نہیں۔ یااللہ! مجھ سے میرا بہزاد مت چھینیں۔ میں جی نہیں سکوں گی اسکے بغیر۔" وہ روتی ہوئی چیختی دروازہ" پیٹتی رہ گئی۔

پر حارث صاحب کی سخت ہدایات پر کسی میں ہمت نہیں تھی اسکے لئے دروازہ کھولنے کی۔ وہ روتی ہوئی بہزاد کو پکارتی دروازے پر سر مارنے لگی۔ حارث صاحب اس نمک حرام کا سوچتے کڑھ رہے تھے۔

جس تھالی میں کھایا اسی میں چھید کیا حرام خور۔ میرے یقین واعتماد کا جنازہ نکال دیا۔ اب دیکھو حارث خان تمہارے ساتھ" کیا کرتا ہے۔" موبائل پر نمبر ڈائل کرتے انہوں نے سوچا۔ بار بار ڈائل کرنے کے بعد بھی کال نہ اٹھانے پر وہ غصہ ہوتے لب بھینچ گئے۔ دروازے پر دھڑ دھڑ ہاتھ مارتی، ڈیڈ کی صدائیں لگاتی اپنی بیٹی کی آواز سننے لگے۔

سر کیا فواد چوہان کو بلانا ہے؟" لاؤنج میں ٹہلتے حارث صاحب سے عبداللہ نے پوچھا۔"

نہیں کسی کو بھی نہیں۔ یہ نکاح صرف دو گھروں کے لوگوں کے بیچ ہو گا۔" انہوں نے سخت لہجے میں کہا۔ عبداللہ خاموشی" سے سر ہلا گیا۔ کچھ دیر بعد گہرا سانس بھرتے انہوں نے موبائل نکالا اور ظفر صاحب کو کال ملائی۔ جو دو تین بیلز کے بعد اٹینڈ کر لی گئی۔

ملک صاحب میں چاہتا ہوں کہ آج شام کو آپ لوگ خاموشی سے آکر نکاح کر جائیں۔ باقی کی رسمیں دنیا دکھاوا ہم بعد" میں کریں گے جب الیکشن سر سے ٹل جائیں گے۔" سلام دعا کے بعد انہوں نے دوٹوک بات کی۔ دوسری طرف اسپیکر پر کال سنتے مسز شمیم اور ملک صاحب پریشان ہو گئے۔

خیریت خان صاحب! کوئی مسئلہ یا پریشانی ہے تو شیئر کریں۔ ہم آپکا پورا ساتھ دیں گے پر یوں اچانک سے نکاح؟ ابھی تو" ہمارا بیٹا راضی ہوا ہے وہ یوں اچانک سے نکاح پر کیسے راضی ہو گا؟" ظفر صاحب نے مسز شمیم کے حیرت بھرے تاثرات دیکھتے کہا۔

ایسی کوئی بات نہیں، جو ہے وہ میں خود ہینڈل کر لوں گا اگر آپ کر سکتے ہیں نکاح شام میں آکر تو آئیں ورنہ میرے پاس دو" اور پرپوزل ہیں۔" وہ چڑ کر بولے۔ دروازہ پیٹتی اور روتی ہوئی بیٹی کو غصے و قہر بھری نظروں سے دیکھا۔

ایک ملازم سے عشق کرے گی۔" سوچتے ہی انکی رگوں کا خون کھول اٹھا۔"

آپ تو ایسے کر رہے ہیں جیسے بیٹی نا ہو گئی کوئی ڈیل ہو گئی۔ ایک کے نہیں تو دوسرے کے حوالے کر دیں گے۔" ظفر" صاحب کافی کوفت سے موبائل کو دیکھتے بولے۔

ہمیں کوئی پریشانی نہیں، آپ نکاح کی تیاری کریں۔" بہرام ملک نے ظفر صاحب کے ہاتھ سے موبائل لے کر کہا۔ وہ" دونوں اسے دیکھتے رہے۔ دوسری طرف بہرام کی رعب دار آواز سنتے وہ پرسکون ہو گئے۔

یہاں میں نے سب تیاریاں کر دی ہیں۔ آپ سب صرف نکاح کیلئے آئیں۔" بہرام کی ہمم کے جواب میں وہ خوشی سے" کہتے کال منقطع کر گئے۔

"یہ کیا کر دیا؟ پھر کیا فائدہ اس سارے۔۔۔۔"

سب کچھ جانتے ہوئے بھی کس بات کی توقع رکھ رہے ہیں؟ مام آپ اپنی بہو کیلئے جو کچھ بھیجنا ہے بھیج دیں اور شام کی" تیاریاں کریں۔" وہ اپنا حکم سناتا برف سے تاثرات کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ پیچھے کریم مسکراتا ہوا کوٹ اور بریف کیس لے کر اسکے پیچھے گیا۔

یہ ہو کیا رہا ہے؟" مسز شمیم نے اسکے جاتے ہی ظفر صاحب کی جانب رخ کیا۔"

آپ کو خوش ہونا چاہئے کہ آپکا بیٹا نا صرف شادی کیلئے راضی ہو گیا بلکہ اتنی بڑی مشکل جہاں مجھے لگتا تھا وہ نکاح سے انکار" کر دے گا پر اس نے ہاں کر دی۔ آپکے لئے تو خوشی کی بات ہونی چاہئے۔ ظفر صاحب نے مسکراتے ہوئے کہا۔ مسز شمیم کچھ دیر انہیں دیکھتی رہیں پھر مسکرا دیں۔

یہ تو ٹھیک کہا، پھر اچھا ہی ہے کہ کسی قسم کی روک ٹوک کے بغیر شادی ہو جائے پھر جلد ہی رخصتی بھی کریں گے بلکہ " دھوم دھام سے کریں گے۔" وہ خوشی سے کہتیں ساڑھی کا پلو سنبھال کر اٹھیں۔ اپنے خاندانی زیورات اور سرخ بھاری عروسی جوڑا جو انکا خاندانی تھا نکال کر بھیج دیا۔

تمام سامان بجھوا کر وہ خود اپنی تیاریاں کرتی رہیں جس پر ظفر صاحب کی بیچ میں ہی روک ٹوک چلتی رہی کہ عمر کا ہی خیال کر لیں۔ کیوں اپنے بیچارے شوہر پر تشدد کی انتہا کرتی ہیں۔

مسز شمیم ملک قہقہہ لگاتی انکی دہائی کو اگنور کر جاتی تھیں۔

*_____________________*_____________________*

"ول یو مرڈرمی؟" ایک گھمبیر دلکش سرگوشی اسکے کان میں گونجی۔ وہ سسک کر رہ گئی اور آئینے میں خود کو دیکھا۔ سر پر ٹکا ڈیپ ریڈ دوپٹہ ماتھے پر ماتھاپٹی، چھوٹی سی ناک میں نتھلی، لمبی سی خمدار پلکوں کو سنوار کر اور گھنا کر کے سبز آنکھوں کو سنوارا گیا تھا۔ آنکھوں کی سرخی نے ان سبز نین کٹوروں کو اور بھی قاتل بنا دیا تھا۔ بھاری جڑاؤ زیورات سے لدی وہ ڈیپ ریڈ عروسی جوڑے میں معصوم سی شہزادی لگ رہی تھی۔

ٹھوڑی پر موجود تین نقطوں کو مزید سیاہ کر کے اسکے قاتل حسن میں مزید چار چاند لگا دیے تھے۔ اس نے ہمیشہ اسکی پر تپش نظریں اپنی ٹھوڑی اور ناک پر محسوس کی تھیں جو ہمیشہ اسکی نظروں سے سرخ ہو جاتی تھیں۔

"یہ سب میرے کیے کی سزا ہے۔ میں نے اسے اسکی حیثیت بھلائی، اس پر حق جتایا۔ اسے سنہری خواب دکھائے، اور پھر جب وہ جھکا مجھے اپنا مانا، اپنی حیثیت بھلائی مجھے سانسوں میں بسایا، تب پھر میں نے کیا کیا؟ اس حیثیت کو پھر سے ہمارے بیچ لا کھڑا کیا۔ میں نے اسے مایوس کر دیا، اسے دھتکار دیا۔ ہمیشہ اپنی کرتی آئی ہوں۔ اسے نیچا دکھایا۔ اس پر ہمیشہ اسکی اوقات واضح کی، اسے کسی کا نہیں ہونے دیا۔ آج خود گری ہوں منہ کے بل، میرا غرور خاک ہو گیا۔ سب کچھ برباد ہو گیا، میں برباد ہو گئی۔ کچھ نہیں بچا ہانیہ خان نہیں بچی۔ ایک بار پھر اسٹرا، وہ پہلے ہوا کے جھونکے کی طرح آیا مجھے اپنا بنایا پھر چلا گیا، اس بار آیا مجھے احساس دلایا میں نے ٹھکرا دیا، میں اسی لائق ہوں، اسی کے لائق ہے ہانیہ خان۔ میرا دل کرتا ہے ابھی جاؤں اور تانیہ کے پاؤں پکڑ کر کہوں کہ جاؤ میرے بعد اسے سمیٹ لینا۔ میں کچھ نہیں کہوں گی صرف اسے بکھرنے مت دینا۔ اسے سب بھلا دینا کہ کوئی ہانیہ خان تھی تمہاری میڈم۔" وہ رنگیلی کے ہاتھوں پر سر ٹکائے سسک رہی تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی اور وہ خاموش سی سن رہی تھی۔

"بس کر دو میرا دل پھٹ جائے گا بے بی۔ میں نہیں برداشت کر سکتی تمہاری یہ حالت۔" رنگیلی نے آنکھیں صاف کرتے اسکا سر سہلایا۔

کچھ دیر پہلے ہی تو اسے اچانک سیلون سے عبد اللہ لینے آیا تھا اور وہ ہانیہ کے بلانے پر بھاگی آئی پر یہاں جو اسکا حال دیکھا تو خود بھی ٹوٹ پھوٹ گئی۔

آپ نے دیکھا تھا نا میرے ساتھ اسے رنگیلی؟ کتنا معصوم تھا وہ۔ مجھے کس طرح ہنساتا تھا۔ مجھ پہ غصہ کرتا، مجھ پہ ناراضگی" جتاتا جیسے میں میڈم نہیں وہ میرا باس ہو۔ مجھ سے کہا بال بڑے رکھو پیاری لگو گی۔ اس نے کہا شلوار قمیض پہنوں دوپٹہ لوں۔ میں نے وہ سب کیا پھر سب کچھ تہس نہس ہو گیا۔" وہ روتی ہوئی ٹیبل پہ سر ٹکا گئی۔

ہاں دیکھا تھا بے بی، اسے بھی اور اسکی آنکھوں میں تمہارا جنون بھی۔" وہ اسکا چہرہ ٹشو سے صاف کرتی بولی۔"

جنون کو سنتے ہی وہ ڈر گئی اور رنگیلی کو دیکھنے لگی۔ اس سے پہلے کہ کچھ کہتی کمرے کے قریب قدموں کی چاپ سنائی دی۔ یقیناً یہ اسکے باپ کے قدموں کی چاپ تھی۔ اسکا حلق خشک ہو گیا۔ وہ ساکت سی سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

اگر تم نے اب ذرا سی بھی آواز منہ سے نکالی یا اس نمک حرام کا نام بھی لیا تو اپنے باپ کا مرا منہ دیکھو گی۔ میری موت کی" "ذمہ دار تم ہو گی ہانیہ خان۔ تم ہو گی، پر یاد رکھنا صرف میں نہیں مروں گا اس حرام خور کے ٹکڑے بھی کر کے جاؤں گا۔

کانوں میں کچھ دیر پہلا کا انڈیلا سیسہ یاد آیا وہ بے جان ہو کر رہ گئی۔ حارث صاحب اندر داخل ہوئے اور اپنی بیٹی کو خاموشی سے تیار ہوتے دیکھ کر مسکرا دئے۔

شاباش میری شہزادی، یہی ہوتی ہے قیمتی اولاد جو باپ کیلئے سب کچھ وار دے۔" وہ اسکے سر پر بوسہ دیتے خوش ہو رہے" تھے اسکے خاموش ہونے جانے پر۔ کافی خوش تھے کہ ان کی ایک دھمکی ہی اسکے سارے پر کاٹ گئی۔

کچھ دیر میں نکاح شروع ہونے والا ہے خود کو اسکے لئے تیار کر لو دماغی طور پر، وہ سب پہنچنے والے ہیں۔" حارث صاحب" اسے محبت سے کہتے چلے گئے اور وہ انکی پشت تکتی رہ گئی۔

پھر اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا اپنی موت کا۔ جب ایک ممتا بھرے وجود نے اسے سینے میں چھپایا۔ وہ نا چاہتے ہوئے بھی انکے ساتھ لگتی رو پڑی۔ مسز شمیم ملک اور ظفر صاحب اسے روتے دیکھتے محبت سے چپ کروانے لگے۔ رنگیلی سے یہ سب دیکھا نہیں گیا تو وہ خاموشی سے اسے خوشیوں کی دعائیں دیتی وہاں سے نکل گئی۔

----------------------------------*

دونوں کے بیچ سرخ جالی دار پردہ حائل تھا۔ ایک طرف وہ سر جھکائے بیٹھی تھی تو دوسری طرف بلیک تھری پیس سوٹ میں گہری نیلی آنکھوں میں فتح مندی کے رنگ سمائے اسکے جھکے سر کو دیکھتے ہوئے وہ مغرور شہزادہ بغیر اسکے ساتھ کھیلے ہی بازی جیتے فتح کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔

قبول ہے۔" اسکے منہ سے نکلتے الفاظ ہانیہ کے سینے میں خنجر کی طرح گڑھ گئے پر وہ لبوں پر دانت جمائے مٹھیاں بھینچے" خاموش بیٹھی تھی۔

ظفر ملک، حارث خان، آئی جی سرفراز جونیجو، کریم اور عبداللہ کی موجودگی میں اس نے مسکراتے ہوئے پیپرز پر سائن کئے بلکہ اپنی ملکیت حاصل کرلی۔ حارث صاحب کی آنکھیں نم ہوگئیں اور وہ خوشی سے مسز شمیم ملک کے حصار میں بیٹھی ہانیہ کو دیکھنے لگے۔ جس کا نازک بدن ہولے ہولے لرز رہا تھا۔

ہانیہ خان ولد حارث خان آپکا نکاح بہرام بہزاد ملک ولد ظفر ملک کے ساتھ بعوض ایک باڈی گارڈ، بہرام کی زندگی اور" پچاس لاکھ حق مہر کیا جاتا ہے، کیا آپکو یہ نکاح قبول ہے؟" قاضی صاحب نکاح پڑھاتے سب سے نظریں چرانے لگے جیسے انکی غلطی ہو یہ سب لکھوانے میں۔

باڈی گارڈ اور بہرام کی زندگی حق مہر میں کہتے وہ خود سٹپٹا رہے تھے پر یہاں اس مغرور شہزادے کا حکم تھا۔

بہرام!" ظفر صاحب نے قہقہہ دبایا۔"

وہیں مسز شمیم ملک حیران سی اسے دیکھنے لگی۔ حارث صاحب پریشان تھے کہ کون سا گارڈ دینے والا ہے حق مہر میں؟ اور یہ تو بہرام ہے بہزاد کہاں سے ہو گیا؟ بہرام، بہزاد! وہ کنفیوژ ہوئے۔

دوناموں کا ایک وجود۔" وہ بڑبڑائے اور شاک کی حالت میں بہرام کو دیکھنے لگے۔"

صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے لبوں میں سگار دبائے کسی ریاست کے بادشاہ کی طرح وہ بیٹھا متبسم نظروں سے ہانیہ خان کے جھکے سر کو دیکھ رہا تھا۔

کیا تھا یہ سب؟ کون سی گیم تھی؟ کس طرح شطرنج کھیلی جا رہی تھی۔ کچھ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا انہیں۔

یہ میرے بہرام کا مکمل نام ہے۔ بہرام بہزاد ملک، بہرام سلطنت ہے اور بہزاد اسکی بنیاد۔" ظفر صاحب مسکراتے" ہوئے بتانے لگے۔ حارث صاحب نے بہرام کی طرف کافی غور سے دیکھا۔ آئی جی سرفراز اور ظفر ملک مسکرا دئے۔

کیا ہو گیا ہے مجھے۔ لگتا ہے اپنی بیٹی والی بیماری لگ گئی ہے کہ اب سب میں اس مرے ہوئے وجود کو ڈھونڈ رہا ہوں۔" وہ" خود کو جھڑکتے اسکی گہری نیلی سرد آنکھوں میں دیکھنے لگے جو سامنے جالی دار پردے پہ ٹکی تھیں۔

بہرام کی سرخ آنکھیں اسکی غیر موجودگی کو نوٹ کرتی لہو ہو گئی تھیں۔ حارث صاحب ششدر تھے اسکے تعارف پر۔ جسے یہ سب سن کر ہوش کرنا چاہیے تھا وہ خاموش سی سر ہلا گئی۔ جس پر اسکی گہری نیلی آنکھوں میں ناگواری کی لہر دوڑ گئی۔

بڑا برا حال ہو گا تمہارا۔" آئی جی نے پاس بیٹھے ہونے کی وجہ سے اسے وارن کرنا ضروری سمجھا۔ اس نے ناک سے مکھی" اڑائی۔

قبول ہے۔" اس نے روتے ہوئے اپنے باپ کا ہاتھ اپنے سر پر محسوس کرتے سر ہلا دیا۔"

ھانیہ خان ولد حارث خان آپکا نکاح بہزاد حدید خان ولد حدید خان کے ساتھ بعوض تیس لاکھ حق مہر کیا جاتا ہے آپکو یہ" نکاح قبول ہے؟" سالوں پہلے کی سرسراتی بھاری خوفناک آواز اس کے کانوں میں گونجی۔ اسے لگا اسکا دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔ اسکے کان کے پردے پھٹ جائیں گے۔ پر وہ اسے ایسے کیسے مرنے دے سکتے تھے۔ ابھی تو امتحان باقی تھے زندگی کی رسمیں باقی تھیں۔

قبول ہے۔" تیسری بار اسکی گھٹی گھٹی سسکی حلق سے برآمد ہوئی اور حارث صاحب کے ہاتھ کا سر پر دباؤ محسوس کرتے" اس نے لرزتے ہاتھوں سے پیپرز پر سائن کئے۔

اسکی آخری امید بھی ٹوٹ گئی۔ اسے لگا وہ آئے گا اسے بچائے گا۔ اسکا باڈی گارڈ ہے وہ ثابت کرے گا پر نہیں آیا وہ۔ کہاں گیا؟ کس قید خانے میں بھیج دیا اسکے باپ نے۔ صرف انہیں ہی معلوم تھا کہ اسکا باڈی گارڈ کہاں ہے؟

نکاح مبارک ہو۔" ظفر صاحب نے بہرام ملک کو گلے سے لگایا اور بہرام نے نفرت بھری نظروں سے حارث خان کو دیکھا۔

آئی جی صاحب اسکی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے وقت کا احساس دلانے لگے۔ بہرام مسکراتا اپنی مام کے ساتھ سیڑھیاں طے کرتے اپنے جنون کو دیکھنے لگا۔

ختم کر دو اسے۔" حارث صاحب نے ایک سائیڈ پر ہو کر مکروہ لہجے میں فون کے دوسری طرف کہا اور مسکراتے ہوئے" واپس انکی طرف آئے۔

ایسے نمک حرام کی انہیں کوئی ضرورت نہیں تھی۔ چمن سے لوٹنے والا تھا تو یہاں اسکا قصہ ہی ختم کر دینا تھا حارث صاحب نے۔ اسکا انجام وہ انتہائی برا چاہتے تھے۔ بغیر فواد کو بتائے وہ اسے ختم کر دینا چاہتے تھے۔ اسی سلسلے میں انہوں نے ابھی کمشنر کو کال کر کے حکم دیا تھا۔

----------------------------------*

مسز شمیم ملک اسے لے کر روم میں آئیں تو ہانیہ بے ساختہ ہی روتی ان سے اپنے کندھے چھڑوا کر کمفرٹر میں گھس گئی اور اسے منہ تک اوڑھ لیا۔ مسز شمیم اسکے رویے پر حیران پریشان سی بیڈ کے پاس کھڑی تھیں۔

نکاح ہو گیا ہے۔ آپکے بیٹے کی ضد پوری ہو گئی ہے اب آپ سب جا سکتے ہیں۔" وہ روتی ہوئی کمفرٹر کے اندر سے بھاری اور" بھیگی آواز میں بولی۔

مسز شمیم ملک اسکے لہجے میں خفگی محسوس کرتی تڑپ اٹھیں۔ انہیں تو رات کو ہی وہ کافی پسند آئی تھی۔ ظفر صاحب کے سامنے وہ بار بار بہرام کی پسند کو سراہ رہیں تھیں۔ انکے بس میں ہوتا تو وہ رات کو ہی نکاح پڑھوا کر اسے اپنے ساتھ لے جاتیں پر یہ ناممکن تھا اور پھر یہ انکی دلی خواہش بھی تھی۔ پھر صبح ہی انہیں حارث خان کی کال آ گئی۔

تم بیزار ہو گئی ہو اپنی ماں سے پر میں اپنی پیاری سی معصوم بیٹی کو اتنی جلدی چھوڑ کر نہیں جانے والی۔" وہ اس کے پاس" بیٹھتی اسکے سر سے کمفرٹر ہٹا کر، اس اچانک کے نکاح سے اسکی کیفیت سمجھتی اسکا سر اپنی گود میں رکھ کر محبت سے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

ہانیہ تو کافی دیر کچھ بولنے کے قابل ہی نا رہی۔ سالوں بعد ممتا کے احساس کو محسوس کرتی وہ پرسکون سی ہو گئی۔ وہ کچھ پل کیلئے سب کچھ بھلا دینا چاہتی تھی۔ اسکے آگ سے وجود میں ایک ٹھنڈک کی لہر دوڑ گئی۔ پھر کافی دیر دونوں خاموش رہیں۔ وہ خاموشی سے ممتا کو محسوس کرتی بہرام ملک کی قسمت پر رشک کرنے لگی کہ کسی کو تو اللہ بغیر آزمائے جو چاہے دے دیتا ہے اور کچھ اسکے (باڈی گارڈ) جیسی بدنصیب کو لوگوں کی ٹھوکروں پر چھوڑ دیتا ہے۔ اسکی سوچوں کا وسیع دائرہ ایک بار پھر بہزاد کے گرد گھومنے لگا۔ اور وہ سسکیاں دباتی مسز شمیم کے ہاتھ کو مضبوطی سے جکڑے آنسو بہاتی لب دانتوں تلے دبا کر تکلیف سے آنکھیں میچ گئی۔

پھر کافی دیر مسز شمیم ملک اسکے پاس بیٹھی رہیں جب وہ گہری نیند میں چلی گئی تو جھک کر اسکی پیشانی چومتیں وہ مسکرائیں۔ بہت احتیاط کے ساتھ اس کانچ سی گڑیا کا سر تکیے پر رکھا اور کمفرٹر ٹھیک کرتے خود روم سے نکل آئیں۔

ہماری بیٹی کیسی ہے؟ طبیعت کیسی ہے اسکی؟" ظفر صاحب نے مسکرا کر پوچھا پر انکی آنکھوں میں کافی اضطرابی کیفیت" تھی۔ وہ بے چینی سے پوچھ رہے تھے۔

،ٹھیک ہے سو رہی ہے اب، ویسے مسٹر خان آپ نے یہ اچھا نہیں کیا معصوم بچی کے ساتھ، یوں اچانک سے نکاح کر کے" پہلے آپ اسکی رائے جانتے اسکے بعد دماغی طور پر مطمئن ہونے کیلئے وقت دیتے، پھر کوئی ایسا فیصلہ کرتے۔" مسز ملک ظفر صاحب کو جواب دے کر اب حارث خان کی طرف مڑی اور بغیر اپنی ناگواری چھپائے صاف بات کہہ دی۔ برا لگے تو ان کی بلا سے۔

میں جانتا ہوں مسز ملک کہ وہ ابھی اتنی جلدی نکاح کے حق میں نہیں تھی، پر وہ تیار ہے پوری طرح اپنے ڈیڈ کی مجبوری" سمجھتی ہے، یہ رونا ناراضگی جتانا اسکی عادت بن چکی ہے۔ وہ نکاح کی وجہ سے نہیں بلکہ مجھ سے دور جانے کی وجہ سے رو رہی

ہے۔ آپ بے فکر رہیں وہ راضی تھی اس نکاح سے میں نے کوئی اس پر دباؤ نہیں دیا نکاح کیلئے بلکہ بہرام بیٹے کیلئے وہ دل سے راضی و خوش تھی۔" انہوں نے اسے مطمئن کرتے جھوٹ کا سہارا لیا۔

اب یہ خدا جانتا تھا کہ وہ مطمئن ہوئی یا نہیں پر اپنی طرف سے وقفے وقفے سے حارث صاحب انہیں پورا یقین دلاتے رہے کہ انکی بیٹی راضی تھی۔ بہرام نکاح کے بعد آئی جی سرفراز کے ساتھ چلا گیا تھا۔ ظفر ملک اپنی بیوی کے ساتھ گھر روانہ ہو گئے۔ انکے جانے کے بعد عبداللہ کو جانے کا حکم دیتے وہ خود فریش ہونے چلے گئے تب تک ملازمہ ٹیبل پر ڈنر لگا چکی تھی۔

اٹھو کھانا کھالو پھر سو جانا۔" حارث صاحب ٹرے ٹیبل پر رکھ کر اسکے پاس آئے اور سر پہ ہاتھ پھیرتے بولے۔"

آپکو میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں، میں کھاؤں یا مروں آپکو کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ غصے سے انکا ہاتھ جھٹک کر بولی۔"

"ہنی مجھے غصہ مت دلاؤ۔ میں نے جو کیا ہے تمہارے مستقبل کیلئے کیا ہے۔ آگے چل کر تمہیں خود سے احساس ہو گا۔" حارث صاحب غصے سے دھاڑتے ہوئے اسکے چہرے سے کمفرٹر کھینچ چکے تھے۔

چھوڑیں ڈیڈ مجھے نہیں کھانا، جان چھوڑیں میری۔ نہیں جینی مجھے ایسی اذیت ناک زندگی، آپ! دوبار میری خوشیوں کو" نگلنے والے، آپ ہیں ڈیڈ جس کی وجہ سے پھر میرا بیری مجھ سے الگ ہو گیا۔" وہ چیختی سسکتی اپنا بازو انکی گرفت سے نکالنے کی کوشش کرنے لگی۔

چٹاخ! کتنی دفعہ کہا ہے میں نے نہیں کیا۔ میں اپنی جاب کی وجہ سے تمہیں لے کر گیا تھا۔ مجھے کیا پتا تھا پیچھے وہ سب" ہو جائے گا۔" غصے سے سرخ ہوتے انہوں نے کھینچ کر تھپڑ مارا اسے اور گھسیٹ کر صوفے پر بٹھاتے کھانا سامنے رکھا۔

اب اف بھی کیے بغیر کھانا کھاؤ اور سو جاؤ، یہ رونے دھونے کا ناٹک چھوڑ دو۔ خبردار اب اگر ملکوں کو کوشک بھی ہوا کہ تم" راضی نہیں اس رشتے سے۔ میں اپنے ہاتھوں سے ختم کر دوں گا تمہیں۔" وہ چیختے اسکے سسکیاں لیتے وجود کو چھوڑ کر چلے گئے۔

یہ میرے ڈیڈ نہیں کوئی دولت کا پجاری ہے مام۔" وہ ہاتھوں میں چہرا چھپا کر روتی رہی۔ کچھ دیر بعد دل تو ہلکا ناہوا پر بھوک" نے اپنا احساس دلایا تو چند نوالے لے کر سب کچھ نوچ کر اتارتی دروازہ لاک کر کے بیڈ پر آ گئی۔ رات کے کسی پہر اسے لگا جیسے کوئی سینے سے لگائے اسے تھپک کر سلا رہا ہو۔ پر یہ اسکا وہم اسکا احساس تھا۔ اسے لگا جیسے اسکی مام اسے تھپک کر سلانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ جسکی وہ آس لگا کر سوئی تھی۔ اسے یہ غم اندر سے کھائے جا رہا تھا کہ بہرام ملک اسے جیت گیا۔ وہ ہانیہ خان نہیں مسز بہرام ملک بن چکی تھی۔ اسکا باڈی گارڈ اس سے چھین لیا گیا۔ وہ بے وفا بن گئی اسکے لئے جس کو دنیا سے چھپا دینا چاہتی تھی۔ خود ہی دنیا کی بازی میں ہار گئی۔

*_______*__________________*

ٹوٹ کر چاہتے تھے، بکھر کر بچھڑے اور پھر سالوں بعد ملن پر ایک سسک رہا تھا انجان بنا تو دوسرا مسلسل مسکرا رہا تھا۔ زندگی حسین ہو گی، پر ابھی ہے نہیں۔ ہے سادہ سا لفظ پر اس میں سادگی نہیں۔ موت کو ہرا کر جینے والا وہ شخص کیسے محبت کی بازی ہار جاتا اور بازی وہ جو روح سے جڑی ہو۔

ٹائم ہو گیا ہے ہمیں ابھی نکلنا ہو گا سر۔" کریم ناک کر تا روم میں آیا اور بہرام سے بولا جو ہاتھ میں ایک چھوٹی سی گڑیا کا" فریم فوٹو لیے دیکھ رہا تھا۔

یہ اچھا ہوا کہ ہمیں وقت سے پہلے حارث خان کے اچانک نکاح کے پروگرام کی اطلاع ملی۔" فریم فوٹو ٹیبل پر رکھتے اس" نے مسکراتے کہا اور اٹھتے ہوئے کوٹ اتارا۔

کریم نے مسکراتے سر ہلایا۔ ہاں یہ بات ٹھیک تھی کہ انہیں وقت پر اطلاع دی مین پرسن نے حارث خان کے ارادوں کی۔ اگر بہرام نا ملتا تو ضرور وہ ہانیہ خان کی شادی ہادی سے ہی کروا دیتا بدنامی کے ڈر سے۔

آئی جی کے کیا پروگرام ہیں؟" میٹنگ کیلئے تیاری کرتے اس نے سرسری سا پوچھا۔"

سب ریڈی ہے بس اب آپکی کمی محسوس ہو رہی ہے۔" شرارتی انداز میں کریم نے کہا جس پر بہرام قہقہہ لگا کر ہنسا۔"

ہم اپنی کمی پوری کر دیتے ہیں۔" بریف کیس اسکی طرف پھینکتے اس نے خود کو پیش کیا۔"

اسکے مسرور انداز پر بریکف کیس کیچ کرتے کریم مسکرا دیا۔ گھڑی چوڑی کلائی سے نکال کر ڈریسنگ ٹیبل پر رکھتے بہرام نے اسے آگے بڑھنے کا حکم دیا تو وہ سر ہلا کر وہاں سے نکل گیا اور بہرام ایک نظر سبز نین کٹوروں والی اس بچی کی تصویر پر ڈالتے آگے بڑھا۔ وہ محسوس کرتا تھا اسکی تکلیف پر وہ مجبور تھا۔ ہاں بہرام ملک مجبور تھا ایک معاملے میں۔ وہ معاملہ ہانیہ خان سے جڑا تھا جس کے سامنے وہ مجبور ہوتا تھا اور رہتا تھا۔ مسٹر ظفر دروازے کے سامنے ٹہل رہے تھے جو اسے سیڑھیاں اترتے دیکھتے ہی اسکی طرف لپکے۔

اپنا خیال رکھنا بہرام یہ سب اتنا ضروری نہیں جتنا تم سے جڑی وہ معصوم جان ہے۔" انہوں نے احساس دلایا۔"

بہرام مسکرا دیا۔

آئی نو ڈیڈ! بٹ وہ معصوم جان اس سے جڑی ہے جس سے میری دھڑکن جڑی ہے ڈونٹ وری۔" انہیں ساتھ لگاتے وہ" مسکرایا اور سر پر بوسہ دیتا ظفر صاحب کی دعائیں لیتا ایک نظر روم کے بند دروازے کے پیچھے سوئی اپنی ماں کی ممتا کو محسوس کرتا وہاں سے نکلا۔

کریم نے اس کے لئے دروازہ کھولا تو وہ اندر بیٹھ گیا۔ اسکے لبوں میں سگار دبا ہوا تھا اور کریم تیز رفتاری سے گاڑی ڈرائیو کرتا وقتاً فوقتاً اسکے چہرے کو دیکھتے مسکرا دیتا۔ یہ سفر بہرام ملک کے ساتھ کافی خوبصورت رہا۔

---------------------------*

چمن کے نواحی گاؤں میں وہ اس وقت مال کی چیکنگ کے بعد اب پیمنٹ کی وصولی کر رہے تھے۔ حارث صاحب کی مزید ٹیم کے ساتھی اس وقت اسکے سامنے ایک چھوٹے سے مٹی سے اٹے صحرا کی دھول میں بالکل دبے ہوئے گھر میں بیٹھے تھے جسکا صرف دروازہ ہی کھلا تھا جس سے اندر آیا جا سکتا تھا۔

ہم نے پیسے تمہارے اکاؤنٹ میں ٹرانسفر کر دئیے ہیں تم چیک کر سکتے ہو۔" کمبوز نامی سیاہ فام نے بھاری آواز میں اس سے" ہاتھ ملاتے مسکرا کر کہا۔ بہزاد نے کان میں لگے بلیوٹوتھ ڈیوائس سے مثبت جواب پاتے سر ہلایا تو وہ مسکرائے۔

اسکی ضرورت نہیں ہمیں آپ پر یقین ہے۔" اس نے ہاتھ پر ہلکا سا دباؤ دیتے چھوڑ دیا۔"

وہ سب کافی متاثر ہوئے تھے اس سے۔ باتیں کرتے وہ سب اس صحرائی گھر سے باہر آئے، دھول کے اڑنے پر بہزاد نے اپنی آنکھیں ذرا سی چھوٹی کر لیں اور باقی سب کا بھی یہی سب کا حال تھا۔ وہ سب اب صحرائی میدان میں کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ آس پاس دھول اڑ رہی تھی سامنے ہی اسلحہ سے بھرے ٹرک موجود تھے۔ دور زمین پر لیٹے وجود نائٹ ویژن دوربین آنکھوں سے لگائے سارا منظر دیکھ رہے تھے تو کوئی مشین گن پر نصب جدید تھرمل امیجنگ سائٹ کی مدد سے ویڈیو ریکارڈنگ کر رہے تھے۔ رات کے دو بج رہے تھے، ہر طرف اندھیرا چھایا ہوا تھا دور دور بنے چھوٹے سے گھروں سے لال ٹینوں کی روشنی چمک رہی تھی۔ یہ ایک قسم کا مخصوص اشارہ تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ آئی جی سرفراز اور بریگیڈیئر محمد یوسف پاک فوج کے ساتھ پہنچ گئے تھے۔ وہ سب اب باہر کھڑے جانے کی تیاری میں تھے کہ ایک دم فضا میں ٹھا کی آواز گونجی اور ان کے بیچ میں کھڑا ایک آدمی لہرا کر نیچے گرا۔ ایک پل کو وہاں موجود سب بوکھلا گئے۔ بہزاد پہلے ہی الرٹ تھا اس حملے کیلئے۔ اس نے کوئی خاص تاثر نا دیا پر انہیں دکھانے کیلئے الٹ پلٹ ضرور گیا۔

فائر!" کمیل ہاشمی نے اپنے ساتھی کو گرتے دیکھا تو دھاڑ کر حکم دیا آواز کی گونج کے ساتھ ہی اسکے آدمیوں نے الرٹ" ہوتے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔

بریگیڈیئر محمد یوسف نے فوجی نوجوانوں کے ساتھ چاروں طرف ان اسلحہ خرید دہشتگردوں کو گھیر لیا۔ کمیل ہاشمی پاک فوج کو دیکھتے ہی خونخوار ہو کر مقابلے پر اتر آیا۔

ٹرک میں بیٹھو۔" بلیوٹوتھ سے آئی جی کی آواز گونجی۔ بہزاد نے مڑ کر ٹرک کی طرف دیکھا اور اپنے سامنے کھڑے کمیل" ہاشمی کو۔

دھوکے باز!" وہ دھاڑا اور ہاتھ میں موجود مشین گن کی بیک اسکے کندھے پر مارنی چاہی اسی پل بہزاد نیچے جھکا اور لات" اسکی ٹانگوں پر ماری۔ دونوں ایک ساتھ نیچے گر پڑے۔

ان دونوں کو الجھتے دیکھ کر کمیل ہاشمی سیاہ فام اور اسکے ساتھی بھی بہزاد کی طرف متوجہ ہوئے۔ ٹھا کے ساتھ ہی فضا میں اس پر فائر ہوا پر اس سے پہلے ہی بہزاد کمیل ہاشمی کو کندھوں سے پکڑ کر کروٹ بدلتا پیچھے کھینچ چکا تھا۔

ٹرک لے جاؤ۔" بہزاد نے کہتے ہوئے اپنا گھٹنا کمیل ہاشمی کی گردن پر رکھا اور اس سے مشین گن چھینتے انکا نشانہ لینے لگا۔" نیچے کمیل ہاشمی تڑپتا ہوا چیخ رہا تھا جس پر بہزاد نے اپنا دوسرا پاؤں اسکے منہ پر رکھ دیا۔ کریم اندھا دھند فائرنگ کرتا بھاگتا آیا بہزاد کی طرف تو دوسری طرف عبداللہ نے ہتھیار اٹھا لیئے۔ انکی زیادہ کوششیں تھی بہزاد کو وہاں سے نکالنے کی پر مسلسل ہوتے بلاسٹ سے وہ کافی دور ہوتے گئے۔

تم لوگ جاؤ یہاں سے۔" بہزاد کی کراہتی آواز گونجی اسکے پیٹ میں کمیل ہاشمی نے خنجر گھونپ دیا تھا۔"

عبداللہ اور کریم نے ایک دوسرے کو دیکھا تو دوسری طرف آئی جی سرفراز اسکے لہجے میں مقابلے کی طاقت محسوس کرتے پریشان ہوگئے۔ وہ اکیلا تھا اور ان سے الجھا ہوا تھا۔ موت ایک بار پھر اسکے سر پر تھی اب دیکھنا یہ تھا کہ موت اسے لے جاتی ہے یا وہ ایک بار پھر اس کے شکنجے سے نکل آتا ہے۔

کیپٹن عبداللہ، انسپکٹر کریم "اللہ ہو اکبر" کا نعرہ لگاتے ہاتھوں میں مشین گن اٹھائے میدان میں اتر آئے۔

باڈی گارڈ کمیل ہاشمی کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے وہ ایک بڑا ثبوت ہے ہمارے پاس منسٹر کا۔" بلیوٹوتھ ڈیوائس سے آئی جی" سرفراز کی خبردار کرتی آواز گونجی۔

بہزاد نے نظریں گھماتے نیچے پڑے کراہتے ہوئے کمیل ہاشمی کو دیکھا۔ وہ خود خون میں لہولہان تھا پر پیچھے نہیں ہٹ رہا تھا۔ اسے ہٹنا بھی نہیں تھا ان غداروں کو جب تک دھول نا چٹائی۔ کیپٹن عبداللہ اور انسپکٹر کریم دونوں بھی اب میدان میں اتر آئے اور دور اس شعلہ بڑھکتے منظر کو دیکھتے دشمنوں کے سینے چیرتے گئے۔

ہاشمی کو لے جاؤ کریم، کیپٹن تم ٹرک لے کر جاؤ۔" بہزاد نے حکم دیا جس پر فوری عمل کیا۔"

شدید مقابلہ بازی اور کئی جوانوں کی جان بازی کے بعد آخر کار فتح انکا مقدر ٹھہری۔ کمیل ہاشمی انکی گرفت میں تھا اور وہ اپنے ہتھیار سمیت ٹرک لے کر لوٹے تھے۔ کمبوز کو بہزاد نے چھلنی کر دیا تھا۔ ہاں قسمت اسے آزماتی تھی پر وہ ایک بار پھر بچ گیا تھا۔ وہ لہولہان ضرور ہوا تھا پر اس بار اس نے تباہی مچا دی تھی۔ اس نے گھسیٹ کر کچھ سیاہ فام اور کمیل ہاشمی کو بریگیڈیئر اور آئی جی کے پاؤں میں پھینکا۔

اب مجھے حارث اور فواد چاہیے۔" لہو رنگ آنکھوں سے اس نے آئی جی کو دیکھا اور ماتھے سے رستے خون کو، وگ نکال کر" صاف کرتے پیٹ میں لگے چاکو کو کھینچ کر نکالا۔

تم بے فکر رہو اب یہ دونوں تمہارے پاؤں میں ہوں گے باڈی گارڈ۔" کریم اور عبداللہ نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔"

انہیں تڑپتے دیکھنے کی بھوک ہم دونوں بھائیوں کو بھی ہے پر اب صرف تھوڑا صبر۔" وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے" اسے حوصلہ دینے لگے۔ وہ سب گاڑیوں میں بیٹھے اور واپسی کیلئے روانہ ہو گئے۔

کیا کرنا ہے اب؟" عبداللہ نے اس سے پوچھا۔ خون صاف کرتے بہزاد نے اسکی طرف دیکھا۔"

اپنے کام پر جاؤ عبی بن کر۔" اسکے کہنے پر عبداللہ نے قہقہہ لگایا۔"

یس وائلڈ مین؟" اسکے ہنستے ہوئے کہنے پر بہزاد نے گھورا۔"

ڈونٹ ڈیئر!" اس نے جتاتی نظروں سے وارن کیا"

کریم ہنس پڑا اور عبداللہ نے سر کو خم دیا۔

ویسے تمہاری کارکردگی دیکھتے میں یہ کہتا ہوں تم ایک نہایت ہی ناکارہ باڈی گارڈ ہو۔" عبداللہ نے ہانیہ کی حالت یاد کرتے" دانت پیس کر کہا۔

میٹرک فیل!" اب کی بار بہزاد نے آنکھ دباتے سر کو خم دیا تو وہ قہقہہ لگا اٹھے۔"

ہاشمی اور سیاہ فام کو ہیڈ کوارٹر پہنچایا گیا اور وہاں اب انکا حساب کتاب شروع ہونے والا تھا۔ ڈینئل تو کب کا موت کا مزہ چکھ چکا تھا اب صرف دو تھے، حارث خان، فواد چوہان۔

گاڑیاں بارڈر سے واپس اپنے ملک میں داخل ہوتی بہزاد کو لے کر فوری ٹریٹمنٹ کیلئے جا رہی تھیں۔

*______________________*____________________*

آفس کے بعد کہاں جاتے ہو تم؟" سگار لبوں میں دبائے اسکے روم میں داخل ہوتے کڑے تیوروں سے فواد صاحب نے" پوچھا۔

کہیں نہیں، یہیں ہوتا ہوں دوستوں کے ساتھ۔" اس نے سرسری سا جواب دیا۔"

"بکواس زیادہ کرنے لگے ہو، کیا ملے گا دوستوں کے پاس فالتو میں وقت برباد کرتے ہوئے؟ کیا دیں گے یہ دوست تمہیں؟" وہ غصہ ہوتے اندر آئے۔

آپکو کیا ملا ڈیڈ انکل براک اور انکل حارث سے؟" وہ کہتا پھر سے وائلن کی تاروں سے چھیڑ چھاڑ کرنے لگا۔ فواد صاحب" اسکے پلٹ کر جواب دینے پر شاک میں آ گئے۔

انہوں نے جو دیا ہے یہ تم نہیں سمجھ سکتے فالتو میں بکواس کرنے کے بجائے اپنا بچا ہو وقت ہانیہ کے ساتھ سپینڈ کیا کرو۔" وہ سختی سے بولے۔

صبح کے نو بجے آفس اور رات گیارہ یا بارہ بجے آف، کون سا وقت دوں اسے؟" اس نے انگلی گٹار کے تاروں پر پھیرتے" روم کی فضا میں خوبصورت سی دھن چھیڑ دی اور ٹھہرے لہجے میں طنزیہ پوچھا۔

وائلن کا شوق اسے اپنی ماں سے وراثت میں ملا تھا۔ مسز روشانے چوہان کو وائلن کا کافی شوق تھا اور یہی شوق انکے بیٹے میں بھی تھا۔ اپنی ماں کو دیکھ دیکھ کر، وہ اکثر اسے وائلن پہ خوبصورت دھن سناتی رہتی تھی کبھی اپنے شوق سے تو کبھی بیٹے کی فرمائش سے۔ فواد صاحب سر جھٹک کر مزید بحث سے جان چھڑواتے اسے بیگ میں وائلن رکھتے دیکھنے لگے۔

کہیں جا رہے ہو؟" انہوں نے گھور کر پوچھا اور سگار کا گہرا کش لیا۔"

جی!" وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔"

کس کی طرف؟" انہوں نے اسے بوٹ کے تسمے باندھتے دیکھ کر کندھے پر بیگ دیکھا۔"

کسی خاص کی طرف۔" معنی خیز چمک آنکھوں میں لئے بغیر ہچکچائے اعتراف کرتا مسکراتا سیٹی کی مدھم دھن پر وہاں سے" نکلتا چلا گیا۔

جو بھی رنگ رلیاں منانی ہیں منا لو۔ میں جلد ہی حارث سے بات کرنے والا ہوں تمہاری شادی کی۔" انکی دھاڑ پر وہ" ٹھٹھک کر رکا اور مڑ کر انہیں دیکھنے لگا۔

کیا گھور رہے ہو؟" اسکے گھورنے پر فواد چوہان غرائے۔"

ہادی نفی میں سر ہلاتا وہاں سے نکلا۔ وہ اپنا خوبصورت موڈ برباد نہیں کرنا چاہتا تھا اپنے باپ سے بحث کر کے۔

____

ٹھیک ہے میں خیال رکھوں گی۔" وہ موبائل کان سے لگائے دوسری طرف کریم سے بولی۔"

جو اسے کہہ رہا تھا کہ بہزاد واپس آ گیا ہے چمن سے اور کافی زخمی ہے۔ اسکا ٹریٹمنٹ چل رہا ہے۔ کچھ دن میں ہی اسکے ٹھیک ہونے کے بعد فواد چوہان کو اٹیک آنا ہے۔ جس سے وہ پاگل ہو جائے گا خیال کرنا۔

ہو سکتا ہے یہیں پر اپنا کالا اعمال نامہ کھول دے کیونکہ آئی جی کا کہنا ہے اس وقت دونوں کو سامنے لائیں گے۔" کریم نے" اسے ساری معلومات دیتے کہا۔

اچھا رہے گا بہت، بھائی کیا کہتا ہے؟" موبائل کندھے اور کان سے ٹکائے وہ بھیگے بال آگے کرتی انہیں ڈرائے کرنے لگی۔"

وہ اپنے کی خوشی میں اتنی مگن تھی کہ اسے اندر آتے ہادی کا احساس نہیں ہوا۔ وہ مسکراتا اس اسکی کمر پر بالوں سے گرتی پانی کی بوندیں دیکھنے لگا اور بیگ آہستہ سے بیڈ پر رکھتے احتیاط سے قدم اٹھاتے اسکے پیچھے آیا۔

ہاؤ!" اچانک سے اسکے کان میں جھک کر کہا۔ رومیصہ کی چیخ بلند ہوئی۔"

آہ! بھوت! ہادی!" وہ چیختی وہاں سے دور بھاگی۔ موبائل چھوٹ کر کندھے کی گرفت سے آزاد ہوتا نیچے گرا اور کریم ہادی" کی آواز پر کال ڈسکنیکٹ کر گیا۔

ہاہاہاہا! کتنی ڈرپوک ہو ہارٹ بیٹ۔" وہ اسکے ری ایکشن پر بلند قہقہہ لگاتا بولا۔ رومیصہ دھک دھک کرتی دھڑکنوں سے" حیرت سے سامنے ہنستے ہوئے ہادی کو دیکھنے لگی۔

اسکی سانسیں خوف سے سینے میں اٹکی ہوئی تھیں پر اس بے رحم کو کوئی احساس نہیں تھا۔

اسے ہنستے دیکھ کر وہ اپنی حالت کے زیر اثر ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رو پڑی۔

اوہو میری جان!" وہ ایکدم گھبرا کر اسکی طرف لپکا پر رومیصہ نے اسکے ہاتھ جھٹک دئے۔"

بہت برے ہیں آپ۔" وہ ہچکیاں بھرتی بولی۔ ہادی نے شرمندہ ہوتے اسے کھینچ کر گلے سے لگایا۔"

چھوڑیے مجھے۔" وہ سخت مزاحمت کرتی رہی پر وہ اسے خود میں بھینچے کھڑا رہا۔"

پہلے جان نکالتے ہیں پھر پیار کرتے ہیں، جانے دیں۔" وہ آنکھیں رگڑ کر صاف کرتی اسکے بازو پر ہاتھ مارتی بولی۔ ہادی" مسکرا کر اسے دیکھتا پھر سے سینے میں بھینچ گیا۔

تم تو میری جان ہو یار اپنی جان کو کوئی تکلیف دے سکتا ہے بھلا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا تم اس قدر ڈر جاؤ گی۔" وہ اسکا چہرہ" صاف کرنے لگا جس پر رومیصہ گھورنے لگی۔

ہاتھ لیا ہے؟ تھوڑا ویٹ کر لیتیں میرا۔" اسکے بھیگے بالوں میں انگلیاں پھنسائے چہرہ بلند کرتا وہ اسے دیکھنے لگا۔ رومیصہ" اچانک اسکے لہجے کی گھمبیرتا محسوس کرتی کسمسا کر سرخ پڑتی اس سے دور ہوئی۔ جھک کر اپنا موبائل اٹھایا۔

توڑ دی نا اسکرین۔" خفگی سے کہتی وہ اپنے موبائل کی سیاہ اسکرین کو دیکھنے لگی۔"

بھاڑ میں بھیجو سب کچھ۔" ہادی اسے پیچھے سے حصار میں لیتا اسکے بالوں میں منہ چھپاتا گویا ہوا۔"

رومیصہ اسکے یوں اچانک سے آنے اور پھر بدلے روپ کو پا کر اب سانس روکے کھڑی تھی۔

ہادی اسے خاموش پا کر اسکی گردن سے نم بالوں کو ہٹانے لگا۔ جس پر اسکی سانسیں خشک ہو گئیں اور وہ لبھونٹ دبائے موبائل کو مٹھی میں بھینچے کھڑی تھی۔ ٹانگیں بے جان سی ہو گئی تھیں۔ وہ مسکراتا اسکی گردن پر لب رکھتا اسکی بھیگی خوشبو میں گہرا سانس بھرنے لگا۔ رومیصہ سرخ ہوتی پلٹ کر اسکے سینے میں منہ چھپا گئی۔

پلیز!" وہ اسکے لبوں کا دہکتا لمس اپنی گردن پر محسوس کرتی مچل گئی۔ ہادی نے مسکراتے ہوئے اسکی کمر میں اپنا مضبوط بازو" ڈالا اور اسے قریب کرتے اسکے کان کی لو کو اپنے ہونٹوں سے چھوا۔

ہادی!" وہ پھولی سانسوں سے اسے سرگوشی میں پکارتی مزاحمت کرنے لگی۔"

ہادی اسکے ہاتھوں کے نازک مکے سینے پر برداشت کرتا اسکے دونوں ہاتھ مروڑ کر اسکی کمر پر باندھتے دوسرے ہاتھ سے اسکا چہرہ اوپر کرتا اب اسکے بھیگے نقوش دیکھنے لگا۔

ہ۔۔ہادی مجھے پپ۔۔پیاس لگی ہے۔" اپنے بگڑے تنفس کے ساتھ اس نے خشک ہوتے لبوں پر زبان پھیری اور لرزتی" گھنی سیاہ پلکوں کی باڑ اٹھا کر اسے ذرا سی دیکھنے کی کوشش کرنے پر اسکی نظریں ٹھوڑی تک پہنچتے ہی پلکیں شرم و حیا سے لرز کر گر جاتی۔

ہادی اسکی اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص دیکھ رہ تھا۔ انگلی اسکے نچلے ہونٹ کے کنارے پر پھیری وہ گہرا سانس بھرتی نڈھال سی آنکھیں موند گئی۔ تبھی ہادی جھک کر اسکے دونوں گالوں پر اپنے دہکتے لب رکھے اور اسکی ٹھوڑی کو محبت سے چھوا۔

ہارٹ بیٹ!" اسکے ماتھے پر محبت کی مہر ثبت کرتے اسکے کان میں سرگوشی کی۔"

مجھے پپ۔۔۔پیاس لگی ہے ہادی۔" وہ اسکی شدت کو محسوس کرتی رونے جیسی صورت بنا کر بولی۔"

مجھے بھی۔" اپنی بھوری خمار آلود آنکھیں اسکے لرزتے خشک لبوں پر ٹکا کر بولتا وہ اسکی جان لینے کے درپہ آگیا۔"

وہ اسکے چہرے کو دیکھتے دوسرا ہاتھ اسکی گردن میں ڈالے اسکا چہرہ بلند کرتا اسکے سرخ لبوں پر فوکس میں کرتے پوری شدت سے ان پر جھک گیا۔ اسکی کلائیاں چھوڑ کر اسکی کمر پر ہاتھ رکھا اور اسے خود کے قریب تر کیا کہ وہ اسکی شدت بھرے حصار میں نڈھال سی اسکے شانوں کو پکڑ گئی۔

کلوز یور آئیز!" اسکی پھیلی آنکھوں کو دیکھتے مسکرا کر سرگوشی کی۔"

رومیصہ سختی سے آنکھیں میچ گئی۔ ہادی نے مسکرا کر اسکی ناک پر لب رکھے۔ اسے گہرے گہرے سانس بھرتے دیکھ کر اسکی کمر سہلانے لگا اور ایک بار پھر اس کے چہرے پر جھک گیا۔ وہ جیسے آج ہی سارے حساب بے باک کرنے کا ارادہ رکھتا تھا۔ اس بار رومیصہ نے سختی کے بجائے اسکی نرم گرفت پر اسکی گردن سے اپنے چبھتے ناخن ہٹائے۔

"What you say about this "??

اسکے بھیگے لبوں پر انگوٹھا پھیرتے اس نے فسوں خیز ماحول میں اپنی گھمبیر آواز کا سحر پھونکا۔

وہ شرم سے پلٹ کر اسکی طرف پشت کیے لمبی سانسیں بھرنے لگی۔ لرزتے وجود کے ساتھ ہاتھوں میں چہرہ چھپا گئی۔

تم کانپ کیوں رہی ہو؟" اسکے لرزتے وجود کو حصار میں لیتے اسکے کندھے پر اپنی ٹھوڑی ٹکائی۔"

ہ۔۔ہادی مجھے سچ مم۔۔میں پیاس لگی ہے۔" اسکی سر کتی انگلیوں کی سر سراہٹ اپنی کمر پر محسوس کرتے اس نے التجا کی۔"
کس بھائی کے بارے میں بات کر رہی تھیں؟ جہاں تک مجھے علم ہے اب میری بیوی کا میرے علاوہ کوئی نہیں۔" وہ اسکی" التجا کو نظر انداز کرتا اسے خود میں بھینچ گیا اور اسکی شفاف سفید گردن پر دہکتی آگ کی مانند اپنے لب رکھتا اسکی سانسیں روک گیا۔

وو۔۔۔وہ مم۔۔۔میری کلاس فیلو کا بھ۔۔بھائی۔" وہ بوکھلاتی بدحواسی کے عالم میں گویا ہوئی۔"

ہمم! ویسے تمہیں میرے بارے میں سوچنا چاہئے اب، میں چاہتا ہوں ان لبوں پر صرف ہادی چوہان کا نام ہو اسکے سوا کوئی" نا ہو بس۔" وہ انتہائی شدت سے بولا کہ رومیصہ کا چڑیا سا دل سہم سا گیا۔

وہ اسے اپنے حصار میں لیے کھڑا جا بجا اپنے دہکتے لبوں کا لمس اس کے چہرے پر چھوڑ رہا تھا۔ وہ جیسے پاگل ہو گیا تھا اور وہ سہمی سی کھڑی تھی۔

ہادی!" اسکی گرفت کو تنگ ہوتے محسوس کر کے وہ سانسیں نہیں لے پائی تو رونے لگی۔ اسکے سحر میں جکڑے ہادی نے" اسکی بھرائی آواز سن کر ایکدم سے گھبرا کر حصار کھولا۔

رومی! جان!" اس نے اسکا رخ اپنی طرف کرنا چاہا پر وہ ہاتھ جھٹک کر وہاں سے بھاگ گئی۔"

رومیصہ!" ہادی تڑپ اٹھا۔"

اف! کیا کر دیا ڈفر اپنی فیلنگز پر کنٹرول نہیں کر سکتا تھا۔ وہ ابھی معصوم سی چڑیا ہے۔" وہ خود کو اپنی بے خودی پر ملامت" کرتا اسکے پیچھے گیا۔

ساتھ میں بیگ لے جانا نہیں بھولا۔

رومیصہ!" وہ محبت سے پکارتا اسے ڈھونڈتا کچن میں آیا تو وہ فریج کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔ ہادی اسکا آنچل دیکھ کر" مسکراہٹ دبا گیا۔

اچھا تم کہیں بھی ہوسن لو میں جارہا ہوں آؤٹ آف سٹی تین دن کیلئے، اپنا خیال رکھنا مائی ہارٹ بیٹ۔" وہ کہتا اب اپنے اس جھوٹ کا انجام دیکھنا چاہتا تھا اس لئے پینٹ کی جیب میں انگوٹھے پھنسا کر کھڑا ہو گیا۔ کالے گھنے بال ہلکی سی شیو پر ہلکھی سی مونچھیں سرخ وسپید رنگت، بھوری آنکھیں دراز قد وہ ایک خوبصورت نوجوان تھا۔ جس کی زندگی میں تین عورتیں ہی تھیں۔ ایک زندگی سے عزیز ماں، دوسری جان عزیز دوست ہانیہ، تیسری اور آخری اسکی دھڑکنوں کی ملکہ اسکے جینے کی وجہ رومیصہ اسکی بیوی۔

اس نے سوچا نہیں تھا کوئی اس طرح سے چپکے سے اسکے دل میں گھر بنا کر بیٹھ جائے گی اور وہ اتنا شدت پسند ہو جائے گا کہ اسکا کسی کی طرف دیکھنا گوارا نہیں کرے گا سوچنا تو دور کی بات تھی۔ اسکے معاملے میں وہ بہت شدت پسند اور جنونی تھا۔ اسکے بس میں ہوتا تو وہ اپنا سینہ چیر کر اسے اندر چھپا دے۔ رومیصہ جو اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ رکھے اسکی آواز سن کر چھپ کر کھڑی تھی، اسکے جانے کی بات پر اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔

ایسے کیسے ہادی اگر آپ گئے تو میں بھی واپس چلی جاؤں گی۔ مجھے یہاں نہیں رہنا اکیلے، بار بار چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔" وہ روتی ہوئی ایکدم باہر آکر بھاگتی اسکے سینے میں منہ چھپا کر اسکے چوڑے وسیع سینے کے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بنا گئ۔

کہاں گئی شرم، خوف اور جھجھک؟ یاد تھا تو بس اتنا کہ وہ پھر اسے چھوڑ کر اتنے دن کیلئے جا رہا تھا۔ ہادی نے مسکراتے اسکے گردن میں بازو ڈالے اور اسے اوپر اٹھاتے اپنے کندھے پر ڈال لیا۔ وہ جو روتی ہوئی اپنے حصار میں جکڑے کھڑی تھی اس ڈر سے کہ وہ ابھی چلا نا جائے۔ اس اچانک افتاد پر اسکا منہ کھل گیس۔

آہ! ہادی!! نیچے اتاریں۔" وہ ڈرتی اسکے کندھے کو پکڑ گئی اور وہ مسکراتا ایک ہاتھ اسکی کمر میں ڈالے دوسرے سے بیگ" پکڑے اسے لے کر اوپر چھت کی طرف جاتی سیڑھیاں پر چڑھا۔

چھت پر آکر اس نے سیاہ آسمان کو دیکھا جہاں ہر طرف ستارے جگمگا رہے تھے اور بیچ میں چاند اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اس نے آہستہ سے اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا۔ وہ بغیر دوپٹے کے اس سحر انگیز ماحول میں آکر جھجھک کر نظریں جھکاتی اسکی طرف سے رخ موڑ گئی۔

ایک تو تم شرماتی اتنا ہو دل کرتا ہے تمہیں کھا جاؤں۔" اس نے شیر کی طرح غرا کر اسکے کندھے کو منہ میں جکڑنا چاہا وہ" وحشت زدہ سی اچھل کر اس سے دور ہوئی۔

ہادی آپ مجھے بار بار ڈرا رہے ہیں۔" اس نے بھرائی آواز میں ڈبڈباتی نظروں سے دیکھتے کہا تو وہ ہنس پڑا۔"

پھر تم ری ایکٹ بھی تو ایسا کرتی ہو کہ دل کرتا ہے ڈراتا جاؤں۔" اس نے قہقہہ لگاتے کہا۔"

رومیصہ اپنی خوف سے دھک دھک کرتی دھڑکنیں سنتی اسے یوں ہنستے دیکھ کر منہ بسور گئی۔ اس خوبصورت ماحول کو دیکھنے لگی۔ وہ معصومیت سے مسکراتی اس سحر میں کھو سی گئی۔ پورا چاند دیکھنا تو اسے بچپن سے پسند تھا، اور اب یوں کھلے آسمان میں اسے یوں جگمگاتے دیکھ کر وہ بے خود ہونے لگی۔ وہ جھک کر وائلن کو بیگ سے نکالتا اسکی پشت کو دیکھنے لگا۔ جیب سے چاکلیٹ نکال کر اسکے پیچھے آیا۔ ہاتھ دونوں اسکے سامنے کرتے ٹھوڑی اسکی گردن پر ٹکائی۔

ہادی آپ نہیں ہوتے تو میں اماں کے ساتھ ہی مر جاتی۔" اس نے ایک سسکی لی ہادی نے جھٹکے سے اسکے گال کو دیکھا۔"

شش!! خبر دار ایسی کبھی کوئی بات کی۔ مار کھاؤ گی ہارٹ بیٹ۔" غصے سے کہتے وہ اسکے سامنے آیا اور اسکا معصوم چہرا" ہاتھوں کے پیالے میں بھر کر صاف کرنے لگا۔ چاکلیٹ اسکے لبوں سے لگائی وہ سوں سوں کرتی اس پر دانت گاڑھے اسے دیکھنے لگی۔

کھاؤ۔" ہادی اسے دانت رکھے دیکھ کر بولا۔"

سارا کھاؤں؟" آنکھیں جھپک کر ایک چمک سے پوچھنے لگی۔"

تمہارے لئے ہی ہے مائی ہارٹ بیٹ۔" اسکے کہنے کی دیر تھی کہ رومیصہ نے بڑا سا منہ کھول کر ایک بڑا بائٹ لے لیا۔" ہادی آنکھیں پھیلائے اسکے بھرے منہ کو دیکھنے لگا۔ وہ مسکراتی آنکھیں میچ کر کھانے لگی۔ اور پھر سے اسکے ہاتھ کو پکڑ کر بائٹ لیا۔

بہت ٹیسٹی ہے ہادی آئی لو چاکلیٹ آئسکریم۔" سر اوپر کو اٹھائے وہ بمشکل منہ کھولے بات مکمل کرتی پھر سے کھانے" لگی۔

بس کرو اتنا نہیں کھاتے۔" اسے پورا کھانے کی کوشش کرتے دیکھ کر ہادی ٹوک کر چاکلیٹ دور کر گیا اسکے منہ سے۔"

نو ابھی تو میں نے صرف ایک بائٹ لیا ہے مجھے پوری کھانی ہے۔ ہادی کتنے دن ہوئے نہیں کھائیج میرا دل کر رہا تھا آپ" سے کہنے کیلیئے پر آپ میری دل کی خواہش میرے کہے بغیر جان گئے ہیں تو اب کھانے بھی دیں ناترسا کیوں رہے ہیں؟" وہ محبت سے آنکھیں پٹپٹا کر اسکے گلے میں بانہیں ڈال کر بولی۔

نہیں اتنا نہیں بس جتنا کھانا تھا کھالیا اور پلیز جھوٹ سے مجھے سخت نفرت ہے جھوٹ نا بولو ایک نہیں پورے تین بڑے" بڑے بائٹ لیے تم نے۔" وہ چھوٹا سا بائٹ خود بھی لے کر بولا۔

رومی نے مایوس ہو کر اسکی گردن سے بانہیں نکالنی چاہیں کہ اسی پل ہادی نے اپنا بازو اسکی نازک کمر میں ڈال لیا اور دوسرے سے وہ چاکلیٹ کھانے لگا۔ رومیصہ اسے یوں کھاتے دیکھ کر سینے پر سر رکھتی رونے لگی۔

ہادی مجھے بابا کی بہت یاد آرہی ہے۔ وہ ہوتے تھے مجھے پورے چاکلیٹ لا کر دیتے اور خود کھاتے بھی نہیں تھے۔" وہ ہچکی" بھرتی ترسی نگاہوں سے اسکے منہ کی طرف جاتے چاکلیٹ کو دیکھتی جھپٹنے لگی کہ اسی پل ایکدم اس نے ہاتھ بلند کر دیا وہ منہ بسورتی اسے گھورنے لگی۔

بھکّڑ!" وہ اس کے غصے سے سرخ ہوتے نقوش دیکھ کر ہنسا اور اسکے لبوں کے قریب چاکلیٹ کی۔ وہ خفگی سے اسے دیکھتی" تو کبھی چاکلیٹ کو جس سے وہ کئی بائٹس لے چکا تھا۔

چھوڑیں مجھے نہیں کھانا۔" وہ منہ پھیر کر اپنے پیچھے سے اسکے ہاتھ نکالنے لگی۔"

جس پہ ہادی نے پُر تپش نظروں سے دیکھتے اسے مزید اپنے سینے سے بھینچا۔ رومیصہ نے گھبرا کر دونوں ہاتھ اسکے سینے پر رکھتے فاصلہ قائم کرنا چاہا پر وہ ایسے کسی موڈ میں نہیں تھا۔

ہوں" اسے مزاحمت پر اترتے دیکھ کر ہادی نے آنکھیں دکھائیں۔"

کیا تم مجھ سے ایک چاکلیٹ نہیں شیئر کر سکتی اپنے ہادی سے؟" چاکلیٹ اسکی چھوٹی سی ناک پر لگاتے وہ بولا۔ رومیصہ اسے" دیکھنے لگی، اسکی نظروں میں دکھ و تاسف دیکھتے وہ شرمندہ ہوگئی۔

ایسی بات نہیں ہادی وہ بس آپ نے پہلے کبھی کھائی نہیں نا۔ پھر آج اچانک کھا گئے اور مجھے کھانے بھی نہیں دے رہے" پھر میں کیا کرتی غصہ نہیں کرتی؟" اس نے شرمندگی سے صفائی دی۔

تو اب کر لو گی شیئر یا مجھے الگ رکھو گی؟" اس نے محبت سے پوچھا اور رومیصہ نے اسکی آنکھوں میں دیکھا جہاں محبت کا" ایک جہاں آباد تھا۔

کر لوں گی سب شیئر۔" وہ کہتی اسکے سینے میں شرم سے چہرہ چھپا گئی۔ ہادی کو لگا جیسے وہ برف کے پہاڑوں تلے آ گیا ہو اسکے" اندر تک ٹھنڈک اتر گئی۔

یہ تو میں ایسے ہی پوچھ رہا تھا ہارٹ بیٹ، تم نہیں بھی کرتی تو میں وہ پاگل شخص ہوں تم سے تمہیں چھین سکتا ہوں تو تمہاری" بے جان چیزیں کیا مجھ سے بھاگیں گی۔" وہ اسکے سر پر بوسہ دیتا جنونیت کی انتہا سے بولا۔ ساتھ لا کر بیگ کے پاس آتے وائلن ایک طرف رکھتے اسے الٹا کیا فرش پر اور اس سے نکلتی چیزیں دیکھ کر اسکی آنکھیں پھیل گئی۔ بیگ سے گرتے لاتعداد چاکلیٹس اور کینڈیز دیکھتے وہ آنکھیں پھیلائے خوشی سے سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ نیچے بیٹھی۔

اتنے سارے۔" وہ خوش سے اسے دیکھتی چیخی۔"

ہاہاہاہا! یس ہارٹ بیٹ اتنے، یہ سب تمہارے ہیں جو تمہیں اتنے دن سے نہیں مل رہے تھے، پر یاد رکھنا اگر اس میں روز" ایک کے بجائے زیادہ کھایا تو اگلے ہی لمحے یہ تمہیں باہر سڑک پر نظریں آئیں گے۔" وہ پہلے اسکی حیرت سے پھٹی بڑی سی آنکھیں دیکھ کر ہنسا اور پھر اسکی سرخ زبان کو لبوں پر گھومتے دیکھ کر وارن کرنا نہیں بھولا۔

ہادی یہ وائلن؟" اب اسکی نظر پاس پڑے وائلن پر تھی۔"

یہ میری مام کا ہے جو مجھے دیا تھا، مام کے بعد میں نے کبھی اسے چھوا نہیں بس دیکھتا تھا پر آج دل کر رہا تھا کہ تمہارے سنگ" اتر جاؤں محبت کی دنیا میں۔" وہ وائلن اٹھائے اسکی طرف ہاتھ بڑھاتے بولا۔

رومیصہ ایکدم کینڈی اٹھا کر منہ میں ڈالتی اسکا ہاتھ تھام گئی۔ ہادی نفی میں سر ہلاتا رہ گیا۔ وہ بھی اسکے ایسا کرنے پر جھینپ گئی۔ اس نے ایک ہاتھ میں وائلن تھاما دوسرے سے رومیصہ کو گھما کر اپنے سینے سے اسکی پشت ٹکائی۔ وہ اس کے گول

گھمانے پر ہنس پڑی اور ہادی اسکے آگے وائلن کرتا اسکے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹھوڑی اسکے کندھے پر ٹکائے خوشی سے دمکتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

ریڈی؟" اس نے کان میں سرگوشی کی وہ سر ہلا گئی۔"

کچھ سکینڈ بعد فضا میں ایک سحر انگیز دھن گونجی۔ رومیصہ کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

I'll love you forever....

اس نے مدھم سی یہ دھن اس سیاہ رات میں اسکے چہرے کو دیکھتے گنگنائی۔

رومیصہ گہرا سانس بھرتی سر اسکے سینے سے ٹکائے سامنے چاند کو دیکھنے لگی۔

You are so beautiful ,my love

You're everything I've been dreaming of

I wanna spend my life with you

You are so precious in that dress

Crying but I'm filled with happiness

You are my world , my life

I'm gonna give you all the best of me

I promise you, i won't hurt you

I will never let you down

Believe me when i say

I Love you so much and that won't change

I promise you through age, I'll forever love you the same

I'll love you forever ,i will

I can't imagine life alone

Day and night without you to hold

I need you here, next to me

Seeing you walk right down the aisle

I'm wiping my tears away as i smile

I can't wait to make you my heartbeat

I'm gonna give you all the best of me

I promise you i won't hurt you,

I will never let you down

Believe me when i say

I love you so much and that won't change

I promise you through age, I'll forever love you the same

I'll love you forever ,i will

I'm gonna give you all the best of me

I promise you i won't hurt you ,

I will never let you down

Believe me when i say

I love you so much and that won't change

I promise you through age, I'll forever love you the same

I'll love you forever , I will

I'll love you forever

اس نے آخری دھن فضا میں چھیڑتے اسکے کان پر اپنے لب رکھے وہ آنکھیں موندے اسکے سحر میں جکڑی کھڑی تھی اسکے لمس پر سٹپٹا کر ہوش میں آئی اور نظریں جھکا گئی۔

آپ بہت اچھا گاتے ہیں، آپکی آواز بہت خوبصورت ہے، اور یہ وائلن بنا ہی آپکے لئے ہے۔" وہ پلٹ کر لرزتی پلکوں سے" کہتی وہاں سے بھاگ گئی۔

سنو!" وہ وائلن رکھے کر اسے بازو سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتا اسے پکڑ گیا۔"

ہ۔۔ہادی!" وہ جو سیڑھیاں اترنے والی تھی"

اسکے اچانک کھینچنے پر لہراتی پلٹ کر اسکے سینے سے لگی۔ وحشت سے پھیلی آنکھوں سے اسے دیکھتی دھک دھک کرتے دل پر ہاتھ رکھا جو پسلیاں توڑ کر باہر کو آرہا تھا۔

اعزاز میں کچھ نہیں ملے گا؟" اسکے بال جو ہوا میں لہرا رہے تھے چہرے سے پیچھے کرتے بھاری لہجے میں پوچھتے وہ اسکی جان" ہوا کر گیا۔

رومیصہ اسکی آنکھوں میں ٹھاٹھیں مارتے جذبات کے سمندر کو دیکھتی، اسکی کچھ دیر پہلے کی شدتیں یاد کرتی سر نفی میں ہلانے لگی۔ ہادی مسکراتے ہوئے اسکے گال پر ہاتھ رکھ کر انہیں سہلانے لگا۔ وہ اسکی اٹھتی گرتی پلکوں کا رقص بہت دلچسپی سے دیکھنے لگا۔

ریلیکس!" اسکے بالوں کی لٹ کو کان کے پیچھے کرتے اسکے کان کو انگلیوں کے لمس سے سرخ کر دیا۔ وہ سمٹ کر اسکے سینے" پر رکھی بھیگی ہتھیلیاں اسی کی شرٹ پر صاف کرنے لگی۔

****

ہادی اسکی معصوم سی حرکت پر دلکشی سے مسکرادیا اور اسکی ٹھوڑی کو پکڑ کر اونچا کرتے اسکے چہرے پر جھکا۔

ایک بار پھر وہ آنکھیں میچے بے بسی سے اسکے حصار میں اسکی شدت جھیلنے لگی۔

جاؤ" اسکے لبوں کو اپنی قید سے آزاد کرتے ہلکا سا چھو کر بولا۔"

وہ لڑکھڑا سی گئی، ہادی نے اپنی متاع جان کو اپنے بازوؤں میں تھاما۔

سنبھل کر۔" اس نے مسکرا کر شرارت سے کہا۔ وہ سنبھالتی ریلنگ کو تھام کر وہاں سے جانے لگی۔۔"

اس کے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترتے نظروں سے اوجھل ہونے تک وہ وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ پھر مسکرا کر پلٹا۔ بالوں میں انگلیاں پھنسا کر ایک بار پھر پلٹ کر دیکھا مگر وہاں سیڑھیاں ویران دیکھ کر وہ دل مسوس کر رہ گیا۔

اپنے منہ میں کینڈی کا ذائقہ محسوس کرتے وہ ہنسا اور وائلن اٹھا کر دیوار سے ٹیک لگاتے بیٹھے لمحوں میں کھو کر دنیا جہاں سے غافل ہو گیا

وائلن کی سحر انگیز دھن، بیڈ پر سر رکھے بلینکٹ میں گھسی رومیصہ کی نیندیں اڑا گئی تھی۔

پر وہ اسکے پاس جانے کا رسک نہیں لے سکتی تھی۔

کچھ دیر بعد گزرے لمحات جب اسکی نظروں کے سامنے گھومے تو وہ سرخ سی ہوتی مسکراہٹ دبائے بلینکٹ منہ تک اوڑھ گئی۔ پھر نیند کی پری اس پر مہربان ہو گئی۔

پھر اسے معلوم نا ہوا، کب وہ آیا اور کب اسے اپنے حصار میں لیے سو گیا۔

صبح جب اسکی آنکھ کھلی تو خود کو اسکے حصار میں پا کر اس نے خوبصورت سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنا ہاتھ اسکے رخسار پر رکھا۔

یہ اسکی ہتھیلی کی نرماہٹ تھی کہ وہ آنکھیں کھول کر اسے دیکھتا اسکے ہاتھ کو لبوں سے لگا کر اپنے گال کے نیچے رکھتا اسے خود میں بھینچ کر پھر سے سو گیا۔

*_________________________________*____*

خود پر ہوتے مسلسل حملے سے وہ خود کو بچاتا خان مینشن پہنچا۔

بائیک پارکنگ ایریا میں روکتے وہ اترا اور مسکراتے ہوئے جیب سے ڈائمنڈ کی انگوٹھی نکال کر ہتھیلی پر رکھی اور وہاں سے اندر کی طرف بڑھ گیا۔

اتنے دن بعد اسے دیکھنے کا سوچ کر اسکی دھڑکنیں بڑھ رہی تھیں۔

لبوں پر ایک بہت خوبصورت تبسم تھا۔

وہ دھڑکتے دل سے لاؤنج میں قدم رکھتا سامنے نظریں اٹھا کر دیکھنے لگا۔ اسے لگا اسکی دھڑکنیں ساکت ہو گئی ہیں۔

وہ سامنے ہی آج پھر دنیا جہاں سے اکتائی بیٹھی صوفے کی پشت سے سر ٹکائے اپنی خالی نظریں ایل ای ڈی پر ٹکائے بیٹھی تھی۔

بہزاد کے لب اسکی پشت پر پھیلے گولڈن بالوں کی لمبائی دیکھ کر مسکرائے۔

"میڈم!" اسکی پکار کافی مدھم تھی پر دوسری طرف تو جیسے سماعتیں اس ایک آواز کی ہی منتظر تھیں۔ وہ ایک جھٹکے سے مڑی اور اسکی طرف حیرت سے دیکھنے لگی۔

وہ سامنے کھڑا تھا۔ بالکل ویسے کا ویسا، پر آج صرف اسکی آنکھیں نہیں چمک رہی تھیں بلکہ چہرہ بھی انجانی خوشی سے دمک رہا تھا۔ وہ جانتی تھی یہ خوشی کس بات کی تھی۔

اسکی نظریں ڈبڈبا گئیں۔ وہ ٹرانس کی سی کیفیت میں چلتی ہوئی بالکل اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

"کیسی ہیں؟" اسکے سامنے آنے پر وہ اپنی آنکھوں کی پیاس بجھاتا بولا۔

کچھ فاصلے پر کھڑے عبداللہ نے آنکھیں گھمائیں۔

"عبی!" اس نے عبداللہ کو پکارا۔

"یس بے بی!" وہ مؤدب سا آگے بڑھا۔

"کتنے دن سے یہ غائب تھا؟" اس نے عبداللہ سے پوچھا۔

"بے بی پورا ایک ماہ۔" اس نے مسکراہٹ دباتے بتایا۔

بہزاد نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔ وہ کچھ سمجھتا یا کچھ کہتا اس سے پہلے ہی اسکا نازک سا ہاتھ گھوم کر اسکے گال پر پڑا۔

عبداللہ سر ہلا کر پیچھے ہو گی۔

بہزاد نے غصے سے پیچھے کھڑے چمچے کو دیکھا۔

"کہاں تھے تم؟" وہ سپاٹ لہجے میں پوچھنے لگی۔

بہزاد ان نم سبز نین کٹوروں کو دیکھنے لگا۔

"یہ لینے گیا تھا۔" اس نے اپنی ہتھیلی سامنے پھیلائی، جہاں ایک چمکتی ہوئی ڈائمنڈ کی رنگ رکھی تھی۔

وہ ڈبڈباتی نظروں سے اسکی ہتھیلی دیکھنے لگی۔

"بھیک مانگنے گئے تھے؟؟" وہ اذیت سے چیخی۔

"میں حارث صاحب سے اجازت لے کر گیا تھا۔" وہ سر کھجاتے بولا۔

"شٹ اپ! تمہاری مالکن میں ہوں، انڈرسٹینڈ وائلڈ مین!" وہ غصے سے چلائی۔

"تھنکو میڈم، یس میڈم!" اسکے سر کو خم دے کر کہنے پر وہ گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

ایک آنسو ٹوٹ کر فرش پر گرا۔

"بہت بدلی بدلی سی لگ رہی ہیں میڈم!" وہ اسکی پشت پر پھیلی سنہری زلفیں اور سیاہ شلوار قمیض میں گلے میں دوپٹہ پہنے دیکھ کر سرگوشی میں بولا۔

"یاد کیا مجھے؟" وہ ڈبو ڈبو کر تیر مار رہا تھا۔ بالکل انجان بن رہا تھا اس پر بیتی قیامت سے۔۔

وہ خاموشی سے اسکی ہتھیلی میں رکھی رنگ کو دیکھتی سر نفی میں ہلانے لگی، وہ ہنس پڑا۔

میں تمہیں اس جاب سے فارغ کرتی ہوں، پلیز چلے جاؤ یہاں سے، لوٹ جاؤ اپنی پہلے والی زندگی میں۔" وہ اچانک چیخی" اور آخر میں روتی ہوئی التجا کرنے لگی۔ زور سے ہاتھ مار کر اسکے ہاتھ پر رکھی رنگ پھینک دی۔

یہ سب اس قدر اچانک ہوا کہ اسے سنبھلنے کا موقع بھی نا ملا۔

وہ اسکی ازلی طبیعت سے واقف تھا اس لیے ہنس پڑا۔ "اپنے ڈاگز کا ڈنر نہیں بنائیں گی؟" محبت پاش نظروں سے دیکھتے وہ شریر لہجے میں گویا ہوتا مقابل کے سینے میں خنجر گھونپ گیا۔

وہ روتی ہوئی بے بسی سے پیچھے کھڑے عبداللہ کو دیکھنے لگی۔

"عبی! آپ اس وائلڈ مین کو بتائیں کہ میرا نکاح ہو گیا ہے۔ دفع کر دیں اسے میری نظروں سے دور، دھوکے باز ہے یہ۔" وہ مڑ کر بے بسی سے پیچھے کھڑے عبداللہ پر چیخی۔

آپ نے تو کہا تھا کہ وہ رنگ آپکے لائق نہیں تھی تو پھر میں لائق بننے گیا تھا۔ اس نے حیرت سے دیکھتے کہا۔"

ہانیہ کا دل کیا اسکے سینے میں چھپ جائے۔ اسے کہے مجھے کہیں چھپا دو۔ تم ہی میرے بیری ہو۔

پر نہیں، اب تو اسکا سوچنا بھی گناہ تھا۔ اس دیو نے اسے قید کر لیا تھا اور وہ کچھ بھی نا کر سکی تھی۔

میں نے کب کہا تھا مجھے دولت چاہیے؟ میں نے کب کہا کہ مجھے ڈائمنڈ رنگ پہناؤ؟" وہ بکھری بکھری سی بول رہی تھی۔ وہ" اسے دیکھنے لگا۔

اندر جیسے کہیں ٹھنڈک سی اتر گئی تھی۔

جاؤ پلیز چلے جاؤ۔" وہ اسکے سینے پر ہاتھ رکھتی اپنے باپ کے آنے سے پہلے اسے یہاں سے بھیجنا چاہتی تھی۔"

وہ اسے خود سے پرے دھکیلنے دینے لگی۔ وہ لڑکھڑا کر گر جاتا اگر وہ گھبرا کر اسکے بازو کو نا پکڑتی۔

جاؤ وائلڈ مین پلیز!" اسکا بازو چھوڑ کر وہ اسکے سامنے ہاتھ جوڑ گئی۔"

پیچھے کھڑا عبداللہ اس بے رحم کا کھیل دیکھ رہا تھا۔

چلے جاؤ دور۔۔۔ چاہو تو تانیہ کے باڈی گارڈ بن جاؤ۔" وہ بکھری ہوئی تو پہلے سے تھی۔ اب ٹوٹ بھی گئی تھی۔"

پینڈنٹ کے ساتھ اسکی دی ہوئی پلاسٹک کی رنگ کو دیکھتے وہ پوچھنے لگا۔ "B" جاؤں؟" اسکے گلے میں پہنے "
تو میڈم یہاں چھپائے رکھتی تھیں۔" اس سوچ کے آتے اس نے بہت مشکل سے لبوں پر امڈتے تبسم کو چھپایا۔ "
جاؤ۔" اس نے پھر اسے پیچھے دھکا دیا۔ "
سوچ لیں۔" وہ جیسے وارن کرنے لگا۔ "
ہانیہ نے سوجی ہوئی سرخ آنکھوں سے اسکی طرف دیکھا۔
یہ سمجھ کیوں نہیں رہا؟ جب کہہ رہی ہوں جاؤ تو پھر کیوں بار بار پوچھ رہا ہے یہ عبی!" وہ دونوں ہاتھوں سے اپنے بال نوچتی"
کوئی پاگل لگ رہی تھی۔
میڈم!" وہ تڑپ کی اسکی طرف بڑھا۔ وہ ایکدم اس سے دور ہوئی۔ "
نہیں ہوں تمہاری میڈم اب دفع ہو جاؤ بہزاد۔" اتنے عرصے میں پہلی بار اسکا نام لیا تھا اس نے۔ ایک پل کے لیے اسکی"
دھڑکنیں خود ساکت پڑیں۔ سامنے والے وجود کی اس سے بری حالت تھی۔
آپ کی زندگی کا حصہ ہوں میڈم ایسے ہی چلا جاؤں؟" نیچے پڑی رنگ کو دور پھینک کر وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتا جنون"
سے بولا۔
ہانیہ ساکت سی اسے دیکھنے لگی۔ وہ بھی بغیر پلکیں جھکائے اسے دیکھنے لگا۔
ایک بار پھر مر وگے، پھر مجھے اذیت دوگے۔" وہ روتی ہوئی نفی میں سر ہلاتی وہاں سے بھاگ گئی اور وہ اسکی پشت تکتا رہ"
گیا۔
شرم کی گولی ہوتی تو پہلے تمہیں کھلاتا۔" وہ ہنسا جب کان میں لگے بلیوٹوتھ ڈیوائس سے عبداللہ کی آواز گونجی۔ "
میرا بھی تمہارے بارے میں یہی خیال ہے۔" دانتوں کی نمائش ڈھیٹ بن کر کرواتے وہ بولا۔ "
کوئی یقین کر سکتا تھا کہ یہ وہی بہرام بہزاد ملک ہے جس کا رعب و دبدبہ ایک دنیا پر طاری تھا۔ "
تم!" پیچھے سے آتی حارث صاحب کی آواز پر وہ حیران ہو کر پلٹا۔ "

سر آپ! میں آپکا ہی انتظار کر رہا تھا۔" اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

حارث صاحب نے غصے سے اس نمک حرام کو دیکھا۔

آپکا سارا پیسہ میرے اکاؤنٹ میں ہے سر۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے بہزاد کے لفظوں نے ان کی آواز حلق میں ہی دبا" دی۔

انھیں کمشنر پر جی بھر کر غصّہ آیا۔ ایک دو ٹکے کے باڈی گارڈ کو نہیں مار سکا وہ۔

اسکی اطلاع انہیں دھمکی جیسی لگی۔ وہ کچھ پل خونخوار نظروں سے اسے گھورتے رہے۔ وہ بے خوف انکی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

سر یہاں دیکھیں۔" ابھی منہ کھولا ہی تھا کہ عبداللہ نے بیچ میں ٹانگ اڑائی۔"

اسکی حیرت بھری آواز پر حارث صاحب اور بہزاد کے پیچھے دیکھنے لگے۔

یہ۔۔۔یہ فواد!" سامنے سے بہزاد کو ہٹاتے وہ بدحواس ہوتے اسکرین کی طرف بڑھے اور والیم بڑھا دیا۔"

ناظرین آپکو بتاتے چلیں دنیا کے مشہور بزنس مین بہرام بہزاد ملک، جنھوں نے اپنے نئے پراجیکٹ کا ٹینڈر کئی ممالک" کے بزنس مینز کی آفرز کو ٹھکرا کر پاکستان کے مشہور بزنس مین فواد چوہان کی ایمانداری کو دیکھتے انہیں سونپا تھا اور ٹینڈر دیتے ہوئے انہوں نے یہ باور کروایا تھا کہ انہیں ملاوٹ، دھوکے اور جھوٹ سے سخت نفرت ہے۔ اسکے باوجود فواد چوہان نے وہ سب کیا جسے کوئی بھی ایماندار بزنس مین نہ کرے۔ انہوں نے نا صرف میٹیریل میں ملاوٹ کی بلکہ بڑی دیدہ دلیری "سے ان سے دعویٰ کیا کہ انہوں یہ سب نہیں کیا۔ یہ انکے مینیجر کا فالٹ تھا۔

اوہ مائے گاڈ! فواد یہ کیا کیا؟ اتنی لالچ؟؟"

ایل ای ڈی کی بڑی سی اسکرین پر اب فواد چوہان کے گھر کا منظر دکھایا جا رہا تھا۔

جسے چاروں طرف سے میڈیا نے گھیرا ہوا تھا۔ جیسے وہ گیٹ توڑ کر اندر گھس جائیں گے۔

صورتحال اس قدر خطرناک لگ رہی تھی کہ حارث خان خود بوکھلائے سے یہاں وہاں چکر کاٹنے لگے۔

انکے دماغ کی شریانیں پھٹنے کے قریب تھیں۔ غصہ اتنا تھا کہ ابھی جا کر اسکا گلا پکڑ لیں کہ کیا ملا اتنی لالچ سے۔

اچھا خاصا اسمگلنگ سے اتنا مل رہا تھا۔ شاندار بزنس تھا۔ پھر کیوں ملاوٹ کی؟

اور پھر ہمت تو دیکھو دھوکا دہی بھی کسی عام بندے سے نہیں، دنیا کے ٹاپ لسٹ میں سیکنڈ پوزیشن پر آنے والے بزنس مین سے۔

اس نے اپنی بربادی کو خود دعوت دی تھی اب وہ کیا کر سکتے تھے۔

آپ نے کیا سوچا سر؟" بہزاد خاموش کھڑا انکا حال دیکھ رہا تھا۔ عبداللہ نے انکی پریشانی بھانپتے پوچھا۔"

کیا سوچنا ہے؟ میں کیا کر سکتا ہوں؟؟ اس نے یہ سب کچھ خود کیا ہے، اب جائے بھاڑ میں۔" وہ غصے سے بولے۔"

ڈر تو انہیں اس سب کا تھا کہ اب جب وہ مکمل برباد ہو گیا تھا تو ضرور اسکے گلے پڑے گا۔ وہ جانتے تھے کہ وہ ایک نمبر کا چالباز اور مطلبی آدمی تھا۔ جو اپنوں کا نہیں ہو سکا تھا تو انکا کیا ہوتا۔

ہم آپکی کوئی مدد کر سکتے ہیں سر؟ بہزاد کے پوچھنے پر انہوں نے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور خاموش نفی میں سر ہلا گئے۔"

سر! ہمیں چلنا چاہیے فواد صاحب کے پاس۔ انہیں آپکی ضرورت ہو گی۔" عبداللہ نے کہا پر وہ انکار کرتے دونوں کو مایوس" کر گئے۔

نہیں۔" ان دونوں کو منع کرتے وہ اوپر آ گئے۔ ہانیہ کے روم کا دروازہ کھول کر اندر دیکھا جہاں وہ زمین کو گھورتی بیڈ پر" بیٹھی تھی۔

وہ مطمئن ہوتے وہاں سے نکلے اور اپنے روم میں گئے۔ موبائل نکال کر اس پر فواد کا نمبر ڈائل کیا۔

یہ میں کیا دیکھ رہا ہوں فواد، یہ ٹی وی چینلز پر ہیڈ لائنز کیا بتا رہی ہیں؟" روم میں آ کر ایل ای ڈی آن کرتے ہوئے حارث" صاحب نے فواد چوہان کے فراڈ کی نیوز دیکھتے فون پر پوچھا۔

حارث! میں تباہ ہو گیا۔ حارث!! مجھ سے دھوکا ہوا ہے۔ میرا سب کچھ ختم ہو گیا ہے۔" وہ چیخ رہا تھا۔ دھاڑیں مار رہا تھا۔"

حارث صاحب بوکھلا گئے۔

یہ ہوا کیسے ؟ جب تم سے بہرام ملک نے کہا تھا کہ اسے بے ایمانی اور دھوکے بازی سے نفرت ہے پھر تم نے کیوں یہ سب" کیا؟ فواد! ہر جگہ ایسا نہیں چلتا۔ کہیں ذرا سی ایمانداری دکھاؤ گے تو جگہ بنا پاؤ گے۔ نیوز دیکھو کیسے تمہارا فراڈ دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اب کوئی نہیں کرے گا تم سے بزنس۔ فراڈی نام دے دیا ہے تمہیں دنیا نے؟" حارث صاحب بول رہے تھے اور فواد صاحب اپنے پندرہ سال کی جمع پونجی منٹوں میں ہارتے دھاڑیں مار رہے تھے۔

انکے مسلسل بین پر دکھتے کانوں سے حارث صاحب نے غصے سے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

پیسے تو انہیں بھی چاہیے تھے۔ انہیں بھی اس بلا کا نشہ تھا پر انہوں نے اتنی ہوس نہیں دکھائی جتنی فواد نے دکھائی تھی اور یہی ہوس اسے لے ڈوبی تھی۔

حارث خان اب خاموش بیڈ پر بیٹھے زمین کو گھورنے لگے۔

-----------------------*------*

میں یہاں ڈیوائس رکھ رہا ہوں۔ تمہیں اسکے کوٹ میں لگانا ہے یاد سے، ریکارڈنگ ڈیوائس ہے۔" وہ تسمے باندھنے کے" بہانے اوپر دیکھتا نیچے ڈیوائس رکھ کر کھڑا ہو گیا۔

تم مجھے ہاتھ میں دے سکتے تھے۔" عبداللہ نے کان میں لگے بلیوٹوتھ میں دانت پیس کر کہا، بہزاد مسکراہٹ دبا گیا۔" دوسری طرف آئی جی ان دونوں کی حرکت پر کھول اٹھے۔

کیپٹن بحث چھوڑو۔ ہمارے پاس وقت کم ہے۔ تمہیں منسٹر کو لے کر جانا ہو گا فواد چوہان کے پاس، اب کچھ بھی کرو مگر" جلدی۔" بریگیڈیئر محمد یوسف نے آرڈر دیے۔

ہمم" لبوں کو آپس میں باہم جوڑ کر انہیں اوکے کا اشارہ کیا۔ کچھ دور دیوار سے ٹیک لگائے کھڑے بہزاد پر ایک سرسری" نظر ڈال کر آس پاس دیکھا اور پھر ڈیوائس اٹھالیا۔

مجھے لگتا ہے سر یہ صحیح موقع ہے۔ فواد صاحب پر بے بی کے نکاح کی اصلیت اور کنارہ کشی کرنے کا۔ ورنہ انہیں ساری" امیدیں آپ سے ہوں گی۔ ناک کر کے اجازت ملنے پر عبداللہ نے اندر داخل ہوتے انہیں پریشان دیکھ کر کہا۔

بات تو تمہاری ٹھیک ہے۔" انہوں نے سر ہلایا۔"

یہ جذباتی کرنے کا صحیح موقع تھا جس سے وہ الگ ہو جائیں ورنہ ہم پھنس جائیں گے۔

گاڑی نکالو اور اس باڈی گارڈ کو کہو کہ یہی رہے۔" وہ کوٹ عبداللہ کے ہاتھوں سے پہنتے بولے۔"

وہ سر ہلا کر باہر نکلا۔ لاؤنج میں کھڑے بہزاد کو حکم دیا۔

عبداللہ، حارث صاحب کے ساتھ نکل گیا اور بہزاد نے کوارٹر کی طرف قدم بڑھائے۔

ڈیوائس تو اس نے لگا دیا تھا پر اب اسے اپنے لیپ ٹاپ سے کنیکٹ کرتے ہوئے اس ڈیوائس کو ایکٹو کرنا تھا۔

وہ روم میں آکر دروازہ بند کرتا بیڈ پر بیٹھا۔ شرٹ اوپر کر کے پیٹ سے لگے لیپ ٹاپ کو نکال کر آن کیا۔

اب بس اسے عبداللہ کے اشارے کا انتظار تھا۔

--------------------------------------*

مسلسل آتی کالز پر فواد صاحب نے پریشانی کے عالم میں مینیجر کو دیکھا۔ جو انکے دیکھنے پر نظریں چرا گیا۔

اس وقت انکی پوزیشن بزنس مین فواد چوہان کی نہیں بلکہ ایک ہارے ہوئے جواری کی سی تھی۔

اسکے فراڈ کی نیوز ہر چینل پر چلی تھی۔ مختلف بینکوں سے کالز آنا شروع ہو گئی تھیں۔ جن سے انہوں نے قرضہ لیا ہوا تھا۔

ایک کے بعد دوسری کالز آرہی تھیں پر کوئی ریسو نہیں کر رہا تھا۔ ہادی، فواد صاحب کے مینیجر، وکیل اور سیکرٹری بھی موجود تھے۔

فواد صاحب کو بہت غصہ آیا تھا جب حارث نے انکے چیخنے پر کال ڈسکنیکٹ کر دی تھی۔

وہ ضبط سے موبائل کو گھور رہے تھے اور اب اپنے سامنے بیٹھے بیٹے کو نفرت سے دیکھ رہے تھے۔

اگر یہ پہلے ہانیہ خان پر توجہ دیتا تو آج وہ مچھلی انکے جال میں ہوتی پر نہیں اس نے تو صرف انھیں چونا لگایا تھا۔ کبھی اس لڑکی کی طرف توجہ نا دی۔

سر اب کیا کرنا ہے ؟ آپکی ساری پر اپرٹی نیلام ہو جائے گی۔" مینیجر نے ڈرتے ڈرتے کہا تو فواد صاحب دونوں ہاتھوں میں" سر گرائے بیٹھ گئے۔

وہ تینوں ور کر کہاں گئے ؟ انہیں ڈھونڈو دنیا کے کسی بھی کونے سے لاؤ اور میرے سامنے پیش کرو۔" وہ دھاڑے۔"

پر سر اسکے لیئے بھی پیسے چاہیے ہوں گے اور اس وقت ہماری وہ پوزیشن نہیں۔ مینیجر نے اکاؤنٹس ڈیٹیلز ان کے سامنے" رکھیں۔

جہاں بیلنس صرف دس لاکھ موجود تھا۔

فواد صاحب سفید پڑتی رنگت سے اسکرین کو دیکھنے لگے۔

کہاں گئے میرے سب پیسے ؟" وہ چلا اٹھے اور اسکے ہاتھ سے لیپ ٹاپ چھین کر دور پھینک دیا۔"

ڈیڈ!" ہادی انکی حالت دیکھتے گھبر اکر کھڑا ہوا. وہ کیا کر سکتا تھا بہرام ملک کا جبکہ وہ حق پر تھا۔ اس نے اسکے باپ کو موقع" دیتے اتنا بڑا ٹینڈر دیا اور اسکے باپ نے پھر سے بے ایمانی کی۔

ہر ٹی وی چینلز پر انکی بدنامی کے چرچے تھے۔ صرف اسکے باپ کی وجہ سے، جنہیں دولت کی ہوس اس قدر اندھا کر چکی تھی۔ ایک تو انہوں نے اپنی بساط سے باہر جاکر بہرام ملک سے ٹینڈر لیا اور پھر اسے چیٹ بھی کیا۔

اسکا انجام تو یہی ہونا تھا مگر اس سب کے باوجود اس وقت ہادی چوہان کو اپنے باپ پر ترس آرہا تھا۔ اسے اپنے باپ کی بکھری ہوئی حالت پر رحم آرہا تھا پر وہ کیا کر سکتا تھا۔

باہر گیٹ پر ایک دنیا ان کی حالت دیکھنے کیلیئے بے چین تھی اور ہادی شکر کر رہا تھا اس نے رومیصہ کو اپنے نکاح میں لے لیا تھا بلکہ اسے الگ گھر میں شفٹ بھی کر دیا تھا جو اسکا ذاتی تھا۔

تم نے کیا کیا میرے لیے حرام خور؟ ساری زندگی میرے ٹکڑوں پر پلتے رہے، کبھی اپنے باپ کیلیئے کچھ کیا؟" فواد صاحب" نے پاگل ہوتے لاؤنج میں پریشان کھڑے ہادی کا کالر پکڑا۔

مینیجر، وکیل اور سیکرٹری اس پاگل انسان کو ہکا بکا ہو کر اپنے ہی بیٹے کا کالر پکڑے دیکھنے لگے۔

"سر چھوٹے صاحب کا کیا قصور اس میں؟" سیکرٹری نے ہمت کی۔ فواد چوہان نے دھاڑ کر اسکی باقی کی آواز حلق میں دبا دی۔

"ڈیڈ میں کیا کر سکتا ہوں؟ جتنا کر سکتا تھا کیا آپکے لئے۔" وہ اپنا کالر چھڑوا کر انکی حالت کے پیش نظر سب کچھ نظر انداز کرتا نرمی سے بولا۔

"چٹاخ!! مجھے بیوقوف بنا رہے ہو؟ گدھے۔ نہیں۔۔۔ بنا نہیں رہے، تم مجھے بناتے آرہے ہو بلڈی باسٹرڈ! انہوں نے کھینچ کر اسکے گال پر تھپڑ مارا۔ سب ششدر سے اپنے چھوٹے صاحب کو دیکھنے لگے جو غصے سے اپنے ڈیڈ کو گھور رہا تھا۔

"کیا دیکھ رہا ہے؟ مارے گا مجھے؟ اپنے باپ کو مارے گا، بڑا ہو گیا ہے تُو، بھول گیا اپنا حشر؟" وہ اسکے کالر کو پکڑ کر کھینچتے ہوئے اسے جھنجھوڑنے لگے اور یہاں آکر ہادی کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"انف ڈیڈ! اٹس ٹو مچ!!" وہ جھٹکے سے اپنا کالر چھڑواتا، فواد صاحب کے ہاتھ پکڑ کر ان پہ زندگی میں پہلی بار اونچی آواز میں دھاڑا۔

"کیوں ہمیشہ اپنا کیا مجھ پر ڈالتے ہیں آپ ڈیڈ!! کیا کروں میں آپکے لئے؟ آپ اپنے لالچ میں اندھے ہو چکے ہیں۔ دولت کی ہوس نے آپ کو اندھا اور بہرہ کر دیا ہے۔ میرا قصور کیا ہے؟ کیا کیا میں نے آپ لوگوں کو کہا تھا، مجھے پیدا کریں؟ کہاں ہے میرا قصور؟ بتائیں مجھے یہی ہے نا میرا قصور کہ میں ہانیہ خان کے ساتھ ناجائز ریلیشن نہیں بنا پایا؟ یہی ہے نا میرا قصور کہ میں اسے اپنی طرف مائل نہیں کر پایا؟ ہاں یہی ہے میرا قصور کہ میں اسکی دولت کو ابھی تک آپکے نام نہیں کروا پایا۔" وہ لمحے بھر کو رکا اور انکی پھیلی آنکھوں میں دیکھتے ہذیاتی انداز میں قہقہہ مارا۔

"کیوں ملے وہ جائیداد فواد چوہان کو؟ کیا وہ آپکے باپ دادا کی ہے؟ نہیں نا؟؟ تو کیوں میں وہ چھین کر آپکو دوں؟ وہ مرحوم حدید خان کی جائیداد تھی۔ مرحوم بہزاد خان کی پراپرٹی تھی اور اب وہ پراپرٹی انکی بہو کی یعنی ہانیہ خان کی ہے۔ کہاں ہے یہاں آپکا حق، بتائیں کس وجہ سے، کس رشتے کس حیثیت سے آپ وہ جائیداد لینا چاہتے تھے؟" وہ آج پاگل ہوتا آپے سے

باہر ہو کر چیخ رہا تھا اور دروازے پر کھڑے حارث صاحب عبداللہ کے ساتھ ساکت سے لاؤنج سے آتی ہادی کی چیخیں اسکے لہجے کا درد اسکی بھیگی آواز میں سن رہے تھے۔

ہاں میں نے کیا اسے خود سے بدگمان۔ میں جان بوجھ کر کرتا تھا اسے ہرٹ تا کہ اسے مجھ سے نفرت ہو اور وہ کبھی مجھ سے شادی کیلیئے راضی نا ہو۔ اگر آپ ایک گیمر ہیں، چیٹر ہیں دولت کی ہوس میں تو میں بھی آپ ہی کا خون ہوں۔ ہادی چوہان جس نے آپ سے وعدہ تو کیا دوستی میں چیٹنگ کا پر وہ کبھی چیٹنگ نہیں کر سکا بلکہ آپکے خون نے آپکو چیٹ کرتے ثابت "کر دیا کہ وہ فواد چوہان کا خون ہے۔ غدار، چیٹر، بے ایمان ہادی چوہان۔

اسکے الفاظ گرم سیسے کی مانند حارث صاحب کے کانوں میں اتر رہے تھے۔ انھیں اب اندازہ ہوا تھا کہ کیوں وہ انکی بیٹی سے اکتایا اکتایا رہتا تھا۔ کیوں وہ اس سے بھاگتا تھا۔

کس لئے وہ مجبور و بے بس ہو کر ان کی بیٹی کے آگے پیچھے ہوتا تھا۔

انکے دوست نے انہیں اتنا بڑا دھوکا دیا انکی پیٹھ میں چھرا گھونپا۔

یا اللہ! جس پر بھائیوں جیسا یقین کیا، وہ اس قدر گھٹیا اور دغاباز نکلا۔ "وہ تو صرف کچھ دیر پہلے کی سوچ کو اپنا وہم سمجھ کر سر" جھٹک گئے تھے پر یہ تو حقیقت تھی۔ جو انکی سوچ میں سمائی تھی۔

وہ میری معصوم بیٹی سے اپنے بیٹے کا ناجائز ریلیشن بنانا چاہتا تھا۔ "کیا کہیں وہ اسے؟ کن لفظوں میں اسے مخاطب کریں؟" جسے وہ کل تک اپنا سگا بھائی کہتے آرہے تھے آج اس سے ہی سخت نفرت ہو رہی تھی انھیں۔

فواد!" وہ دھاڑے۔"

دھوکے، باز مکار۔ "انکی غراہٹ پورے چوہان ولا میں گونجی۔ عبداللہ ہم کرتے بہزاد کو اوکے کا سائن دیا۔"

سب نے گھبرا کر پیچھے مڑ کر دیکھا جہاں حارث صاحب سرخ چہرے سے انھیں گھور رہے تھے۔

فواد صاحب کی رنگت جو پہلے ہی اپنے بیٹے کے الفاظ پر پیلی پڑ چکی تھی اچانک حارث خان کی آمد اور انکی دھاڑ پر وہ دہل گئے۔

کیا ٹھیک وقت پر انٹری ماری تھی۔ آج اس چھپن چھپائی کے کھیل کو ختم ہی کر دینا چاہیے۔" ہادی کے جسم میں سکون کی" ایک لہر دوڑ گئی۔

وہ صبح تیار ہو کر یہاں آیا تھا کہ دوپہر کے قریب اچانک یہ سب کچھ ہو گیا۔

ایک طرح سے وہ خوش تھا چلو یہ دولت کی لالچ کا چکر ختم ہوا تو دوسری طرف وہ دکھی بھی تھا۔

مجھے سمجھ جانا چاہیے تھا کہ تم جیسا غدار کسی کا نہیں ہو سکتا۔ تم اپنی وفادار بیوی کے نہیں ہو سکے جو تمہیں بٹھا کر کھلاتی تھی تو" میرے کیا ہو گے فواد چوہان۔" وہ دھاڑتے ہوئے اندر آئے اور فواد چوہان کے سر پر کھڑے ہو کر انکا کالر اپنی مٹھیوں میں دبوچا۔

حارث صاحب کے کوٹ میں لگے بلیوٹوتھ ڈیوائس کے ذریعے دوسری طرف بیٹھے بریگیڈیئر، آئی جی اور ظفر ملک اس انکشاف پر خوش تھے۔

حارث! فواد چوہان نے اپنے بیٹے کی آنکھوں میں پھیلی حیرت و بے یقینی دیکھتے ہوئے وحشیوں کی طرح چیختے حارث" صاحب کا گلا پکڑ لیا۔

حارث صاحب نے غصے و نفرت سے اسکی سمت دیکھا پر اسکی آنکھوں میں ایک مخصوص وارننگ دیکھتے وہ خاموش ہو گئے۔ پھر یکدم ہی وہ بات بدل گئے۔

وہ بھی تو تم سے بہت محبت کرتی تھی۔ اسکی موت کے بعد اس دولت کی لالچ میں اسے بھول گئے، غدار ہو تم۔" وہ سب جو" حارث صاحب اور فواد صاحب سے خطرناک حد تک کے سچ کی امید رکھے بیٹھے تھے انکے منہ سے یہ سن کر سب کے چہرے اتر گئے۔

رومیصہ گڑیا تم تیار ہو؟" بہزاد نے مٹھیاں بھینچ کر دونوں غداروں کو پھر سے تھیلے کے اندر گھستے آخری پتہ پھینکنے کا سوچا۔"

جی بھائی! میں تیار ہوں۔" فواد صاحب کے گھر کے بیک ڈور پر کریم کے ساتھ کھڑی رومیصہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔"

اسے کل ساری تیاری کا کہہ دیا تھا پلان سے وہ آگاہ تھی۔ بس ہادی کے نکلتے ہی کچھ دیر بعد کریم اسے بھی لینے پہنچ گیا تھا۔

ٹھیک ہے بھیجو اندر اسے کریم۔" اسکے حکم پر سر ہلاتے وہ آگے بڑھ گیا۔"

ہادی!!!" بیک ڈور سے اندر آکر راہداری سے گزرتی سیڑھیاں اتر کر وہ سامنے لائونج میں آئی۔ وہاں ہادی کو کھڑے دیکھ" کر وہ بھاگ کر اس کے پاس پہنچی اور اسکے سینے سے لگ گئی۔

ان نازک لمحات میں اسے سامنے دیکھ کر ہادی بوکھلا گیا۔

حارث خان اور فواد چوہان حیرت سے اس منظر کو تک رہے تھے۔ جہاں ایک انجان چھوٹی سی لڑکی ہادی کے سینے سے لگی ہوئی تھی۔

کیا ہوا میری جان رو کیوں رہی ہو؟" ہادی اسے روتا دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ اسکا سر اٹھائے اسکے چہرے کو صاف کرنے" لگا۔

کون ہے یہ حرافہ عورت؟" فواد صاحب، حارث صاحب کے سامنے اپنے بیٹے کے سینے سے لگی لڑکی کو دیکھ کر دھاڑے" اٹھے۔ جس پر رومیصہ خوف سے سمٹ کر ہادی میں چھپنے لگی۔

البتہ اپنے باپ کے طرز تخاطب پر وہ لہو رنگ آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگا۔

تمیز سے بات کریں، بیوی ہے میری۔" ایک بار پھر اس محل نما گھر میں سناٹا چھا گیا۔"

حارث صاحب نے تمسخر سے فواد صاحب کو دیکھا اور فواد کبھی حارث صاحب کو تو کبھی ہادی کے ساتھ کھڑی اس چھوٹی سی" لڑکی کو تو کبھی اپنے بیٹے کو دیکھنے لگے۔

اچھا ہوا ہادی نے سچ بتا دیا۔ اب میں بھی ایک سچ بتانے جا رہا ہوں۔۔"

وہ اسے طلاق دے دے گا۔ حارث! ہمارا رشتہ کبھی نہیں ٹوٹے گا۔ ہانیہ میرے بیٹے کی ہی بیوی بنے گی اور اس گھر میں ہی" آئے گی ورنہ میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔" وہ پاگل ہوتے چلائے۔

سوری ڈیڈ! پر میں اپنی بیوی کو طلاق نہیں دوں گا۔ یہ میری پہلی محبت ہے۔ میں اسے خود سے الگ نہیں کر سکتا اور نا ہی" میں ہانیہ سے شادی کروں گا کیونکہ وہ میری جسٹ فرینڈ ہے اور کچھ نہیں۔ مجھے اسکی دولت نہیں چاہیے۔ میں اپنی بیوی کے

ساتھ خوش ہوں۔" وہ رومیصہ کے سر پر اپنے لب رکھ کر اسے بانہوں میں چھپائے کھڑا مسکرا کر بولا اور رومیصہ ہادی کے سینے پر سر ٹکائے مسکراتی ہوئی اپنے دشمن کو شعلوں میں جلتے دیکھ رہی تھی۔

فواد صاحب نے پہلے اپنے بیٹے کے سپاٹ چہرے کو دیکھا پھر اپنی طرف مسکرا کر دیکھتی اس لڑکی کو۔

کس کی اولاد ہے یہ ؟" وہ نفرت سے سب کو دیکھتے پوچھنے لگے۔"

جب انکی تکرار ہو رہی تھی تب تک انسپکٹر کریم پوری پولیس فورس کے ساتھ میڈیا کو سائیڈ پر کرتے پورے گھر کو اپنے گھیرے میں لے چکے تھے۔ منسٹر کی وجہ سے انکے ساتھ رینجرز کے نوجوان بھی تھے۔

میڈیا کے لوگ کھٹاک کھٹاک تصویریں لے رہے تھے۔

آپکے باڈی گارڈ نواز کی۔" ہادی کے کچھ کہنے سے پہلے رومیصہ مسکرا کر کہتی مڑی اور ان کے بالکل سامنے آتی انکا چہرہ" دیکھنے لگی۔ جو نواز کا نام سن کر ہی سپید پڑ گیا تھا۔

ہادی حیران کھڑا تھا۔

اسنے ش کبھی بتایا نہیں کہ اسکا باپ انکا ملازم رہ چکا تھا، وہ بھی اسکے باپ کا باڈی گارڈ۔

وہ نواز جو ایک روڈ پر حملے میں مارا گیا تھا اپنے باس کو بچاتے ہوئے۔

میں تمہیں مار دوں گا ذلیل عورت۔" ہادی نے اپنے باپ کو بگڑ کر رومیصہ کی طرف بڑھتے دیکھ کر اسے اپنے پیچھے کر لیا۔" جو کہنا ہے مجھ سے کہیں میری بیوی سے نہیں۔" اس نے ہاتھ اٹھا کر انھیں روکا۔"

بیوقوف! گدھے!! گیم کھیل رہی ہے یہ۔ بدلا لے رہی ہے اپنے باپ کی موت کا۔ میں کسی کو نہیں چھوڑوں گا۔ سب کو ختم" کر دوں گا خاص کر کے تمہیں غدار! تم اپنے بھائی کے نہیں ہو سکے۔ اسے سوتے میں مار دیا۔ اپنی بیوی کو مار دیا۔ تم انکے نہ ہوئے تو میرے کیا ہوتے۔" فواد چیختے ہوئے پاگل ہوتا حارث صاحب پر جھپٹا۔

حارث صاحب کا چہرا پیلا پڑ گیا۔

فواد! بکواس بند کرو۔ تم نے اپنے گارڈ کو مروایا۔ اپنی بیوی کو مارا۔ صرف تمہارے دوست کے ساتھ پارٹی میں جانے سے" انکار پر تم نے براک کے ساتھ مل کر اسے قتل کر دیا۔ میرے ساتھ تم سب بھی ملے ہوئے تھے۔ سب نے مل کر میرے بھائی بھابھی اور بیوی کو مارا۔ میں اکیلا نہیں تھا۔" سب کے شاک چہرے دیکھ کر وہ حلق کے بل چلائے۔

بہزاد نے مطلوبہ اعتراف سن کر گہرا سانس بھرا اور وہاں موجود تمام افراد کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ سب مٹی کے بت بن گئے۔

رومیصہ ان سب شیطانوں کا چہرہ دیکھتی مسکرا رہی تھی جبکہ ہادی سکتے کی کیفیت میں اپنے باپ کو اور حارث صاحب کو گھورے جا رہا تھا۔

کون تھے یہ لوگ؟؟

کیسے حیوان تھے اپنوں کو ہی کھا گئے۔

کیسے شیطان تھے یہ، انہوں نے تو شیطان کو بھی پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ صرف اور صرف دولت کی ہوس میں؟

ڈیڈ!!" اسکے منہ سے سرگوشی کی صورت نکلا۔"

اسکی ماں کو مارنے والا اسکا باپ تھا؟ یہ سوچ کر ہی اسکی آنکھوں سے لہو ٹپکنے لگا۔

ایسا۔۔۔ کچھ نہیں ہ۔۔۔ ہادی یہ جج۔۔۔ جھوٹ بول رہا ہے۔ یہ اپنا گناہ میرے سر ڈالنا چاہتا ہے۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔" میں نے نہیں مارا تمہاری ماں کو۔" فواد صاحب بڑبڑاتے ہوئے پاگلوں کی طرح پیچھے ہو رہے تھے۔

اسکا مینیجر، پیچھے کھڑا عبد اللہ اور بینکر سب کے سب سامنے موجود حیرت سے منہ کھولے انھیں دیکھ رہے تھے۔

ایک دو ہوتے تو وہ انکے منہ بند کروا دیتا پر اتنے لوگوں کے سامنے انکی اصلیت آئی تھی۔

اس لئے وہ قدم پیچھے لیتے وہاں سے بھاگنا چاہتے تھے۔ پولیس کے ہاتھ چڑھنے سے پہلے دور جا کر کہیں غائب ہو جانا چاہتے تھے۔

بعد میں دیکھ لیتے ان سب کو۔۔

وہ بھاگنے کی غرض سے پیچھے مڑے تو اچانک سے جیسے سر دیوار سے ٹکرا گیا۔

بہت خوب فواد چوہان!!" کریم نے مسکراتے ہوئے اسے پیچھے دھکا دیا۔ وہ لڑکھڑاتا ہوا پیچھے لاؤنج کے وسط میں جا گرا۔"

"بھاگنا، چھپنا بہت ہو گیا۔ اب کھیل کا اختتام ہو گا۔"

اس نے کہتے ہی اشارہ کیا۔ بھاری بوٹوں کی دھپ دھپ کے ساتھ پولیس اور رینجرز ایک ساتھ اندر داخل ہوئی۔

حارث صاحب نے گھبرا کر دیکھا تو وہاں پولیس اور رینجرز کو پا کر انکی جان ہوا ہو گئی۔

کریم!" حارث خان نے کریم کو دیکھا یہ تو وہی تھا نا بہرام کا آدمی جو اسکے ساتھ ہوتا تھا۔"

حارث صاحب کی شاک نظریں خود پر دیکھتے کریم معنی خیزی سے مسکرایا۔

پر اسکی آنکھوں میں ایک طوفان تھا۔ ایک آگ بھڑک رہی تھی۔ کچھ یہی حال پیچھے کھڑے عبداللہ کا بھی تھا۔

یہ سب تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔" فواد صاحب حارث صاحب کی جانب لپکے اور انکے کالر کو پکڑتے اس سے پہلے ہی"

عبداللہ نے اسے ایک مکا رسید کرتے پیچھے کو دھکیلا۔

حارث صاحب خوش ہوتے اپنے آدمی کو دیکھنے لگے۔ پر اس سے پہلے ہی انکے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگائی گئیں۔

فواد روتے ہوئے اپنے بیٹے کو دیکھنے لگے کہ بچاؤ مجھے پر وہ تو اپنے باپ کا حیوانی روپ دیکھتے مٹی کا بت بن گیا تھا۔

ہادی! یہ سب جھوٹ ہے بچاؤ مجھے۔ میرے بیٹے بچاؤ اپنے باپ کو، ایسا کچھ نہیں کیا میں نے۔ تمہاری ماں ایک بدکردار"

عورت تھی۔" وہ روتے ہوئے گھسٹتے جا رہے تھے۔

ماں کو بدکردار کہنے پر ہادی نے خونخوار ہو کر انکی طرف دیکھا۔

بکواس بند کریں ورنہ میں خود آپکو مٹی میں ملا دوں گا۔" وہ چیخا۔ رومیصہ نے پلٹ کر اسے دیکھا اور فواد چوہان نے غصے سے"

اسے۔

سب اس لڑکی کا کھیلا کھیل ہے۔ اس نے تمہارا دماغ خراب کیا ہے۔ تمہیں اپنے باپ کے خلاف کیا ہے، ملی ہوئی ہے یہ"

بہرام ملک سے ہماری بربادی کیلئے۔" وہ چیختے جا رہے تھے۔

اس لڑکی نے کھیل کھیلا ہے تمہارے ساتھ، بدلہ لیا ہے۔ کوئی پیار محبت نہیں کرتی تم سے۔ اکیلے ہو، اکیلے مروگے۔ یہ"
میری بددعا ہے تمہیں۔" نفسیاتی مریض تو وہ پہلے سے تھے اب اور چیخے جارہے تھے جبکہ حارث خان خاموش تھے۔

انہیں کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ سب کیسے اور کس نے کیا ہے؟

وہ اور فواد تو گہرے بچپن کے دوست تھے ناپھر کیسے ایک دوسرے کے جانی دشمن بن گئے؟

کسی شاطر انسان کا کھیل تھا یہ؟ یا انکی دولت کی ہوس انہیں لے ڈوبی تھی؟

سر!" عبد اللہ کی پکار پر وہ رکے اور مڑ کر اسے دیکھا"

مجھے پتا تھا عبد اللہ سب دھوکا دے سکتے ہیں تم نہیں، میری بیٹی کا خیال رکھنا۔" وہ خوشی سے بولے۔ فواد گاڑی کے قریب"
اسے دیکھنے لگا۔

عبد اللہ نے تمسخر بھری مسکراہٹ کے ساتھ ان کے کالر میں لگے ڈیوائس کو نکالا۔

حارث صاحب ششدر سے سناٹوں کی زد میں آگئے۔

دوسروں کی بیٹیوں کو نوچ کر اپنی بیٹی کا خیال رکھنے کا کہتے ہو۔ بہرحال بے بی کی فکر تم مت کرو اسکے پاس اسکابیری"
ہے۔" وہ کہتا ہوا لمبے لمبے ڈگ بھرتا وہاں سے نکلتا چلا گیا۔

چلو غدار!" رینجرز کے اہلکار نے انہیں آگے کی طرف دھکیلا۔"

انکی اصلیت سامنے آتے ہی ملک میں جیسے زلزلہ آگیا تھا۔ عوام بھوکے شیر کی طرح انہیں نوچنے کی کوششوں میں تھی۔

پتا نہیں کیسے دنیا کو خبر ہوگئی تھی کہ حدید خان کا قتل اسکے سگے بھائی نے کیا تھا۔ ہر چینل پر انہیں رگیدا جارہا تھا۔

میڈیا انکی درگت کو بڑھا چڑھا کر اسکرین پر لوگوں کے سامنے پیش کر رہی تھا۔ عوام شدید غم وغصّے کا شکار تھی۔

پتھراؤ سے بچا کر انہیں گاڑیوں میں بٹھایا گیا۔

ہانیہ کا کیا ہوگا اب؟" انکا سفید چہرہ دیکھتے فواد نے قہقہہ لگایا۔"

اسکے پاس اسکابیری ہے۔" وہ اپنے پاؤں گھورتے بولے اور فواد کا قہقہہ حلق میں ہی دب گیا اسکی آنکھیں پھیل گئیں۔"

"وو۔۔۔وہ ززز۔۔۔زندہ ہے؟کک۔۔۔کون ہے بہزاد حدید خان؟"خوف سے سرسراتی آواز لوگوں کی چیخ و پکار اور بددعاؤں میں دب گئی۔

"شش۔۔شاید بہرام بہزاد ملک،یہ۔۔۔یا باڈی گارڈ۔"سرگوشی نما آواز حارث خان کے حلق سے برآمد ہوئی۔

"آپ نہیں جانتے اس انسان کو یہ وہی ہے ڈیڈ جو رات کو میرے روم میں تھا۔میں نے آپ سے جھوٹ بولا کہ وہ میرا وہم تھا۔اصل میں یہی بہرام ملک آتا تھا اور آتا ہے میرے روم میں،اس نے مجھے دھمکا کر سائن لئے۔مجھ سے کہا کہ وہ مجھ سے شادی کرے گا۔ٹرسٹ می ڈیڈ بہت کمینہ ہے یہ۔کوئی گیم کھیل رہا ہے آپ سب کے ساتھ۔"ہانیہ کی چیختی ہوئی گڑگڑاتی آواز انکے کانوں میں گونجی۔

"سچ میں،میں نہیں جان سکا تمہیں ہنی میری جان۔"انکی برسوں کی بنائی عزت مٹی میں مل گئی تھی۔گاڑیوں کے پیچھے لوگ پتھروں اور جوتوں کی بارش کر رہے تھے۔

"برائی کا انجام برا ہوتا ہے۔حارث!سنبھل جاؤ۔"کانوں میں کسی کی ملتجی آواز گونجی۔انہوں نے گاڑی کے شیشے سے باہر جھانکا۔

پلکوں سے آنسو ٹوٹ کر گالوں پر پھسلے۔وہ فواد سے رشتہ توڑنے آئے تھے پر انکی تو قسمت ہی بدل گئی،تہس نہس ہو گیا سب کچھ۔

کیا تھی دولت۔۔

کیسا نشہ تھا اسکا۔۔

سحر تھا دلدل تھی۔۔

سب کچھ ختم ہو گیا۔۔

صحرا میں پھینک دیا۔۔

اپنوں کو چھین لیا۔۔

وجود مٹا دیا۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔پندرہ سال پہلے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

الفابیٹ کا ڈائمنڈ پینڈنٹ اسکے گلے میں ڈالتے چودہ سالہ "B"" "اسے کبھی مت اتارنا۔ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا۔"

بہزاد نے کہا تو ہانیہ نے سر ہلایا اور اپنی چھوٹی چھوٹی انگلیاں پینڈنٹ پر پھیریں۔

الفابیٹ کو دیکھتے "H" پھر تم بھی مت اتارنا ورنہ میں وہیں اپنا کوئی دوسرا دوست بنالوں گی۔" ہانیہ نے اسکے گلے میں" کہا۔

اوکے ڈن، چلو ساتھ پرامس کرتے ہیں۔ ہم دونوں اسے کبھی نہیں اتاریں گے۔" بہزاد نے کہتے ہوئے اپنا ہاتھ پانچ سالہ" ہانیہ کے سامنے کیا۔ اس نے مسکراتے ہوئے اپنا چھوٹا سا ہاتھ اسکے ہاتھ میں دیا۔

تم اب کسی کی دوست نہیں بن سکتی۔ تمہیں پتا ہے کیوں؟" بہزاد نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ نا سمجھی سے اسے" دیکھنے لگی۔

کیوں؟" اس نے اپنی سبز آنکھیں پھیلائیں۔"

کیونکہ کچھ دیر پہلے جن پیپرز پر ہم سے ڈیڈ، چاچو اور مولوی انکل نے سائن لئے تھے وہ "نکاح نامہ" تھا اور اس پر جب" ایک لڑکا لڑکی سائن کرتے ہیں تو وہ کسی دوسرے کے نہیں ہوتے نا ہی اپنے نکاح والے دوست کے علاوہ کسی سے دوستی کرتے ہیں، جیسے ماما پاپا اور چاچو چچی۔ اس طرح اب ہم بھی ساری زندگی ایک دوسرے کے دوست رہیں گے اور کسی کے بھی نہیں۔ مطلب کہ اس پہ سائن کرنے سے جیسے روح کا جسم سے رشتہ ہوتا ہے ویسے ہی اب ہمارا ہے۔" بہزاد مسکراتا ہوا اسے سمجھانے لگا۔ جس پر پہلے تو ہانیہ آنکھیں پھیلائے حیرت سے سنتی رہی پھر خوش ہو کر بولی۔

یہ تو بہت اچھی بات ہے۔ اوہ! پر رینا اور ہادی تو میرے دوست ہیں۔" اسے اپنے انگلینڈ کے دوست یاد آئے۔"

رینا ٹھیک ہے پر ہادی سے کٹی ہو جاؤ۔ تم صرف اب میری ہو اور جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو تمہیں وہاں سے ہمیشہ کیلئے" یہاں لے کر آؤں گا۔" بہزاد، ہادی نام پر غصے سے کہتا اسے بتانے لگا کہ وہ اسکی ہے۔

نہیں میں اپنے مام ڈیڈ کے ساتھ رہوں گی۔" ہانیہ منہ بسور کر کہتی اٹھ کر سامنے بیٹھے ایم این اے حدید خان اور انکے بھائی" حارث کی طرف بھاگی۔

کیا ہوا ہماری گڑیا روتے ہوئے کیوں آ رہی ہے؟" حدید صاحب نے ہانیہ کو روتے ہوئے دیکھا تو حیرت سے سامنے چیئر پر" بیٹھے اپنے بیٹے کو دیکھتے پھر ہانیہ سے پوچھا۔

بڑے ڈیڈ! بیری نے کہا کہ وہ بڑا ہو کر مجھے لے آئے گا اپنی مام ڈیڈ سے آپ اسے کہیں نا ایسے نا کرے۔" وہ حدید صاحب" کے گلے لگتی روتی ہوئی بولی تو وہاں موجود حارث صاحب اپنی بیٹی کی بات پر ہنس پڑے۔

بیری! تم نے میری بیٹی کو کیوں رلایا؟" حدید صاحب نے مصنوعی غصے سے کہا تو ان سے لپٹی ہانیہ نے ذرا سا سر اٹھا کر" سامنے دیکھا جہاں بہزاد اپنی سیاہ آنکھوں کے ساتھ ہنس رہا تھا۔

ڈیڈ! دیکھا آپ نے، بڑے ڈیڈ وہ ہنس رہا ہے آپ ڈانٹیں اسے۔" وہ حدید صاحب کے گلے میں بازو ڈال کر لاڈ سے بولی۔"

یہاں آؤ تم بہزاد! کیوں رلایا ہماری گڑیا کو؟" انہوں نے اسے پاس آنے کا کہا تو وہ مسکراہٹ روک کر اٹھا۔"

غلط تو نہیں کہا میرے بیٹے نے، تم یہاں آؤ بہزاد۔" حارث صاحب نے اسے اپنے پاس بلایا تو وہ مسکرایا۔ خود کو گھورتی" ہانیہ کو زبان دکھا کر حارث صاحب کے ساتھ بیٹھ گیا۔

ڈیڈ آپ! اسکی حیرت بھری آواز نکلی۔"

آج سے آپ میرے ڈیڈ نہیں کٹی بس، اب میں بڑے ڈیڈ کی بیٹی ہوں اور تم بھی سن لو آج سے تم بڑے ڈیڈ کے بیٹے نہیں" ہو، میں ہوں انکی بیٹی۔" وہ حارث صاحب کو دیکھتی کٹی کروا کر بہزاد سے بولی اور دونوں سے منہ پھیر کر مسکراتے حدید صاحب کے گلے سے لگ گئی۔

لگتا ہے ماحول کافی گھمبیر ہے۔" ہادیہ بیگم کے ساتھ نازیہ بیگم چائے اور لوازمات کی ٹرے اٹھا کر وہاں لان میں آئیں تو" بہزاد کو حارث صاحب کے پاس اور ہانیہ کو حدید صاحب کے گلے لگے روتے دیکھ کر شرارت سے گویا ہوئیں۔

جی ہاں آپ کے لاڈ صاحب نے یہ ماحول اتنا گھمبیر کیا ہے۔ کیا ضرورت تھی اسے کہنے کی کہ وہ اسے بڑا ہو کر لے آئے "

گا۔ میری گڑیا کو رلا دیا۔" حدید صاحب مصنوعی برہمی سے بول رہے تھے اور بہزاد نے اپنی مام کو دیکھ کر قہقہہ لگایا۔

بڑے ڈیڈ، ڈیڈ نے بھی رلایا۔" وہ منہ انکے کوٹ کے کالر سے صاف کرتی اپنے ڈیڈ کا بتانے لگی۔"

جس پر حارث صاحب اور بہزاد کا قہقہہ فضا میں ایک ساتھ گونجا اور ہانیہ کے رونے میں اور شدت آگئی۔

تم دونوں مجھ سے پٹو گے، چپ کرو۔" وہ دونوں کو دیکھ کر بری طرح ڈانٹتے بولے اور اپنی پیاری سی بھتیجی کو بازو میں"

اٹھالیا۔

وہ اسے اوپر ہوا میں اچھالتے بازوؤں میں کیچ کر لیتے جس پر روتی ہوئی ہانیہ کی کھکھلاہٹیں پورے خان مینشن میں گونج رہی تھیں۔

حارث صاحب مسکراتے اپنی گڑیا جیسی بیٹی کو دیکھنے لگے۔

کیا ضرورت پڑی تمہیں اسے رلانے کی بہزاد؟" نازیہ بیگم نے بیٹے کو جوس کا گلاس پکڑاتے کہا تو وہ مسکرا دیا۔"

مام! میں نے صرف اتنا کہا تھا کہ جب میں بڑا ہو جاؤں گا تو تمہیں ہمیشہ کیلئے یہیں لے کر آؤں گا اس پر وہ رو پڑی اور آپ" نے ہی تو مجھ سے کہا تھا کہ ان پیپرز پر سائن کرنے کے بعد اسٹرا اب صرف میری رہے گی اور کوئی اسے مجھ سے الگ نہیں کرے گا۔ میں بڑا ہو کر اسے اپنے ساتھ ہمیشہ کے لیے یہیں لے آؤں گا، یاد کریں۔" وہ اپنا ابرو اچکا کر انہیں یاد دلانے لگا تو سب ہنس پڑے۔

بھابھی! اب آپ میرے بیٹے کو تو مت ڈانٹیں حالانکہ اس نے وہی کہا ہے جو آپ نے اسے بتایا تھا۔" حارث صاحب" شرارت سے بولے تو وہ مسکرا دیں۔" اسے بتانے کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ ہماری تتلی کو رلائے۔" حدید خان اور حارث صاحب دونوں بھائی تھے۔ انکی کزن نازیہ خان اور ہادیہ خان دونوں بہنیں تھیں۔

ماں باپ کی ڈیتھ کے بعد حدید صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی کو سنبھالا اور اسے اعلیٰ تعلیم دلوانے کیلئے انگلینڈ بھیج دیا۔

جب تعلیم مکمل ہونے پر وہ واپس آیا تو حارث صاحب نے یہاں کی زندگی سے انگلینڈ میں زندگی گزارنے کو ترجیح دی۔

حدید صاحب کو دکھ ہوا پر انہوں نے اسے اپنی زندگی اپنی مرضی سے جینے دی اور زیادہ فورس نہ کیا البتہ حاث جو اپنی بیوی نازیہ کی بہن ہادیہ سے شادی کرنے کا کہا۔ حارث صاحب خاموشی سے مان گئے اور حدید صاحب خوش ہوتے سارے شکوے بھلا گئے۔

حدید صاحب کا ایک بیٹا تھا، بہزاد خان اور حارث صاحب کی بیٹی تھی ہانیہ خان۔

دونوں اپنی اپنی زندگی میں بہت خوش تھے۔

حدید صاحب نے اپنا شوق کا پورا کرتے سیاست میں قدم رکھا اور جلد ہی انہیں کامیابی ملی۔ الیکشن کمیشن جیت کر ایم این اے کے عہدے پر فائز ہوئے۔

حارث صاحب بہت خوش تھے اپنے بھائی کی جیت پر۔ انہوں نے کہا کہ وہ اپنی بیٹی کو آپکی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔

انکے لفظوں کے پیچھے چھپے مفہوم کو سمجھتے حدید صاحب نہال ہوگئے۔ انکی بھی یہی دلی خواہش تھی۔

وہ انگلینڈ سے اپنی بیوی بیٹی کے ساتھ واپس آئے تو انہوں نے بہزاد اور ہانیہ کا نکاح کروادیا جس سے انکا رشتا اور بھی مضبوط ہو گیا تھا۔

اور بتاؤ تم نے کچھ سوچا کاروبار کا؟" بہزاد اور ہانیہ کے کھیلنے کے لیے چلے جانے پر حدید صاحب نے اپنے بھائی سے پوچھا۔" وہ لب بھینچ گئے۔

آپکو معلوم ہے بھائی میں پوری کوشش کر رہا ہوں پر کوئی کاروبار جمتا ہی نہیں، ہر بار۔۔۔۔۔" وہ کہہ کر خاموش ہو گئے" اور اپنے ہاتھ میں موجود کپ کو دیکھنے لگے۔

تمہیں میں کہہ رہا ہوں، چھوڑو یہ سب واپس آجاؤ۔ میں تمہیں یہاں اچھا عہدہ دلواؤں گا۔ اتنے پڑھے لکھے ہو کیا فائدہ" وہاں ڈگریاں حاصل کر کے بیکار کاغذوں کی طرح رکھنے کا۔ یہاں تم جیسے قابل لوگوں کی بہت ضرورت ہے۔ یہی کوششیں اگر تم یہاں کروگے تو ان شاءاللہ جلد کامیاب جاؤ گے۔" حدید صاحب اسکے جھکے سر کو دیکھتے نرمی سے سمجھانے لگے اور حارث صاحب خاموش سنتے رہے۔

میں نے بھی کہاہے انہیں پر میری سنتے نہیں۔ مجھے بالکل بھی سکون نہیں آتا پرائے ملک میں پر انہیں پتانہیں کیا اچھالگتا"
ہے وہاں۔" ہادیہ بیگم نے منہ بناتے کہاتونازیہ بیگم بھی مسکرادیں۔

جی بھائی! میں فواد سے بات کرتاہوں۔" وہ بولے تو حدید صاحب لب بھینچ گئے ہادیہ بیگم نے بھی ناگواری سے سر جھٹکا۔"

حارث! تم چھوڑدو اس انسان کا پیچھا۔ وہ تمہیں کبھی آگے نہیں بڑھنے دے گا۔ میں نے بھی دنیا دیکھی ہے۔ انسان کی"
پہچان رکھتاہوں اور اس فواد کی تو آنکھیں صاف دکھاتی ہیں کہ وہ ایک اچھا انسان نہیں، دیکھا نہیں کیسے چوبیس گھنٹے شراب
کے نشے میں رہتاہے۔ یہ ہم مسلمانوں کیلئے حرام ہے اور وہ چوبیس گھنٹے حرام پیتاہے۔" حدید صاحب اسکے فواد صاحب
کے پیچھے بھاگنے پر ناگواری سے بولے۔

بھائی وہ اچھا انسان ہے۔ ہمیں کسی کے ظاہر پر نہیں جانا چاہیے۔ یہ آپ نے ہی مجھے سمجھایا تھا۔ اور فواد تو بس اپنی بیوی کی"
اچانک حادثاتی طور پر موت کی وجہ سے غم میں ایسے پیتاہے۔" وہ صفائی دینے لگے تو ہادیہ بیگم نے حیرت سے دیکھا۔

بھائی صاحب اسکی بیوی کو مرے ہوئے بھی ایک سال ہو گیاہے ابھی۔۔۔"

جب ہم دو بھائی بات کر رہے ہیں تو تمہارا بیچ میں بولنا ضروری ہے؟" حارث صاحب اسے سنجیدہ سپاٹ لہجے میں ٹوک گئے"
نازیہ نے حیرت سے انہیں دیکھا۔

وہ کوئی پرائی نہیں حارث تمہاری بیوی ہے۔" ناگواری سے نازیہ بیگم نے اپنی بہن کے شرمندہ چہرے کو دیکھتے ہوئے کہاتو"
وہ لب بھینچ گئے۔

ایکسکیوزمی!" موبائل پر آتی فواد کی کال پر حارث صاحب معذرت کرتے وہاں سے اٹھ گئے۔"

یہ نہیں سدھرے گا۔" حدید صاحب اسکی پشت کو دیکھتے افسوس سے سر ہلانے لگے۔"

بھائی صاحب! آپ اس سے بات کریں۔ مجھے وہ شخص ذرا بھی نہیں پسند۔ سارا سارا دن نشے میں رہتاہے اور ایسے شخص"
سے انکی دوستی کچھ اثرات توڈالے گی نا۔" ہادیہ بیگم نظریں جھکا کر حدید سے بولیں۔ انہوں نے اسکے سر پر ہاتھ رکھتے اسے
دلاسہ دیا۔

تم فکر مت کرو۔ میں اسے اب یہاں بلوا کر رہوں گا، بہت رہ لیا وہاں۔" وہ کہتے ہوئے وہاں سے اٹھ گئے۔ نازیہ بیگم نے" اپنی چھوٹی بہن کو تسلی دیتے اپنے ساتھ لگایا۔

*--------------

ہاں بتاؤ حارث نکاح ہو گیا؟" فواد صاحب کی آواز انکے کانوں میں گونجی تو وہ مسکرا دیا۔"

ہاں ہو گیا آج صبح ہی۔" وہ مسکراتے ہوئے بولے تو دوسری طرف فواد کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ چمکی۔"

اب تمہیں معلوم ہے نا کیا کرنا ہے۔" وہ معنی خیزی سے پوچھنے لگا۔"

تم فکر مت کرو۔ ہمارا بلندیوں پر پہنچے گا۔" حارث نے اسے یقین دلایا۔"

اوکے! پھر میں گڈ نیوز کا انتظار کرتا ہوں صبح تک۔" انہوں نے کچھ مزید باتیں ڈسکس کر کے کال منقطع کر دی۔"

آہ! میری گڑیا آ گئی۔" انہوں نے منہ پھلائے بیٹھی اپنی بیٹی کو بازو میں اٹھاتے پیار کیا۔"

میں آپ سے کٹی ہوں۔ میں صرف اب بیری کی اور بڑے ڈیڈ کی ہوں بس۔" وہ منہ پھیر گئی۔"

اوہ سیڈ یہ تو بہت غلط ہے۔ اب آپکے ڈیڈ کیا کریں۔ ان سے تو کوئی پیار ہی نہیں کرتا۔" حارث صاحب چہرے پر افسردگی" سجائے بولے تو ہانیہ نے چور نظروں سے دیکھا۔

اوکے میں آپ سے کٹی نہیں ہوں گی اگر آپ مجھے بیری کے پاس نہیں، بیری کو ہمارے پاس بلائیں گے بڑھے ہو کر" ڈن۔" وہ اپنی چھوٹی سی ہتھیلی حارث صاحب کے سامنے کرتی بولی تو حارث صاحب نے ڈن کرتے اسکی ہتھیلی چوما۔

بھائی صاحب آپ بزی ہیں؟" حارث اسٹڈی روم کا دروازہ ناک کرتے جھجک کر پوچھنے لگے۔"

ارے نہیں نہیں آؤ حارث۔" انہوں نے مسکراتے ہوئے کتاب بند کی اور چشمہ اتار کر ٹیبل پر رکھا۔"

وہ مسکراتے اندر داخل ہوئے اور انکے سامنے صوفے پر بیٹھ گئے۔

کوئی کام ہے؟" اسکے پریشان چہرے کو دیکھتے پوچھا۔"

جی بھائی!"اس نے سر ہلایا تو حدید صاحب نے اسے بولنے کا کہا۔"

بھائی! میں اور فواد اپنا کاروبار کرنا چاہتے ہیں۔"گہرا سانس لیتے بغیر ہچکچائے اس نے اپنے مقصد کی بات بیان کی۔"

تمہاری یہ بات مجھ بہت پسند ہے حارث کہ تم ایک بار ہارنے کے بعد مایوس نہیں ہوتے بلکہ کوشش جاری رکھتے ہو اور اللہ" ایسے بندو کو بہت پسند فرماتا ہے۔ مجھے خوشی ہے کہ تم ان لوگوں میں سے ایک ہو۔"حدید صاحب مسکرا کر بولے تو حارث بھی مسکرا دئے۔

شکریہ آپکا بھائی صاحب۔"وہ شکر گزاری سے بولے۔"

اچھا بتاؤ کس نوعیت کا ہے کاروبار اور ان شاء اللہ کل صبح یا شام تک تمہارے اکاؤنٹ میں پیسے ٹرانسفر کروا دوں گا۔"وہ" مسکرا کر بولے تو حارث بھی مسکرا دیے۔

بہت بہت شکریہ بھائی پر پیسوں کے ساتھ آپکی سپورٹ کی بھی ضرورت ہے اور کاروبار ایسا ہے کہ اگر ہمارے پاؤں جم" گئے نا تو سمجھیں مالا مال ہو جائیں گے اور میں آپکے سارے پیسے بھی لوٹا دوں گا۔"وہ انکا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر بولے تو حدید صاحب نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔

،پٹو گے مجھ سے حارث۔ کیا میں اسلئے تمہیں پیسے دیتا ہوں کہ تم پھر مجھے لوٹا دو؟ پگلے میں تو چاہتا ہوں میرا بھائی میرا لاڈلا" میرا چھوٹو، بڑا آدمی بنے اور میں اسے بلندیوں پر دیکھوں۔ فخر سے میری گردن اکڑی ہوئی ہو اور سینہ چوڑا ہو کہ لوگ مجھے تمہارا حوالے سے پہچانیں۔"انکے لہجے میں بھائی کیلئے محبت ہی محبت تھی اور ہوتی بھی کیوں نہیں،ماں باپ کے بعد یہی ایک تو تھا جسے اپنے بچے بہزاد کی طرح پالا تھا۔

مجھے سمجھ نہیں آرہا آپکی محبت کا بدلہ کیسے چکاؤں بھائی۔"وہ انکے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دے کر بولے تو حدید صاحب نے" اسکے بال بچپن کی طرح بکھیر دیے۔

بھائی کی محبت کا بدلہ مت چکاؤ تم صرف اسے اپنا حق سمجھ کر وصولو۔"انکی محبت پر حارث مسکرا دئے۔"

اچھا بتاؤ کونسا بزنس کرنے والو ہو تا کہ مجھے معلوم ہو تو اس حساب سے سپورٹ کروں۔" حدید صاحب کے پوچھنے پر"
حارث صاحب نے گہرا سانس بھرا۔

بھائی میں نے اور فواد نے مل کر سوچا نہیں بلکہ پورا بندوبست کر لیا ہے صرف آپکی سپورٹ اور کچھ پیسوں کی ضرورت ہے"
تا کہ ہم مال با آسانی بارڈر سے نکال سکیں۔" حارث نے کہتے ہوئے اپنے بھائی کے چہرے پر الجھن دیکھی۔

کیسا مال؟" جو کچھ انکے دماغ میں آیا تھا وہ نظر انداز کرتے پوچھنے لگے۔"

بھائی آپ صرف اپنی پاورز کا استعمال کریں اور ہمیں سپورٹ کریں تا کہ ہم اپنا مال مطلب اسلحہ یہاں سے نکال سکیں اور"
دوسرے ملکوں میں فروخت کریں۔" حدید صاحب کا یہ بات سنتے ہی چہرہ سفید پڑ گیا۔

تمہارا مطلب ہے اسمگلنگ؟ دھڑکتے دل سے پوچھا۔"

جی بھائی۔" حارث نے نظریں جھکا کر تصدیق کی۔"

یا اللہ! اور میں تم دونوں کو سپورٹ کروں یہاں سے مال نکالنے کیلئے؟" وہ کھڑے ہوتے ہوئے بولے تو حارث صاحب"
بھی کھڑے ہوئے اور مسکرا کر سر اثبات میں ہلانے لگے۔ اگلے ہی لمحے حدید صاحب کا ہاتھ ہوا میں بلند ہوا اور اسٹڈی روم
کی فضا میں تھپڑ کی آواز گونج اٹھی۔

تم حرام کمانا چاہتے ہو؟ اپنے ملک سے غداری کرنا چاہتے ہو حارث خان اور اس غیر قانونی کام میں اپنے بھائی یعنی اپنے"
ملک کے محافظ کو شامل کرنا چاہتے ہو تا کہ میں بھی تم لوگوں کے ساتھ مل کر اس پاک مٹی کے ساتھ غداری کروں؟ یہ
" سکھایا تھا میں نے تمہیں؟ اس لیے بھیجا تھا تمہیں باہر تعلیم کیلئے تا کہ غدار بن کر لوٹو۔ اپنے اندر کی وفاداری کو ختم کر آؤ
حدید صاحب بپھر گئے۔

اس میں غداری کی کونسی بات ہے؟ یہ اسمگلنگ نہیں، ایک قسم کا بزنس ہے اور آپکو میرا ساتھ دینا پڑے گا چاہے تو آدھا"
حصہ رکھ لیجئے گا۔" حارث غصے سے بولا۔

دفع ہو جاؤ میری نظروں سے۔ حارث! اگر تم نے ایسا کوئی قدم اٹھایا تو جان لینا تمہیں اور تمہارے دوست کو سزا دلوانے "
میں میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا، گیٹ آؤٹ۔" انہوں نے غرا کر حارث کو کمرے سے نکل جانے کا کہا۔
اگر وہ سامنے کھڑا رہتا تو اپنے سامنے اپنے وطن کے دشمن کو دیکھتے وہ کچھ کر بیٹھتے۔
حارث صاحب ایک غصے بھری نظر حدید صاحب کے چہرے پر ڈالتے جانے لگے۔
اور ایک بات سن لو۔" اپنے پیچھے سے انکی آواز پر وہ رکا پر مڑا نہیں۔ "
کیا تم نہیں جانتے کہ جن ہتھیاروں کو تم یہاں سے نکال کر ان کے حوالے کروگے انہیں ہتھیاروں سے وہ لوٹ کر "
ہمارے ہی ملک کے معصوموں کے سینوں کا نشانہ لیتے ہیں۔" وہ دکھ سے بولے تو حارث صاحب سر جھٹک کر رہ گئے۔
تو اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں؟ انہیں اپنی پروٹیکشن خود کرنی چاہیے اور دشمن کس ملک کا نہیں ہوتا اور جہاں دشمن نہ ہو وہ "
ملک کامیاب نہیں ہوتا۔" حدید صاحب دل تھام کر بیٹھ گئے۔
" کیا یہ انکا بھائی تھا؟ اتنا بے رحم، اتنا بے حس۔ "
ڈیڈ! آپ کیوں لڑ رہے ہیں بڑے ڈیڈ سے۔" ۔ بہزاد اور ہانیہ جو اپنے اپنے باپ کیلئے چائے کا کپ اٹھا کر لا رہے تھے انہیں "
یوں غصہ کرتے دیکھ کر وہ رونی صورت بنا کر بولی۔
غصہ میں نہیں کر رہا بھائی صاحب خود بے وقوف بن گئے ہیں۔ اس دو ٹکے کے عہدے، نام نہاد ملک کی محبت نے انہیں "
اندھا کر دیا ہے۔" وہ ہانیہ کے ہاتھ سے کپ لے کر نیچے پھینکتے بولے، وہ سہم گئی۔
چاچو! آپ ڈیڈ کو اندھا کیسے بول سکتے ہیں۔" بہزاد اپنے باپ کیلئے لفظ اندھے پر تڑپ اٹھا اور غصے سے بولا۔ "
چٹاخ! بڑوں سے زبان لڑاتے ہو۔" انہوں نے کچھ دیر پہلے کے تھپڑ کا بدلہ لیتے غصے بھری نظروں سے بہزاد کو گھورا۔ جو "
ششدر سا گال پر ہاتھ رکھے اپنے پیارے چاچو کو دیکھ رہا تھا۔
ڈیڈ!" ہانیہ بہزاد کو تھپڑ مارنے پر چیخ اٹھی۔ جس پر حارث صاحب اسے گھورتے ہوئے گھسیٹ کر لے گئے۔ "
ڈیڈ!" بہزاد روتا ہوا کپ نیچے ٹیبل پر رکھ کر حدید صاحب کے گلے لگ کر رونے لگا۔ "

ڈیڈ! چاچو نے مجھے مارا۔" وہ سسکتے ہوئے بولا جس پر حدید صاحب نے آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا اور اسے لے کر" صوفے پر بیٹھے۔

کچھ نہیں ہوا، بس بڑے ہیں غصے میں ایسا ہو جاتا ہے۔ چلو شاباش میرا بہادر بیٹا کیا لڑکیوں کی طرح رو رہا ہے۔" انہوں نے" پچکارتے ہوئے اسکا چہرا صاف کیا۔

ڈیڈ! تھپڑ کے درد کی وجہ سے نہیں رو رہا۔" وہ انکے سینے میں منہ چھپائے بولا۔"

تو پھر کیوں رو رہے ہو؟" انکے پوچھنے پر بہزاد نے اپنا چہرہ اٹھایا۔"

چاچو بدل گئے ہیں ڈیڈ! وہ جب سے آئیں ہیں ہم سے بات نہیں کرتے۔ پہلے کی طرح پیار نہیں کرتے۔ صبح شام موبائل پر" باتیں کرتے رہتے ہیں اور آج تو انہوں نے مجھے تھپڑ مار دیا۔" وہ روتے ہوئے معصوم سا شکوہ کرنے لگا تو حدید صاحب نے دکھ سے اسے خود میں بھینچ لیا۔

بہزاد!" خاموش روم کی فضا میں حدید صاحب کی آواز گونجی۔"

جی ڈیڈ!" اس نے اپنا چہرہ صاف کرتے جواب دیا۔ اسکی سیاہ آنکھیں لال ہو گئی تھیں۔"

بیٹا تین باتیں کبھی مت بھولنا۔" وہ کچھ سوچتے ہوئے بولے۔"

کونسی تین باتیں ڈیڈ؟" حدید صاحب نے اسکے چہرے کو ہاتھوں میں بھرا۔"

ایمانداری، وفاداری اور محب الوطنی۔" وہ اسکی روشن پیشانی چومتے ہوئے بولے۔"

اگر میں تمہیں باہر پڑھنے بھیجوں بھی تو اپنے دماغ میں یہی تین باتیں رکھنا اور یہ بات کبھی مت بھولنا۔ بہزاد نے مسکرا کر" سر ہلایا۔

ڈیڈ! میں تو پہلے ہی اپنی مٹی کا دوست ہوں۔" وہ مسکرا کر بولا۔"

شاباش!اور یہ دوستی ہمیشہ قائم رکھنا۔ دولت بہت برا نشہ ہے بیٹے۔ دوسرے نشے جسمانی قوت مدافعت ختم کرتے ہیں پر" یہ نشہ صرف جسم ختم نہیں کرتا بلکہ ہستی مٹا دیتا ہے اور انسان کو معلوم ہی نہیں ہو پاتا اور جب تک معلوم ہو تب کچھ باقی نہیں رہتا۔" انکے کہنے پر وہ زور شور سے سر ہلانے لگا۔

ڈیڈ!چاچو کیوں لڑ رہے تھے؟اور یہ اسمگلنگ کیا ہے؟" اسکے سوال پر حدید صاحب گھبرا گئے۔"

بیٹا لڑ نہیں رہے تھے۔بس تھوڑا ناراض تھے اور اسمگلنگ کچھ نہیں ہے، آپ بھول جاؤ اسے۔" انکے کہنے پر وہ سر ہلا گیا۔"

کیا ہوا حدید یہ حارث بھائی ناراض کیوں ہو رہے ہیں؟" نازیہ بیگم، حارث کو ہادیہ سے لڑتے دیکھ کر حدید صاحب کے" پاس آئی اور ان سے پوچھنے لگیں۔

تم جاؤ باہر گڑیا سے باتیں کرو، اسے سنبھالو۔" حدید صاحب نے بہزاد کو جانے کا کہا تو وہ مسکراتا ہوا وہاں سے چلا گیا۔"

بہزاد کے جانے کے بعد نازیہ بیگم چلتی ہوئی انکے پاس آئیں اور سامنے کرسی پر بیٹھ گئی۔

کچھ نہیں ذرا سا جھڑک دیا تو بچوں کی آج بھی منہ پھیلا لیتا ہے۔" وہ نظریں چراتے بولے تو نازیہ بیگم نے غور سے انکے" چہرے کو دیکھا۔

پر آپکا چہرہ تو کچھ اور ہی کہہ رہا ہے اور حارث کا رویہ بھی۔" وہ جانچتی نظروں سے دیکھنے کے بعد بولیں۔"

ایسا کچھ نہیں جیسا تم سوچ رہی ہو۔ صرف اتنا کہا کہ بس بہت رہ لیا باہر اب اپنے وطن لوٹ آؤ تو اس نے انکار کر دیا۔ ہم" نے بھی بغیر اسکی عمر کا خیال کیے جھڑک دیا۔ جس پر ناراض ہو گیا"۔ وہ مسکرا کر بولے تو انکی بات میں سمجھتی نازیہ بیگم سر ہلا گئی۔

اچھا یہ چائے تو دوسری لا دیں ٹھنڈی ہو گئی ہے۔" انہوں نے کپ سامنے کیا تو نازیہ بیگم مسکراتی ہوئی گرم چائے لینے" چلی گئیں۔

*_________________*_________________*

حارث نہیں آیا کھانا کھانے؟" حدید صاحب نے حارث کی غیر موجودگی پر پوچھا تو ہادیہ بیگم نے انہیں دیکھا۔"

اپنے روم میں ہیں۔ میں نے کہا تھا آئیں کھانا کھالیں، تو وہ نہیں آئے۔" ہادیہ بیگم ہانیہ کو کھانا کھلاتی ہوئی بولی۔ "

میں لے کر آؤں چاچو کو؟" بہزاد اٹھا تو ہانیہ بھی اس سے پہلے اٹھ گئی۔ "

میں لے کر آتی ہوں اپنے ڈیڈ کو۔ "وہ اپنی مام کو دیکھتی بولی۔ "

نہیں تم دونوں بیٹھو کھانا کھاؤ۔ میں جا کر لے آتا ہوں اسے۔" حدید صاحب کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے تو وہ دونوں ایک" دوسرے کی نقل اتارتے بیٹھ گئے۔

نک چڑھی۔" بہزاد منہ بنا کر بڑبڑایا تو ہانیہ نے اسے گھورا۔ "

مام! اس سے کہیں یہ چوں چوں نہ کرے۔ زور سے بولے تاکہ میں بھی سنوں، ڈرپوک کہیں کا۔" وہ اپنی چھوٹی سی ناک" پر غصہ سجا کر بولی تو بہزاد نے مزید چڑانے والی مسکراہٹ پاس کی۔

بڑی مام! بیری کو کہیں ناورنہ میں یہ فورک اسکے سر پر ماروں گی۔" وہ ہادیہ اور نازیہ بیگم کو دیکھتی چلائی تو دونوں نے بہزاد" کو گھورا۔

بہزاد سدھر جاؤ۔" نازیہ بیگم اسے جھڑکتی ہوئی گھورنے لگیں تو وہ ہنس پڑا۔ "

----------------------*

تم کھانا کیوں نہیں کھا رہے حارث؟" دروازہ ناک کرتے حدید صاحب اندر داخل ہوئے اور حارث صاحب کے چہرے" سے بازو ہٹا کر استفسار کیا۔

میرا موڈ نہیں مجھے سونا ہے۔" حارث نے انکے ہاتھ جھٹکے۔ "

کیوں ضد کرنے لگے ہو حارث ہم تمہیں یہاں اچھا کاروبار سیٹ کر دیں گے۔ تم ایک بار لوٹ آؤ ہمارے پاس۔" وہ" بے بسی سے بولے۔

ہر بار آپکا فیصلہ نہیں چلے گا۔ یہ میری زندگی ہے اگر آپکو ہمیں سپورٹ کرنا ہے تو کریں ورنہ ہمیں چھوڑ دیں ہمارے حال" پر۔" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتے مصمم ارادوں سے بولے۔

ساتھ میں کبھی نہیں دوں گا اور تمہیں یہ کام کرنے بھی نہیں دوں گا۔ آج کے بعد تم یہیں رہو گے بس۔" اب کی بار وہ غصے سے بولے تو حارث صاحب بھی غصے سے اٹھ کھڑے ہوئے۔

بھائی ہیں باپ بننے کی کوشش مت کریں۔ آپ نے جتنا کیا میرے لیے وہ آپ پر فرض تھا۔ اب میری زندگی کو مجھ پر" چھوڑ دیں اور بیچ میں نہ آئیں۔ میں نے کبھی کہا ہے کہ بھائی آپ یہ نا کریں وہ نا کریں، میں نے ہمیشہ آپکے فیصلے میں خوش ہوتے آپکا ساتھ دیا اور آج جب میری باری آئی ہے تو منہ موڑ رہے ہیں نام نہاد محبت کیلیئے۔" وہ چیخ پڑے۔

بس حارث!" حدید صاحب کی برداشت ختم ہوئی تو انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوک دیا۔"

"میں جا رہا ہوں کل یہاں سے اور کبھی لوٹ کر نہیں آؤں گا۔ یاد رکھیے گا یہ سب آپکی بے جا ضد کی وجہ سے ہو رہا ہے۔"

حدید صاحب نے حیرت سے اسے دیکھا۔

تم کیا کبھی لوٹ کر نہیں آؤ گے اگر تم نے اس گھر کی دہلیز سے قدم باہر نکالا تو سمجھ جانا مر گیا تمہارا بھائی۔"۔ وہ غرائے"

حارث نے سر جھٹکا۔

نازیہ اور ہادیہ دروازے پر کھڑی دونوں بھائیوں کی تکرار دیکھ رہی تھیں۔

اتنی محبت تھی دونوں میں کہ خاندان انکی محبت کی مثال دیتا تھا اور آج وہی بھائی ایک دوسرے پہ چیخ رہے تھے۔

مجھے اپنا حصہ چاہیئے جائداد میں سے اور وہ بھی آج کے آج، ابھی اسی وقت۔" حدید صاحب کو جھٹکا لگا۔ بے یقینی سے اسکے" مطالبے کو سنا۔

حارث یہ کیا کہہ رہے ہیں، آپ ہوش میں تو ہیں؟" ہادیہ بیگم خوفزدہ ہوتی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر بولیں۔"

تم چپ رہو، ہمیشہ بیچ میں ٹانگ اڑاتی ہو۔" حارث اس پر دھاڑے۔ وہ سہم کر پیچھے ہو گئیں۔"

کیسا حصہ؟" حدید صاحب نے دل پر پتھر رکھتے پوچھا۔"

کیا مطلب کیسا حصّہ؟ جائداد میں سے میرا حصہ دیں اور کیا؟" وہ الجھ کر بولے۔"

تم بھول رہے ہو کہ یہ جائیداد ہمارے باپ یا ماں کی طرف سے نہیں ملی ہمیں۔ یہ میں نے پائی پائی کر کے جوڑی ہے۔"وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتے بولے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حصہ لے کر کن کاموں میں لگانے والا ہے اور وہ جان بوجھ کر اسے ایسی راہ میں نہیں دھکیلیں گے۔

یہ کیا کہہ رہے ہیں حدید؟"نازیہ نے حارث کی سرخ رنگت دیکھتے اپنے شوہر کا بازو تھاما۔ جنہوں نے اسے خاموش رہنے کا" کہا۔

ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ کوئی حصہ نہیں اسکا میری جائیداد میں اور نہ ہی میں کوئی حصہ دوں گا اگر تم نے جانا ہے تو جاؤ پر ایک" "بات بتا رہا ہوں تمہیں برائی ہمیشہ برائی رہتی ہے، اس سے اچھے کی توقع مت رکھنا۔ اسکا انجام بھی برا ہوتا ہے حارث۔

وہ منہ موڑ کر کمرے سے نکل گئے انکے پیچھے نازیہ بھی آ گئیں۔

بہزاد ہانیہ کو کھانا کھلا کر گارڈن میں لے گیا تھا۔

کیوں کر رہے ہیں یہ سب حارث؟ کیا نہیں دیا آپکو آپکے بھائی نے۔ ہر آرائش دی، اعلیٰ تعلیم سے لے کر گاڑی، انگلینڈ" میں مہنگا ترین گھر، آپکے گھر کے کھانے پینے سے لے کر میری اور ہنی کی شاپنگ تک کا خرچہ وہ دیتے ہیں۔ ہنی کے مہنگے اسکول کی فیس سب کچھ تو وہ دیتے ہیں۔ پھر کونسی جائیداد کا حصہ چاہیے آپکو؟" وہ روتی ہوئی اپنے شوہر کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگیں۔ حارث صاحب ایک غصے بھری نظر اس پر ڈال کر چلے گئ۔

پیچھے وہ بے بس ہو کر بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

*____*____________________________________*

یہ ہو کیا رہا ہے آپ کچھ بتائیں گے مجھے حدید؟"نازیہ بیگم ناراض ہو کر انکے پاس آتی انکے سر تھام کر بیٹھنے پر پوچھنے" لگیں۔

حدید صاحب نے اپنی بھیگی آنکھیں اٹھائیں تو وہ دل تھام کر رہ گئیں۔

آپ رو کیوں رہے ہیں؟ کیا ہو رہا ہے مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا؟ کل تو آپ نے کہا تھا صرف جھڑ کا تھا اسے اور آج وہ" جائیداد میں حصہ مانگ رہا ہے۔" وہ پریشان سی بولیں تو حدید صاحب نے اپنی آنکھیں پونچھ کر بند دروازے کو دیکھا۔

وہ چاہتا ہے کہ میں اسے سپورٹ کروں۔" انہوں نے ہارے ہوئے لہجے میں کہا تو نازیہ بیگم نا سمجھی سے انھیں دیکھنے" لگیں۔

کیسی سپورٹ؟" وہ انکے کانپتے ہاتھ تھام کر بولیں۔"

غیر قانونی طور پر اسلحہ یہاں سے نکالنے میں اور مکمل سپورٹ کر کے انہیں دنیا کی نظروں سے اوجھل رکھوں۔ اندرونی" طور پر اپنی پاورز کا استعمال کر کے انہیں بحری راستے سے مال لے جانے میں مدد دوں۔ مطلب کہ اپنے ملک سے غداری کر کے ان غریبوں کے ووٹوں اور انکی امید و آس کو اپنے بھائی کی لالچ و ہوس کی نذر کر دوں۔ پھر وہ مجھے اپنا بھائی مانے گا اور لوٹ کر میرے پاس آئے گا۔" وہ تلخ لہجے میں کہتے ہوئے قالین کو گھور رہے تھے اور نازیہ بیگم تو ساکت بیٹھی رہ گئی تھیں۔

یہی حال دروازے کے باہر کھڑی ہادیہ کا تھا۔ اسے خود کو اپنے بے جان ہوتے وجود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا۔

وہ مزید سننے کی ہمت نہ رکھتی دیوار کا سہارا لیتی اپنے روم میں آئی اور غٹا غٹ پانی کا گلاس خالی کر گئی۔

حارث یہ کیا کر رہے ہیں آپ؟" وہ بڑبڑاتی اپنی بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالتی بیڈ پر بیٹھی اور پھوٹ پھوٹ کر اپنی" معصوم بچی کا سوچتی رونے لگی۔

*_____________*________________*

یہ سب حارث نے خود کہا آپ سے؟" نازیہ بیگم کی آواز کسی دور کھائی سے آتی محسوس ہوئی۔"

حدید صاحب نے ان کے چہرے کو دیکھتے سر ہلایا۔

آپکو اللہ کی قسم ہے حدید اپنے بھائی کی محبت میں مجبور ہو کر یہ قدم نہیں اٹھائیں گے آپ۔ آپکا ہمیشہ سے خواب تھا کچھ "
بن کر اپنے اور اس ملک میں بسنے والے غریب لوگوں کیلئے کچھ کرنے کا اور اب جب یہ خواب پایۂ تکمیل تک پہنچنے کے
قریب ہے تو آپ یہ سب نہیں کریں گے۔" نازیہ بیگم نے ان کے ہاتھوں پر دباؤ دیتے انہیں ہمت دی تو وہ زخمی سا
مسکرا دئے۔

اپنے خواب کی وجہ سے نہیں، میں ویسے بھی اسے یہ سب کرنے نہیں دوں گا۔ انہوں نے نفرت سے کہا۔"

وہ جانے کی بات کر رہا ہے؟" انہیں پریشانی ہونے لگی۔"

جانے دیں، جب ہوش ٹھکانے آئیں گے اور اپنے غلط قدم کا احساس ہو گا تو خود ہی لوٹ آئے گا۔" انہوں نے تھک کر "
کہتے سر ہاتھوں میں گرا لیا۔

نازیہ بیگم نے افسوس سے انکے بازو پر ہاتھ رکھ کر انہیں حوصلہ دیا۔

آپکے ہر فیصلے میں، میں آپکے ساتھ ہوں۔ خود کو کبھی اکیلا مت سمجھیں۔ میرا بیٹا آپکے ساتھ ہے۔" بہزاد کا معصوم چہرہ "
نظروں کے سامنے آنے پر وہ مسکرا دئے .

----------------------------------*

تم پاکستان سے بات کر رہے ہو فواد؟" اپنے موبائل پر پاکستان کا نمبر دیکھ کر وہ حیرت سے بولے۔"

حارث صاحب گھر سے ناراض ہو کر یہاں کراچی کے ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے۔ انہوں نے فواد کو ساری صورتحال سے
آگاہ کرنا چاہا اس سے پہلے ہی فواد کی کال آگئی۔

ہاں تمہیں سرپرائز دینا تھا، کہاں ہو؟" فواد صاحب مسکراتے ہوئے بولے اور اپنے ساتھی کو دیکھا۔"

میں تمہیں ایڈریس سینڈ کر رہا ہوں، وہاں آجاؤ۔" اوکے سن کر کال ڈسکنیکٹ کی اور بیڈ پر پریشان سے بیٹھ گئے کہ اب "
اسے کیا جواب دیں گے۔

کتنے خوش تھے دونوں سوچ کر کہ کتنا کمائیں گے۔ چند سالوں میں ہی امیر ترین ہو جائیں گے پر سارے کیے کرائے پر اسکے بھائی نے پانی پھیر دیا تھا۔ سارے خوابوں کو تعبیر دیے بغیر اپنے پاؤں تلے کچل دیا اور اسے اسکی اوقات بتادی کہ تمہارا کچھ نہیں اس کی جائیداد میں۔

یہاں تک اسکی بیوی بھی اسکا نہیں سوچ رہی تھی کہ وہ یہ سب کس لئے کر رہا ہے۔ اگر کہہ دیتی مانگ لیتی حصہ تو کیا جاتا اسکا۔

وہ ابھی انہی سوچوں میں تھے کہ کچھ ہی دیر بعد دروازے پر دستک ہوئی۔

انہوں نے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے فواد کو پایا۔

خوش آمدید تو کہو اپنے ملک میں۔" فواد نے شرارت سے مسکراتے کہا تو وہ پھیکا سا مسکرا دیا اور اسے ویلکم کہتے خود میں بھینچ" لیا۔

اندر آؤ یار۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے لے کر اندر داخل ہوئے۔"

آجاؤ یار اب کیا تمہیں باہر ہی رہنا ہے؟" فواد نے مسکراتے ہوئے دروازے کی طرف دیکھتے کہا تو حارث نے نا سمجھی سے" اسے دیکھا۔

کون ہے؟" اس نے ابھی پوچھا ہی تھا کہ اندر ایک لمبا چوڑا سرخ و سفید رنگت والا انگریز داخل ہوا۔"

یہ کون ہے؟" حارث صاحب نے فواد سے پوچھا۔"

براک ڈینئل، ہمارے بزنس کا تھرڈ پارٹنر۔" فواد صاحب مسکرا کر بولے تو براک ڈینئل دروازہ بند کرتے اندر آیا اور" حارث صاحب سے ہاتھ ملایا۔

حارث انہیں بیٹھنے کا کہا۔

ابھی تو خوش تھے پھر کیا ہوا؟" فواد اپنے دوست کے چہرے کے تاثرات جانچتے بولے۔"

شاید مجھ سے مل کر اچھا نا لگا ہو۔" براک ڈینئل نے کہا تو حارث نے سر ہلا کر نفی کی۔"

ایسی کوئی بات نہیں، بلکہ مجھے تو آپ سے مل کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ بہت تعریف کرتا تھا فواد آپکی۔" وہ زبردستی کی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولا۔

مذاق کر رہا تھا۔" براک ڈینئل انکی شرمندگی پر ہنس پڑا۔"

کوئی پرابلم ہے حارث؟" فواد مطمئن نہیں ہوا تو پوچھنے لگا۔ حارث پہلو بدل کر رہ گیا۔"

تم دونوں مجھے پہلے بتا دیتے میں پک کرنے آجاتا اور اچھے سے ویلکم بھی کرتا۔ ہادی کو نہیں لائے؟" حارث اسکی بات نظر انداز کرتا پوچھنے لگا تو فواد معنی خیزی سے مسکرایا۔

اتنے پیسے کہاں سے لاتے جہاز سے اڑ کر آتے، یہ تمہاری قسمت ہے کہ ادھر کہا بھائی پاکستان آنا ہے ادھر اکاؤنٹ میں" پیسے پہنچ گئے۔ ہم غریب لوگ ہیں ایک وقت کھانے اور دوسرت وقت منہ دیکھنے والے۔" وہ ہنسے تو حارث نے غور سے دونوں کا چہرہ دیکھا۔ براک کے لبوں پر تبسم تھا اور فواد ہنس رہا تھا۔ شاید اپنی غربت کا مذاق بنا رہا تھا۔

تو کیا غائب ہو کر آئے ہو؟ ٹھیک سے بتاؤ کیسے پہنچے پاکستان؟" وہ چڑ گئے۔"

ارے یار بارڈر کی صورتحال تو دیکھی ہے کتنی سخت سیکیورٹی ہے، جب تک کوئی ملک کا غدار ساتھ نا دے تو بارڈر کراس" کرنا ناممکن ہے۔ ہم بحری راستے سے آئے ہیں۔ براک کے دوست کے شپ میں اور ہادی کو اسکی گرینڈ مدر کے پاس چھوڑا ہے۔" فواد کے بتانے پر انہیں جھٹکا لگا۔

نیوی، نیوی فورس سے کیسے بچے؟" وہ حیران تھے"

ارے یار اسکا تو پوچھو مت۔" فواد نے منہ بنایا تو پہلی بار براک نے قہقہہ لگایا۔"

جم جم کر یہاں پہنچے ہیں یار اور دو دن تو میرا بخار سے برا حال تھا۔" فواد نے جھرجھری لے کر بتایا تو وہ چڑ گئے۔"

"کیا قسطوں میں بتا رہے ہو ٹھیک سے بتاؤ کیا ہوا؟"

یار ہزار برف کی پیٹیوں میں دبے آئے ہیں۔ یہ تو شکر تھا کہ اسکے دوست کو ذرا رحم آیا اور پیٹی میں ڈالنے سے پہلے ہاٹ کوٹ پہنا دیا اور پورا جسم پیک کر دیا ورنہ ہماری لاشیں یہاں آتیں۔ پاکستان آنا مطلب موت سے کھیلنا۔" انکی حالت کا اندازہ لگاتے حارث کا بھی قہقہہ گونجا۔

تم نے کہا دو دن؟ کیا دو دن پہلے یہاں پہنچ گئے تھے؟" حارث نے پوچھا۔"

ہاں! پھر ایک دوست کے پاس رکے تھے کہ چلنے پھرنے کے قابل تو بن گئے۔"۔ براک نے جواب دیا تو حارث صاحب" نے سر ہلایا۔

اب تُو اپنی بتا۔ یہاں کیوں رکا ہوا ہے؟ میں تو تیرے گھر پہنچ رہا تھا تیرے بھائی سے ملنے کیلئے۔" فواد نے باتوں کا رخ اسکی" طرف کیا تو حارث گہرا سانس لے کر رہ گیا۔

کچھ نہیں بس ایسے ہی۔" اس نے ٹال مٹول سے کام لیا پر فواد کے سامنے اسکی نہیں چلی۔"

دیکھ حارث! جس طرح کا ہم اب اپنا ریلیشن بنانے والے ہیں، اس میں یہ ٹال مٹول نہیں چلے گی۔ کھل کر بات کر، کیا ہوا" ہے؟ تیرا چہرہ بھی اترا ہوا ہے اور بیزار بھی لگ رہا ہے۔ جیسے ہمارا آنا پسند نہیں آیا ہو تجھے۔" فواد کی تائید براک نے بھی کی۔

کیا بکواس کر رہے ہو؟ ایسی کوئی بات نہیں۔" اس نے غصے سے جھڑکا۔"

تو پھر شیئر کرو اپنی اس اضطرابی حالت کی وجہ۔" براک نے بھی اصرار کیا تو وہ بتانے پر راضی ہو گیا اور ویسے بھی فواد کو" خوش فہمی سے نکالنا تھا کہ ہم کوئی بزنس اسٹارٹ کرنے والے ہیں۔

خواب کی تعمیر امیر لوگ کرتے ہیں ہم جیسے دوسروں کے ٹکڑوں پر پلنے والے بھکاری نہیں۔" وہ تلخ لہجے میں بولا۔ دونوں" نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

مطلب؟ کیا بات ہے کسی سے جھگڑا ہوا ہے تیرا؟" فواد نے حیران پریشان ہوتے پوچھا۔ اسکی ساری حسیں بیدار ہو گئی" تھیں۔ اسکی اور براک کی نظریں حارث چہرے پر ٹکی تھیں۔

بھائی نے انکار کر دیا ہے اس کام سے اور نا ہی مجھے کرنے دے رہے ہیں۔" اس نے دونوں کے سر پر دھماکہ کیا۔"

وہ دونوں حیرت سے انہیں دیکھنے لگے۔

مگر کیوں؟ حارث تم نے انہیں بتایا نہیں کہ کتنا منافع ہو گا ہمیں اس کام سے۔" فواد صاحب حیرت سے بولے تو وہ طنزیہ" ہنس پڑے۔

بتایا تھا اور انہوں نے بری طرح منع کر دیا۔" وہ تھپڑ والی بات چھپا گیا۔"

اور تم مایوس ہو کر یہاں بیٹھ گئے حالانکہ تمہیں اس وقت اپنے گھر میں ہونا چاہیے تھا اور انہیں مختلف طریقوں سے" کنوینس کرنا چاہیے تھا۔" براک خاموشی سے سن رہا تھا فواد اسکے ہار کر بیٹھنے پر غصے سے بولا۔

تمہیں کیا لگتا ہے میں نے انہیں کنوینس نہیں کیا؟ کیا تھا بہت مگر آخر میں انہوں نے مجھے دھمکی دے دی کہ اگر میں نے" ایسا سوچا یا اس پر عمل کرنے کی کوشش کی تو وہ مجھ سمیت تمہیں بھی جیل بجھوا دیں گے۔" حارث کی بات سن کر فواد کا منہ کھل گیا۔

تم نے کہا تھا تمہارا بھائی ضرور مانے گا تمہاری بات پر تُو خود الٹا ہمارے گلے میں ہڈی کی طرح پھنس گیا ہے۔" فواد نے طنز" کیا تو حارث نے اسے گھورا۔

وہ مان جاتے اگر کام غیر قانونی نا ہوتا، انہوں نے تو یہ بھی کہا ہے کہ انگلینڈ سے اب واپس آجاؤ تو یہاں میں تمہیں اچھا" کاروبار سیٹ کر دوں گا۔" وہ برا مان کر بولا، مطلب وہ اسکے الفاظ اسکے منہ پر مار رہا تھا اس سوچ نے تو اسکے سینے میں آگ لگا دی پر وہ ضبط کر گیا۔

دیکھو حارث غیر قانونی کچھ نہیں، جو تمہارا بھائی تمہیں کہہ رہا ہے یہ صرف ساتھ نہ دینے کا بہانہ ہے ورنہ تو خوابوں کی" اہمیت انسان جانتا ہے کہ جو خواب بھی دیکھ لیا جائے، وہ جب آنکھوں سے مقصد کی راہ بنے تو وہ ناجائز نہیں جائز کہلائے گا اور یہ ہمارا ہم تینوں کا خواب ہے کہ ہم امیر بنیں اور اپنے خوابوں کی تعبیر اپنے کمائی سے کریں اب اگر دنیا موقع نہیں

دے رہی قسمت ساتھ نہیں دے رہی تو یہی راستہ باقی بچا ہے اور جو آخری راستہ بچے اسے ناجائز نہیں آخری بازی کہتے ہیں اور آخری بازی پہ زندگی تک داؤ لگا دی جاتی ہے۔ براک ڈینئل اسے سمجھانے لگا اور دونوں غور سے سننے لگے۔

پر یہ میرا بھائی نہیں سمجھ رہا اب اگر اسے فورس کیا تو وہ مجھے، مجھ سے جڑے ہر رشتے کو بھلا کر ہم دونوں کو سلاخوں کے" پیچھے پھینک دیں گے۔ انکی نظر میں، میں انکے وطن کا غدار ہوں اور گناہ کا کام کرنا چاہتا ہوں۔" وہ مٹھیاں بھینچ کر بولا ورنہ تو اسے براک کی دلیل نے کافی متاثر کیا تھا۔

ہم کونسا بلاسٹ یا خون خرابہ کر رہے ہیں جو گناہ ہو گیا۔ یہ تو ایک نارمل کام ہے جو آجکل سب کر رہے ہیں۔" فواد صاحب" کا بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ حدید صاحب کے ہوش ٹھکانے لگا دے۔

تم نہیں جانتے ان کی محبت وطن کیلیئے، ہر ماہ بڑا اسا فنڈ اپنے ملک کے غریبوں کو دیتے ہیں اور انکی سنتے ایسے ہیں جیسے اپنے" بچوں کی سن رہے ہوں۔ اس لیے تو الیکشن جیتے ہیں۔ خود کو وطن کی مٹی کا سو کالڈ دوست سمجھتے ہیں۔" اسکی باتوں پر ان دونوں کے چہروں پر مایوسی پھیل گئی۔

تو پھر ہم ہی کچھ کرتے ہیں چھوڑ اپنے بھائی کو۔" فواد نے سر جھٹک کر کہا۔"

پر اسکے لئے تو پیسے چاہیے شروع میں؟" حارث صاحب نے الجھ کر پوچھا۔ براک خاموش بیٹھا تھا۔"

فواد بھی سوچنے لگے۔

تو پھر اپنے بھائی سے جائیداد میں حصہ مانگو۔ کیا اس کا بھی گناہ ہو گا؟" براک نے اسکے چہرے پر پھر سے مایوس کن" تاثرات دیکھے۔

مانگا تھا۔" انہوں نے کہہ کر اپنی پیشانی مسلی۔"

پھر؟ پھر کیا ہوا؟؟" وہ دونوں خوشی سے بولے۔"

انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے باپ یا ماں کی جائیداد نہیں۔ میں نے پائی پائی جوڑی ہے اور تم پر جتنا بھی خرچ کیا وہ بھی میرا" تھا۔" اسکے زہریلے لہجے پر فواد ہکا بکا رہ گیا۔

مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا۔ صاف بتا جواب کیا ملا؟" اس نے الجھ کر پوچھا"

بتایا تو ہے انہوں نے جواب دے دیا کہ نہیں دوں گا۔ ان کی اپنی جائیداد ہے۔" حارث دکھی ڈا بولا۔"

ریلیکس ہو جاؤ حارث ہم کچھ سوچتے ہیں۔" براک نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ریلیکس کیا تو وہ سر تھام گیا۔"

ایم سوری" شرمندہ سی آواز میں اس نے فواد سے کہا تو وہ نفی میں سر ہلا گئے۔"

میں سمجھ سکتا ہوں تمہاری پوزیشن۔ جب کوئی اپنا لالچ میں آجائے تو کیا حال ہوتا ہے اور وہی حال تمہارا ہے۔ تمہارا بھائی" سوچتا ہے کہ اگر اس نے تمہارا ساتھ دیا یا کوئی جائیداد میں برابر کا حصہ دے دیا تو تم اسکے آگے پھر ہاتھ کیسے پھیلاؤ گے۔ جس طرح وہ غریبوں کو بھیک دے کر خوش ہوتا ہے۔ تمہیں بھی بھائی کے بجائے ایک غریب ہی سمجھتا ہے۔ تبھی تو تمہیں ایک ساتھ جائیداد دینے کیلئے انکار کر دیا تاکہ تم اسکے ٹکڑوں پر پلتے رہو اور اسکے آگے کبھی سر نا اٹھا سکو۔ حقیقت یہی ہے حدید خان کی۔" فواد نے حارث کے کان میں زہر انڈیلا۔ اس نے سر اٹھا کر حیرت سے دیکھا۔

دیکھ حارث میں نے تمہیں ہمیشہ اپنا دوست نہیں بھائی مانا ہے۔ میں تمہیں غلط راہ پہ چلا کر یا گمراہ کر کے اپنے بھائی کے" خلاف بھڑکا نہیں رہا۔ یہ حقیقت ہے کہ تمہارا بھائی چاہتا یہی ہے کہ تم جھکے رہو اسکے سامنے۔ وہ خاندان اور دنیا کی واہ واہ بٹور رہا ہے۔" فواد نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھتے کہا تو وہ حیرت سے اسے دیکھنے لگا۔

ایسا نہیں اگر ایسا ہوتا تو وہ میری بیٹی سے کیسے اپنے بیٹے کا نکاح کرواتے۔" وہ دلیل دینے لگے حالانکہ خونی رشتوں میں" دلیل نہیں دی جاتی۔

اونہہ! ایسا کیوں نا کرتا۔ اکیلے بھائی ہو یہ بھی ایک پلان ہو گا اسکا، تمہاری بیٹی تمہاری کمزوری ہے اور وہ تمہاری کمزوری ہی" اپنے بیٹے کے نام کر گیا۔ ساری زندگی تمہاری کمزوری کو مجبور کر کے فائدہ اٹھائے گا اور تم کبھی اس کے سامنے آواز نا اٹھا سکو گے۔" حارث کا سانس رک گیا۔

ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" اسکے سامنے کل کا واقعہ گھوم گیا جب بہزاد اپنے باپ سے اونچی آواز میں بات کرنے پر اس سے لڑ" پڑا تھا۔

ایسا ہی ہے اگر ایسا نا ہوتا تو وہ کبھی یہ نا کہتا کہ جائید اد میری ہے۔ تمہارے مانگنے پر ہی وہ خوشی خوشی دے دیتا پر نہیں اس" نے سیدھا کہہ دیا کہ دولت اسکی ہے۔ اف! کیسا لالچی بھائی ہے۔ تمہارے حال پر رحم نہیں آیا اسے۔"۔ فواد نے افسوس سے کہتے سامنے ٹیبل پر رکھا بیئر کا گلاس اٹھا کر منہ سے لگایا اور ایک گلاس براک کے نزدیک کیا تو اس نے فواد کی جانب دیکھتے گلاس اٹھایا۔

اسکے دیکھنے پر فواد نے اسے آنکھوں کے اشارے سے مطمئن کیا۔

کچھ ایسا ہی میرے ساتھ بھی ہوا تھا حارث۔"براک نے کافی دیر بعد لب کشائی کی۔ حارث نے چونک کر اسے دیکھا۔"

کیسا؟"وہ حیران ہوئے۔"

یہی تمہارے والا سین، بھائی نے پراپرٹی سے حصہ دینے سے انکار کر دیا۔"اس نے بتاتے ہوئے گلاس منہ سے لگایا۔"

پھر کیا کیا تم نے؟"حارث پوری طرح اسکی طرف متوجہ ہوا۔"

وہ مسلسل میرے ہر راستے میں رکاوٹ بن رہے تھے، مجھ سے میری گرل فرینڈز چھین لیتے۔ مجھے آگے بڑھنے نہیں دیتے" تھے اور خود دن بہ دن ترقی کر رہے تھے اور مجھے تب تک کچھ نہ ملتا جب تک میں ان کے سامنے ہاتھ نا پھیلاتا کہ مجھے پیسوں کی ضرورت ہے۔ تب وہ پیسے دیتے اور پھر تھک ہار کر میں نے ایک فیصلہ کیا، بہت بڑا فیصلہ۔"وہ بولا اور گلاس خالی کر کے اس میں مزید بیئر ڈالنے لگا۔

حارث بہت غور سے سن رہا تھا۔

فواد خاموشی سے گھونٹ گھونٹ پی رہا تھا۔

کیسا بڑا فیصلہ؟"انہوں نے تجسس سے پوچھا اور خود بھی پیگ بنا کر منہ سے لگا لیا۔"

یہ قصہ ہی ختم کرنے کا بڑا فیصلہ، ان کی زندگی کا قصہ ختم کرنے کا فیصلہ۔"حارث کے یہ بات سنتے ہی گلے میں پھندا لگ" گیا۔ کمرے کی فضا میں فواد کا قہقہہ گونجا۔

اس لئے وہ تمہیں ترساترسا کر کوڑی دیتا ہے کہ اب تم پورے بچے ہو۔"۔ اس نے ہنستے کہا تو حارث نے غصے سے اسے "
دیکھا اور مسکراتے براک کی جانب رخ کیا۔

کیا پھر قصہ ختم کر دیا؟" اس نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔ "

تو اور کیا کرتا؟ کرنا پڑا، مار دیا کمینے کو۔ ایسی دردناک موت دی کہ دل دہل جائے۔" یہ سب کہتے وہ ایک نفسیاتی مریض "
لگ رہا تھا۔ حارث ہکا بکا رہ گیا۔

تو کیا تم پکڑے نہیں گئے اور تمہارے بھائی کی دولت وہ کہاں گئی؟" اس نے کچھ بے تابی سے پوچھا تو وہ ہنس پڑا۔ "

ہونا کیا تھا پولیس سے تو دوستوں نے بچا لیا پر دولت ہاتھ سے چھوٹ گئی۔" اسکے لہجے میں کچھ کھونے کا ملال تھا۔ "

کیسے؟" اسنے پہلو بدلہ اور اسکی اضطرابی حالت دونوں سے چھپی نہیں تھی۔ "

صرف بھائی کو مارا تھا۔ اسکی بیوی اور بچوں کو چھوڑ دیا تو انہوں نے ساری دولت ہتھیالی۔" اسکے لہجے میں غصہ وضبط تھا۔ "

اوہ!" وہ ہونٹ بھینچ کر دوسرا پیگ بنا کر پینے لگا اور پھر تیسرا۔۔۔۔ "

اب کیا سوچا ہے؟" فواد نے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر پوچھا۔ "

سوچنا کیا ہے؟ کچھ بچا ہی نہیں ہے ہر بار بزنس ڈوب جاتا ہے اور یہی ایک راستہ ہے جسے میں اپنا نہیں سکتا۔ پڑا رہوں گا ان "
کے ٹکڑوں پر۔" وہ تلخ لہجے میں بولا تو فواد اور براک نے ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر اسے۔

مطلب تم مایوس ہو؟" اس نے پوچھا۔ "

تو پھر کر کیا سکتا ہوں؟ تمہارے پاس ہے کوئی راستہ بتاؤ۔" وہ چڑ کر اسے دیکھتے غرائے اور گلاس قالین پر پھینکا۔ "

ہے نا راستہ اگر تم ساتھ دو تو۔" ٹکڑوں میں بٹے گلاس کو دیکھتے وہ معنی خیزی سے مسکرا کر بولا تو حارث نے کچھ چونک کر "
اسے دیکھا۔

کیسا راستہ"؟ اسنے بروا چکایا۔ "

قصہ ختم کرو پرانی کہانی کا اور ایک نیا باب شروع کرو۔ جس میں حارث خان ہو اور اسکی سلطنت ایک دنیا پر۔" اسکا لہجہ کچھ ایسا سنسنی خیز تھا کہ حارث سمجھ کر دھک سے رہ گیا۔

تم پاگل تو نہیں ہو گئے؟" وہ دھاڑا۔ "میں کیسے اپنے بھائی، اسکی اولاد اور بیوی کو ماردوں؟" وہ چیخا تو دونوں نے ناگواری سے دیکھا۔

بھائی نے جب سے سیاست میں قدم رکھا ہے انکے اتنے مخالفین اور جانی دشمن ہو گئے ہیں کہ ہر دم موت کا فرشتہ سر پر سوار محسوس ہوتا ہے۔" وہ اسے گھور رہے تھے کہ اس کے لفظوں پر ششدر رہ گئے۔

کچھ دیر تینوں روم میں ساکت بت کی طرح بیٹھے رہے اور بیچ میں رکھی ٹیبل پر بیئر کی بوتل کو گھورتے رہے۔

پھر ایک مخصوص مسکراہٹ آئی لبوں پر اور حارث نے ہاتھ موبائل کی طرف بڑھایا۔ ایک فیصلہ جو لینا تھا آر یا پار۔

فواد اور براک نے الجھ کر اسے دیکھا جو اب اپنے موبائل سے سم نکال رہا تھا اور اگلے ہی پل سم دانتوں تلے دبا کر دو ٹکروں میں تقسیم کر دی۔

یہ کیا کر رہے ہو؟" فواد نے حیرت سے پوچھا۔"

امیر ہونے کے لیے پہلا قدم اٹھا رہا ہوں۔ تم دونوں سے گفتگو کا ثبوت مٹا رہا ہوں۔" وہ دونوں ایک بار پھر الجھ گئے۔"

وہ دونوں چونک گئے، انھیں حارث کی آنکھوں میں مکروہ عزائم صاف دکھنے لگے۔

میں رات سے یہی سوچ رہا ہوں کہ یہ کہانی کیسے ختم کروں اور بھائی کی جگہ کیسے لوں؟ پر اب جب براک کی کہانی سنی ہے تو" بہت کچھ سمجھ آیا ہے کہ کہانی ختم کرنی ہے تو اسے مٹانے کے بجائے صفحات ہی جلا ڈالو"۔ اس نے کہہ کر قہقہہ لگایا۔

تم پتا نہیں کیا کہہ رہے ہو؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کھل کر بات کرو۔" فواد نے بیزاری سے کہا۔"

جس نے بھی میرے بھائی کو مارا ہے میں اسے چھوڑوں گا نہیں اور انکے جو ارادے ہیں میرے بھائی کو مارنے کے بعد ہم" سیاست سے قدم پیچھے لے لیں گے تو یہ ان کی خوش فہمی ہو گی، اس نے حدید خان کو مارا ہے، بہزاد خان کو مارا ہے پر ابھی حارث خان زندہ ہے۔ وہ انکے ارادوں کو کبھی کامیاب نہیں ہونے دے گا اور اپنے بھائی کے نیک مقاصد اور اسکے خوابوں

کو ضرور پورا کرے گا۔ جو روک سکتا ہے روک لے۔" وہ اس طرح سنجیدہ ہو کر بول رہا تھا کہ دونوں حیرت سے سنتے اسکی بات اور مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگے اور جب سمجھے تو تینوں کے مکروہ قہقہے ہوٹل روم کی فضامیں گونجے۔

دولت کی ہوس اور لالچ نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ اپنا ماں جایا اپنا باپ جیسا بھائی کسی بھی لالچ کے بغیر اسکی پرورش کرنے والا بھائی، جس نے اپنی نیندیں، سکون و آرام سب اس پر وار دیے تھے۔ اسے دوسرے ملک بھیج کر خود کو دن رات مشین بنا کر کام کرتے، اسکے لیے فیس جمع کرتے۔

وہ چھوٹا بھائی جس کا پیٹ بھرنے کیلیئے وہ خود بھوکا سو جاتا تھا۔ آج وہی چھوٹا بھائی اسکے سارے احسان، محبت و پیار سب بھلا کر اسکی دولت کی ہوس میں اندھا ہو کر اسے مارنے کی پلاننگ کر رہا تھا۔

بہت مشکل ہے حارث۔" فواد نے مصنوعی ڈر سے کہا۔"

نہیں مشکل تم دونوں بس یہاں جیسے آئے ہو ویسے چلے جاؤ کہ کسی کو بھنک بھی نا پڑے اور وہاں جا کر بغیر کوئی ثبوت دیے" میرے لیے کسی اچھی سی کمپنی میں جاب تلاش کرو اور مجھے کال کرنا۔ ٹھیک ہے؟" اس کی تیز پلاننگ وہ سمجھے تو دونوں کے منہ کھل گئے۔

واقعی تجھے ماننا پڑے گا یار مطلب دولت بھی اور عہدہ بھی۔ واہ ہماری تو قسمت چمک جائے گی۔" براک نے داد دیتی" نظروں سے اسے دیکھا اور فواد نے اسکا شانہ تھپتھپایا۔ وہ سرخ آنکھوں سے بیئر کا گلاس منہ سے لگا کر ہنس پڑا۔

ساری رات سوچ سوچ کر یہ فیصلہ لیا ہے کہ نا بچے گا اسکا عہدہ اور نا ہی خود۔ جس طرح مجھے ذلیل کر کے میرا ہاتھ خالی" لوٹایا تھا کہ میرا کوئی حصہ نہیں۔ اسی طرح میں اب اسے بتاؤں گا کہ میرا کتنا حصہ ہے اور اسکا کیا حصہ ہے۔" وہ درشتگی سے بول رہا تھا دونوں نے اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے ریلیکس کیا۔

صحیح فیصلہ لیا ہے تم نے۔ یہ قول نہیں سنا کہ اپنا حق چھوڑنا مرد کی شان نہیں، کوئی حق نا دے تو لڑ کر حاصل کرنا مرد کی" شان ہے۔" فواد نے مسکراتے ہوئے اسے کہا۔

کچھ دیر وہ سارے پلان کو ڈسکس کرتے رہے۔

ملازموں کا کیا کروگے ؟" براک کے سوال پر فواد نے چونک کر حارث کو دیکھا جو مسکرا رہا تھا۔"

ساری رات جھک نہیں ماری پورا پلان بنایا ہے، انکا کیا کرنا ہے ؟ کچھ نہیں، صرف کچھ پیسے منہ میں ٹھونس کر منہ بند" کروادینا۔ اگر کوئی ذراسی چوں چراں کرے گا تو اسے میٹھی نیند سلادینا ہے بس۔" وہ قہقہہ لگا کر بولا تو روم کی فضا میں دو اور قہقہے گونجے۔ اچانک دروازہ ناک ہونے پر وہ سب خاموش ہو گئے۔

تم بیٹھو میں دیکھتا ہوں۔" فواد کو بٹھا کر وہ خود اٹھ کھڑا ہوا اور دروازے کے پاس آکر دروازہ کھولا تو سامنے ایک" خوبصورت سی لڑکی مسکراتی ہوئی ٹرے ہاتھ میں پکڑے اندر آنے کی اجازت مانگنے لگی۔

حارث نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھتے سائیڈ پر ہو کر جگہ دی تو وہ اعتماد سے مسکراتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

ویٹریس کے بلیک اینڈ وائٹ مخصوص لباس میں ڈارک براؤن بالوں کی پونی بنائے اس نے ٹیبل کے بیچ ٹرے رکھ کر اسکے اوپر سے مخمل کا سرخ کپڑا ہٹایا جہاں شراب کی بوتلیں موجود تھیں۔

کچھ اور چاہیے تو سر انٹر کام پر حکم کیجئے گا۔" وہ مؤدب مگر پروفیشنل انداز میں مسکراتی جانے لگی کہ پیچھے سے حارث نے" اسے روکا۔

نام کیا ہے تمہارا؟" اس نے ہاتھ بڑھا کر دروازہ بند کیا تو وہ کچھ گھبرا گئی۔"

فواد اور براک نے مسکراتے ہوئے صوفے کی بیک سے پشت ٹکا کر ان دونوں کو دیکھا۔

عالیہ!" اس نے مسکرا کر دروازے کی طرف دیکھتے جواب دیا اندر ہی اندر وہ ڈری سہمی ہوئی تھی۔"

تعلیم؟ اور یہاں کیوں کام کرتی ہو؟" اس کے نازک سراپے کو سر سے پاؤں تک للچائی نظروں سے دیکھتے پوچھا۔"

انگلش میں ماسٹرز کیا ہے۔ بغیر سفارش اور رشوت نہ دینے پر کوئی اچھی جاب نہ ملنے کی وجہ سے یہاں مجبوری میں کام کرنا" پڑا مجھے۔" اس نے سر جھکا کر بتایا۔

آج کل یہ بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔" حارث نے آنکھ مار کر اسکے جھکے سر کو دیکھتے فواد اور براک سے کہا تو دونوں اپنی" مسکراہٹ چھپا گئے۔

اس نے اپنی جیب سے والٹ نکالا اور اس میں سے چند ہرے نوٹ نکال کر اسکی جانب بڑھائے۔

"یہ رکھو اور اپنے مینیجر کو بھیجو یہاں۔" اسکے پیسے دینے پر وہ ٹپ سمجھتی شکریہ کے ساتھ تھام گئی۔ اثبات میں سر ہلاتی وہ روم سے نکل گئی۔

"اتنی رحمدلی ہاہاہا۔" فواد نے کہتے قہقہہ لگایا۔ حارث ایک مکروہ مسکراہٹ کے ساتھ انکے ساتھ آ بیٹھا۔

"عقلمند انسان کو اپنے آنے والے وقت کیلیئے پہلے سے ہی خود کو تیار کر لینا چاہیے۔" اسکی دور اندیشی پر وہ دونوں ہنس پڑے۔

"مینیجر کا کیا معاملہ ہے؟" براک نے پوچھا تو فواد ہنس پڑا۔

"کچھ خاص نہیں، رات سے بے آرامی اور سوچ سوچ کر تھک گیا ہوں اس لئے اب آرام اور سکون چاہتا ہوں۔" اس نے معنی خیزی سے کہتے ہوئے گلاس منہ سے لگایا۔

"اور ہم؟" فواد نے اسے گھورا تو وہ ہنس پڑا۔

"تم دونوں مینیجر کے پہنچنے سے پہلے یہاں سے نکلو اور وہاں پہنچ کر میرے لیے اچھی سی جاب تلاش کر کے مجھے وہاں سے کال کرو۔" اسکے کہنے پر فواد نے منہ بنایا۔

"چلو اٹھو پھر سے جمنے کیلیئے خود کو تیار کریں۔ کچھ دیر میں شپ روانہ ہونے والی ہے۔" براک مسکراتا ہوا اٹھا اور ناچار فواد کو بھی اٹھنا پڑا۔

"منہ نا بنا پھر اپنی حکومت ہو گی۔" حارث نے اٹھ کر اسکے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ وہ مسکرا کر سر ہلا گیا۔

"اسی لئے خاموش لوٹ رہا ہوں۔" اس نے کہتے ہوئے اسے خود میں بھینچ لیا۔ حارث سے مل کر وہ دونوں وہاں سے نکل گئے۔

انکے جانے کے کچھ دیر بعد مینیجر مسکراتا ہوا دستک دے کر اندر داخل ہوا۔ حارث کا مطالبہ سن کر وہ کچھ پریشان ہو گیا۔

"سر وہ نہیں مانے گی۔" اس نے مؤدب ہو کر معذرت کی پر جب حارث نے اسکے سامنے اپنا والٹ رکھا جو ہرے اور نیلے نوٹوں سے بھرا ہوا تھا تو وہ کشمکش میں پڑ گیا۔

اوکے سر! میں اونر اجمل جتوئی سے بات کرتا ہوں۔ آپ کچھ انتظار کریں۔" وہ والٹ اٹھانے لگا مگر حارث نے جھپٹ کر" والٹ اس سے پہلے ہی اٹھالیا۔

مکمل رازداری ہونی چاہیے اور مجھے زیادہ انتظار پسند نہیں، یہ کچھ پیسے رکھو اور باقی کے کام ہو جانے کے بعد لے لینا۔" اس" نے کچھ پیسے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ مینیجر نے سر ہلا کر خوش ہوتے پیسے اٹھالیے۔

سر! آپ فکر نا کریں۔ یہاں مکمل رازداری ہی ہوتی ہے۔" وہ کمینگی سے مسکراتا وہاں سے چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد" حارث نے اسے گالی دی کہ فالتو میں نخرے دکھا رہا تھا۔

کچھ ہی میں عالیہ روتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔

روکیوں رہی ہو؟" حارث نے ناگواری سے پوچھا۔"

سر! پلیز مجھے معاف کر دیں۔ سر میں اپنے چھوٹے بھائیوں کیلئے کماتی ہوں۔ میں ایسی لڑکی نہیں ہوں سر۔" وہ دونوں" ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر منت سماجت کرنے لگی۔ جس کا سامنے والے پر ذرہ برابر بھی اثر نا ہوا۔

تو پھر یہاں کیوں آئی ہو؟ اچھی لڑکی ہوتی تو چلی جاتیں گھر۔" اس نے تمسخر بھری نظروں سے اسے دیکھا۔"

عالیہ نے ذرا کی ذرا نظریں اٹھائیں اور پیچھے دروازے کو دیکھا۔

سر! مم۔۔ مجھے بلیک میل کر رہا ہے اجمل جتوئی۔ سر! اس نے چینج کرتے ہوئے میری ویڈیو بنالی ہے اور اب۔۔۔" وہ" کہتے ہوئے رو پڑی۔

کچھ نہیں ہوتا۔ میں اس سے ویڈیو ڈیلیٹ کروالوں گا، تم رونا بند کرو۔" اسکے کہنے پر عالیہ نے مشکور نظروں سے اسے" دیکھا۔

آپکا بہت بہت شکریہ سر۔ میں آپکا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔" وہ کہہ کر جانے لگی جب پیچھے سے بیڈ پر بیٹھے حارث" کی آواز پر رکی۔

ایک احسان مجھ پر بھی کر دو عالیہ۔" وہ خوشگوار لہجے میں بولا۔"

کک۔۔ کیا سر؟" اس نے گھبرا کر بند دروازے کو دیکھا۔"

وہ تو دروازہ کھول کر اندر آئی تھی پھر بند کس نے کیا۔

وہاں سے ایک پیگ بنا کر لاؤ پھر چلی جانا۔" وہ مسکرا کر بولا تو وہ کشمکش میں پڑ گئی۔"

پر اسکے احسان کو یاد کرتی وہ سر ہلا کر کچھ دیر پہلے کے لائے گئے مشروب کا گلاس بھر کر اسکی طرف بڑھی۔

اسکے قریب جاتے عالیہ کے پاؤں کانپ رہے تھے اور ڈر اسکی رگ رگ میں سما گیا تھا۔

اسکی نظروں میں ہوس دیکھ کر وہ گلاس بغیر اسکے ہاتھ میں تھمائے سائیڈ ٹیبل پر رکھتی بھاگ جانا چاہتی تھی پر اس سے پہلے ہی اس شیطان نے اسے پکڑ لیا۔ اسکے چیخنے سے پہلے ہی منہ پر بھاری ہاتھ رکھ کر اسکی چیخیں دبا دیں۔ خود کو آزاد کروانے کی مزاحمت اسکی دھمکی میں دم توڑ گئی۔

اگر تم نے ذرا سی بھی آواز نکالی تو جو ویڈیو ایک ہے وہ ہزاروں کی تعداد میں بن جائیں گی اور ہر جگہ وائرل ہونے کے ساتھ" تمہارے بھائیوں کے پاس بھی پہنچائی جائے گی کہ دیکھو اپنی بہن کی کمائی کا طریقہ۔" وہ بے بس سی سسک اٹھی۔ وہ درندہ اسے نوچ کر اسکی عزت و آبرو کو روندنے لگا۔

اب جب بھی میں چاہوں گا، تم میری ایک کال پر دوڑی چلی آؤ گی ورنہ یہ دیکھ رہی ہو، یہ تمہیں دنیا میں کہیں منہ دکھانے" کے لائق نہیں چھوڑے گا۔ سوائے میری بانہوں میں آنے کے تم سر اٹھا نہیں سکو گی۔" موبائل میں چلتی ریکارڈنگ ان ساکت و ویران ل آنکھوں کے سامنے تھی۔ اسکے کانوں میں جیسے پگھلا ہوا سیسہ انڈیلا جا رہا تھا۔

*____________________*____________________*

دوسرے دن کی صبح وہ گھر میں داخل ہوئے۔

ڈیڈ آ گئے۔" جھولے پر بیٹھی ہانیہ جسے بہزاد مسکراتا ہوا جھولے دیتا بہلا رہا تھا کیونکہ وہ اپنے باپ کو رات سے ناپا کر روتی" رہی تھی اور صبح جب بہزاد کو معلوم ہوا تو اسے مختلف کھیل اور کھلونوں سے بہلانے کی کوشش کرتا رہا۔ وہ جھولے پر بیٹھی

اس سے باتیں کرتی ہنس رہی تھی کہ گیٹ سے اندر داخل ہوتے حارث صاحب کو دیکھ کر وہ خوشی سے چیخ اٹھی اور بھاگتی ہوئی باپ کی بانہوں میں سماگئی۔

میرا بیٹا!" حارث صاحب اسے بوسہ دیتے ہوئے اپنے سینے میں بھینچ گئے۔"

ڈیڈ! آپ کہاں تھے؟ رات سے گھر نہیں آئے، مام بھی آپکو مس کر رہی تھیں۔" وہ انکے گلے میں اپنے چھوٹے" سے بازو ڈال کر روتی ہوئی بولی۔

بیٹا! یہیں تھا۔ روتے نہیں میری شہزادی۔" انہوں نے اسکا سر سہلاتے ہوئے کہا اور اندر کی طرف قدم بڑھائے۔"

ایم سوری چاچو۔" بہزاد شرمندہ سا انکے سامنے آیا اور کان پکڑ کر معصومیت سے بولا۔"

گڈ بوائے۔" ہانیہ نے اپنے ڈیڈ کے کندھے سے سر اٹھا کر شرمندہ سے سر جھکائے بہزاد کو دیکھا تو کھکھلا کر ہنسی۔"

بہزاد بھی حارث کی جانب دیکھ کر مسکرایا پر انکے سپاٹ چہرے کو دیکھا تو اسکی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

وہ تمہیں ہمیشہ جھکا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے اپنے بیٹے سے تمہاری بیٹی کا نکاح کروایا ہے۔" حارث صاحب کے کانوں" میں فواد کی آواز گونجی تو وہ ایک سرد سی نگاہ بہزاد پر ڈال کر سائیڈ سے گزر کر اندر چلے گئے۔ بہزاد اپنے چاچو کے رویے پر ہکا بکا سا کھڑا انکی پشت دیکھنے لگا۔

یہی حال ہانیہ کا تھا۔

ڈیڈ! بیری آپ سے سوری کہہ رہا ہے۔ آپ نے اسے پیار نہیں دیا؟" ہانیہ نے حارث کی آنکھوں میں دیکھ کر پوچھا تو وہ" مسکرا دیے۔

بیٹا! سانپ کو پیار دیں گے تو وہ بدلے میں پیار نہیں زہر لوٹائے گا۔ اس لیے ہمیں پہلے ہی ایسی بیوقوفی نہیں کرنی" چاہیے۔" ہانیہ بغیر اسکی بات کا مطلب سمجھے بیری کے سانپ بننے پر کھکھلا کر ہنسی۔

پیچھے کھڑا بہزاد اتنا بھی ناسمجھ نہیں تھا کہ انکا مطلب نا سمجھ پاتا۔ وہ ساکت سا اپنے پیارے چاچو کی پشت کو اپنی نظروں او جھل ہوتا دیکھ رہا تھا ساتھ اپنی اسٹرا کو بھی۔

اس کے ضبط نے جب حدیں توڑیں تو وہ روتا ہوا وہاں سے بھاگ گیا تھا۔ وہ اپنے باپ کی طرح رشتوں کے معاملے میں بہت ہی حساس دل رکھتا تھا اور انہیں اپنی روح کے قریب محسوس کرتا تھا۔

پر آج اسکے چاچو کے الفاظ نے اسے اتنا ہرٹ کیا تھا اتنا درد تو کل انکے تھپڑ مارنے سے بھی نہیں ہوا تھا۔

آپ! کہاں تھے؟ موبائل کیوں بند تھا آپکا؟" ہادیہ بیگم کو جب ہانیہ نے آکر بتایا کہ ڈیڈ آئے ہیں تو وہ کمرے میں آکر بیڈ پر" دراز حارث کو دیکھتی پوچھنے لگیں۔

میں تمہارے کسی سوال کا جواب دینا فرض نہیں سمجھتا۔" انہوں نے ناگواری سے کہتے موبائل پر نظریں ٹکا دیں۔"

ہاں! آپ پر میرے فرض ہوں گے بھی کیوں؟" اس نے طنز کیا تو وہ بھڑک اٹھا۔"

ہادیہ! دماغ مت کھاؤ اور دفع ہو جاؤ میری نظروں سے دور ورنہ میں کچھ کر بیٹھوں گا، پھر روتی رہنا۔" وہ غصے سے" دھاڑے۔ ہادیہ اسے لب بھینچ کر دیکھتی روم سے باہر چلی گئی۔

پیچھے وہ اسکی پشت پر ایک ناگوار نظر ڈال کر اپنے موبائل کی طرف متوجہ ہو گیا۔

--------------------------*

بیری!" بینچ پر بیٹھے ہوئے بہزاد کے ساتھ بیٹھ کر وہ اسے بلانے لگی۔"

ہوں" بہزاد نے مسکرا کر اسکی طرف دیکھا۔ ہانیہ نے اسکی روئی ہوئی آنکھیں اور بھیگی پلکیں دیکھیں۔"

تمہیں ڈیڈ کی بات بری لگی نا؟" اس نے اسکا ہاتھ اپنے چھوٹے سے ہاتھ میں لے لیا۔ وہ اسے دلاسہ دینا چاہتی تھی کہ ڈیڈ" غصے میں تھے انکے منہ سے نکل گیا۔

نہیں، مجھے کیوں برا لگے گا۔ انکل نے پتا نہیں کیا کہا، میں نے تو سنا ہی نہیں۔" وہ اسکے گولڈن بال اپنے ہاتھ سے بکھیرتا" مسکرایا۔

تو پھر روئے کیوں ہو؟" وہ اس کے جھوٹ پر اسے گھورنے لگی۔"

کہاں ؟رویا تھوڑی ہوں، پتا نہیں آنکھوں میں کچھ چلا گیا تھا۔" اس نے اپنی دائیں آنکھ مسلتے ہوئے کہا جو پھر بھر آئی تھی۔

کیا دونوں آنکھوں میں کچھ چلا گیا تھا؟" وہ اسکا جھوٹ پکڑ گئی تو بہزاد ہنس پڑا۔"

اچھا بتاؤ ڈیڈ نے کیا کہا؟ کہاں تھے دو راتیں؟" وہ ہنس کر نظریں چراتا سامنے ٹہلتے مور کو دیکھ کر پوچھنے لگا۔"

پتا نہیں، جواب نہیں دیا انہوں نے۔ مام پوچھنے گئی ہیں۔ تم چھوڑو آؤ جھولا جھولیں۔" وہ کہتی ہوئی اسکا ہاتھ کھینچ کر اٹھی" اور ساتھ لے کر جھولے میں بیٹھی۔

تم بیٹھو میں جھلاتا ہوں۔" بہزاد نے کہا اور پیچھے آ کر اسے جھولا جھلانے لگا۔"

اب آ جاؤ۔" ہانیہ نے اسے پکارا تو وہ سر ہلا کر جھولے پر اس کے ساتھ آ بیٹھا اور دونوں اپنی بیک پیچھے لے جاتے اور پھر" آگے جھکتے اس طرح جھولا اور تیز سپیڈ پکڑ گیا۔

ابھی تو یہ تمہارا ہے۔ بڑی ہو کر جب یہاں آؤں گی تو تم سے سب کچھ لے لوں گی۔" وہ سامنے مور کو دیکھتی بولی۔ بہزاد" ہنس پڑا۔

تم ابھی لے لو۔" اس نے اسکے گال پر چٹکی کاٹ کر پیار سے کہا۔"

گھر میں اکیلا ہونے کی وجہ سے وہ کافی چڑچڑا ہوا کرتا تھا۔ اسکول اور ایکڈمی میں دوست ہوتے تھے ورنہ گھر میں وہ اکیلا بور ہو جاتا تھا۔

جب سے ہانیہ پیدا ہوئی تھی اسکے پر نکل آئے تھے۔

وہ بار بار اپنے چاچو سے ضد کر کے بلا لیتا۔ کبھی چاچی ہانیہ کو لے کر آ جاتیں اس طرح دونوں کی دوستی بہت گہری ہو گئی تھی۔ ہانیہ نے ہوش سنبھالتے ہی اسکی بے انتہا محبت دیکھی تھی۔

وہ جب پاکستان آتی بہزاد اسے ایک پل کے لیے بھی خود سے الگ نہیں کرتا تھا۔

کھانا کھاتا تو ایک نوالہ اپنے منہ میں تو دوسرا نوالہ اسے دیتا۔ سب انہیں اس طرح دیکھ کر خوش ہوتے تھے۔

درمیان میں ہانیہ اسکی انگلیوں پر دانت مارتی تو وہ کھکھلا دیتا اور پھر اسے یہی عمل دہرانے کا کہتا اور پھر تو اسکے دانتوں میں ایسی تیزی آتی کہ وہ سرخ نشان اسکی انگلیوں پر جما دیتی۔ اسکی آنکھوں میں پانی آجاتا تب بھی وہ ہنس رہا ہوتا تھا ہانیہ بھی کھکھلا دیتی۔

نہیں ابھی نہیں چاہیے۔ جب ہمیشہ کیلئے یہیں آجاؤں گی نا میں تو یہ لے لوں گی تم سے اور ہاں تمہارا بیڈ روم بھی مجھے "دینا۔ اور میرا پنک کلر کا روم جو کہ مجھے پسند بھی ہے وہ تم لے لینا۔" وہ منہ بنا کر آرڈرز دینے لگی تو بہزاد نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

جو حکم ملکہ عالیہ!" اسکی بات پر وہ کھکھلائی ساتھ بیری بھی ہنس پڑا۔"

اور پھر جب تمہارا دل بھر جائے گا میرے روم کے وائٹ کلر سے تو کیا کرو گی؟" وہ شرارت سے پوچھنے لگا۔"

ہانیہ نے سوچتے ہوئے اپنی چھوٹی سرخ انگلی ٹھوڑی پر رکھی۔

پھر میں اس روم میں پینسل کلرز سے رنگ بھر دوں گی۔" اس نے کہا تو بہزاد بھی مسکراتا اسکی عقل کو سلامی دینے لگا۔"

ویری سمارٹ۔" بہزاد نے اسکی ناک پکڑی جس پر وہ غصے سے گھورتی اپنی ناک پیچھے کر گئی۔"

میں گرلز کے پنک کلر کے روم میں کیسے رہوں گا؟ جہاں صرف ڈولز، باربی پکس اور ڈول ہاؤس ہے۔ میرے دوست "ہنسیں گے نہیں مجھے پر؟" وہ منہ بنا کر بولا۔

اچھا تو پھر ایسا کرنا پنک کلر، ڈولز، باربی پکس، اور ڈول ہاؤس سب مجھے دے جانا اور اپنا سب کچھ لے جانا، ویڈیو گیم کے "علاوہ۔" اس نے چٹکی بجا کر آئیڈیا دیا۔

غور سے اسکی بات سنتے بہزاد نے اسکے کلر واپس لے جانے والی بات پر قہقہہ لگایا تو وہ بھی شرارت سے ہنس پڑی۔

تمہارا روم تو میرے روم سے زیادہ اچھا ہے ہنی۔" وہ اسکا بڑا سا خوبصورت سا روم یاد کرتا بولا۔"

ہاں تو میں نے کب کہا برا ہے پر مجھے تمہارا روم چاہیے اور اپنا بھی۔" وہ ناک سکور کر بولی تو بہزاد کھکھلایا۔"

بیری! چلو نا آئس کریم کھاتے ہیں۔" وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر جھولے سے اٹھی جس پر بہزاد نے اسے دیکھا۔"

مام ناراض ہوں گی۔ کچھ ہی دیر میں لنچ ٹائم ہونے والا ہے۔" کہنے کے ساتھ اسکا پھولا منہ دیکھ کر وہ بے بس ہو گیا اور نازیہ" بیگم کی ڈانٹ کیلئے خود کو تیار کرتا اسے کچن میں لے گیا جہاں کک کھڑی تھی۔

پکتے کھانوں کی لذیذ خوشبو پر خود پر جبر کرتے اس نے فریج سے آئسکریم نکالی اور دونوں بہزاد کے روم میں آ گئے۔ وہ دونوں آئسکریم کھاتے ویڈیو گیم کھیلنے لگے۔

تم ڈیڈ کے وجہ سے سیڈ تو نہیں ہونا؟" آئسکریم سے بھرا اسپون منہ میں ڈالتے وہ اسے دیکھ کر پوچھنے لگی۔"

وہ ہمارے بڑے ہیں۔ ان سے ناراض نہیں ہوتے چاچو ابھی غصہ ہیں اس لئے ایسا کہا ورنہ میں جانتا ہوں وہ مجھ سے بہت" پیار کرتے ہیں۔" وہ مسکرا کر بولتا ہوا واپس ویڈیو گیم کی طرف متوجہ ہو گیا۔

جو بھی جیتا اسے یہ دونوں آئسکریم کھانی پڑیں گی۔" ٹیبل پر رکھے دونوں کپ کو دیکھتی وہ بولی۔"

اسکا پلان صرف گیم جیتنا تھا کیونکہ جانتی تھی بہزاد کو آئسکریم نہیں پسند اسلئے وہ دونوں کیسے کھائے گا اور ہار کر اسے دے دے گا۔ اس سے وہ جیت جائے گی اور آئسکریم بھی اسکی جیت بھی اسکی۔

رہی بات بہزاد کے کھانے کی تو وہ ضرور کھائے گا۔

مجھے منظور ہے۔" وہ جھٹ سے اسکی الٹی شرط مان گیا۔ دونوں گیم اسٹارٹ کہتے گیم کھیلنا شروع ہو گئے۔"

بڑی تیزی سے ہانیہ کی گرل سامنے ایل ای ڈی پر بہزاد کے بوائے کو مار رہی تھی یا وہ جان بوجھ کر مار کھا رہا تھا۔

ہو وو! وہ اپنی گرل کے جیتنے پر خوشی سے چلائی اور اسے ٹھینگا دکھاتے شیم شیم کرنے لگی۔"

بہزاد ٹانگ پر ٹانگ رکھے مسکرا رہا تھا کہ چلو ایک ہار پر ہی آئسکریم سے جان تو چھوٹی۔

پکڑو۔" اس نے اسکا کپ اٹھا کر بہزاد کی طرف کیا۔"

کیوں؟" اس نے حیرت سے ابرو اچکایا۔"

میری طرف سے کھاؤ۔" وہ ناک سکیڑتی بولی منہ پر سنجیدگی آ گئی تھی کہ انکار نہیں سنا جائے گا۔"

میں کیوں کھاؤں؟ میں تو ہار گیا ہوں نا تم نے شرط لگائی تھی یاد کرو۔" وہ سیدھا ہو کر بولا۔"

وہ شرط غلط تھی اس لیے ختم، اب یہ میری طرف سے کھاؤ۔ میں جیتی ہوں اس خوشی میں ورنہ ابھی رو کر بڑے ڈیڈ کو" بتاؤں گی تم نے مجھے ڈانٹا۔" وہ زبردستی اسکے ہاتھ میں کپ تھماتی خود کھانے لگی۔ بہزاد نے اس نک چڑھی کی چالاکی پر دانت پیسے۔

یہ تم نے صرف جیتنے کیلئے کیا ہے نا اسٹرا؟" وہ تیوریاں چڑھا کر بولا۔"

جس پر اس نے معصومیت سے سر ہلایا اور اسپون منہ میں ڈالا۔

تم بہت ترقی کرو گے۔" وہ کھکھلا کر ہنسی اور زبردستی اسپون بھر کر اسکے منہ میں ڈالا۔ وہ چیچ زہر کی طرح بہزاد کو مجبوراً" نگلنا پڑا۔

اسے آئسکریم زہر مار کرتے دیکھ کر وہ کھکھلا کر ہنستی کھا رہی تھی۔

--------------------------*

پیکنگ کر لو کل ہم نکل رہے ہیں" ہادیہ چینج کر کے روم میں آئی تو بیڈ پہ بیٹھا حارث بولا۔ انہوں نے انکے چہرے کی" طرف دیکھا۔

کہاں؟" وہ بے تاثر چہرے سے بولیں۔"

کہاں کا کیا مطلب؟ اپنے گھر چل رہے ہیں اور کہاں؟" وہ غصے سے ٹیک چھوڑ کر اٹھ بیٹھے۔"

ہمارا گھر یہی ہے۔" وہ لاپرواہی سے کہتی کمفرٹر خود پر ٹھیک کرتی لیٹ گئی۔"

بکواس مت کرو سمجھی صبح پیکنگ کر دینا ورنہ بیٹھی رہنا اپنے گھر میں۔" وہ غرائے پر ہادیہ نے کوئی رسپانس نہیں دیا۔"

وہ ابھی ہانیہ کو کھانا کھلا کر اپنے اس کے روم میں سلا کر آئی تھی۔ صبح کی جھڑپ کی وجہ سے وہ حارث سے بات نہیں کر رہی تھی کہ وہ اپنی غلطی پر شرمندہ ہو اور اس سے ایکسکیوز کر لے اپنے رویے کا۔ وہ یہ بھی جانتی تھی کہ پہلے کونسا اس نے کبھی اپنے رویے پر ایکسکیوز کیا تھا جو اب کرتا۔ مگر یہاں خان مینشن آکر وہ بہت اچھے سے بی ہیو کرتا تھا۔

یہی امید تھی اسے پر ایسا کچھ نا ہوا۔

ہادیہ نے کوئی جواب نہیں دیا اور آنکھوں پر بازو رکھ لیا۔ حارث نے سرخ نظروں سے اسے گھورتے اسکے جواب نا دینے پر لب بھینچ کر خود بھی کروٹ بدل لی۔

--------------------------*

تم جارہے ہو پھر؟" حدید صاحب لاؤنج میں بیٹھے حارث کے پاس آئے۔"

ہاں جارہاہوں" اس نے حدید صاحب کو دیکھتے کہا۔"

کیوں؟' حدید صاحب اسکے سامنے بیٹھے۔"

"کیوں سے کیا مطلب؟ میرا وہاں گھر ہے اور مجھے اپنے پاؤں پہ کھڑے ہو کر کچھ کرنا ہے۔ چاہے آپ ساتھ دیں یانا دیں۔" وہ انکی آنکھوں میں دیکھتا درشتگی سے بولا۔ حدید صاحب لب بھینچ گئے۔

آج صبح ہوتے ہی ہادیہ نے روتے ہوئے نازیہ بیگم کو بتایا تھا کہ وہ نہیں جانا چاہتی انکے ساتھ۔ وہ یہیں رہنا چاہتی تھی۔ آپ پلیز بھائی صاحب سے کہیں نا کچھ کریں۔

تم نہیں جاؤ گے۔" انہوں نے بڑے بھائی ہونے کے ناطے رعب سے کہا۔ شاید کچھ اثر ہو جائے اور اسکا بھائی اسکے لہجے" میں موجود درد محسوس کر لے۔ اسے احساس ہو کہ جو وہ کر رہا تھا اس سے تمہارے باپ جیسے بھائی کو درد ہو رہا تھا۔

ہادیہ!" وہ حدید صاحب کو نظر انداز کرتا ہادیہ کو بلانے لگا۔"

زیادہ دیر نہیں ٹک پاؤ گے حارث، ناہی اس خوش فہمی میں رہنا کہ میں تمہیں حرام کمانے دوں گا۔" وہ کہہ کر جانے لگے" کہ پیچھے سے حارث بولا۔

ہاں! آپ ایسا کیوں چاہیں گے؟ آپ تو چاہتے ہیں کہ میں ساری زندگی آپکے پاؤں میں بھکاری بن کر پڑا رہوں۔" وہ غصے و" نفرت کی انتہا پر تھا۔

تم اتنا کیسے گر سکتے ہو حارث؟" حدید صاحب غصے سے مڑتے دھاڑ اٹھے۔"

اسکے لہجے اور اسکے انداز پر حدید صاحب کو اپنے اندر درد کی ٹیسیں اٹھتی محسوس ہوئیں۔

کیونکہ آپکی سوچ گر گئی ہے۔" وہ بھی دھاڑا۔ ہادیہ نے اپنے دل پر ہاتھ رکھا۔ ہانیہ بھی روتی ہوئی بہزاد سے پوچھ رہی تھی" کہ تم ہم سے ملنے آؤ گے نا؟ اور وہ اسے تسلیاں دے رہا تھا کہ میں ضرور آؤں گا تم بے فکر رہو۔

تم جاؤ حارث خان! مجھے یقین ہو گیا ہے کہ تم اب بڑے ہو گئے ہو۔ اپنے پاؤں پر کھڑے رہ سکتے ہو۔" اپنے اندر اٹھتے درد" کو دباتے حدید صاحب سرخ آنکھوں سے اسکی آنکھوں میں دیکھ کر کہتے ہوئے وہاں سے چلے گئے۔

چلو۔" اس نے خاموش کھڑی ہادیہ کو کہا۔"

نازیہ بیگم نے اپنے شوہر کو روم میں جاتے دیکھ کر روتی ہوئی بہن کو دیکھا۔ حدید صاحب آگے جا کر رک گئے۔ خود کو یقین دلانے کیلئے کہ ہاں واقعی وہ جا رہا تھا۔ اب وہ اسکا معصوم بھائی نہیں رہا۔ وہ بڑا ہو گیا ہے تھا، اپنا اچھا برا جان سکتا تھا۔

حارث! اگر تمہیں جانا ہے تو تم جا سکتے ہو۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ میں نہیں جاؤں گی۔ میرا دل نہیں کرتا غیر ملک میں" رہنے کا۔" ہادیہ خود کو مضبوط کرتی بولی۔ حارث نے گھور کر اسے دیکھا۔

آج میرے ساتھ نہیں چلو گی تو ساری زندگی یہیں بیٹھی رہو گی۔ یہ یاد رکھنا۔" وہ چیخ کر وارن کرنے لگے۔ ہادیہ نے" نظریں جھکا دیں کہ مجھے منظور ہے۔

تم! تم!! غدار عورت۔ وہ بھڑک کر اسے مارنے کیلئے آگے بڑھا۔"

خبردار حارث! اسے ہاتھ بھی لگایا تو اگر وہ نہیں جانا چاہتی تو یہ اسکی مرضی۔ عورت مرد کی غلام نہیں، اسکی شریک حیات" ہوتی ہے۔ جتنا فیصلہ کرنے کا تمہیں حق ہے، اتنا ہی اسے بھی ہے۔ اس نے کسی بات پر تم پر زبردستی کی ہے نا ہی تم اس پر کر سکتے ہو۔" حدید خان کے درشتگی سے بھرپور لہجے میں کہنے پر حارث نے ٹھٹھک کر روتی ہوئی ہادیہ کو دیکھا۔ جسکے ہاتھ میں اسکی بیٹی کا ہاتھ تھا اور وہ بھی رو رہی تھی۔

حدید صاحب یہ فیصلہ قطعی نہ کرتے پر آج صبح ہی انہوں نے ہادیہ کو نازیہ بیگم سے روتے ہوئے بتاتے سنا تھا کہ "وہاں کوئی شرم و حیا یا پردہ نہیں، جسے چاہے اٹھا لاتے تھے اور اپنے گھر میں بٹھا دیتے ہیں کہ یہ میرا دوست ہے۔ مجھے انکی خاطر تواضع

کرنے کا کہتے تھے تو انکی ہوس بھری نظریں مجھ پر ہوتی تھی اور اگر جو کبھی میں انکار کر کے روم میں لاک ہو جاتی تو اپنے دوست کے جانے کے بعد مجھے بری طرح پیٹتے تھے۔ جانوروں والا سلوک کرتے تھے میرے ساتھ۔

رات کو دیر سے گھر لوٹتے تھے اور صبح ہوتے ہی پھر چلے جاتے تھے۔ وہاں ہر کام مجھے کرنا پڑتا ہے تھا۔ سبزی سے لے کر شاپنگ تک۔ ہانیہ کے اسکول میں اکیلی جاتی تھی۔ پرنسپل کو بہت مشکل سے سمجھایا کہ اسکے ڈیڈ آؤٹ آف سٹی ہوتے ہیں۔

انکے کپڑوں سے لیڈیز پرفیومز کی خوشبو آتی تھی۔ شرٹ پر سے بال ملتے تو کبھی لپ سٹک کے داغ ہوتے تھے کالر یا کندھے پر۔" وہ روتی ہوئی نازیہ بیگم کو بتا رہی تھی اور دروازے کے باہر کھڑے حدید صاحب اور اندر بیٹھی نازیہ اپنی بہن کی حالت پر ششدر تھیں۔

پھر تم نے ہم سے ذکر کیوں نہیں کیا اس سب کا؟" نازیہ بیگم کی آواز گونجی اور کچھ وقفے بعد ہادیہ بولی۔"

میں سمجھتی تھی، وہ سدھر جائیں گے۔ آج نہیں کل جب اپنی بیٹی کو بڑا ہوتے دیکھیں گے تو صحیح راستے پر آجائیں گے، پر" نہیں۔ انہوں نے تو اب حرام کھانے کے علاوہ حرام کمانے کی کوشش بھی شروع کر دی ہے اور مجھے ڈر ہے کہ ان کا کیا میری بیٹی یا یہ فیملی نا بھگتے۔ اس لیے مجھے بچالیں آپی! میں نہیں جانا چاہتی انکے ساتھ۔ انکے دوست اتنے گرے ہوئے اور گھٹیا ہیں کہ ہر وقت آنکھیں گاڑے رکھتے ہیں مجھ پر اور بہت بار کوشش بھی کر چکے ہیں انکے غیر موجودگی میں گھر میں گھسنے کی۔ پر میں دروازہ نہیں کھولتی اور گارڈز سے کہہ کر انہیں بھگا دیتی ہوں۔ وہ صبح بہانا بنا کر مجھے حارث سے پٹواتے تھے اور وہ اپنے دوستوں کی باتوں میں آکر مجھے بری طرح مارتے تھے کہ کئی کئی دن تک تو میں اپنی کمر بھی اٹھا نہیں پاتی تھی۔" ہادیہ روتی ہوئی مزید بہت کچھ بتا رہی تھی اور حدید صاحب کی ہمت نہیں پڑ رہی تھی اپنے بھائی کا کالا چہرہ دیکھنے کی۔ وہ ہادیہ سے نظریں بھی نہیں ملا پا رہے تھے۔

انہوں نے سوچ لیا تھا کہ وہ ہادیہ کو واپس جانے نہیں دیں گے۔

آپ کون ہوتے ہیں ہمارے بیچ بولنے والے؟" وہ بھڑک کر حدید صاحب پر غرایا۔"

یہ میرا بھائی ہے۔ اسے پورا حق ہے میری زندگی کا فیصلہ لینے کا۔ میں اور برداشت نہیں کر سکتی تمہارے ظلم۔ نہیں جانا"

"میں نے تمہارے ساتھ۔ اگر تمہیں میرا ساتھ چاہیے تو یہیں رہ جاؤ نہیں تو راستہ صاف ہے۔ میں تمہیں روکوں گی نہیں۔

وہ کہہ کر منہ موڑ گئی اور بے آواز پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

سائبان سر کا سائیں ہوتا ہے اگر وہی سائیں جان کا دشمن بن جائے تو وقت سے پہلے ہی فیصلہ لے لینا چاہیے۔ ایسا نا ہو بعد میں صرف پچھتاوے رہ جائیں۔

مام! میں آپکے بغیر نہیں جاؤں گی۔ بڑے ڈیڈ! مجھے بھی رکھ لیں۔ مجھے مام کے بغیر نیند نہیں آتی۔ ڈیڈ تو بہت لیٹ آتے ہیں۔" ساری صورتحال دیکھتی اپنی ماں کا آخری فیصلہ سن کر ہانیہ روتی ہوئی ان سے لپٹ کر بولی۔ حارث نے اسکی طرف دیکھا اور پھر اپنی مکروہ مسکراہٹ سے خوفزدہ سی آنکھیں پھاڑے کھڑی ہادیہ کو۔

تمہیں نہیں آنا مت آؤ ہم جا رہے ہیں۔" وہ آگے بڑھ کر ہانیہ کو پکڑنے لگا تو وہ بھاگتی ہوئی حدید صاحب کی ٹانگوں سے" چپک گئی۔

ڈیڈ! مجھے وہاں ڈر لگے گا۔ پہلے مام کو لے چلیں یا پھر بیری کو ساتھ لے چلیں ورنہ میں نہیں جاؤں گی۔" وہ روتی ہوئی حدید" صاحب کی ٹانگوں میں منہ چھپا گئی۔

چلو ہانی! ورنہ بہت برا ہو گا۔" غصے سے کہتے حارث نے اسکا نازک بازو تھاما۔ حدید صاحب کا دل پھٹنے کے قریب تھا۔"

یہ نہیں جائے گی۔ حارث یہ اپنی ماں کے ساتھ رہنا چاہتی ہے۔" حدید صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ رکھا۔ حارث نے سنتے" ہی ان سے الگ کرتے اسے گود میں اٹھا لیا۔

اگر اسے کسی نے مجھے لے جانے سے روکا تو میں خود کے ساتھ اسے بھی ختم کر دوں گا۔" وہ سرد لہجے میں بولے۔ ہادیہ نے" تڑپ کر انہیں دیکھا۔ وہ بیگ گھسیٹتا اسے لے جا رہا تھا۔

بیری!! مام!!!" وہ ہاتھ بلند کرتی انہیں پکار رہی تھی۔"

ڈیڈ! پلیز روک لیں نا۔ ڈیڈ! چاچو!! وہ بھاگتا ہوا حارث کے سامنے کھڑا ہوا اور روتے ہوئے دونوں اپنے ہاتھ اس کے آگے جوڑ دیے۔

پلیز چاچو! رک جائیں نا پلیز۔" وہ پھوٹ پھوٹ کر روتا التجائیں کر رہا تھا اور ہانیہ بھی روتی ہوئی اپنے باپ کو روکنے کی" کوشش کر رہی تھی۔

آج میں نہیں جھکوں گا تم لوگوں کے سامنے۔" وہ نفرت سے کہتا بہزاد کو ایک طرف دھکا دیتے آگے بڑھ گیا۔"

حدید صاحب درد سے بے حال آنکھیں میچ کر اپنے روم میں چلے گئے۔ نازیہ بیگم نے بھاگ کر نیچے گرے بہزاد کو سنبھالا۔

مام! وہ اسٹر اکولے گئے۔" وہ روتا ہوا اپنی ماں کے گلے لگ گیا۔ ہادیہ ساکت سی دروازے کو دیکھ رہی تھی، جہاں سے وہ" گیا تھا۔ اپنے باپ جیسے بھائی کو چھوڑ کر، اپنی روتی بلکتی بیوی کو چھوڑ کر، اپنی تڑپتی معصوم بیٹی کو دھمکا کر اور بھتیجے کو دھکا دیتا وہ چلا گیا۔ ایک بار بھی پیچھے مڑ کر دیکھے بنا وہ چلا گیا۔

کیا اپنی بے لگام خواہشوں کے سامنے رشتوں کی کوئی قدر نہیں ہوتی؟؟؟

----------------------------*

تمہیں اپنی بیوی کو چھوڑ کر نہیں آنا چاہیے تھا۔" فواد نے اسکی بیوقوفی پر کڑھ کر کہا۔"

وہ اب میری بیوی نہیں، اس نے جب میرے مشکل وقت میں میرا ساتھ چھوڑ دیا تو وہ کیسی بیوی ہوئی؟" اس نے" لب بھینچ کر کہا۔

روتی ہوئی ہانیہ کو بمشکل بہلا کر اسے ہزاروں امیدیں اور دلاسے دے کر سلایا تھا کہ وہ اسکی مام کو واپس لائے گا۔ اسے کھانا کھلا کر سلایا تو فواد کی کال آگئی۔ حارث نے اسے گھر آنے کا کہا اور کچھ ہی دیر میں وہ وہاں موجود تھا۔

تو اب کیا تم اسکے ساتھ بھی؟؟" فواد نے اسے چونک کر دیکھا۔"

ہاں!" وہ بے حس اور بے رحم بنا مسکرا کر بولا۔"

وہ تمہاری بیوی ہے۔" فواد کو اس معصوم پر تھوڑا رحم آیا۔"

ہاہاہاوہ میرا بھائی ہے۔ جس نے بچپن سے مجھے پالا۔ باپ جیسا پیار دیا پھر وہ بیوی کیا اہمیت رکھتی ہے جو شوہر کے برے" وقت میں ساتھ چھوڑ دے؟" اس نے قہقہہ لگاتے تلخی سے کہا اور صوفے کی بیک سے پشت ٹکا دی۔

پھر تفتیش میں تم سے پوچھا جائے گا کہ تم نوکری کیلئے باہر چلے گئے تھے بیٹی کو لے کر تو تمہاری بیوی یہاں کیا کر رہی" تھی؟" اس نے سوال اٹھایا جو بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

سمپل ہے، میری بیٹی مجھ سے بہت اٹیچ ہے۔ وہ میرے بغیر رہ نہیں سکتی تھی۔ بیوی سے کہا چلنے کیلئے تو اس نے کہا بعد میں" آؤں گی اور میری بیٹی کی اسٹڈیز کا بھی کافی لاس ہو رہا تھا اس لیے میں اسے ساتھ لے آیا۔" اس نے مسکرا کر کہا تو فواد نے اسے داد دیتے ہلکی سی تالی بجائی۔ دونوں نے ساتھ قہقہہ لگایا۔

براک کا بتاؤ، آیا نہیں وہ؟" حارث نے پوچھا۔"

اسکی ڈیٹ تھی۔ مجھے بھی انوائٹ کیا تھا۔ میں نے سوچا تم سے مل لوں، پھر چلا جاؤں گا۔ بارہ بجے تک نکل جاؤں گا۔" اس" نے گیارہ کا وقت دیکھ کر کہا تو حارث نے سر ہلایا۔

ویسے تم کباب میں ہڈی بن رہے ہو۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا تو فواد کا مکروہ قہقہہ گونجا۔"

کباب میں ہڈی کہاں یار؟" وہ ہنستا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔"

اتنی جلدی جا رہے ہو۔ بارہ بجے جانا تھا نا؟" حارث نے پوچھا۔"

ہاں جانا تو اتنے بجے ہی تھا پر سوچا تیرے لئے بھی کچھ انتظام کر دوں۔" اسکے کہنے پر حارث نے منع کر دیا۔"

نہیں یار اسکی ضرورت نہیں۔ بیٹھ جا باتیں کرتے ہیں۔" اسکے انکار پر وہ بیٹھ گیا۔"

اچھا چل یہ سب چھوڑ اسکا بتا۔" وہ مکروہ لہجے میں بولا۔"

کون؟" حارث نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔"

یار وہی ہوٹل والی، کیا نام تھا ہاں عالیہ۔ یار کیا چیز تھی۔ پورے راستے حواسوں پر سوار رہی کہ ٹھنڈک کا احساس بھی نہیں" ہونے دیا۔" وہ کہتا ہوا حارث کو قہقہہ لگانے پر مجبور کر گیا۔

جس طرح تیرے صرف دیکھنے سے حواسوں پر سوار تھی۔ میرا اس سے براحال تھا بس پوچھ مت۔" ڈرائنگ روم میں "

دونوں کے بلند و بانگ قہقہے گونجے۔

گئی کہاں یہ تو بتا؟ اٹھالائیں سالی کو۔" فواد پہلو بدل کر بے تابی سے بولا۔ حارث نے ضبط سے مٹھیاں بھینچی۔"

خودکشی کرلی اس (گالی) نے۔ غریب تھی اس لئے بچ گیا ورنہ آج پھانسی ہو جانی تھی مجھے۔ سنا تھا نیوز پر کہ صرف دو بھائی"

تھے اسکے۔ جہان بڑا اور جہانگیر چھوٹا۔" حارث نے سنی سنائی معلومات اسے دیں تو وہ ہاتھ ملتا رہ گیا۔

تو فکر مت کر۔ ایک بار یہ قصہ ختم ہونے دے پھر اجمل جتوئی ہمارے ساتھ ہے۔ اسکا کام ہی یہی ہے۔ لڑکیوں کو بلیک"

میل کر کے انہیں خاص آدمیوں تک پہنچانا اور انکی راتیں رنگین کرنا۔ بے فکر رہ اس باب کے ختم ہوتے ہی ایک نیا باب

شروع ہوگا جس پر حارث خان کے دستخط ہوں گے، کبھی نا ختم ہونے کیلئے۔" وہ آنے والے کل کی جیت سے سرشار بولا۔

--------------------------*

آل دا بیسٹ۔" شپ کے قریب پہنچ کر حارث، فواد اور براک تینوں نے ایک دوسرے کو کہا اور بڑی سی آئس پیٹی میں "

بیٹھ کر اندر لیٹ گئے۔

انہوں نے کچھ پیسے دئے تھے براک کے دوست کو جس پر وہ خوشی خوشی انہیں پاکستان پہنچا رہا تھا۔

ان تینوں پیٹیوں کو نیچے رکھنا۔" براک کے دوست نے اپنے ورکرز کو حکم دیا۔ بھاری ہونے کی وجہ سے وہ کندھے اچکاتے"

تین افراد مل کر ایک پیٹی شپ میں رکھ رہے تھے۔ اب ان تینوں پیٹیوں کے اوپر دوسری پیٹیاں رکھ دی گئیں۔

تینوں نے منہ پر آکسیجن لگایا ہوا تھا پر اسکے بعد بھی حارث کو کافی مشکل پیش آرہی تھی۔

اسکا یہ پہلا تجربہ تھا کسی پیٹی میں بند ہو کر آکسیجن کے تھرو سانس لے کر دوسرے ملک جانا۔

اسکا دل کر رہا تھا ابھی باہر نکل جائے پر ایسا نہیں کر سکتا تھا ایک تو مسلسل ہلتی شپ دوسرا اپنے اوپر دوسری پیٹیوں کا سوچتے

اس کا دل گھبرا رہا تھا۔

وہ اپنی پوری تیاری سے نکلے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ جب پاکستان پہنچے گے وہاں پر رات ہو گی اور وہ بغیر ایک لمحہ ضائع کیے اپنے پلان کو اختتام تک پہنچائیں گے۔ کام کافی مشکل تھا پر ناممکن نہیں۔ اسے صرف خود کو مضبوط بنانا تھا۔ ایک لمحے کے لیے بھی وہ کمزور پڑا تو ساری زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔

اس لئے اس نے پہلے ہی خود کو سمجھا لیا تھا کہ اگر اسے اپنی اور اپنی بیٹی کی خوشحال اور عیش و عشرت والی زندگی چاہیے تو یہ سب کرنا پڑے گا۔

وہ آکسیجن میں گہرا سانس بھرتا خود کو ریلیکس کرنے لگا۔

پاکستان نیوی کی چیکنگ پر وہ سانس بھی روک گیا تھا۔ مطلب وہ پہنچ گئے ہیں۔

بھائی اب معلوم ہو گا دولت کس کی ہے۔" ایک مکروہ مسکراہٹ اسکے لبوں پر آئی۔"

*___________*___________*

مام! چاچی کو پتا نہیں کیا ہو گیا ہے؟" بہزاد بھاگتا ہوا حدید صاحب کے پاس بیٹھی انھیں ہمت و حوصلہ دیتی نازیہ بیگم سے" بولا۔ وہ دونوں گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

اللہ خیر کرے میری بہن۔" وہ حواس باختہ سی اوپر بھاگیں اور جب روم میں داخل ہوئی تو نیچے قالین پر ہادیہ کو بے ہوش" پایا۔

ہادیہ!" وہ خوف و دہشت سے چیختی اسکی پاس پہنچیں۔ اسکے گال تھپتھپا کر اسے پکارنے لگیں۔"

تم اسے بیڈ پر ڈالو نازی۔ میں ڈاکٹر کو کال کرتا ہوں۔" حدید صاحب کی آواز پر وہ روتے ہوئے سر ہلا گئیں۔"

ورنہ دل تو کر رہا تھا حارث کو بہت برا بھلا کہے۔ جسنے ان کی چاند سی بہن کی زندگی تباہ کر دی تھی۔ قصور اسکا نہیں انکا تھا۔ انھیں اپنی بہن کی شادی ایسے انسان سے کروانی ہی نہیں چاہیے تھی پر انہیں کیا پتا تھا وہ ایسا نکلے گا۔ ان کی بہن کو زندہ درگور کر دے گا۔

وہ تو کتنا اچھا انسان لگتا تھا۔ اتنی تمیز سے بات کرتا تھا اور سب سے بڑی بات انہوں نے اپنی بہن کیلئے اسکی آنکھوں میں پسندیدگی دیکھی تھی۔ حارث نے انکے سامنے اپنا کردار بہترین مثال کے طور پیش کیا تھا۔

پر اب! اب دل کرتا تھا کہ وقت پیچھے لوٹ جائے اور وہ حارث کی آنکھوں سے نوچ کر وہ پسندیدگی نکال دیں جس نے انہیں گمراہ کیا۔

اسکا چہرہ کھروچ کھروچ کر اسکا کالا مکروہ چہرہ سامنے لائیں۔

انہوں نے اپنے آنسوؤں پر بندھ باندھ کر آہستہ سے اسے بازو سے پکڑ کر بہزاد کی مدد سے بیڈ پر لٹایا اور کمفرٹر اوڑھا کر اس کے پاس بیٹھ گئیں۔ کچھ ہی دیر میں لیڈی ڈاکٹر آ گئی۔

حدید صاحب اور بہزاد باہر تھے۔ نازیہ ڈاکٹر کے ساتھ اندر تھیں۔

مسز حدید خان! آپ مہربانی کر کے انہیں اسٹریس فری رکھیں ورنہ انہیں اور انکے وجود میں سانس لیتے دوسرے وجود کی" زندگی کو خطرہ ہو سکتا ہے۔" لیڈی ڈاکٹر نے اپنے پروفیشنل انداز میں انہیں خطرے سے آگاہ کیا۔ نازیہ بیگم تو انکی بات میں ہی الجھ گئیں۔

دوسرا وجود؟" انہوں نے ڈاکٹر کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔"

اوہ ایم سوری! کانگریجولیشنز آپکی سسٹر ماں بننے والی ہیں۔" وہ سن سی ڈاکٹر کا چہرہ دیکھنے لگیں اور ڈاکٹر انکی کیفیت سمجھ سکتی" تھی۔ اتنے سالوں بعد پھر سے خان مینشن میں نئے مہمان کی آمد پر ایساری ایکشن تو بنتا تھا۔

اس لئے وہ مسکرا کر دوائیں اور پرہیز ایک پیپر پر لکھنے لگی۔

ہوش میں آئیں مسز حدید خان؟" وہ پلکیں جھپکاتی بھیگی آنکھوں سے اپنی بہن کو تکتی نازیہ سے بولی تو وہ مسکرا دیں۔"

ہوش میں تو ہوں۔" انہوں نے مسکرا کر کہا تو ڈاکٹر نے سر ہلا دیا اور انہیں چند ہدایات دیتی حدید صاحب سے مل کر وہ" واپس روانہ ہو گئی۔

کیا کہا ڈاکٹر نے؟" حدید صاحب ناک کرتے اندر آئے اور نازیہ بیگم کو اپنی بہن کے پاس بیٹھے دیکھ کر پوچھنے لگے۔"

نازیہ بیگم نے سوئی ہوئی ہادیہ کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ وہ حدید صاحب اور بے چین سے کھڑے بہزاد کو دیکھنے لگی۔

مبارک ہو آپ پھر سے تایا بننے والے ہیں۔" وہ مسکراتی ہوئی بولیں۔ حدید صاحب کچھ حیران ہوئے اور پھر بہزاد کے "یاہووو کے نعرے پر مسکرادیئے۔

واؤمام! میری اور اسٹرا کی نیوڈول، اوہ مائے گاڈ۔" وہ ہنستا کھکھلاتا کچھ دیر پہلے کا غم بھول کر جھوم اٹھا۔"

یہ واقعی خان مینشن کیلیئے جشن کی رات ہوتی اگر حارث ایسانا کرتا۔

میں ہنی کو بتا کر آتا ہوں۔" بہزاد ایکسائٹڈ ہو کر بولا۔"

نہیں بہزاد! ہادیہ کو اٹھنے دو۔ وہ خود یہ نیوز انہیں دے گی۔" نازیہ نے بیٹے کو منع کر دیا جس پر وہ اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔" پر چاچی کے ہوش میں آتے ہی اس نے اجازت لے کر سب سے پہلے خود یہ نیوز اسٹرا تک پہنچانی تھی کہ اب تم نقلی ڈول سے کھیلنا چھوڑ دو اور اصلی ڈول کا سوچو۔

حدید صاحب ایک کال آنے پر باہر چلے گئے اور بہزاد اپنی ماں کے ساتھ اپنی چچی کے پاس بیٹھ گیا۔

*________________*________________*

یہ تم کیا کہہ رہی ہو اگر تم اسے بتاؤ گی نہیں تو وہ لوٹے گا کیسے ؟" نازیہ بیگم نے سوچا تھا کہ وہ ہوش میں آ کر یہ نیوز سنے گی تو" خوشی سے پاگل ہو جائے گی۔ اتنے سالوں بعد دعائیں رنگ لائی تھیں تو اسکاری ایکشن بھی دیکھنے لائق ہو گا۔ وہ بہت خوش ہو گی پر اس نے یہ خبر سن کر ایسے اگنور کیا جیسے کوئی بات ہی نا ہو۔ جب نازیہ بیگم نے کہا کہ حارث کو بتاؤ، شاید وہ یہ خبر سن کر واپس پلٹ آئے مگر ہادیہ نے انکار کر دیا۔ اگر اسے آنا ہو گا تو وہ آجائے گا۔

میں اسے کسی وجہ سے نہیں بلا سکتی۔ اسے ایسے ہی آنا پڑے گا۔ اسے میرے لیے آنا پڑے گا۔ جتنی میں نے اسے محبت" دی، اسکی برائیوں سمیت اسے عزت دی، اس سب کیلیئے اسے واپس آنا پڑے گا۔ کیا میری محبت میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ برائی کی جڑ کو کاٹ سکے اور اسے واپس اچھا انسان بنا کر لوٹا دے ؟" وہ روتی ہوئی بہن سے پوچھنے لگی۔

ضرور ہے میری جان! وہ ضرور آئے گا اور ہم مل کر اس خوشی کو سلیبریٹ کریں گے۔" نازیہ بیگم نے اسے اپنے ساتھ لگایا تو وہ مسکراتی ہوئی سر ہلا گئی۔

"چلو اب منہ کھولو اور ہماری بچپن کی یادیں تازہ کرو۔" اس نے سوپ سے چمچ بھر کر اسکی جانب کیا تو ہادیہ نے ہنستے ہوئے منہ کھولا۔ نازیہ بیگم محبت سے اسے سوپ پلانے لگیں۔

--------------------------*

"ہمارے پاس ایک سرپرائز ہے اسٹرا جب تم اور چاچو واپس آئیں گے تب تمہیں یہ سرپرائز ملے گا۔" وہ بیڈ پر لیٹا موبائل کان سے لگائے ہانیہ سے بولا۔

اسکی مام نے اسے منع کیا تھا کہ وہ ابھی ہنی کو نا بتائے۔ وہ جب لوٹیں گے تب انہیں سرپرائز دیں گے اور یہ آئیڈیا بہزاد کو بھی بہت پسند آیا تھا۔ اسکی اسٹرا کو تو سرپرائز بہت پسند تھے۔

"سچی بیری؟" وہ چیخی تو بہزاد ہنس پڑا۔

اسکول میں اپنے فرینڈز زرینا اور ہادی سے مل کر اسے بہت اچھا لگا تھا اور جب کل اسکے ڈیڈ نے کہا تھا کہ وہ جلد ہی پاکستان واپس چلیں گے تمہاری مام کے پاس تو وہ اور زیادہ خوش ہوتی اسکول گئی تھی۔ اسکا موڈ فریش ہو گیا تھا۔

"مچی!" وہ ہنس کر بولا تو وہ ایکسائٹڈ ہو گئی۔

"ڈیڈ کے پاس بھی آپ لوگوں کیلئے سرپرائز ہے۔" وہ پر جوش سی بتانے لگی اور بہزاد کا دل دھڑک اٹھا۔

"کہیں چاچو واپس تو نہیں آ رہے؟" وہ بڑبڑایا۔

"کون سا؟ اسٹرا پلیز ٹیل می۔ تمہیں معلوم ہے نا مجھے سرپرائز پسند نہیں۔" وہ بے چین ہوا۔

وہ یہ نیوز اڑ کر اپنی روتی ہوئی چاچی کو بتانا چاہتا تھا۔

"نو" وہ کہتی کھلکھلا کر ہنسی اور اسے ہنستے دیکھ کر بہزاد بھی مسکرا دیا۔

"اگر تمہیں چاچو کبھی نا لائے یہاں تو؟" وہ پتا نہیں کس احساس کے تحت بولا۔

ہنستی ہوئی ہانیہ یک دم خاموش ہوگئی۔ بہزاد کو احساس ہوا کہ وہ کتنا غلط سوال پوچھ بیٹھا ہے۔

"توہم نے اس پیپرز پر سائن کیے تھے نا پھر جب میں بڑی ہوں گی تو تم مجھے لے جانا مام کے پاس، ڈیڈ کو وہ پیپرز دکھا کر، ٹھیک ہے؟" وہ اپنی معصومیت سے سوچ کر بولی تو بہزاد جو سوری کہنے کیلئے منہ کھول رہا تھا مسکرا دیا۔

"ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔" اس نے اوپر کی طرف دیکھتے کہا تو ہانیہ نے مسکراتے ہوئے سر ہلایا کیونکہ اسکے ڈیڈ نے تو پہلے ہی بتادیا تھا کہ وہ پاکستان جارہے ہیں پھر مایوس کیوں ہوتی وہ۔

"اچھا بیری! میں مام سے بات کر لوں گڈ نائٹ اینڈ ٹیک کیئر۔" وہ مسکرا کر بولی اور بہزاد کا جواب سن کر اس نے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

بہزاد مسکراتا ہوا بیڈ پر لیٹ گیا۔

کل اسے جتنا برا لگ رہا تھا کہ نیند بھی نہیں آرہی تھی۔ آج اتنا ہی اچھا لگ رہا تھا اسے۔ ایسا لگ رہا تھا اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اسکے پیارے چاچو لوٹ آئیں گے۔ اس نے سوچتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

*___________________________*________________________*

"کھانا کھایا تم نے؟" آنسو پونچھتے ہادیہ نے اس سے پوچھا۔

"جی مام! نینی نے کھلایا تھا۔" وہ بھی بھرائی آواز میں بولی۔

"گڈ! اچھا نینی سے کہہ دینا کہ وہ تمہیں کھانا وقت پر دے اور ہنی میری جان زیادہ دیر کارٹونز مت دیکھنا۔ وقت پر سو جانا، ٹھیک ہے۔ تم پھر جلد ہی اپنی مام کے پاس ہوں گی۔" وہ رو پڑی پر دوسری طرف ظاہر ہونے نا دیا۔ اپنی پانچ سالہ بچی کے یوں دور جانے پر اس کا دل پھٹ رہا تھا۔

کیسا ظالم انسان تھا۔ ذرا بھی ماں کی ممتا یا بیٹی کی محبت کا نا سوچا۔

"جی مام! آپ ٹینشن نہ لیں۔ میں بالکل بھی کارٹون نہیں دیکھو گی۔ جب تک آپ آنہیں جاتی میرے پاس اور ڈیڈ نے بھی کہا ہے نینی سے۔" وہ کچھ دیر پہلی کی نینی کو دی گئی اپنے ڈیڈ کی ہدایات یاد کرتی بولی۔

ابھی تمہارے ڈیڈ کہاں ہیں؟" اس نے اپنے محبت بھرے دن یاد کرتے پوچھا۔"

وہ تو انکل کے ساتھ گئے ہیں۔ کچھ کام تھا انہیں۔" ہادیہ بیگم نے سنتے ہی لب بھینچ لیے۔ پھر وہ اس سے چھوٹی موٹی باتیں" کرنے لگی۔

ہانیہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی کہ وہ جلد ہی اپنی مام کے پاس ہو گی۔ پر اس نے اپنی مام کو ذرہ برابر بھنک پڑنے نہیں دی تھی کہ وہ پاکستان آ رہے تھے۔

جس طرح بڑے ڈیڈ، بڑی مام اور مام اس سے پہلے سے بھی زیادہ محبت جتا رہے تھے۔ بار بار اس سے فون پر رابطہ کر کے اسکی خیریت دریافت کر رہے تھے تو اسے بہت اچھا لگ رہا تھا۔ وہ اچانک وہاں جا کر سب کو حیران کر دینا چاہتی تھی اور بتانا چاہتی تھی کہ اس کے ڈیڈ اتنے برے نہیں، وہ سب سے بہت پیار کرتے تھے۔ یہ تو بس غصّے میں ہو گیا تھا ان سے۔ جس کا انہوں نے اپنی بیٹی سے سوری بھی کیا تھا اور آئندہ کا پرامس بھی کیا تھا کہ وہ اب کبھی اسکی مام، بڑے ڈیڈ یا بڑی مام اور خاص کر کے بیری اسکے دوست پر غصہ نہیں کریں گے۔

اور حارث صاحب نے اسے مطمئن کر دیا تھا اسی لیے اب وہ خوش خوش آئندہ کا سوچ رہی تھی۔

----------------------*

کیا ہوا ٹھیک ہیں آپ؟" حدید صاحب کو آنکھوں پر بازو رکھے لیٹا دیکھ کر نازیہ بیگم انکے پاس بیٹھیں اور انکے سر پر ہاتھ" پھیرنے لگی۔

ٹھیک ہوں۔" وہ ویسے ہی لیٹے لیٹے بولے۔"

البتہ انکا یوں بالوں میں ہاتھ پھیرنا انہیں کافی سکون بخش رہا تھا۔ جو کچھ دن سے حارث کے جانے پر مسلسل دکھنے لگا تھا اب وہ ریلیکس ہونے لگے تھے۔

میٹنگ کا کیا ہوا؟" انہوں نے آج کی میٹنگ کا پوچھا، جس میں شرکت کے لیے وہ گئے تھے۔"

کچھ نہیں کل آخری فیصلہ ہو گا اور مجھے میرا عہدہ ملے گا۔ آئی تھنک ہوم منسٹر کا عہدہ دیں گے مجھے۔ آج اسی پر ڈسکشن" ہو رہی تھی۔ "انہوں نے بتایا جس پر نازیہ بیگم نے سر ہلایا۔

یہ بھی ایک اچھی سیٹ ہے۔ آپ کچھ کرنا چاہیں تو اس سیٹ پر رہ کر بھی بہت کچھ کر سکتے ہیں۔ "انہوں نے مسکرا کر کہا تو" حدید صاحب نے سر ہلای۔

کرنا چاہے انسان تو اس سیٹ کے بغیر بھی بہت کچھ کر سکتا ہے۔ یہ تو بس میں اپنے باپ کے خواب کو پورا کر رہا ہوں کیونکہ" انکا خواب تھا کہ انکا بیٹا سیاست میں جائے اور میرا خواب تھا کہ میں بڑا آدمی بن کر اپنی کمائی سے غریبوں کا ایک وقت کا ہی ہو سکے تو پیٹ بھر سکوں۔ "انہوں نے مسکراتے ہوئے اپنی آنکھوں سے بازو ہٹایا۔

کیوں؟" نازیہ بیگم نے مسکرا کر تجسس سے پوچھا۔"

حدید صاحب نے ان کا سر اپنے سینے پر رکھا۔

کیونکہ یہاں درد ہوتا ہے، جب سوچتا ہوں کہ اللہ کا شکر ہے میں تین وقت کا کھا رہا ہوں اور میرے پیچھے کتنے غریب بچے" بچیاں بھوکے پیٹ سو رہے ہوں گے تو بہت درد ہوتا ہے۔ جب کوئی ماں کہتی ہو گی کہ ابھی پانی پی کر سو جاؤ۔ ان شاء اللہ کل اللہ کچھ دے گا تو کھا لینا۔ "انکی آنکھیں سرخ ہو گئیں۔

انہوں نے نازیہ بیگم کا ہاتھ اپنے سینے پر رکھتے گھمبیر لہجے میں کہا۔ نازیہ کی آنکھیں خود اس درد کو محسوس کرتی بھر آئیں۔

جب ان معصوموں کے سر پر چھت نہ ہو تو فٹ پاتھ پر سوئے اچانک ہی حادثات کا شکار ہو جاتے ہیں۔ تب دل پھٹنے لگتا" ہے، بارش یا طوفان میں کسی درخت کا سہارا لے کر چھپتے پھرتے ہیں۔ کسی دیوار کے سائے تلے بیٹھتے ہیں تو دل کرتا ہے انہیں خود میں چھپا لوں۔ "نازیہ بیگم بھیگی آنکھوں سے مسکرائیں۔

آپکو معلوم ہے آپکا بیٹا بھی بالکل آپ پر گیا ہے۔ "انہوں نے مسکرا کر بتایا تو حدید صاحب کی آنکھوں کے سامنے اپنے" معصوم، خوبصورت اور سیاہ آنکھوں والے بیٹے کا چہرہ گھوم گیا۔

میں کچھ نہیں ہوں۔ میں تو ایک گناہگار بندہ ہوں۔ میں چاہتاہوں وہ مجھ سے بہت بہتر اوراچھاانسان بنے۔" انہوں نے" اپنی بیوی کی پیشانی پر لب رکھتے کہا تو وہ ان شاء اللہ کہتی مسکرائیں۔

حارث ایسا کیوں نہیں حدید؟" ان کی مایوسی بھری آواز گھمبیر ماحول میں گونجی۔"

وہ ہم سے اچھاہے نازی۔ صرف غلط صحبت میں پڑ گیاہے۔ ان شاء اللہ میں جب سیٹ ہو جاؤں گا تو اسے مجبور کر دوں گا" "واپس آنے کیلیئے اور سارے غلط دوستوں سے بھی اسکی جان چھڑوادوں گا۔ یہاں پر اچھاسا کاروبار سیٹ کر دوں گا اسے۔ انہوں نے اپنے مستقبل کے پلانز بتائے تو وہ سر ہلا گئیں۔

ویسے ہادیہ کو چاہیے تھا کہ وہ اسے بتادیتی اپنے بچے کا۔ اسکا حق تھا جاننے کا اور شاید اس سے وہ لوٹ بھی آئے۔" انہوں" نے کچھ سوچتے کہا۔

میں نے کہا تھا اس سے پر وہ کہہ رہی تھی کہ اسے ایسے ہی واپس آنا پڑے گا اور وہ مزید سن نہیں رہی، اپنی ضد پر اڑ گئی" ہے۔"۔ نازیہ بیگم نے بے بسی سے کہا۔

اچھاٹھیک ہے۔ کل میں بات کروں گا اس سے۔ بڑا بھائی مانتی ہے مجھے۔ ضرور میری بات مانے گی۔" انہوں نے" مسکراتے ہوئے کہا۔

دوائی وقت پر کھاتی ہے؟" وہ نہیں چاہتے تھے جب حارث لوٹے تو اپنی بیوی کی بابت ذرہ برابر بھی شکوہ کرے۔"

جی ابھی کھلا کر آئی ہوں۔" نازیہ بیگم نے انکی تسلی کروائی۔"

------------------------*

رات نے اپنی سیاہ چادر پورے نیلے آسمان پر اوڑھ کر اسے سیاہی میں لپیٹ لیا تھا۔ اس سیاہی کی خوبصورتی بڑھاتے چمکتے ستارے اور دلکش وروشن چاند نے اسے مزید خوبصورت بنانے کیلیئے اپنا حسن بخشا تھا۔

سیاہ آسمان پر اللہ کی بنائی یہ نعمتیں جتنا حسین منظر پیش کر رہی تھیں، زمین پر آج اسی قدر خوف اور دہشت طاری تھی۔

اس دل دہلا دینے والی رات میں جب سب اپنے اپنے بستر میں دبکے ہوئے خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے۔
تین وجود سیاہ کپڑوں میں تاریکی کا حصہ بنے، آنکھوں میں پنے مکروہ عزائم سجائے حدید خان کے عالیشان مینشن پر نظریں ٹکائے دیوار کی آڑ میں چھپے کھڑے تھے۔

حارث نے گھر میں لگے کیمرہ کو ڈی ایکٹیویٹ کر دیا تھا جس سے انہیں پکڑے جانے کا کوئی خطرہ نہیں رہا تھا۔ گارڈز کی تعداد صرف دو تھی۔ جو اس وقت مین گیٹ پر کھڑے تھے۔

انہیں ہینڈل کرنا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔ اسکے لئے وہ پورا پلان بنا چکا تھا۔

تم میرے ساتھ آؤ گے فواد اور براک تم یہیں رکو گے۔ ہمیں باہر کی صورتحال سے آگاہ کرو گے۔ کوئی بھی گڑبڑ دیکھو تو" سب سے پہلے الرٹ کرنا۔" حارث نے سرگوشی میں کہا۔

اوکے!" کان میں لگے آلے سے براک نے جواب دیا۔"

وہ اسے تھمبز اپ کرتا آہستہ سے دیوار پھلانگ کر اندر لان میں اترا۔

سائلنسر لگے پسٹل پر اس نے اپنی پکڑ مضبوط کی۔

کوئی آواز آئی ہے وہاں سے۔" گارڈ نے پیچھے کی جانب اشارہ کرتے کہا۔"

ہاں! آئی تو مجھے بھی ہے۔ چلو دیکھتے ہیں۔" دوسرے گارڈ نے پہلے کی تائید کرتے کہا اور وہ گن ہاتھ میں پکڑے الرٹ سا" آگے بڑھا۔

میں یہیں رکتا ہوں، تم دیکھو۔ گیٹ کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔" پہلے والے نے کہا تو دوسرا گارڈ سر ہلا کر آگے بڑھا۔"

لان میں لگے پولز کی روشنی میں وہ آگے بڑھا اور سائیڈ پہ لگے پودوں کو دیکھنے لگا۔

یہاں تو کچھ نہیں، پھر یہ آواز کہاں سے آئی تھی؟" وہ بڑبڑاتا ہوا پودوں کے قریب پہنچا اور گن بیلٹ میں لگا کر یہاں وہاں" دیکھنے لگا۔ پیچھے درخت کی آڑ میں کھڑے حارث نے اسکے منہ پر کلوروفام سے بھیگا رومال رکھ کر اسکی مزاحمت کو ناکام کرتے دوسرے ہاتھ سے اسکی گردن کا نشانہ لیا اور ٹریگر دباتے اسے آہستہ سے نیچے لٹا دیا۔

جاوید!" پہلے گارڈ نے کچھ دیر بعد دوسرے گارڈ کو پکارا۔ اسے کوئی جواب نا ملا۔ وہاں پوری طرح خاموشی چھائی ہوئی تھی۔" وہ گھبراہٹ کا شکار ہوتا گن پکڑے آگے بڑھا۔ درخت کے آڑ سے اڑتی ہوئی گولی بغیر آواز کے اسکے دماغ کا نشانہ لیتی اسے دھڑام سے زمین پر گراتی، اس سے پہلے ہی گیٹ پھلانگ کر اندر آتے فواد نے اسے بروقت آگے بڑھ کر تھاما اور گھسیٹ کر ایک طرف ڈال دیا۔

فواد نے اسکی جیب سے چابی نکال کر آہستہ سے گیٹ کا لاک کھول دیا اور براک کو الرٹ رہنے کا اشارہ کرتے وہ دونوں آگے بڑھتے اندھیرے میں ڈوبے گھر میں دبے پاؤں داخل ہو گئے۔

انہوں نے سیاہ کپڑے، ہاتھوں پر سیاہ گلووز اور پاؤں میں سیاہ بوٹ پہنے ہوئے تھے۔ منہ پر سیاہ ماسک چڑھایا ہوا تھا کہ کوئی دیکھے بھی تو پہچان نا پائے۔

دونوں کے قدم حدید صاحب کے کمرے کے سامنے رکے۔ حارث نے ہاتھ بڑھا کر دروازے کو تھوڑا سا پش کیا جو پہلے ہی ان لاک تھا۔

وہ شیطانی مسکراہٹ لیے اندر داخل ہوا کیونکہ جانتا تھا اسکی بھابھی اپنے بیٹے کی وجہ سے دروازہ لاک کر کے نہیں سوتی تھیں۔ وہ رات میں اکثر اٹھ کر انکے پاس آجاتا تھا۔

خیر اب تو وہ بڑا ہو گیا تھا پر ماں باپ کے ساتھ ساتھ سونے کی عادت نہیں چھوڑی تھی۔ کبھی بھی اٹھ کر جا کر اپنے باپ کے سینے پر سر رکھ کر سو جاتا تھا۔

انسان کی کچھ عادت اسکی خود کی دشمن ہوتی ہیں۔ انجانے میں ہی اور اب یہاں بھی یہی حال تھا۔

بیٹے کے رات کو جاگ جانے کی عادت نے ممتا کو مجبور کیا تھا دروازہ ان لاک رکھنے پر اور دشمن کو آسانی سے اپنا کام کر جانے کا موقع مل گیا تھا۔

اس نے دبے پاؤں کمرے کے اندر قدم رکھے۔ وہ دونوں چلتے ہوئے بیڈ کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

فواد نے نازیہ بیگم کے سوئے ہوئے خوبصورت چہرے کو دیکھتے ہونٹ کو گول شیپ دیا۔

اسے تو حارث کی بیوی بہت پسند تھی انتہائی حسین اور معصوم سی۔

پر یہاں تو حارث کی بھابھی اس سے بھی زیادہ خوبصورت تھی۔ اسے مارنے کا سوچتے اس نے منہ بنایا۔ کیا ہوتا اگر حارث اس وقت اسکے ساتھ نا ہوتا۔

اس شیطان نے اپنی غلیظ نظریں اسکے ایک ایک نقش پر دوڑاتے سوچا اور ہاتھ میں موجود رومال کو آگے بڑھایا۔

حارث نے نفرت سے اپنے بھائی کے چہرے کو دیکھا

اور فواد کا ہاتھ پکڑ لیا۔ فواد نے حیرت سے دیکھا۔

اسے ڈر ہوا کہیں اسکا ارادہ بدل تو نہیں گیا۔ مگر جب اس نے پسٹل آگے کی تو وہ سمجھ گیا کہ حارث ایک ہی بار میں کام ختم کرنا چاہتا تھا۔ وہ مسکراتا سوچنے لگا کیا دولت کا نشہ رشتوں سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

دونوں نے سوئے ہوئے حدید صاحب اور نازیہ بیگم کے ماتھے کا نشانہ لیا۔ اسی وقت حدید صاحب نے خود پر کوئی سایہ محسوس کرتے آنکھیں کھولیں۔ اندھیرے میں خود پر چھائے سایے کو دیکھا تو ان کا دماغ ایک سیکنڈ میں بیدار ہوا۔

نا۔۔۔" اس سے پہلے کہ وہ اپنی بیوی کو بچانے کیلئے ان پر جھپٹتا، حارث اور فواد نے ایک ساتھ ٹریگر دبایا۔ حدید صاحب" اپنے بھائی کی مہک کو قریب سے محسوس کرتے بے جان ہو کر واپس ڈھے گئے۔

ان کی آنکھوں سے محبت کے اس بدلے انداز کو دیکھ کر آنسو نکل آئے۔

ان کے ماتھے سے گولی لگنے سے خون نکلتا منہ پر آرہا تھا اور یہی حال ان کے پاس پڑی انکی شریک حیات کا تھا۔ اسے سوتے میں ہی گہری نیند کی وادیوں میں اتار دیا گیا تھا۔ حدید صاحب اپنی قسمت پر رو رہے تھے کہ وہ کیوں جاگے۔ اس خوش فہمی میں تو مرتے کہ اسکے بھائی نے نہیں اسکے مخالفوں نے اسے مارا تھا۔

انکی بے نور آنکھوں میں اپنے معصوم بیٹے کا چہرہ آیا۔ لبوں سے آہ بھی نہ نکل سکی اور وہ اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

حدید صاحب کی آنکھوں سے آنسو نکلتے دیکھ کر حارث کا دل دھڑکا اور وہ پورا پسینے سے نہا گیا۔ گہرے گہرے سانس بھرتے وہ پیچھے ہوا۔

تم ٹھیک ہو؟" فواد اسکی جانب لپکا جس پر حارث نے سر ہلاتے اسے فوری نکلنے کا کہا۔ "

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

خوبصورت سی سیاہ رات تھی۔ خواب نامی سنہری تتلیاں بند آنکھوں کے گرد منڈلا رہی تھیں اور ہر کوئی ان تتلیوں کا رقص دیکھتا گہری نیند کے مزے لوٹ رہا تھا۔

جہازی سائز بیڈ پر سوئے بہزاد کے خوبصورت چہرے پر سوتے میں بھی ایک مسکراہٹ تھی۔ وہ یقیناً سوتے میں بند آنکھوں سے کوئی خوبصورت سا خواب دیکھ رہا تھا۔

خواب میں اسکا آنے والا چھوٹا سا گول مٹول کزن اور اسکی اسٹرا دونوں بھاگ رہے تھے اور وہ انہیں پکڑنے کی کوشش میں نڈھال ہوا جا رہا تھا۔

سنہری شام کا وقت تھا۔

لان میں موجود اسکے ڈیڈ اور اسکے چاچو بیٹھے ان پر ہنس رہے تھے۔

اسکی ماں ٹھنڈے ٹھنڈے جوس کے گلاس ٹرے میں رکھے لا رہی تھی اور ساتھ انہیں ہدایت بھی دے رہی تھی کہ خیال سے گر نا جانا۔ اسکی پیاری سی چاچی چائے کی ٹرے اسکے ڈیڈ اور چاچو کیلئے لے کر جا رہی تھیں۔

پورے لان میں ان کی کھکھلاہٹیں گونج رہی تھیں۔ بہزاد نے اپنے گول مٹول سے چھوٹے کزن کو پکڑنے کیلئے جیسے ہی بازو بلند کیے وہ کراہ کر اٹھ بیٹھا۔

افف!" اسکے کندھے سے درد کی ٹیس اٹھی۔ اٹھ کر بیٹھتا وہ گہرے سانس بھرنے لگا۔ اسے احساس ہوا اسے پیاس لگی " تھی۔ حلق میں جیسے کانٹے اگ آئے تھے۔

اس نے پانی پینے کیلئے گردن گھمائی تو سائیڈ ٹیبل پر رکھا جگ خالی تھا۔

اوہ! شاید مام آج پانی رکھنا بھول گئیں۔" وہ آنکھیں مسل کر کندھے کو ایک جھٹکا دیتا سلیپرز میں پاؤں پھنسا کر بیڈ سے نیچے " اترا۔

شب خوابی کے لباس میں وہ آہستہ سے روم کا ڈور کھول کر باہر نکلا اور مسکرا کر ساتھ والے روم کو دیکھا۔ جہاں اسکی چاچی سوئی ہوئی تھیں۔

وہ اپنے خواب کے بارے میں سوچتا سیڑھیاں اترتا لاؤنج سے ہوتا کچن میں آیا۔ کچن کی لائٹ آن کر کے وہ فریج کے قریب پہنچا۔

پانی پی کر بوتل اندر رکھتا جب وہ کچن سے باہر نکلا تو اسے گھر میں کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔

کون ہو سکتا ہے؟ باہر انکل (گارڈز) موجود ہیں۔" اس نے بڑبڑاتے ہوئے اپنے مام کے روم کی طرف قدم اٹھائے اور چلتا" ہوا اندھیرے میں ڈوبے روم میں داخل ہوا تو اے سی کی ٹھنڈک کے ساتھ ایک عجیب سی بو ناک کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

بہزاد جھرجھری لے اٹھا۔

مام!" وہ انہیں پکارتا ہوا انکے پاس پہنچا اور انہیں جگانے کیلئے ہاتھ بڑھایا تو اسکی انگلیاں بھیگ گئیں۔"

بہزاد نے حیرت سے اپنی انگلیوں کو دیکھا اور جلدی سے سائیڈ لیمپ روشن کرتے اپنے سرخ رنگ میں بھیگے ہاتھ کو پھٹی آنکھوں سے دیکھا۔

مام۔۔۔ڈیڈ۔۔۔!! وہ انکے خون میں لت پت چہرے کو دیکھ کر دل دہلا دینے والی چیخیں مارنے لگا۔"

مام! اٹھیے مام!! ڈیڈ۔۔۔! وہ دونوں کے چہروں کو باری باری جھنجھوڑتا چلانے لگا۔"

چاچی۔۔۔! چاچو۔۔۔!" انہیں اٹھتے مادیکھ کر وہ بھاگتا ہوا دروازے کی طرف آیا اور دھاڑیں مار کر اپنے چاچا چاچی کو" بلانے لگا۔

انکی آنکھں س جو خون سے بھری چھت پر ٹکی ہوئی تھیں۔ ان میں ذرا سی بھی جنبش نہیں ہو رہی تھی اور وہ تڑپتا ہوا چیخ رہا تھا۔

اتنی بے رحم موت۔۔۔

اتنا بے رحمی سے قتل۔۔۔

دل نہیں کانپا ان کا؟؟؟

اسکا روم خالی ہے۔ آواز نیچے سے آرہی ہے اس کی، نیچے چلو۔" سیاہ ماسک پہنے، سیاہ کپڑے اور ہاتھوں پہ چڑھے سیاہ گلوز" میں پسٹل تھامے حارث روم سے نکلا۔ وہ دونوں سیڑھیاں اترتے نیچے آئے۔ آخری سیڑھی پر انہیں ٹھٹھک کر رکنا پڑا۔

بہزاد۔۔۔ بہزاد! کہاں ہو؟" نسوانی آواز پر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔"

ہادیہ، بہزاد کی چیخوں پر بوکھلائی سی روم سے باہر نکلی اور ساتھ والے کمرے کے کھلے دروازے کو دیکھ کر وہاں اسکی غیر موجودگی پہ پریشان سی اسے پکارنے لگی۔

چاچی.......!" بہرام باہر روم سے اپنی چاچی کی آوازیں سن کر سسک اٹھا اور اسکی طرف بھاگنا چاہا مگر درمیان میں ہی" اسکے قدم زمین نے جکڑ لیے۔ ہادیہ کے سیڑھیوں کے اوپر جم سے گئے۔

دونوں کی نظریں سیڑھیوں کے اینڈ پر کھڑے دو سیاہ لباس میں کھڑے وجود پر تھیں۔

بہزاد!" ہادیہ چوروں کو گھر میں دیکھ کر چلائی۔ انکے ہاتھوں میں موجود پستول نے اسکے حواس منجمد کر دیے تھے۔"

بہزاد کا دماغ جو پہلے اپنے ماں باپ کے خون کو دیکھ کر ماؤف ہو رہا تھا، وہ اب دو انجان لوگوں کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر خوف سے پیلا پڑ گیا۔

گارڈز!! گارڈز!!! کہاں ہو گارڈز؟؟؟" ہادیہ گلا پھاڑ کر چیخنے لگی۔"

چاچی! مام ڈیڈ کو انہوں نے مار دیا۔" بہزاد روتا ہوا بولا۔"

چیختی ہوئی ہادیہ کی اگلی چیخ حلق میں ہی دب گئی اور وہ ساکت سی بہزاد کے روتے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگی۔

تم جاؤ اسے سنبھالو، میں اسے دیکھتا ہوں۔" ان دونوں میں سے ایک بولا تو دوسرا سر ہلا کر روتے ہوئے بہزاد کی طرف" آیا۔

بھاگو بہزاد۔۔۔!"ہادیہ ہوش میں آتی نیچے کو بھاگتی اسے بچانے کی کوشش کرتی چلائی اور اسکی آواز پہ بہزاد نے دھندلی نظروں اپنی طرف بڑھتے اس سیاہ پوش کو دیکھا۔اس سیاہ وجود کو پستول تھامے خود کی طرف بڑھتا دیکھ کر اسکے اوسان خطا ہو گئے۔

اس نے بے ساختہ قدم پیچھے ہٹائے۔اسکا وجود لرزنے لگا تھا اور وہ سسکیاں بھر رہا تھا۔

سامنے ہی کھلے دروازے سے اسکے ماں باپ کا مردہ وجود بیڈ پر پڑا دکھائی دے رہا تھا۔

ہلنا نہیں ورنہ تجھے بھی خاموشی سے اوپر پہنچا دوں گا۔"اس آدمی نے پستول سامنے کرتے بہزاد سے کہا۔"

ٹیبل پر رکھی لائٹ سے اس سیاہ آدمی کی کالی آنکھیں ماسک سے بہزاد کی آنکھوں میں گڑ کر اسکی روح تک کو کپکپا گئیں۔

بہزاد سن وجود کے ساتھ سسکی بھرتے پیچھے ٹیبل سے لگا۔

اللہ کے واسطے اسے چھوڑ دو۔سب کچھ لے جاؤ۔جو چاہیے میں سب کچھ دوں گی۔میرے بچے کو چھوڑ دو۔کیا چاہیے تم" دونوں کو پیسہ،سونا،پراپرٹی کے پیپرز سب کچھ لے لو۔اسے چھوڑ دو۔میرے معصوم بچے کو چھوڑ دو۔"ہادیہ اس وجود کو راستہ روکتے دیکھ کر ہاتھ جوڑ کر گڑگڑائی۔بہزاد کا ننھا سا دل پھٹنے کے قریب ہو گیا۔

ہاہاہا سب کچھ ہمارا ہی ہو گا مگر اس کے اینڈ کے بعد۔"وہ آدمی قہقہہ لگا کر بولا۔روتی ہوئی ہادیہ نے ٹھٹھک کر اسے" دیکھا۔

اندھیرے کی وجہ سے سیاہ سایے کے علاوہ کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا پر وہ اسے پہچان گئی تھی۔

ح۔۔حارث تت۔۔۔تم۔۔۔!ہاتھ بڑھا کر اس نے چھونا چاہا مگر اگلے ہی پل منہ سے ایک سسکاری نکلی جب اس سیاہ" وجود نے ہاتھ میں پکڑی پستول کا ٹریگر دبایا اور اسکے پیٹ کا نشانہ لیا۔

آپکو میری محبت نہیں،دولت کی ہوس کھینچ لائی حارث!"وہ سسکی۔"

میرا بچہ..."اپنے پیٹ میں گرم سیخ گڑنے کی چبھن محسوس کرتی اس پہ ہاتھ رکھ کر چیخی جہاں سے اب خون نکل رہا تھا۔"

اور سامنے والا وجود اسکی چیخ پہ منجمد ہو کر رہ گیا۔

"چاچی!!!" بہزاد کے منہ سے دل دہلا دینے والی چیخ برآمد ہوئی۔

"ذلیل انسان!" ہادیہ سامنے موجود اس سیاہ ساکت وجود پر جھپٹی اور اسکا ماسک میں چھپا منہ نوچنے لگی۔ اس نے ایک بار پھر ٹریگر دبایا اور وہ کراہ کر لہراتی سیڑھیوں پر گری اور نیچے گرتی چلی گئی۔

"بھاگو بہزاد! یہ تمہارا چاچا نہیں حیوان ہے۔" سیڑھیوں پر گرتی ہادیہ بیگم کے گلے سے چیخ نکلی اور بہزاد کے سینے میں کسی تیر کی طرح پیوست ہو گئی۔

"مارو اسے، دیکھ کیا رہے ہو؟" وہ سیاہ وجود پلٹ کر غیض و غضب سے دھاڑا تو بہزاد ہوش میں آیا۔ اپنی موت کو سامنے دیکھ کر اس چھوٹی سی جان میں پتا نہیں کہاں سے اتنی طاقت آگئی کہ اپنوں کی تین تین لاشیں دیکھنے کے بعد بھی اس نے ہمت کرتے پیچھے ٹیبل پر رکھا بھاری ڈیکوریشن پیس دونوں ہاتھوں میں جکڑ کر اگلے ہی پل اس وجود کے منہ پہ دے مارا اور انہیں سنبھلنے کا موقعہ دیے بغیر وہ وہاں سے بیرونی دروازے کی طرف بھاگا۔

سیڑھیوں پہ کھڑا وجود جو نیچے پڑے ہادیہ کے خون میں لت پت وجود کو دیکھ رہا تھا اس افتاد پہ بوکھلا گیا۔

"گدھے وہ بھاگ گیا۔" حارث نے دھاڑتے ہوئے کہا اور بہزاد کے پیچھے بھاگا پر تب تک بہت دیر ہو چکی تھی۔ بہزاد گھر سے نکل چکا تھا۔

"براک پکڑو اسے، باہر نکلا ہے۔" حارث اور فواد دونوں نے ایک ساتھ کہا۔ براک ہڑبڑا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے سامنے سے بھاگتے چھوٹے سے لڑکے کو پکڑتا تب تک وہ ہوا کی تیزی سے سامنے جاتی سڑک پر بھاگتا اس سیاہ ترین رات کے اندھیرے میں گم ہو گیا۔

"تم ابھی یہیں کھڑے ہو۔ جاؤ پکڑو اسے اور ختم کر کے واپس شپ پر پہنچو۔ ایس ایم ایس پہنچ چکا ہے وہ نکل رہے ہیں فاسٹ۔" حارث کی آنکھوں میں اپنے بچے اور بیوی کو مارنے کے بعد سرخ ڈورے پڑ گئے تھے۔

وہ جلد از جلد یہاں سے بھاگنا چاہتا تھا ورنہ اسکا دم نکل جاتا۔ وہ اپنے بچے کا قاتل بن گیا۔

اپنے ہی خون کا قتل کر دیا۔ یہ سوچ ہی جان لیوا تھی۔

اوکے!" براک وہاں سے بہزاد کی جانب بھاگا۔ حارث اور فواد اپنی گاڑی کی طرف بڑھے۔"

*______________*________________*

سنسان راستے پر وہ ہانپتا کانپتا، روتا ہوا بھاگ رہا تھا۔ اسے معلوم نہیں تھا وہ کتنا دور بھاگ آیا تھا؟ کہاں پہنچ گیا تھا؟ اسے کچھ بھی اندازہ نہیں تھا۔

اسکے سامنے تو صرف اپنیے مام اور ڈیڈ کا خون میں لت پت چہرا گھوم رہا تھا۔ وہ روتا گرتا پڑتا بھاگے چلا رہا تھا۔

،اسکی چاچی جو اسے بچانے کے چکر میں خود اپنے بچے سمیت ماری گئی تھی اور مارنے والا کون تھا انکا اپنا، اسکی چاچی کا شوہر اسکے باپ کا سگا بھائی، اسکی ماں کا کزن اور اسکا سگا چاچا۔

وہ زندہ کیوں تھا؟ کیوں بھاگ رہا تھا؟؟ جب پیچھے کچھ نہیں بچا تھا، نا اسکا باپ نا اسکی مام نا ہی اسکی پیاری سی چاچی۔ کون بچا تھا پیچھے؟؟

اسٹرا!" اسکے منہ سے سسکاری نکلی۔ سامنے سے آتی گاڑی سے ٹکرا کر وہ اچھل کر دور جا گرا۔"

آہ!! ظفر صاحب کے ساتھ بیٹھا انکا بیٹا بہرام منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخ اٹھا اور جو اچھل کر دور گرا تھا اسکے منہ سے آہ بھی" نہیں نکلی تھی۔

اوہ مائے گاڈ! ظفر یہ کیا کر دیا؟" مسز شمیم ملک گھبرا کر بولیں۔ ایک جھٹکے سے گاڑی رکنے پر دونوں باہر نکلے۔"

ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ظفر صاحب کا چہرہ دھواں دھواں ہو گیا۔

اوہ نوشی! یہ کیا ہو گیا مجھ سے؟" وہ ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سڑک پر خون دیکھ کر گھبرا گئے۔"

وہ تینوں امریکہ جا رہے تھے کہ ایئرپورٹ جاتے راستے میں یہ حادثہ پیش گیا۔

میں دیکھتا ہوں یہیں کہیں ہو گا۔" وہ اس زخمی وجود کو راستے کے اطراف میں ڈھونڈنے لگے۔"

مام!!" اوشن بلیو آنکھوں والا بہرام ڈرا سہما سا باہر نکلا اور آس پاس گھنے جنگلات کو دیکھ کر خوفزدہ ہو گیا۔ مزید روح فرساں" منظر راستے میں پڑا خون تھا۔ اسکے منہ سے چیخ نکل گئی۔

اسی چیخ نے بہزاد کو ڈھونڈتے براک کو متوجہ کیا۔

وہ ایکدم جنگل سے نمودار ہوا اور درخت کی آڑ لے کر سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھنے لگا۔ جس نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ ایک عورت پاس ہی کھڑی اسے چپ کروا رہی تھی۔

براک ڈینئل نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے نشانے پر لیا اور اگلے ہی لمحے ٹریگر پر دباؤ ڈالا۔ سامنے موجود لڑکے کے منہ سے آہ نکلی۔

آہ!!! بہرام کی چیخ پر ظفر صاحب گھبرا کر اسکی جانب مڑے۔ مسز شمیم کو ساکت دیکھ کر اپنے بیٹے کے پیٹ سے نکلتے خون" پر وہ چیختے ہوئے اسکی جانب لپکے ہی تھے کہ براک نے ایک نشانہ ان کی ٹانگ کا لے کر پستول کا رخ بہرام کی طرف کیا اور ٹریگر پر دباؤ بڑھاتے اس معصوم کو لہولہان کرتے وہ وہاں سے بھاگ گیا۔ مسز شمیم نے چیختے ہوئے آگے بڑھ کر اپنے جگر کے ٹکڑے کو خود میں بھینچا اور اسکے بے جان وجود کو محسوس کرتی حلق کے بل چلانے لگیں۔

"میرا بچہ۔۔۔ میرا بہرام۔۔۔!! بہرام! آنکھیں کھولو۔"

روتے ہوئے ظفر صاحب نے پہلے اس سیاہ فام کو بھاگتے دیکھا پھر وہ اپنی ٹانگ گھسیٹ کر اپنی بیوی کے قریب پہنچے کہ انکی نظریں کچھ دور پڑے لڑکے پر گئیں جو زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔

تو کیا وہ اسے مارنے آئے تھے اور میرے بیٹے کو یہ لڑکا سمجھ کر۔۔۔"کار کے سہارے وہ اٹھے اور اور اپنی ٹانگ پکڑ کر اس" تک پہنچے۔

مام۔۔۔ ڈیڈ۔۔۔! بہزاد روتا ہوا درد سے اپنے ماں باپ کو پکار رہا تھا۔ ظفر صاحب کے آنسو لڑھک کر ان کے چہرے پر" گرے۔

وہ اسکی طرف جھکے۔ وہاں سے گزرتی ایک گاڑی سے کچھ لوگ انہیں اس حالت میں دیکھ کر گھبرا کر باہر نکلے۔

کیا ہوا؟ حملہ ہوا ہے کیا؟" ان تینوں میں سے ایک لڑکا بھاگتا ہوا ایک مسز شمیم کے پاس پہنچا۔ دو ظفر صاحب اور بہزاد" کے پاس آئے اور انہیں سہارا دے کر جلدی سے گاڑی میں بٹھایا۔

ظفر ملک کراہتے ہوئے گاڑی سے موبائل لے کر اپنے دوست کمشنر سرفراز کو کال کرنے لگے تو دوسری طرف مسز شمیم سسکتی ہوئی بہرام ملک کے بے جان وجود کو سینے میں بھینچے ہوئے تھیں۔

کچھ پیچھے بہزاد خان کا نیم مردہ وجود پڑا تھا جسے اپنوں نے ہی ڈسا تھا۔

ظفر ملک نے اپنی ٹانگ کے درد سے کراہتے اپنے بیٹے اور بیوی کو دیکھتے روتے ہوئے جلدی سے ان لڑکوں کو سٹی ہاسپٹل چلنے کا کہا۔

--------------------------*

ہوش کی دنیا میں قدم رکھتے ہی ظفر صاحب کو یہ دل دہلا دینے والی خبر سنائی گئی کہ انکا بیٹا بہرام ملک اب اس دنیا میں نہیں رہا۔ انکی بیوی کوما میں جا چکی تھی۔

پھر انہیں اپنی کٹی ٹانگ کا احساس ہوا تو لہرا کر بیڈ پر گرتے دھاڑیں مار کر رونے لگے۔

کمشنر سرفراز سے انہیں سنبھالنا مشکل ہو گیا۔

انکا اکلوتا بیٹا انکی آنکھوں کا تارا انہیں چھوڑ کر چلا گیا۔ یہ ایک باپ کیسے برداشت کر سکتا تھا۔

وہ اپنے دوست سرفراز صاحب کے سہارے اپنی سوئی ہوئی بیوی کو دیکھنے کے بعد اور ہمیشہ کیلئے منہ موڑ کر جا چکے خوبصورت سے بیٹے کو دیکھنے لگے۔ اسے سینے میں بھینچے پھوٹ پھوٹ کر روتے دھاڑیں مارنے لگے۔

تب انہیں اچانک اس سسکتے وجود کا خیال آیا تو سرفراز صاحب نے انھیں بتایا وہ اس ایکسیڈنٹ میں اپنی آنکھوں کی روشنی کھو چکا تھا۔ لہٰذا انہونے بہرام کی آنکھوں کا نور اسکے حوالے کر دیا۔

اور ابھی وہ آئی سی یو میں ہے۔

سرفراز صاحب نے یہ ساری بات خفیہ رکھی تھی۔

نیوز میں حارث صاحب کی اپنے بھتیجے کیلئے تقریریں سن رہے تھے پر وہ خاموش تھے۔ بلکہ اسے سخت سیکیورٹی میں رکھا ہوا تھا۔

وہ جانتے تھے ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ دنیا اس جھوٹے انسان کے مکروہ آنسوؤں کے جال میں پھنس سکتی تھی مگر وہ نہیں۔۔۔

مسز شمیم کے ہوش میں آتے ہی انکے بین دل چیر رہے تھے۔

ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ ابھی انہیں کوئی سیڈ نیوز دی تو انکی جان کو خطرہ ہو سکتا تھا۔

اس پل انہیں سنبھالنے کیلئے بہزاد کو بہرام کے طور انکے سامنے تو کر دیا تھا پر انہیں کیا پتا تھا کہ ہوش میں آتے ہی ان کے منہ سے جو کہانی سننے کو ملے تھی وہ ہمیشہ کیلئے اسے بہرام ملک ہی بنادے گی۔

وہ معصوم جب ہوش کی دنیا میں آیا تو اس نے اپنے ماں باپ اور چاچی کیلئے چلانا شروع کر دیا۔

ظفر صاحب اسکی آنکھوں کے آپریشن کا خیال کرتے بہت مشکل سے اسے چپ کروانے میں کامیاب ہوئے تھے۔

وہ اب تک مسلسل نیند کے انجیکشن کے زیر اثر تھا پر اب اسے انجیکشن نہیں لگایا گیا بلکہ اسے محبت سے چپ کروایا گیا۔

اوشن بلیو آنکھوں سے روتے ظفر صاحب کو دیکھتا وہ انہیں اپنا بہرام ہی لگا پر درحقیقت وہ بہزاد تھا، بہزاد خان۔

ظفر صاحب نے کافی دن بعد بہلا پھسلا کر اس سے حقیقت معلوم کی اور ٹی وی پر حارث صاحب کے جلوس کو دیکھا جہاں وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ اس سیاست کی وجہ سے میرے بھائی میرے خاندان کا نام مٹایا دیا گیا۔ اب میں آتا ہوں اس سیاست میں دیکھتا ہوں کون مجھے مارتا ہے۔

بزدلوں رات کی سیاہی میں وار کرتے ہو۔ معصوموں کو مارتے ہو، دن کے اجالوں میں آؤ پھر معلوم ہو کتنے بہادر ہو تم۔

اسکی افسوس بھری تقریر سے لگ رہا تھا کہ اتنا دکھ اسے اپنے بھائی کا نہیں تھا جتنا وہ سیاست میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔

صبح ملازموں کو جب خان مینشن کی سیڑھیوں پر پڑی ہادیہ اور بیڈ پر پڑے حدید خان کے ساتھ انکی بیوی کی لاش ملی تو انہوں نے چیخ چیخ کر سارے لوگ اکٹھے کر لئے اور پھر پولیس کو انفارم کیا گیا۔

پولیس نے ان کے بھائی حارث سے رابطہ کیا اور اسے پاک آنے کا کہا۔

وہ انجان بنا پاکستان آیا اور جب وہاں اپنے بھائی بھابھی اور بیوی کی لاشیں دیکھیں تو پاگل سا ہو گیا۔

اسکی پانچ سالہ بیٹی روتی ہوئی اپنی ماں کے وجود سے چمٹ گئی اور وہ دھاڑیں مار کر روتا اپنے بھائی کو جھنجھوڑنے لگا۔ پانچ سالہ ہانیہ خان کو جب اپنے بیری کی غیر موجودگی کا احساس ہوا تو وہ چیختی پکارتی پورے گھر میں اسے ڈھونڈنے لگی۔ وہ چلاتی ہوئی اسے پکارتی رہتی پر اسے نہیں آنا تھا تو وہ نہیں آیا۔

حارث صاحب بہزاد کی لاش کی گمشدگی پر کافی پریشان تھے۔

ملک بھر میں ایم این اے حدید کے قتل کی دل دہلا دینے والی خبر منظر عام پر آئی تو لوگ کچھ دن واویلا کرتے رہے، دکانیں بند کئے راستوں پر نکل آئے اور انصاف کی چیخ و پکار مچا دی گئی۔

پر پولیس کو کوئی ثبوت نا ملا مجرم کا۔

پھر آہستہ آہستہ ملک میں چلتی گرم سرد ہواؤں میں حدید خان کا قتل کہیں دھول کی طرح فضا میں اڑ گیا یا اسے دفنا دیا گیا۔

حارث خان فواد چوہان اور براک ڈینئل اپنے منصوبے میں کامیاب ٹھہرے۔

کچھ سال صبر و افسوس میں گزارتے وہ اپنی زندگی میں مصروف ہو گئے اور حارث صاحب نے اپنی قسمت سیاست میں آزمانی شروع کر دی۔

کافی بار شکست کھانے کے بعد بھی انہوں نے ہمت نہیں ہاری۔ آخر کار وہ الیکشن جیت گئے۔

فواد نے اپنے بیٹے کیلئے ان کی بیٹی کا ہاتھ مانگا جو گم صم سی کونے میں چپ چاپ سی بیٹھی رہتی تھی۔

ہادی اسے ہاتھ پکڑ کر باہر لے آیا کرتا تھا۔ جس طرح اس نے اسکا برے وقت میں ساتھ دیا تھا اسی طرح وہ اسے واپس زندگی کی طرف کھینچ لایا۔ پھر اپنے باپ کے مقصد نے اسے ایک اچھے دوست کی منزل سے دھکیل کر برا بنا دیا تھا اسکے سامنے۔

سال گزرتے گئے اور بیری صرف اسکے دل اور روح تک محدود ہو کر رہ گیا۔

کبھی وہ اسے کہیں کھیلتے کودتے نظر آتا تو وہ بھاگ کر وہاں جاتی پر پھر وہی وحشت بھری حقیقت۔۔۔ وہ مایوس ہو کر روتی اپنے باپ کے سینے میں چھپ جاتی۔ حارث صاحب اسے بہت مشکل سے ان یادوں سے باہر کھینچ لائے تھے۔

انہیں کچھ شک تھا کہ بہزاد زندہ ناہو۔ وہیں قریب جنگل سے ایک بچے کی لاش جسے جنگلی جانوروں نے نوچا ہوا تھا، ملنے پر انہیں یقین ہو گیا کہ وہ بہزاد کی ہی ہو گی۔

انہوں نے اپنی مصروفیت کی وجہ سے کوئی ایکشن نالیا پر انکے سر پر جو خطرہ منڈلاتا رہتا تھا وہ ٹل گیا اور وہ سب پر سکون ہوتے اپنی زندگیوں میں مصروف ہو گئے۔

ہانیہ خان بھی روتی سسکتی اپنی زندگی طرف لوٹ آئی تھی۔ البتہ دن میں جو پرچھائیاں اسکے سامنے گھومتی رہتی تھیں وہ رات کو سونے کے بعد خوفناک خواب کی صورت آنکھوں میں ناچنے لگتیں۔ وہ چیختی ہوئی ساری ساری رات جاگتے گزارتی اور اسکی ایک ہی صدا ہوتی تھی۔

"یااللہ میرے بیری کو لوٹا دو۔"

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔*

دوسری طرف بہزاد خان جو اپنی سیاہ آنکھوں کی جگہ اوشن بلیو آنکھیں دیکھ کر ششدر سا اپنے سامنے کھڑے دو مہربان وجود کو دیکھ رہا تھا۔

ظفر صاحب اور سرفراز صاحب دونوں حارث خان کی پلاننگ سمجھ گئے تھے۔ پبلک کی ساری ہمدردی اسکے ساتھ دیکھ کر وہ پریشان تھے کہ اب کیا کریں۔

تبھی بہزاد نے کہا تھا مجھے بدلہ چاہیے۔

انہوں نے سوچا تھا اگر وہ اسے حارث خان کے سامنے لے جائیں گے تو بھی انہیں کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ الٹا اس معصوم کو ان حیوانوں کے ہاتھوں جان گنوانی پڑے گی۔

تبھی کافی سوچ بچار کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ لیا تھا کہ بدلہ صرف بہزاد کا نہیں لیا جائے گا۔

بدلہ بہرام ملک کا بھی ہو گا۔

بدلہ ایک سسکتی ہوئی ماں کا ہو گا۔

حدید خان، نازیہ خان کا ہو گا۔

ہادیہ خان، ہانیہ خان کا ہو گا۔

یہ بدلہ ظفر ملک کا ہو گا۔

سب سے بڑھ کر یہ بدلہ "بہزاد خان" کا ہو گا۔

امریکہ جا کر زندگی کے سفر میں اس نے صرف ایک بات ایک مقصد سامنے رکھا تھا۔

جس دولت کو پانے کیلیئے، جس حرام شہرت کو حاصل کرنے کیلیئے ان دونوں نے اپنوں سے لے کر معصوموں کو بے دردی سے گہری نیند سلایا تھا۔ انہیں دھول چٹانی تھی۔

انہیں شہرت سے ذلت ورسوائی کی حد تک لانا تھا کہ وہ سب موت کی بھیک مانگیں۔

کافی سوچ بچار اور مشورے کے بعد ظفر صاحب نے یہ قدم اٹھایا تھا اور اللہ کی طرف سے ایک بیٹے کے جانے کے بعد انہیں دوسرے بیٹے سے نوازا گیا تھا جسے انہوں نے اپنے سگے بیٹے کی طرح ہی دل سے لگایا بلکہ اسکے زخموں پر مرہم لگاتے اسے اسکے مٹی کے وجود سے فولادی بنایا۔ اسے مضبوط بنا کر دنیا کے سامنے بہرام بہزاد ملک کے روپ میں لائے۔

اسکی آنکھیں تو ان کے بیٹے کی تھی جو اسکی کمی کو پورا کرتی تھی پر اب احساس بھی اسکا آنے لگا تھا۔ وہ تھا ہی اتنا پیارا بچہ کہ اس نے کبھی یہ احساس نہیں دلایا کہ وہ انکا بیٹا نہیں کسی اور کا خون ہے۔

ظفر صاحب اسے دیکھتے تو تڑپ اٹھتے، کیسے کوئی اتنا ظالم ہو سکتا ہے؟ سگے چاچا نے اتنے معصوم کو اس طرح برباد کیا بلکہ اپنے بھائی کو دولت کی ہوس میں راستے سے ہی ہٹا دیا۔

حدید خان سے انکی کبھی آمنے سامنے ملاقات تو نہیں ہوئی پر وہ اکثر انکے نرم لہجے میں غریبوں کیلیئے محبت دیکھتے رہتے تھے۔ انکی سخی طبیعت کو سراہتے رہتے تھے۔

وہ کافی متاثر تھے انکی شخصیت سے۔ وہ ہی نہیں، نوجوانوں کے آئیڈیل تھے وہ۔

انہوں نے نا صرف کافی غریب گھروں کے بھوک سے تڑپتے بچوں کا پیٹ بھرا تھا بلکہ کافی بے سہارا لوگوں کے سروں پر چھت بھی دی تھی۔ ان پر اللہ کا خاص کرم تھا۔ وہ ان سب میں اتنا محو ہو گیا کہ آستین میں پلتے سانپ کو دیکھ نہیں سکا۔ وہ حیوان محبت کا چولا پہنے عزیز ہستی کے بھیس میں انھیں نوچ کر کھا گیا۔

مسز شمیم کوما سے تین سال بعد ہوش میں آئیں اور اپنے بیٹے کیلئے تڑپنے لگی تب ظفر صاحب نے انہیں ساری حقیقت بتاتے روتے ہوئے بہزاد کو سامنے کیا۔

مجھے معاف کر دیں۔ میری وجہ سے آپ سب کی زندگیاں بکھر گئیں بلکہ ایک معصوم کی جان بھی میری وجہ سے چلی" گئی۔ آپ چاہیں تو اپنے بیٹے کا بدلہ مجھ سے لے سکتی ہیں۔ مجھے مار کر اپنی ممتا کو سکون پہنچائیں۔ میں اف بھی نہیں کروں گا مام۔" وہ انکے پاؤں میں گر گیا پر مسز شمیم تو اسکے منہ سے مام سن کر ہی ساکت ہو گئی تھیں اور انکے کانوں میں اپنے بیٹے کی آخری سسکی گونجی۔

وہ بھی تو درد سے ایسے تڑپا تھا۔

اپنی ماں سے ملے بغیر چلا گیا۔ ایک بار بھی اپنی ماں کو نا دیکھا کہ اسکے بغیر کیسے رہیں گی۔

اسکی آنکھیں دیکھ کر انہیں لگا جیسے بہرام خود انکے سامنے کھڑا ہو۔ وہ ان سے رو رو کر معافی مانگ رہا تھا۔

انکا دل یہ سوچ کر پھٹنے لگا اور وہ دھاڑیں مارتی بہزاد کو اپنے سینے میں بھینچ گئیں۔

ان دونوں شوہر بیوی نے نا صرف اسکی بہترین تربیت کی تھی بلکہ اسے اپنے ہاتھوں کا چھالہ بنائے رکھا۔ اور بہرام نے بھی ظفر صاحب کی ایک ٹانگ کو دیکھتے ہوئے انکے ہارے ہوئے وجود کو سہارا دیا بلکہ اپنی اسٹڈیز کے ختم ہونے کے بعد اپنے ڈیڈ (ظفر ملک) سے تجربہ حاصل کرتے انکے کاروبار کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا۔

انہیں بزنس کی دنیا میں بے تاج بادشاہ کا اعزاز دلوایا اور انکے بیٹے بہرام ملک کے خواب کو سچ کرتے ہوئے دن رات ایک کر دیے۔

محنت، لگن اور جنون نے بہرام ملک کو انیتس سالا فینس بزنس ٹائکون آف داورلڈ کا خطاب دیا بلکہ کئی ایوارڈز بھی اپنے نام کیے۔

مسز شمیم جہاں خوش تھی اپنے بیٹے کو کامیاب دیکھ کر وہیں بہزاد کی شخصیت کو گمراہ دیکھ کر ظفر ملک اور سرفراز جونیجو فکر مند رہنے لگے۔

اس کا بہزاد سے ذکر بھی کیا، جس پر اسکا ایک جواب ہوتا۔

دنیا بھلا سکتی ہے بہزاد خان کو مگر ایک ہستی ہے جو اسے کبھی نہیں بھول سکتی اور اسے بس اس سے ہی پہچان چاہیے باقی "کسی کی نہیں۔

سرفراز صاحب نے اسے پولیس میں آنے کی آفر کی پر اس نے سہولت سے انکار کر دیا۔

پندرہ سال بعد اسی سرزمین پر قدم رکھا جہاں سے وہ بکھر کر گیا تھا۔

پہلے وہ ہارا ہوا بہزاد تھا۔

اب ایک دنیا پر فتح حاصل کرنے والا بہرام ملک۔

یہاں آکر اس نے سب سے پہلے اپنی اسٹرا کو دیکھنا چاہا پر اسے شاک لگا جب معلوم ہوا کہ اسکا نکاح ہونے والا ہے۔ وہ بھی اپنے ہی دشمن کے بیٹے سے۔

یہ سب جان کر اور اپنی اسٹرا کو مطمئن دیکھ کر وہ پاگل سا ہو گیا۔

اسکا دل کیا ساری دنیا تہس نہس کر دے۔ اسکی اسٹرا اسے کیسے بھلا سکتی ہے۔

وہ پاگل بنا اسکے لئے دن رات کاٹ رہا تھا تڑپ کر جی رہا تھا پر وہ۔۔۔ وہ اسے کچھ سال بعد ہی بھلا گئی؟ یہ کیسے ممکن تھا؟؟

ہانیہ خان نے بھلایا تھا، بہزاد خان نے تو نہیں۔

وہ اسکی اسٹرا نہیں اسکا جنون تھی۔ خان کی جان بستی تھی اس میں، سانس لیتا تو بھی اسے خود میں پاتا تھا۔ رات رات بھر اسکی یادوں میں گزارتا کبھی ہنستا تو کبھی رو پڑتا، اپنی آنے والی زندگی کا سوچتے۔

"اپنے ماں باپ، جان سے پیاری چاچی اور خود سے عزیز اسکی آتی جاتی سانسوں کی روانی "ہانیہ خان۔

اسکی اسٹرا اسے بھول چکی تھی۔ وقت کی دھول میں اسکا احساس مٹ گیا تھا۔

وہ تو قرض چکانے گیا تھا۔

قرض تو اسکا یہیں پاکستان میں تھا۔

اسے دکھ اسکے نکاح پر نہ ہوا۔

اسے دکھ اپنے بھلائے جانے پر تھا۔ اسے معصوم اسٹرا اسے بدل کر ہانیہ خان پہ تھا۔

وہ جو اسکا بیری، اسکا بہزاد بن کر واپس آیا تھا دوبارہ بہرام ملک کے سرد خول میں بند ہو گیا۔

--------------------------*

جس خاموشی سے بہرام ملک اس دنیا سے روٹھ گیا۔ اتنی خاموشی و سکوت کے ساتھ دوسرا وجود سر اٹھانے لگا۔

جو در حقیقت تھا تو بہزاد خان کا پر اسے دنیا میں بہرام بہزاد ملک کے نام سے جانا جاتا تھا۔

حارث خان کی لمبی پلاننگ اور کتوں کی طرح اسکی تلاش میں اسکے آدمیوں کو دیکھتے انہوں نے بہزاد کو منظر سے غائب کرنے کا فیصلہ کیا۔

وہ چاہتے تو حارث خان اور فواد چوہان کے خلاف ابھی سے ایکشن لے سکتے تھے پر اس سے کیا ہوتا؟ بے گناہ بہرام ملک کے بعد بہزاد خان بھی اس کے ہاتھوں سے مارا جاتا کیونکہ اس وقت پورے پاکستان کے معصوم لوگوں کی ہمدردیاں اسے حاصل تھیں۔

اگر بہزاد منظر عام پر آتا تو بھی جو انسان اپنے باپ جیسے بھائی کا بے دردی سے قتل کر سکتا تھا وہ اپنے بھائی کے بیٹے کو دیکھتے ہی سیکنڈ بھی نا لگاتا اسے دنیا سے ختم کرنے میں۔

کیونکہ بہزاد کے بیان مطابق وہ ایک نہیں تھا اسکے ساتھ دو اور لوگ بھی تھے۔

وہ جانتے تھے وہ تب ہی باہر آئیں گے جب انکے سر سے مکمل طور پر بہزاد خان کا خطرہ ٹلے گا۔

اور ویسا ہی ہوا جیسے ہی سرفراز صاحب نے اپنی پلاننگ کے مطابق کسی گمشدہ بچے کی لاش جنگل سے برآمد کی۔ حارث خان سے میل ملاپ اور دکھ بانٹنے کی صورت میں فواد چوہان اور براک ڈینئل جیسے دوست منظر عام پر آئے۔

پھر یہاں بدلے کی بنیاد نہیں شطرنج کی بنیاد رکھی گئی۔

اسٹر اکایوں بیری کو بھول جانا اسے اندر سے توڑ پھوڑ گیا۔

ہادی چوہان کو اس نے دیکھا تو نہیں پر بچپن سے اسکا نام ضرور سنا تھا ہانیہ کے منہ سے۔ وہ اسے بتاتی تھی کہ کیسے وہ بھوکا پڑا رہتا تھا گھر میں اور کیسے وہ جا کر نینی کے ساتھ اسے لے آتی تھی۔ کھانا اپنے گھر کھلاتی تھی۔

بہرام بہزاد کی ساری توجہ ہادی چوہان کی طرف پلٹ آئی اور وہ اسکی پس منظر میں دبی شخصیت کو ابھارنے لگا۔

"ہادی چوہان"

ایک کٹھ پتلی اپنے باپ کی انگلیوں پر ناچاتے ہوئے بھی ناچنے والا۔

بچپن سے جو اسکے اندر خوف ڈالا گیا وہ ابھی بھی دل کے کسی کونے میں موجود تھا۔

اس نے محبت صرف اپنی ماں "روشانے چوہان" سے کی تھی۔ وہ دکھنے میں جتنے مکروہ عزائم کے ساتھ ہانیہ کے سامنے آتا تھا اندر سے اتنا ہی ٹوٹا ہوا ہوتا تھا۔ اسکی آنکھوں کی چمک در حقیقت آنسوؤں کی نمی ہوتی تھی۔

وہ ایک معصوم سا نوجوان تھا۔

جو قد میں تو بڑا ہو گیا تھا پر اپنے اندر سے اس کونے میں سسکتے وجود کو سہارا نا دے سکا تھا۔

فواد چوہان نے سب سے پہلا قتل اپنی بیوی کا کیا تھا۔

براک ڈینئل کو وہ پسند آ گئی تھی اور وہ اسے اپنے ساتھ پارٹی میں لے جانا چاہتا تھا پر یہ روشانے چوہان کو قطعی منظور نہیں تھا کہ وہ ایک غیر مرد کے ساتھ باہر جائے۔

وہ آزاد ملک میں پلی بڑھی ضرور تھی پر اس نے اسلام کو پڑھا تھا اور وہ ایک اچھی مسلمان تھی جس نے اپنے شوہر کے سوا کسی غیر مرد سے ملاقاتیں تو دور دو گھڑی بات تک نا کی تھی۔ وہ کیا ایک عیاش انسان کے ساتھ رات کو پارٹی میں جاتی۔

اسکے انکار کو فواد جیسے حیوان نے انا کا مسئلہ بنالیا اور اپنے دوست کے سامنے شرمندہ ہونے کی صورت میں دونوں نے مل کر اسے ایک ایکسیڈنٹ کا نشانہ بنایا۔

بیوی کی موت کے بعد وہ دنیا کے سامنے بکھر گیا کہ اسے اپنے بچے کا بھی خیال نا رہتا۔ جسے چھوٹی سی پانچ سالہ ہانیہ اپنی نینی کے ساتھ آکر لے جاتی اور پھر چھوڑ جاتی تھی۔

اگر وہ کسی دن نا آتی تو وہ سارا دن بھوکا بیٹھا اسکی راہ تکتا رہتا۔ آخر کار نیند کی مہربان پری اس معصوم پر نازل ہوتی اور اسے اپنی آغوش میں لئے تھپک کر سلا دیتی۔

وقت کے ساتھ کبھی بھوکا تو کبھی پیاسا اس نے جینا سیکھ لیا تھا۔ پھر فواد چوہان کو اسکا خیال تب آیا جب حدید خان کی ساری پراپرٹی اسکی بہو ہانیہ کے نام ہوئی۔

اس دن سے اس نے معصوم سے ہادی کے دماغ میں یہ بات کسی لوہے کی سیخ کی مانند اسکے دماغ میں ڈالی کہ بڑے ہو کر تمہیں ہانیہ خان سے شادی کرنی ہے اور اسکی پراپرٹی اپنے نام کروانی ہے۔

اس سے ڈھونگ کرنا ہے محبت کا، اپنے پن کا۔

دوسری طرف ہادی چوہان کے دل میں تو وہ ایک انمول دوست کی طرح بستی تھی۔

وہ چھوٹا نہیں تھا دس سال کا تھا۔ سب کچھ سمجھتا اور جانتا تھا کیسے دھوکا کرتا اپنی انمول پری سے۔

کیسے اسٹرا کو دکھ پہنچاتا جو پہلے ہی بیری کیلئے تڑپتی رہتی تھی۔ ایک زخم کے بعد اس معصوم کے ساتھ وہ کیسے کھیل کھیلتا؟؟

وہ اس حیوان کا خون ضرور تھا پر اس سے طاقتور اسکے سینے میں اسکی ماں کا خون تھا جو اسے بھٹکنے نہیں دے سکتا تھا۔

دھوکا کرو گے، دل توڑو گے، جہنم پاؤ گے اور اسے جہنم کی آگ نہیں چاہیے تھی۔ اسے تو اپنی ماں کے پاس جانا تھا۔ جو اسے راتوں کو آکر اپنی گود میں سلاتی تھی۔

وہ تو اسکے لئے تڑپتا تھا نا کہ دولت کیلئے۔

جس انسان کی راہ تکتا تھا۔ جب پیٹ میں بھوک لگتی اور وہ اسکا خیال کرتے اسے بھوکا نہیں رہنے دیتی تھی۔ کیا اس انسان کی راہوں کا کانٹا بن جاتا؟ کیسے کر لیتا وہ اس کے ساتھ ایسا؟؟

کیسے ہادی چوہان ہانیہ خان کو تکلیف دیتا جو اسکے آنسو پونچھتی تھی۔

اسے اپنی ماں کے پاس لے کر جاتی اور کہتی مام "میرے دوست کو پیار کریں تاکہ وہ روئے نا، اگر یہ رویا تو میں بھی رو دوں گی۔ مجھے میرا دوست مسکراتا چاہیے۔"

اسکے لبوں پر مسکراہٹ لانے والی ہستی کی مسکراہٹ کیسے نوچتا وہ بھی صرف دولت کیلئے؟

پر اسے مجبور کیا گیا۔ اس معصوم کے انکار پر اسے پیٹا گیا۔ اس سے جانوروں والا سلوک کیا گیا۔ اس کا حیوان جیسا باپ اسے اپنی بربریت کا نشانہ بناتا۔

اس معصوم کے دماغ کو نوچ کر اس میں یہ بٹھایا گیا کہ تمہیں ہانیہ خان سے ساری پراپرٹی حاصل کرنی ہے اسکے لئے ابھی سے اپنے دماغ کو تیار کرو۔

پھر وہ کیا کرتا گھٹنے ٹیکنے کے علاوہ۔

بہزاد اسے جو اپنے باپ کی طرح سمجھ رہا تھا اسکی حقیقت جان کر گہری سوچ میں چلا گیا۔

جو ہادی ہانیہ کے سامنے تھا وہ اصل ہادی نہیں تھا۔ اصل تو وہ تھا جو تنہائی میں بیٹھا ہوتا۔

اور اس سے جڑی تھی رومیصہ۔۔۔

ہادی چوہان کی محبت ایک غریب معصوم سی لڑکی۔

رومیصہ ایک چھوٹی سی لڑکی، جسکا باپ فواد چوہان کا باڈی گارڈ تھا۔

فواد چوہان پر ہوتے دشمنوں کے حملے میں وہ مارا گیا۔ یہ تو دنیا جانتی تھی جبکہ حقیقت تو یہ تھی

کہ اسے نشانہ بنا کر چھلنی کر دیا گیا تھا گولیوں سے کیونکہ وجہ اسے معلوم ہو گیا تھا کہ فواد چوہان نے اپنے دوست براک ڈینئل کے ساتھ مل کر اپنی بیوی کا قتل کیا تھا۔

یہ بات باہر جاتی یا کسی کو معلوم ہوتی اس سے پہلے ہی فواد چوہان نے اسے اپنے ہی آرمیوں کے اچانک حملے کے سپرد کر دیا۔

یہاں ایک نہیں ایسے ہزار تھے جو انکے سیاہ بھیس کو دیکھتے ہی مختلف حملوں کا اچانک شکار ہوتے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

پیچھے پھر انکی فیملیز کا وہی حال ہوتا جیسے رومیصہ اور اسکی ماں کا ہوا تھا۔

وہ بیمار ماں کے بیڈ پر پڑے ہونے کی وجہ سے اسکی دوائیوں کیلئے پھول بیچنے لگی تھی۔

اپنی پڑھائی، اپنے خواب چھوڑ کر۔۔۔

یہ سب جان کر بہزاد کا دل کیا نوچ کر انہیں ٹکڑوں میں تقسیم کر دے۔

پر اتنی آسان موت۔۔۔ نہیں، یہ سوچتے ہی وہ مٹھیاں بھینچ کر رہ جاتا۔۔

پاکستان آتے ہی آئی جی سرفراز جونیجو نے اسکے حوالے ایک گارڈ کیا۔ جسکا نام انسپکٹر کریم تھا۔

ویسے تو بہرام بہزاد کو اسکی ضرورت نہیں تھی وہ خود ایک ہزاروں کے برابر تھا۔

پر اس کھیل میں انکا بڑا حصہ تھا۔ انسپکٹر کریم اور کیپٹن عبداللہ۔

وہی دو یتیم بھائی تھے جن کی بہن انکی پڑھائی کے اخراجات اور پیٹ بھرنے کیلئے ایک ہوٹل میں ویٹریس کا کام کرتی تھی تاکہ وہ کسی قابل بن سکیں۔

پر اسکا انجام کیا ہوا تھا۔ وہ یتیم تھی، بے سہارا تھی، تعلیم تو تھی پر رشوت و سپورٹ نہیں تھی اسکے پاس۔ جسکی وجہ سے وہ ہوٹل میں کام کرتی تھی پر جہاں حارث خان اور اجمل جتوئی جیسے حیوان ہوں وہاں ایسی معصوم پریاں کیسے جی سکتی ہیں بھا؟ حارث خان کے ظلم تشدد اور اجمل جتوئی کی بلیک میلنگ کے بعد اسکا جینا کس کام کا تھا؟ کیا منہ لے کر وہ اپنے بھائیوں کے سامنے جاتی؟ کیا انہیں اپنے جسم کی قیمت کھلاتی؟ یا بار بار بلیک میل کر کے کسی کتے کے سامنے پھینکنے جانے پر جیتی؟

وہ نہیں جھیل سکتی تھی یہ سب۔ وہ غربت کی ماری کسی کے سامنے اف بھی نہیں کر سکتی تھی اگر کرتی تو یہ سفید پوش اسے دنیا کے سامنے برہنہ کر دیتے۔

اس سب کو سامنے رکھتے اس نے ایک فیصلہ کیا۔ بہت دردناک تھا دو معصوموں کا سہارا چھیننا۔ اتنا آسان نہیں تھا۔

پر وہ ایسی ذلت بھری زندگی جی بھی تو نہیں سکتی تھی۔ عزت دار لڑکی کال گرل کیسے بن جاتی؟؟؟

اور پھر بس اللہ کا نام لے کر معافی مانگتے آنکھیں بند کر کے وہ بیچ روڈ پر کھڑی ہو گئی۔

آج کی دنیا کی تیز رفتاری کیسے اپنے سامنے رکاوٹ برداشت کرتی۔ سیکنڈز کا کھیل تھا ایک معصوم کانپتی ٹانگوں سے روڈ پر کھڑی تھی اگلے ہی پل انہی ٹانگوں کی کم ہمتی کو دیکھتے ہوئے ایک تیز رفتار گاڑی اسے ٹکڑوں میں تقسیم کر گئی۔

بھلا کیسے کوئی رکاوٹ برداشت کرتا؟

نا تم کر سکتے ہو نا میں، حقیقت کڑوی ہے پر حقیقت تو حقیقت ہے۔

مجھے معاف کر دینا۔" فضا میں ایک سسکی بکھری۔ اس سسکی کو سنتے دو بھائی جو قرآن سینے سے لگائے بیٹھے تھے کہ آپی" آئیں گی انکا سبق سنیں گی اور دوسری آیت یاد کرنے کیلئے دیں گی۔

پھر دوسرے دن وہ جاب سے لوٹ کر آئے گی اور وہ دونوں اسکول کا کام ختم کر کے قرآن پاک کی تلاوت کریں گے۔ پھر آپی کی دی ہوئی آیت یاد کر کے اسے سنائیں گے پھر دوسری آیت لیں گے اس طرح وہ پورا قرآن پاک حفظ کریں گے۔

بیل بجی انکا انتظار ختم ہوا۔

ایک مسکرا کر پڑھنے لگا تو دوسرا دروازے کی طرف بھاگا۔

آج بہت دیر کر دی آپی؟؟" دروازہ کھولتے ہی پہلا سوال اسکے منہ سے نکلا پر سامنے شال میں لپٹے ایک آدمی کے بازوؤں" میں اپنی آپی کا بے جان وجود دیکھا۔

آپی!!!" اگلے ہی لمحے اس معصوم کے حلق سے ایک دلخراش چیخ نکلی۔ چھوٹے سے صحن کے بیچ پڑے اس وجود سے" دونوں لپٹ کر دھاڑیں مارتے خود بھی روئے اور سب کو بھی رلا دیا۔

مختلف سر گوشیاں تھیں۔ کوئی بد کردار کا لقب دے رہا تھا تو کوئی یار کے چھوڑ جانے کے غم میں کی گئی خود کشی سے توبہ کر رہا تھا پر حقیقت تو وہ پاک ذات جانتی تھی نا جس نے انسان اور حیوان میں بڑا فرق رکھا تھا پر آج کے دور کے انسانوں نے وہ فرق سیکنڈ میں مٹا کر حیوانوں کو پیچھے چھوڑتے درندگی کی تمام حدیں پار کرلی تھیں۔۔

اس خون سے لتھڑے وجود کو مٹی کے حوالے کرتے۔ لوگ کچھ دن ان دونوں بھائیوں کا خیال رکھتے رہے، انہیں کھانا کھلاتے رہے پر اس مہنگائی میں کوئی اتنا خیال رکھتا۔

انکے اپنے بچے تھے انکا پیٹ بھرنا تھا۔

کافی سوچ بچار کے بعد دونوں بھائیوں کو یتیم خانے بھیج دیا گیا۔ وہیں سے دونوں نے تعلیم حاصل کی اور میٹرک کے بعد وہاں سے نکلے اور مل کر اپنی پڑھائی مکمل کی۔

کافی عرصے بعد جب دونوں اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے تب ہر رات انکی آنکھوں میں خون میں لتھڑے وجود کی جو چیخیں سنائیں دیتی تھیں۔

انھوں نے اسکا پس منظر جاننا چاہا اور جس ہوٹل میں انکی آپی جاب کرتی تھیں اس ہوٹل سے متعلق ساری حقیقت جان کر وہ کتنی دیر کچھ بول ہی نا سکے۔

اجمل جتوئی، حارث خان یہ تھی انکی پیاری آپی کی موت کی وجہ۔

ہوٹل کے مالک اجمل جتوئی کو تو انہوں نے دردناک موت دی بلکہ اسکے ہوٹل میں چلتے اس فحاشی کے اڈے کو بھی ختم کروایا۔

اب ان دونوں کا مقصد صرف حارث خان کو اذیت ناک موت دینا تھا۔

سر جائے تو جائے پر چھوڑے گے نہیں اسے۔

"جسے اللہ رکھے انہیں کون چکھے۔"

حارث خان پر انکے پہلے اٹیک پر سر فراز جو نیجو الرٹ ہو گئے اور معلوم کروایا تو ان دونوں بھائیوں کو پایا۔

کیپٹن جہان اور انسپکٹر جہانگیر۔۔ دونوں کی پیشی پر یہ سب کچھ اثر رسوخ اور طاقت کا استعمال کرتے معلوم ہو اور نہ تو وہ دونوں پاگل ہو رہے تھے حارث خان کو نوچنے کاٹنے کیلیئے۔

پر آئی جی سرفراز نے انہیں صبر کرنے کا کہا کیونکہ یہاں صرف انکا انتقام نہیں تھا یہاں بہت سے معصوم و بے گناہوں کا انتقام تھا۔

جن میں سرفہرست میں "بہزاد خان" تھا۔

بہزاد پر دونوں بھائیوں نے الجھ کر ایک دوسرے کو دیکھا اور سرفراز صاحب مسکرا کر کہا۔

بہرام بہزاد ملک۔" ایک پل کو دونوں شاک ہوئے کچھ کہنے کو رہا ہی نہیں تھا۔"

بہرام بہزاد سے کون انجان تھا؟" وہ آسمان کا وہ ستارہ تھا جو ہزاروں ستاروں بھی اپنی چمک سے نمایاں ہوتا ہے۔ان سب" نے مل کر شطرنج کی ایک بساط بچھائی۔

تھا۔ "Bodygurad" جس کا نام

اس باڈی گارڈ کا ایک روپ نہیں، اسکے ہزار روپ تھے۔

ظفر ملک اپنے معصوم بیٹے کیلیئے، سرفراز جونیجو ملک کیلیئے، بہرام ملک اپنے باپ کیلیئے، جہان اور جہانگیر اپنی معصوم اور عزیز "بہن کیلیئے، رومیصہ اپنے باپ کیلیئے اور ان سب سے اوپر وہ تھا جسے یہ کھیل کھیلنا تھا اور وہ تھا" بہزاد خان۔

اپنے ماں باپ، چاچی، اسٹرا، اپنی معصوم محبت، اپنی آنکھوں کے نور کو چھیننے کیلیئے۔

ان ساتوں نے مل کر ایک بنیاد بنائی جس کا نام "بہرام ملک" تھا۔

سب سے پہلے ہانیہ خان اور ہادی کے نکاح کو روکا۔

پھر حارث خان کی زندگی میں انٹری دی "مسیحا" بن کر۔

"ہانیہ خان کی زندگی میں انٹری دی "بیری کے احساس کی۔

"اور اسٹرا بیری کیلیئے بن کر آیا اسکا" باڈی گارڈ۔

کیونکہ اسکے پاس رہ کر وہ جان گیا تھا اسکی اسٹرا اسے نہیں بھولی تھی وہ اسے یاد تھا اور وہ اسے قطعی نہیں بھول سکی تھی۔
اسے آس تھی، امید تھی بیری لوٹے گا اسکے لئے اسکا سکون لے کر۔ قسمت نے اسے لوٹا دیا اسکا بیری۔

ہاں تھوڑا سا جاہل تھا تھوڑا ان پڑھ تھا۔

کچھ وائلڈ تھا۔

پر ایک احساس تھا وہ اسکا سایہ تھا۔

پھر کیا سایہ اپنے وجود سے الگ ہو سکتا ہے؟

روح جسم سے الگ ہو کر دنیا میں رہے گی؟

----------------------------*

لیپ ٹاپ کے سامنے بیٹھے بہزاد کی دھڑکنوں نے اچانک سے رفتار پکڑی۔

یکدم ہی اسکا دل جیسے پورے وجود میں دھڑکنے لگا تھا۔ اسکا پور پور پسینے میں نہا گیا۔

اسٹرا!" اسے لگا جیسے کچھ ہونے والا ہے، کچھ بہت برا۔"

وہ افراتفری میں کوارٹر سے نکلا اور باہر کی طرف بھاگا۔ مالی اور تمام گارڈز اپنے اپنے کام میں مگن تھے۔ انہیں معلوم ہی نہیں تھا کہ باہر کیسا زلزلہ برپا ہو چکا تھا۔

ہوم منسٹر حارث خان دنیا کے سامنے اسمگلر ثابت ہو گئے تھے۔ ملک کے دشمنوں سے ہاتھ ملائے اپنے ملک کی جڑوں کو کاٹ رہے تھے۔ اسکا انجام اب اسے بھگتنا پڑے گا پر انکا حساب کتاب ابھی پورا نہیں ہوا تھا۔ ابھی بہت کچھ باقی تھا۔

میڈم!" دھاڑ سے دروازہ کھولتے وہ بے چینی سے بولا پر سامنے کا منظر دیکھتے ہوئے اسکا دماغ گھوم گیا۔"

اسٹرا!" ہانیہ کے ہاتھ میں چھری دیکھ کر وہ چیختا ہوا اس پر جھپٹا اور اگلے ہی لمحے اسکے ہاتھ سے چھری چھین کر دور پھینکتے" ایک زوردار تھپڑ اسے مارا۔

آہ!!!" وہ کراہتی ہوئی منہ کے بل بیڈ پر گری۔"

پاگل ہوگئی تھیں ؟اگر تمہیں کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟" بہزاد نے غصّے سے دھاڑتے ہوئے اس کے بازو کو جکڑ کر کھینچتے" ہوئے واپس اپنے مقابل کھڑا کیا۔

باڈی گارڈ!!!" ہانیہ کی دہشت سے آنکھیں پھٹی ہوئی تھیں۔اس قدر بے رحمی سے تھپڑ مارنے پر اسکے منہ سے سسکی" نکلی۔

کیا باڈی گارڈ ہاں؟؟" اسے کھینچ کر اپنی بانہوں میں جکڑتے وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔"

ابھی تو تم ملی تھیں، پھر سے چھننے لگی تھی مجھ سے۔" اسکے نقوش کو پاگلوں کی طرح اپنے لبوں سے چھوتے وہ اسے وحشت" کے سمندر میں پھینک گیا۔

وائلڈ مین!!" ہانیہ کی کسی پھڑ پھڑاتی چڑیا کی طرح اسکے مضبوط حصار میں تڑپی اور اپنا چہرہ پیچھے کی طرف جھٹکنے لگی۔"

چھوڑو مجھے، میرا نکاح ہو چکا ہے۔ چھوڑو بد تمیز انسان!!" وہ روتی ہوئی اپنا پورا زور لگا کر چیخی اور اسکے شانوں پر مکے مارنے" لگی۔

کیوں مرنے نہیں دیا مجھے؟ کیوں تڑپا تڑپا کر مار رہے ہیں سب مجھے؟ کیا بگاڑا ہے میں نے تم سب کا؟؟ کیوں ہو رہا ہے" میرے ساتھ ایسا؟؟ میں بھی انسان ہوں، نہیں جھیل سکتی یہ سب کچھ۔ کتنا کھویا ہے ابھی بھی اس مالک کو رحم نہیں آتا مجھ پر؟" وہ روتی ہوئی بول رہی تھی اور بہزاد سرخ آنکھوں سے اسکا چہرا ہاتھوں میں بھر کر دیکھنے لگا۔

کیا چاہیے؟؟" اس نے محبت سے پوچھا۔"

ہانیہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسکی سیاہ آنکھوں میں دیکھا جو نم ہوتی آنکھوں کو لہو رنگ کر گئی تھی۔

بب۔۔بیری!" اس نے سسکی لیتے معصوم سی فرمائش کی۔"

بہزاد نے مسکراتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ اسٹرابیریز اسکے سامنے کیں۔

ہانیہ نے روتے ہوئے اسے گھورا۔

بیری چاہیے میرا بیری، بہزاد خان چاہیے مجھے۔ کھو گیا مجھ سے، چھین لیا مجھ سے، وہی بیری چاہیے۔ اس نے عہد کیا تھا" ساری زندگی کے ساتھ کا۔ چھوڑ گیا وہ مجھے اس بے رحم دنیا میں اکیلا۔ نہیں جینا مجھے۔ مار دو باڈی گارڈ مجھے۔ میرے بیری کے پاس بھیج دو۔ مار دو مجھے وائلڈ مین!" اسکے ہاتھ پکڑ کر جھنجھوڑتے ہوئے اپنی گردن پر رکھے اور روتی ہوئی اس سے التجا کرنے لگی۔

بہزاد نے اسکے چہرے کو دیکھا اور اپنا ہاتھ چھڑوا کر اپنی آنکھوں کی طرف لے گیا۔

ہانیہ رونا و چیخنا بھول کر منہ کھولے آنکھیں پھیلائے ساکت ہوتی دھڑکنوں سے اسے دیکھنے لگی۔

وہ مسکراتا ہوا اسے دیکھتا مڑ کے سامنے آیا اور اپنی آنکھوں سے لینز نکالے۔ اسکے ساتھ ہی لمبے بالوں کی وگ، داڑھی مونچھیں بھی اتار دیں۔

اب وہ نیلی پر شوق نظروں سے آئینے میں اسکی پھیلی آنکھوں کو دیکھنے لگا۔

بب بب۔۔ بہرام!" اسکی سانسیں ان گہری نیلی آنکھوں کو دیکھتے اوپر نیچے ہونے لگیں وہ قدم پیچھے کی طرف لیتی" بڑبڑائی۔ ایک سرد لہر اسکے پورے وجود میں دوڑ گئی۔

وہ روتی ہوئی دیوار سے لگی خوف سے زرد پڑتی سر نفی میں ہلانے لگی۔

بہزاد مسکرا کر اسکی طرف پلٹا اور خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتے بازو کی اوپر کی طرف کرتے اپنے وجود سے ساری تھکن نکالی۔ وہ اسکے انداز پر سہم گئی۔ بہزاد اسے دیکھ کر ہنسا۔

ہڈیاں نہیں ٹوٹیں۔ وہ سر کھجاتے ہوئے بولا۔ اسکا یہ انداز، اسے بدلے روپ میں دیکھ اسکے منہ سے سسکی نکلی۔"

بب۔۔۔ بہرام۔۔ بہزاد!!" خوف سے اس نے ہچکی لی۔"

اس نے اپنے باپ سے کہا تھا وہ کوئی بڑا گیمر ہے۔ گیم کھیل رہا ہے پر اسکی کسی نے نہیں سنی اور آج سامنے کھڑے وجود کو باڈی گارڈ سے بہرام ملک میں بدلتے دیکھ کر اسکی ٹانگیں کانپنے لگی تھیں۔ یہ سوچ ہی اس کی جان نکال رہی تھی کہ وہ جو اسکے تھپڑ کھاتا، اس سے ٹوٹی پھوٹی انگلش بولتا، اس سے چھیڑ خانی کرتا تھا وہ یہ بزنس مین بہرام ملک تھا۔

وہ اس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ اسکے جزبات کا مذاق بنایا اس نے۔ وہ باڈی گارڈ در حقیقت ایک بزنس مین تھا۔ وہ اسے ایسے نا پاسکا تو یہ طریقہ اپنایا اس نے۔

"اسکے روم میں آیا، اسکے باپ کی جان بچائی، اسکا باڈی گارڈ بنا، فواد انکل کو ٹینڈر دیا۔"

بیری!!" بہزاد نے اسکے بھیگے چہرے کو دیکھتے ہوئے کانوں سے بلیوٹوتھ ڈیوائس نکال کر ٹیبل پر رکھا۔ جیب میں بی" آخری اسٹرابیری نکال کر ہاتھ میں لی۔

جھ۔۔۔ جھوٹ ڈیڈ!! وہ دھاڑی۔"

بہزاد نے مسکراتے ہوئے ٹی شرٹ میں چھپا کالا دھاگا جو اس نے گلے میں پہنا ہوا تھا اسے باہر نکالا۔

ہانیہ کی آنکھیں جب اس کی گردن سے نکلے الفابیٹ پر پڑیں تو پوری طرح سے کھل گئیں۔ اسکی آنکھوں کی طرف دیکھا جو نم آنکھوں سے مسکراتا اسے دیکھ رہا تھا۔

میں عہد توڑنے والوں سے نہیں اسٹرا۔" ہانیہ نے لرزتے ہاتھوں سے اپنی گردن سے الفابیٹ نکالا۔"

دیکھا۔ "B" دیکھا پھر اپنا "H" اسکا

اسے کچھ سمجھ نہیں آرہا تھا۔ وہ دیوار کا سہارا لیتی نیچے بیٹھتی چلی گئی۔ بہزاد آگے بڑھ کے اسکے سامنے بیٹھا اور قریب سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس اٹھایا۔

ہانیہ ساکت ویران آنکھوں سے اسکی کالی آنکھوں کی جگہ گہری نیلی آنکھیں دیکھنے لگی۔

کک۔۔۔ کس کی ہیں یہ آنکھیں؟" اس نے ہچکی لی۔"

بہرام ملک کی۔" اسکی آنکھوں سے جیسے لہو ٹپکنے لگا۔"

میری یاد نہیں آئی؟؟" اس نے پوچھتے ہوئے اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے اپنی چیخیں دبائیں۔"

اس نے جھکی نظریں اٹھا کر اسے دیکھا ہانیہ سبز بھیگی آنکھوں سے سانس روک کر اسے دیکھ رہی تھی۔

تمہارے لیے زندہ رہا ہوں۔" اسکا آنسو پھسل کر گرا۔"

ورنہ؟؟" اس نے وحشت سے پوچھا۔"

ورنہ نہیں رہتا۔" وہ زخمی سا مسکرایا۔"

بیری!" وہ چیختی ہوئی اسکی گردن میں بانہیں ڈالے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔"

بہزاد نے اس اچانک حملے پر مسکراتے ہوئے اسکے گرد اپنے بازوؤں کا حصار بنا کر اسے اپنے سینے میں سمو لیا۔

دھوکے باز! مکار!! میں تمہیں مار دوں گی۔" وہ اسکی کمر پر مکوں کی بارش کرتی رو رہی تھی اور بہزاد اسے حصار میں لے کر" اٹھ کھڑا ہوا۔

بس کرو مل تو گیا تمہیں تمہارا بیری۔" اسکے ہچکولے کھاتے وجود کو خود میں چھپاتے وہ بولتا اسکی کمر سہلانے لگا۔"

بہت تڑپایا ہے تم نے۔ آئے کیوں نہیں؟" اسکے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر وہ چلائی، بہزاد نے قہقہہ لگایا۔"

آ تو گیا ہوں۔" اسکی بھیگی ٹھوڑی کے تین نقطوں پہ ٹکے آنسو وہ اپنے لبوں سے چنتا ہوا بولا۔"

اب اسے کیا بتاتا کہ کیسے آتا میں تمہارے پاس۔

اسٹرابیریز کیوں کھانا چھوڑ دیں؟؟" بہزاد نے اسٹرابیری سامنے کرتے ہوئے پوچھا۔"

ہانیہ نے سسکی لیتے ہوئے اسکی ہتھیلی کو دیکھا۔

تم نہیں تھے نا۔" ہانیہ نے اسکے چہرے کو دیکھا اور بے ساختہ ہی اسکے ماتھے سے بھورے بال سنوارتے ہوئے وہاں اپنے" لب رکھ دیے۔

ایک پل کے لیے تو جیسے بہزاد سانس لینا بھول گیا۔ اسکے پیچھے ہٹنے پر اسکے سرخ چہرے کو دیکھا۔

میں بہت برا ہوں نا؟" اسے زمین پر کھڑا کرتے اسکا چہرا صاف کیا۔"

ہانیہ نے ہچکی لیتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔

سزا نہیں دو گی؟" اس کے رخسار کو اپنے ہاتھ کی پشت سے سہلاتے ہوئے بہزاد نے پوچھا۔ وہ اسکی آنکھوں میں دیکھتی" نفی میں سر ہلانے لگی۔

"کیوں؟" وہ حیران ہوا۔

"مجھ میں اب طاقت نہیں تمہیں تکلیف میں دیکھنے کی۔ میں پہلے ہی تمہاری تکلیف محسوس کر کے روز مرتی تھی، بیری اور نہیں۔" اسکے جواب پر بہزاد نے مسکراتے ہوئے اسکے لبوں کے قریب اسٹرابیری رکھی۔ ہانیہ نے اسے دیکھتے ہوئے مسکرا کر اس میں سے بائٹ لیا، پھر وہی آدھی اسٹرابیری بہزاد کو کھاتے دیکھ کر وہ نظریں جھکا گئی۔ اچانک ہی بہزاد نے اسکی کمر میں ہاتھ ڈالتے ہوئے اسے خود سے قریب کیا۔ ہانیہ کی سانسیں اسکے سینے میں اٹک گئیں۔ وہ آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی۔ وہ مسکراتا ہوا اسکے لبوں پر لگی اسٹرابیری کی سرخی کو دیکھتا، پھر اسکی آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

وہ اسکے ارادے سمجھتی کسمسائی۔ پر وہ کسی عام شخص کا حصار نہیں اسکے وائلڈ مین کا حصار تھا۔

"ڈڈ ڈیڈ! کک۔۔۔ کو بتا۔۔۔۔ باقی کے لفظ اسکے لبوں میں ہی دب گئے۔ بہزاد نے اسکے سرخ لبوں پر اپنے دہکتے لب رکھ دیے۔

وہ آنکھیں میچے اسکے چوڑے کندھے اپنے ہاتھوں سے جکڑتی اسکے لمس کی شدت محسوس کرنے لگی۔ اسکی شدت کم ہونے کے بجائے بڑھتی جارہی تھی اور وہ نڈھال سی اسکے حصار میں مقید اسی کے سہارے کھڑی تھی۔

"Just close your eyes and feel I'm in your heart straw."

"Feel the beat of my heart what say you."

اسکے دہکتے رخساروں کو اپنے لبوں سے چھوتے اسکے کان کی لو پر اپنے لب رکھتے سرگوشی کی۔

"تم تھے؟" ہانیہ اپنے کان کی لو پر اسکے لبوں کا لمس محسوس کرتے نڈھال سی، اسکے بازوؤں میں گہرے گہرے سانسیں لیتی اسکے کندھوں میں اپنے ناخن گاڑ گئی۔

ہم تھے۔" اپنی اسٹرا کو بازوؤں میں لیے اسکی شہ رگ پر اپنے لب رکھتے وہ بولا اور یکدم اسے اپنی بانہوں میں اٹھالیا۔"

"کک۔۔۔ کہاں؟" وہ تڑپ کر اسکی گود سے اترنے کے لیے مچلی پر بہزاد نے مسکراتے ہوئے اسکی کوشش ناکام بنادی اور اسے کانچ کی گڑیا کی مانند مزید خود سے قریب کرلیا۔

وہاں جہاں میں رہتا ہوں۔ وہاں جہاں ایک ممتا کا سایہ ہے اور ایک باپ کی شفقت ہے۔"وہ مسز شمیم ملک اور ظفر" صاحب کے بارے میں بتاتے ایسے ہی گود میں اٹھائے اسے باہر لے جانے لگا۔

ڈیڈ؟ ان سے نہیں ملوگے؟ بیری! وہ تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔"وہ مسکراتی ہوئی بولی۔"

حارث صاحب کے ذکر سے ہی بہزاد کے چہرے پر ایک سرد سا تاثر آگیا۔

چاچو!"اسے نفرت ہو رہی تھی اسے چاچو کہتے ہوئے پر وہ اپنی محبت کے آگے مجبور تھا۔"

ڈیڈ!!"وہ منتظر نظروں سے اسے دیکھتی اپنا چہرہ صاف کرنے لگی۔"

چاچو اسمگلنگ کرتے ہوئے پکڑے گئے ہیں آج۔"ایک ہی سانس میں کہتے وہ اسے خود میں چھپا گیا۔"

یہ۔۔۔یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیری؟"اسکے اچانک سے دھماکا کرتے الفاظ پر اسے اپنا دماغ ماؤف ہوتا محسوس ہوا۔"

جھوٹ ہے یہ۔ڈیڈ! ایسے نہیں۔" وہ چیخ اٹھی۔ اسکی گردن میں منہ چھپائے وہ شاکڈ تھی۔"

اسکا باپ تو اتنا اچھا تھا۔ سب کی مدد کرتا تھا پھر وہ کیسے ایسا کر سکتے تھے۔

یہ ضرور ڈیڈ کے دشمنوں نے ان کے خلاف پلاننگ کی ہے۔ بیری! انہیں بچالو۔ ڈیڈ ایسے نہیں۔"وہ روتی ہوئی اسکا کالر" پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔

بہزاد خاموشی اسے بیک ڈور سے لے کر اپنے کوارٹر میں آیا۔ جہاں سامنے ہی اسکا لیپ ٹاپ رکھا تھا۔

وہ اسے بیڈ پر بٹھا کر اسکے آنسو صاف کرتا لیپ ٹاپ میں موجود حارث خان کی وہ ویڈیو دکھانے لگا جس میں وہ اسلحہ کے قریب کھڑے باتیں کر رہے تھے تو دوسرے کلپ میں کمبوز سے ہاتھ ملاتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

یہ ویڈیو عبداللہ یعنی کہ جہان نے ریکارڈ کی تھی، کمبوز کے پاکستان آنے پر۔

ہانیہ نے روتے ہوئے بہزاد کو دیکھا۔

شش!!"اس نے لیپ ٹاپ بند کرتے اسکے ماتھے پر اپنے لب رکھتے چپ کروایا۔"

کک کیوں؟ کیوں کیا ڈیڈ نے یہ سب؟؟ میرے بارے میں بھی نہیں سوچا۔ اتنی تو ڈیڈ کی دولت تھی۔ اسکے باوجود یہ گندا" کام؟" وہ بہزاد کے سینے میں چھپنے لگی اور پھر دھندلی نظروں سے لیپ ٹاپ کی سکرین دیکھتے ہوئے وہ اسکی بانہوں میں جھول گئی۔

اسکے بے ہوش ہونے پر بہزاد گھبرا گیا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا اسی پل اسکے روم میں ظفر صاحب داخل ہوئے۔

کیا ہوا اسے؟" انہوں نے گھور کر بہزاد کو دیکھا۔"

کیا ہونا ہے؟ ایک بیٹی جب باپ کا ایسا روپ دیکھے گی تو حواس تو کھو دے گی۔" تلخ لہجے میں کہتے وہ ہانیہ کے چہرے پر سے" بال سمیٹ کر اسے دیکھنے لگا۔

تم نے سب کچھ بتا دیا؟" انہوں نے حیرت سے پوچھا۔ بہزاد نفی میں سر ہلایا۔"

زندگی کے سفر میں کسی موڑ پر ضروری ہوا تو بتا دوں گا، ورنہ نہیں۔ میں اسے اب کھونا نہیں چاہتا۔ اتنی مشکل سے تو پایا" ہے۔" اسے خود میں بھینچتا وہ، وہی چھوٹا سا بیری لگ رہا تھا جو اپنی اسٹرا کی ذراسی بھی تکلیف برداشت نہیں کر سکتا تھا۔

آپ لیپ ٹاپ آئی جی کے حوالے کر دیں اور گارڈز کو نکال کر گیٹ بند کروا دیں۔" وہ ہانیہ کے بے ہوش وجود کو بانہوں" ، میں بھر کر کوارٹر سے نکل گیا۔ ایک خاموش نظر اپنے گھر پر ڈالی جہاں اس نے آنکھ کھولی تھی۔ جہاں اس نے اپنی اسٹرا اپنے ماں باپ اور چاچی کے ساتھ حسین پل بِتائے تھے۔۔

مین گیٹ سے باہر نکلتے ہوئے اس مضبوط وجوان مرد کی آنکھوں سے ایک آنسو پھسل کر اسکی ہلکی سی بھوری شیو میں جذب ہو گیا۔

ہانیہ کو گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر لٹاتے ہوئے ایک نظر خان مینشن پر ڈال کر وہ خود ڈرائیونگ سیٹ پر آیا۔

یہ گھر اسکے باپ نے خود اپنے ہاتھوں سے بنایا تھا اور وہ اسے کبھی ویران نہیں چھوڑ سکتا تھا

،اس لئے اس کا ارادہ ہانیہ سے مشورے کے بعد اس گھر کو الخدمت فاؤنڈیشن کو دینے کا تھا۔ باقی کا بینک بیلنس وہ مساجد مدرسوں اور غریبوں میں تقسیم کرنا چاہتا تھا۔ اسکے باپ کی بھی یہی عادت تھی اور وہ اپنے باپ کے رستے کو ہی اپنا نصب العین بنانا چاہتا تھا۔

کسی کی مدد کرنا۔۔۔

کسی کا سہارا بننا۔۔۔

بے شک سب سے بڑا سہارا ہم مسلمانوں کا ایک ہے جو ہمارے دل میں دھڑکتا ہے اللہ کے نام سے۔

گاڑی آگے بڑھاتے ہوئے اس نے بیک ویو مرر میں دیکھا جہاں اسکا باپ گارڈ سے گیٹ بند کروا کر اب اپنی گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔

--------------------------*

سب کے جانے کے بعد اب پیچھے صرف رومیصہ اور ہادی رہ گئے تھے۔

ہادی جو بکھرا بکھرا تھا۔ یہ حقیقت اتنی خطرناک تھی کہ اسے تسلیم کرنے سے جان جا رہی تھی۔ صرف سوچنے سے ہی اسے اپنی سانسیں بند ہوتی محسوس ہو رہی تھیں کہ اسکی ماں کو اسکے باپ نے مارا تھا۔ اتنا عرصہ وہ دنیا کے سامنے ڈھونگ رچا کر بے چارگی کا ناٹک کرتا رہا تھا۔

ہادی!" فواد صاحب کی باتوں کی وجہ سے وہ خوف سے اسکی طرف مڑی جو پہلے ہی سرخ نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔"

کیا تم اس کھیل میں شامل تھی رومیصہ؟" اس نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔"

رومیصہ کی آنکھیں ڈر سے پھیل گئیں۔ بے ساختہ اس نے اپنے حلق کو تر کیا۔

ہ۔۔۔ہادی!" اس نے کچھ کہنا چاہا۔"

مجھے جواب دو۔ کیا تم میرے باپ کی اصلیت سے پہلے سے واقف تھیں۔" اسکی بات کاٹ کر وہ دھاڑا۔"

رومیصہ خوف سے اچھل پڑی۔

وہ لب کاٹتے ہوئے سہمی نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ سوچ کر ہی اسکے آنسو اس کے گالوں پر پھسل آئے۔

"بتاؤ مجھے؟" وہ یکدم آگے بڑھتا اسکے بازو کو سختی سے جکڑے دھاڑا۔

"آہ! ہا۔۔۔ہادی! پلیز!" وہ درد سے کراہتی ہوئی اسے دیکھنے لگی۔

"تم، بہرام ملک اور سب ملے ہوئے تھے اس کھیل میں، ہاں یا نا؟" وہ اسکے بازو کو جھٹکا دیتے وہ غرایا۔

اس نے روتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا۔ اسی پل ہادی نے اس کا بازو چھوڑ دیا اور اپنے قدم پیچھے کی طرف لئے۔

"بدلہ لینے کیلئے آئی تھی میری زندگی میں؟" اسکی آنکھیں سرخ ہوئیں۔

کیا اسکی طرح سب ہی کھیل رہے تھے زندگی سے؟ سب یہاں بہروپیے تھے اسکی معصوم ہارٹ بیٹ بھی؟

"نہیں! ایسا مت سوچنا۔ میں۔۔۔میں آپ سے بہت پیار کرتی ہوں ہادی!" وہ چھوٹی سی لڑکی تڑپ کر اسکے سینے سے لگی۔

ہادی نے بھیگی آنکھوں سے اسے دیکھا۔

"کیسا پیار ہے تمہارا رومیصہ؟ میں نے تم سے اپنا کچھ بھی نہیں چھپایا اور تم نے مجھ سے اتنا سب کچھ چھپایا کیسے؟؟" دکھ سے کہتے آخر میں وہ چلا اٹھا۔ وہ ڈر کر اس سے دور ہوئی۔

"کیونکہ مجھے لگتا تھا آپ بکھر جائیں گے۔ مجھے چھوڑ جائیں گے۔ مجھ سے پیار نہیں کریں گے۔ میں آپکے بنا نہیں رہ سکتی ہادی۔ آپکی طرح میرا بھی کوئی نہیں ہے۔ جس طرح آپ سے آپکی ماں کو چھین لیا گیا اسی طرح مجھ سے بھی میرے باپ کے سائے کو چھین لیا گیا۔" وہ اسے دیکھتی روتی ہوئی گھٹنوں کے بل نیچے گری۔ کچھ نہیں میرے پاس اب کھونے کے لیے۔ میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپکے آگے مجھ سے بدگمان مت ہوں۔ ہادی میں جی نہیں سکوں گی۔ آپکے علاوہ اب کوئی نہیں میرا۔ ہادی چوہان کی محبت کے علاوہ رومیصہ کے پاس کچھ نہیں۔" وہ چیختی ہوئی اسکے پاؤں میں گڑگڑاتی بھیک مانگنے لگی۔

اسکی حالت دیکھ کر ہادی کا دل جیسے کسی نے نوچ لیا تھا۔

ٹھیک ہی تو کہہ رہی تھی کون تھا اسکا اسکے علاوہ؟ ایک تو اسکے باپ نے اتنا سب کچھ کیا ان معصوموں کے ساتھ، اوپر سے وہ معافی مانگنے کے بجائے اس پر چلا رہا تھا۔

"ہارٹ بیٹ!" اس نے سرگوشی میں پکارا۔ جس پر سر جھکائے سسکتی رومیصہ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

اپنے نام کی پکار پر اسکی سرخ بھوری آنکھوں میں اپنی بھیگی آنکھوں سے دیکھا اور مسکرا دی۔

اسکے دیکھنے پر ہادی نے اپنی بانہیں پھیلا دیں۔

"ہادی!" وہ روتی ہوئی اٹھ کر اسکے سینے سے لگ گئی اور ہادی نے اسے خود میں بھینچ لیا۔

"آئی ایم سوری ہارٹ بیٹ!" اپنے لبوں سے اسکے آنسوؤں کو چنتے وہ اسے اٹھائے وہاں سے جانے لگا۔

اب یہاں تھا ہی کیا؟ سب حرام کا تھا۔ جس سے اسے سخت نفرت تھی۔

وہ اسے اٹھائے اپنی گاڑی میں آیا۔ فرنٹ سیٹ پر بٹھا کر اس نے وکیل کو کال کی۔

اسکے نام کچھ نہیں تھا سو اسے زیادہ ذلیل نہیں ہونا پڑتا اس گھر اور ساری پراپرٹی کی نیلامی میں۔

وکیل سے بات کر کے وہ ڈرائیونگ سیٹ پر آیا جہاں وہ ابھی بھی ہچکیاں لے رہی تھی۔

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ فکرمندی سے اسکا چہرہ دیکھتی پوچھنے لگی۔

"رو خود رہی ہو اور پوچھ مجھ سے رہی ہو۔" پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہتے اسکا سر اپنے سینے سے لگایا۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" وہ ونڈ سکرین کے پار دیکھتی بولی۔

"ابھی تو اپنے فلیٹ پر جا رہے ہیں پر بہت جلد یہاں سے چلے جائیں گے۔" وہ چپکے سے اپنے آنسو صاف کرتا بولا۔

"کہاں جائیں گے؟" ہادی اسے دیکھ کر مسکرایا اور اسکے ماتھے پر لب رکھے۔

"کہیں دور۔" میڈیا کے لوگوں کے بیچ سے اسکی گاڑی زن سے نکلتی چوہان ولا کی حدود سے دور ہوتی چلی گئی۔ اس ولا کی حدود سے جس کی بنیادیں معصوموں کے خون بہا کر رکھی گئی تھیں۔ وہ ان سب سے بہت دور اپنی ہارٹ بیٹ کو لے جا رہا تھا۔

-------------------------*

برائی کا انجام برائی ہوتا ہے۔

یہ جملہ جتنے دن حارث خان ریمانڈ میں رہا اس کے کانوں میں گونجتا رہا۔

سارے ثبوت اور گواہوں کو دیکھتے ہوئے کورٹ نے انہیں اور فواد چوہان کو سزائے موت سنائی تھی۔

حارث خان کی ساری پراپرٹی ہانیہ کے نام تھی۔ اس نے اپنا گھر بہرام بہزاد کے مشورے پر الخدمت فاؤنڈیشن کے سپرد کر دیا تھا اور بینک بیلنس غریبوں میں، کچھ مدرسے اور مسجدوں کی تعمیرات کیلئے دے دیا گیا تھا۔

جبکہ فواد صاحب کی ساری پراپرٹی قرضے میں نیلام ہوگئی تھی۔ فواد چوہان نے ہادی سے ملنے کی خواہش ظاہر کی پر وہ یہاں ہوتا تو ان سے ملتا۔

اس نے پہلے ہی وکیل سے کہہ کر ملنے سے انکار دیا تھا۔

-------------------------*

ہانیہ ہوش میں آئی تو بہرام بہزاد کے ساتھ حارث صاحب سے ملنے کیلئے جیل آئی۔ انہیں یہ تو نہیں بتایا کہ بہرام ہی بیری تھا پر یہ ضرور کہا کہ اسکا بیری مل گیا ہے۔

باقی کی ساری بات کی سمجھ حارث اور فواد کو خود آگئی تھی۔

وہ باپ کو ایسے کاموں پر ملامت کرتے ہوئے بکھر کر روئی تھی پر حقیقت کو کون جھٹلا سکتا تھا کہ حارث خان کو پھانسی ہونے والی تھی۔

وہ بہرام کا مشکور تھا۔ جس نے یہ جانتے ہوئے بھی اسکی بیٹی سے اسکا حیوانی روپ چھپایا۔

اور نتیجتاً وہ ان سے ملنے آئی تھی۔

آخری وقت میں انہیں اپنا چہرہ دکھایا تھا حارث صاحب کیلئے یہی کافی تھا۔ انہوں نے تو اپنے بھائی کو اتنی سی بھی مہلت نہیں دی تھی۔

عبداللہ کا بیری کہنا ہانیہ کا بیری کہنا وہ سمجھ گئے تھے کہ بیری کون تھا، کہاں سے آیا تھا۔

وہ تو سالوں پہلے جنگل سے مردہ بن کر ملا تھا۔ پھر یہ کون سی حقیقت تھی، یہ سمجھ سے باہر تھا۔

یا انکی بیٹی نے پھر کسی دوسرے بہرام کو بیری بنالیا تھا۔

کمشنر اور زبیر کو بھی ان کے گناہوں میں برابر کا شامل ہونے اور ملک کے دشمنوں سے ملے ہونے پر عمر قید کی سزا سنائی گئی تھی۔

حارث خان اور فواد چوہان کو کہیں امید تھی کہ کمیل ہاشمی اور کمبوز ضرور انہیں بچانے آئیں گے پر انھیں یہ سن کر دھچکا لگا کہ وہ پہلے ہی سے پاکستانی فوج کی حراست میں تھے۔

اگر یہ پکڑے گئے تھے تو بہزاد کیسے بچ گیا تھا؟" یہ سوال انکے دماغ میں گھوم رہا تھا۔ کل انہیں پھانسی دی جائے گی۔ انکی" بیٹی کا کیا حال ہو گا۔

وہ سوچتے ہی تڑپ جاتے۔

کتنا ظلم کرتے آئے تھے اس معصوم سی لڑکی پر، اپنے خون پر۔۔

رات کا دوسرہ پہر تھا اور وہ دونوں جاگ کر ایک ایک سیکنڈ آنکھوں میں کاٹتے گزار رہے تھے۔

ہادی کے چلے جانے کی نیوز نے فواد چوہان کو گم صم کر دیا تھا۔ انکی نظروں کے آگے اپنی معصوم بیوی اور بھوک پیاس سے سسکتا ہوا بچہ گھوم رہا تھا۔ اب تو لگتا تھا جیسے قبر بھی دونوں کو جگہ نا دے گی۔

تم نے کچھ سنا؟" حارث خان یکدم اندھا دھند فائرنگ کی آواز پر پریشان سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ فواد خالی خالی نظروں" سے انہیں دیکھنے لگے۔

اچانک ایک فائر سے انکے لاک اپ کا تالہ توڑا گیا وہ دونوں گھبرا کر دور ہوئے ان نقاب پوشوں کو دیکھ کر۔

باہر نکلو۔" ان میں سے ایک اندر بڑھ کر انہیں باہر کی جانب دھکیلتا ہوا بولا۔"

تمام پولیس اہلکار ان نقاب پوش پر رائفلز تانے کھڑے تھے پر ان نقاب نقاب پوشوں نے حارث خان اور فواد چوہان یرغمال بنا کر انہیں کسی بھی قسم کا ایکشن لینے سے باز رکھا۔

ہوائی فائرنگ سے وہ انہیں ہراساں کرتے ان دونوں کو گھسیٹ کر وہاں سے نکل گئے۔

گاڑی میں بٹھاتے ہی ان دونوں کو بے ہوش کر دیا گیا۔

----------------------------------*

بہزاد مسلسل بخار میں پڑی ہانیہ کے قریب بیٹھا تھا۔ انکے ساتھ مسز شمیم اور ظفر ملک بھی روم میں موجود تھے۔ دفعتاً اسکا موبائل بجا۔

آئی جی سرفراز جونیجو کی کال دیکھ کر وہ اٹھا۔ جب ہانیہ نے گھبرا کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا۔

بیری!" اس نے روتے ہوئے اسے پکارا۔"

پاس بیٹھی مسز شمیم نے اسکے ماتھے پر بوسہ دیا۔

بس دو منٹ آرہا ہوں۔" اسکا گال تھپتھپا کر وہ موبائل دیکھتا بولا۔ ہانیہ نے آہستہ سے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔"

وہ مسکراتا ہوا باہر نکلا۔ اسکے پیچھے ظفر صاحب بھی بیساکھی پکڑے اٹھے۔

جینٹلمین تم نے اپنا فرض نبھاتے ہمیں ملک کے دشمن زندہ لا کر دئے تھے اور آج ہم نے اپنا عہد نبھاتے تمہیں" تمہارے دشمن پہنچا دیے ہیں۔ میں نے جہان اور جہانگیر کو بھی ایڈریس بھیج دیا ہے۔ تمہیں بھی بھیج رہا ہوں۔ کل اس ایڈریس پر رات میں پہنچ جانا۔"۔ وہ مسکراتے بولے۔

بہت شکریہ آپکا۔" بہزاد کی گہری نیلی آنکھوں میں اک چمک پیدا ہوئی۔"

اس شکریہ کے بدلے اپنی شادی میں بلا لینا ہماری بچی نے رو رو کر گھر سر پر اٹھا لیا ہے۔" وہ ہنس کر بولے۔ بہزاد نے تانیہ" کا سوچتے قہقہہ لگایا۔

اسکو میرا شکریہ ادا کر دینا اور کہہ دینا تمہارا ابھی باڈی گارڈ ضرور آئے گا۔" وہ شرارت سے بولا اور آئی جی صاحب بھی"
قہقہہ لگا اٹھے۔

وہ سامنے کاؤچ پر بیٹھی باڈی گارڈ مووی دیکھتی تانیہ کو دیکھنے لگے جو مووی دیکھنے کے ساتھ سوں سوں بھی کر رہی تھی۔

میں نے اتنا ساتھ دیا آپکا۔ مجھے ایک دفعہ پرپوز ہی کر دیتے۔" اس نے دکھ سے اپنی خواہش کا اظہار کیا۔"

میں ابھی کرنے کیلیئے تیار ہوں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔"

نہیں رہنے دو۔ مجھے ابھی نہیں مرنا۔ تمہاری بیوی تو یونیورسٹی میں ایسے دیکھتی تھی جیسے کچا نگل لے گی۔" وہ منہ بسور کر"
بولی۔

بہزاد نے قہقہہ لگایا۔

شادی میں ضرور بلانا۔" وہ یاددہانی کرواتی واپس کاؤچ پر چلی گئی۔ آئی جی صاحب اپنی صاحب زادی کی حرکتوں پر مسلسل"
مسکرا رہے تھے۔

چند ایک پبلک کے ری ایکشن کی باتوں کے بعد الوداعی کلمات کہہ کے انھوں نے موبائل رکھ دیا۔

وہ واپس جانے کیلیئے مڑا تو پیچھے ظفر صاحب کو تاسف سے خود کو گھورتا پایا۔

بہران !ب ختم کرو، بس بھی کرو۔" بہزاد نے مسکرا کر سر جھٹکا۔"

ڈیڈ واقعہ پرانا ضرور ہوا ہے مگر زخم ابھی تازہ ہیں۔" وہ سرد لہجے میں کہتا اندر کمرے کی طرف بڑھ گیا۔"

پیچھے ظفر صاحب افسوس سے سر ہلاتے رہ گئے۔

وہ روم میں آکر ہانیہ کے پاس بیٹھا اور مسکرا کر اسکے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

میں اسکے لئے سوپ بنوا کر لاتی ہوں۔" مسز شمیم کہتی ہوئی وہاں سے نکلیں، کمرے میں اب صرف وہ دونوں ہی رہ گئے"
تھے۔

کیا ہوا؟" اسکے آنسو بہتے دیکھ کر وہ محبت سے بولا۔"

ہانیہ روتی ہوئی سر ہلاتی آنکھیں موند گئی۔

بہزاد نے ہاتھ بڑھا کر اسے سمیٹ کر اپنے سینے سے لگایا اور اسکے آنسو صاف کرنے لگا۔

مجھے یہاں سے کہیں دور لے جاؤ۔ میں یہاں نہیں رہ سکتی۔ میں کیسے برداشت کروں کہ میرے باپ کو اسکے کالے کاموں" کی وجہ سے پھانسی ہو رہی ہے۔" بہزاد نے افسوس سے دیکھتے ہوئے جھک کر اسکے بخار میں تپتے گالوں پر اپنے لب رکھے۔

جلد ہی چلیں گے۔ میں کسی خبر کو بھی تمہارے قریب پھٹکنے نہیں دوں گا، ریلیکس ہو جاؤ۔" وہ اس کا سر تھپکتا بولا۔"

ہانیہ اسے بے بسی سے دیکھتی رہ گئی۔۔

____

بہزاد ہانیہ کو سلا کر انور کی طرف نکل گیا۔ ابھی اسے اپنے یارے کو ساری حقیقت بتا کر اس سے سوری بھی کرنا تھا۔

بے شک اس نے مولوی کیلئے پیسوں کا حصول منسٹر کے ذریعے کیا تھا مگر اس پر خرچ اپنے پیسے کئے تھے۔

وہ تو کوئی دوسرا ارادہ رکھتا تھا حارث خان کے اسمگلنگ کے کاروبار میں گھسنے کیلئے پر اللہ نے اسے اتنا آسان راستہ دے دیا کہ باقی کے رستے خود بخود کھلتے چلے گئے۔

ایک تو اسکے سامنے ساتھ رہتے خود غرض لوگوں کا چہرا آگیا تھا جنہیں پیسے اتنے عزیز تھے کہ انسان بھلے مر جائے پیسوں کو دفنا کر رکھنا تھا۔

پتا نہیں کیوں انسانیت سے زیادہ دولت کی اہمیت ہوتی جا رہی ہے۔

رشتے بے نام بن رہے ہیں، انکی کوئی اہمیت نہیں بچی۔ بس پیسہ ہو اور پیسہ۔

پہلے جس کے پاس پیسہ ہوتا تھا وہ اپنے سے کم غریب کی مدد کرتے تھے۔ آج جس کے پاس پیسہ ہے وہ اپنے سے کم غریب سے نفرت کرتا ہے۔

اس نے مولوی کے بڑے بیٹے کو اسٹور کھول کر دیا تھا بلکہ وہ اب اپنا نام ظاہر کیے بنا اپنے یارے سے لے کر اس محلے کے بہت سے غریبوں کی مدد کر رہا تھا۔

انور کی مسلسل کالز آرہی تھیں۔ وہ اتنا عرصہ غائب رہا، جانتا تھا وہ پریشان ہو گیا ہو گا۔

اس نے یہ بھی سنا تھا حارث خان کے گارڈز سے کہ کوئی انور نامی لڑکا تم سے ملنے کیلئے یہاں آیا تھا۔

پر مایوس لوٹ گیا جب وہاں سے لاعلمی کا اظہار ہوا تو۔

وہ اس وقت ایک خوبصورت کیفے میں بیٹھا اسکا انتظار کر رہا تھا۔ پھر انتظار اتنا طویل نہیں ہوا سامنے ہی کیفے کے پارکنگ ایریا میں وہ بائیک روکتا نظر آیا۔

بہزاد اٹھ کر مسکراتا سائیڈ پر ہو گیا۔

اس نے دیکھا تھا کہ وہ خوشی سے کھلتا آرہا تھا لب مسکرا رہے تھے اور نظروں میں غصہ بھی تھا۔ دوست کو دیکھنے کی تڑپ بھی۔

گدھے کو یہ نہیں معلوم کیا کہ ابا صرف ایک سو روپیہ ہی دیتا ہے اور یہ کمینہ اتنے بڑے کیفے میں آگیا تھا۔ یہاں تو پانی کا" گلاس بھی تین سو سے اوپر نا ہو۔ چائے خاک پئیں گے۔" انور اس کیفے کو دیکھتا پریشان تھا۔ وہ دل ہی دل میں جل کر رہ گیا۔ کپڑوں سے سلوٹیں نکالنے کی کوشش میں وہ آگے بڑھا۔

بہیارے !!" بہزاد بڑبڑا کر مسکرا دیا اور وہ جب اندر داخل ہوا تو ہاؤ کرتے اسے پیچھے سے بازوؤں میں جکڑ کر اوپر اٹھا لیا" اور زوردار قہقہہ لگایا۔

اتار نیچے کمینے، مجھے جواب دے۔ میں آج بہت غصے میں ہوں۔" ٹانگ پیچھے سے اسکے گھٹنے پر مار کر وہ غصے سے بولا۔"

آس پاس بیٹھے لوگ دونوں کی یاری پر مسکرا رہے تھے۔

چل تو غصے میں ہے تو میں کچھ ماہ بعد آتا ہوں۔" اسے اتار کر وہ مڑا اور جانے لگا۔"

انور ہڑبڑا گیا۔

ارے کمینے !! وہ غصے سے اسکا کالر پکڑ کر کھینچتا ہوا اپنے برابر کرتا دھاڑا۔ اسکے چہرے کو دیکھ کر باقی کے لفظ منہ میں ہی دب" گئے۔

تُو تو بہیارے نہیں۔" اسکی بھوری شیو اوشن بلیو آنکھیں، بھورے مائل بال جو ایک اسٹائل سے سیٹ تھے اور پھسل کر "
اسکے ماتھے پر آ پڑتے۔

مغرور کھڑی ناک، بھوری مونچھیں، آپس میں پیوست عنابی لب وہ تو بالکل اسکا جنگلی بہیارے نہیں لگ رہا تھا۔

یہ تو کوئی اور تھا۔

پیسے نے بدل دیا رے تجھے۔ بالکل کوئی بادشاہ کا بیٹا لگ رہا ہے۔" وہ خوشی سے بے حال ہوتے بولا۔ "

تیری آنکھیں کالی سے نیلی ہو گئیں۔ تیرے لمبے بال کالے سے بھورے ہو کر چھوٹے ہوئے، ان میں اسٹائل آ گیا۔ "

داڑھی مونچھیں اپنا رنگ بدلنے کے ساتھ چھوٹی بھی ہو گئی ہیں۔ کیا کھایا ہے رے؟ امیروں کا جھوٹا تو نہیں کھالیا؟" وہ اسے
سر سے پاؤں تک دیکھتا طنزیہ بولا۔

قد کاٹھ وہی، چوڑا وسیع سینہ بھی وہی، احساس وہی محبت یاری انداز وہی تھا بدلہ تھا تو اسکا ظاہری نقشہ۔

" اسکی ہونق صورت دیکھ کر بہزاد نے بلند و بانگ قہقہہ لگایا اور اسے کھینچ کر اپنے سینے میں بھینچا" میرا معصوم دوست۔

دوست بھی ایک نعمت ہوتے ہیں کمینے دیکھ اتنا بدل گیا پر تجھے نہیں بھولا۔ چل اب اس قرض کا فرض ادا کر اور چائے کا"
کپ پلا۔" وہ ہنستا ہوا اسے کھینچ کر چیئر پر پٹختا دوسری طرف سے خود آیا۔

اس نے تو سوچا تھا بہت پاپڑ بیلنے پڑیں گے اسے یقین دلانے کیلئے کہ وہی ہے بہیارا۔

پر یہاں تو سسٹم ہی الٹا تھا۔

جس طرح اسکی اسٹرا اسے ایک جنگلی روپ میں بھی صرف اسکے احساس سے پہچانتی تھی ویسے ہی اسکا دوست بھی اسے
پہچان گیا تھا۔

وہ اللہ کا شکر ادا کرتا تھا کہ اسکی زندگی میں بہت خالص لوگ تھے جو اسکے دل کے قریب تھے۔

ہاں بس اسکا باپ دھوکا کھا گیا تھا اپنے سگے خون سے۔

چل اب چائے پلا۔" وہ انگلیوں سے ٹیبل کی سطح بجاتے بولا اور چیئر سے پشت ٹکا دی۔ "

کیا بے غیرتی ہے ؟ پچھلی دفعہ میں نے پلائی تھی اس بار میرے پاس صرف سو روپیہ پڑا ہے زیادہ کمینہ پن چھوڑ اور سیدھے سے دو پیالیاں منگوا۔ "اسے گھورتا وہ بھی کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے ستائش سے پورے کیفے کو دیکھنے لگا اور بہزاد اسکی آنکھوں کی چمک کو۔

اسے بنانے میں کتنا پیسہ لگے گا رے۔ "وہاں رکھی چیئرز ٹیبلز خوبصورت کاؤنٹر، اسکا منہ ایک پل کے لیے کھلا اور پھر وہ" ستائش سے ابرو اچکا کر رہ گیا۔

کیوں تجھے بنوانا ہے کیا۔ "دو کپ چائے کا اشارہ اپنے ملازم کو دیتے وہ اسکے تاثرات دیکھتا پوچھنے لگا۔ جس پر انور نے قہقہہ" لگایا۔

ہاہاہاہا اتنی اوقات کہاں اپنی ؟ بس سوچ رہا تھا کہ اسکے جیسا نقشہ دے دوں اور باہر ایک خوبصورت بورڈ لکھ کر لگا دوں" انور کیفے "اور پاس وہ ایک پرانی بس نہیں کھڑی ویسی سوچ رہا ہوں اسکی کھڑکی کے شیشے نکال کر اپنے کیفے کی سائیڈوں" پر لگا دوں۔ کیوں کیسا لگے گا؟" سارا نقشہ پیش کرتے اس نے آخر میں داد چاہی۔

بہزاد جو آنکھیں سکیڑے سن رہا تھا قہقہہ لگا اٹھا۔

سوچ یہ تیرا ہو جائے تو؟" کپ لبوں سے لگاتے اس نے پورے کیفے کی طرف اشارہ کرتے پوچھا۔"

انور نے سر جھٹک کر ملازم کا رکھا ہوا چائے کا کپ اٹھایا اور گھور کر سوٹڈ بوٹڈ کھڑے ویٹر کو دیکھا جو مؤدب سا کھڑا تھا۔

یاد آتے ہی جیب میں پڑے دس کا نوٹ نکال کر اسکی ٹرے میں رکھا۔

ملازم نے ناسمجھی سے دس کے نوٹ کو دیکھا اور پھر انور کی طرف۔

ٹپ ہے بھائی! لے جا عیش کر۔ یاد رکھے گا کسی سخی سے پالا پڑا تھا۔ "اس نے کہتے ہوئے ٹانگ پر ٹانگ رکھ لی۔"

بہزاد نے مسکراہٹ لبوں میں دباتے ملازم کی مسکراہٹ کو دیکھتے اسے گھور کر لے جانے کا کہا۔

وہ سر ہلاتا شکریہ کہتے ٹپ اٹھا کر لے گیا۔

جب ابا نے آٹھ پڑھا کر اسکول سے نکال دیا تھا کہ آگے ہماری حیثیت نہیں پڑھانے دیتی تب ہی میرے رونے پر سمجھا دیا" تھا کہ جتنی بساط ہو اتنے سپنے دیکھے جاتے ہیں۔ باقی کے جو دیکھتے ہیں وہ دھواں بن جاتے ہیں۔ اس دن سے اپنے چھوٹے سے کھوکے کو خواب سمجھ کر میںنے سب کچھ چھوڑ دیا تھا اور نہ تو خواب شہر میں بڑے سے ہوٹل میں جانے کا تھا۔" وہ ایک دوست کی حیثیت سے مسکرا کر اسے بتانے لگا۔

چل ایک خبر سناتا ہوں۔ کمینے تُو تو تھا نہیں کتنا یاد کیا تجھے۔" وہ بھڑک اٹھا۔ کپ رکھ بہزاد اچانک اسکے موڈ بگڑنے پر" حیران ہوا۔

پہلے بتا تو دے ہوا کیا؟" بہزاد سیریس ہو کر اسکے سرخ چہرے کو دیکھتا پوچھنے لگا۔"

نکاح ہو گیا ہے میرا مولوی کی چھوٹی بیٹی سے، میں تجھے گواہ کے طور دیکھنا چاہتا تھا پر تیری گمشدگی نے مجھے توڑ دیا تھا" کمینے۔" بات کرتے اسکی آنکھ بھیگ گئیں۔

بہزاد مسکراتا ہوا اسکی طرف آیا اور اسے کھینچ کر سینے میں بھینچتے مبارک دی۔

دل خوش کر دیا شہزادے۔ سچ پوچھ بہت چنگا کام کیا ہے۔" دونوں نے مسکراتے ایک دوسرے کو گلے لگایا۔"

"اچھا چل بتا یہ منسٹر والا معاملہ سچ ہے کیا؟ وہ سچ میں ایک اسمگلر تھا اور اس نے اپنے بھائی، بھتیجے، بھابھی اور بیوی کو مارا تھا؟" اب سنجیدہ سا وہ کرسی پر واپس بیٹھتے پوچھنے لگا جس پر بہزاد نے گہرا سانس بھرا اور اسے اپنے ساتھ باہر چلنے کا کہا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے پیچھے جاتے کیفے کی بیک سائیڈ پر آ گئے جہاں ان دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

یہاں کیوں آئے ہیں؟ انور نے آس پاس دیکھتے ہوئے پوچھا۔"

تجھے اپنے بارے میں ایک حقیقت بتانی ہے۔" تلخی سے مسکراتے ہوئے کہا۔"

انور اسکے لہجے پر چونکتا ہمہ تن گوش ہو گیا۔

بہزاد نے اسے دیکھتے ہوئے بولنا شروع کیا اور اسی حساب سے اسکی آنکھیں پھٹتی چلی گئیں۔

آخر میں تو جیسے اسکی آنکھوں میں لہو اتر آیا۔

پھر میڈم مطلب کہ بھابھی کو نہیں بتایا اسکے باپ کا حیوانی روپ؟" گہرا سانس بھرتے کئی لمحے وہ کچھ بولنے کے قابل نا" رہا۔ جیسے حلق میں کانٹے اگ گئے ہوں۔ گہرے سانس بھرنے کے بعد میں وہ بولا۔

نہیں میں اسے اور تکلیف نہیں دے سکتا کیونکہ ہم صرف محبت نہیں ایک دوسرے کی تکلیف بھی محسوس کرتے ہیں۔ وہ" ساری عمر میری تکلیف پر تڑپتی آئی ہے۔ میں اسے اور تکلیف نہیں دے سکتا۔ ابھی بھی وہ کافی تکلیف میں ہے صرف یہ جانتے کہ اسکا باپ ملک سے غداری کرتا تھا، اسمگلنگ کرتا تھا۔

سن بہیارے!" اس نے بھرائی آواز میں اسے پکارا وہ مسکراتا سیاہ آسمان سے نظریں ہٹائے سرخ ہوتی اوشن بلیو آنکھوں" سے اسے دیکھنے لگا۔

سلیوٹ کرنے کو دل کرتا ہے کہ ایسے بھی شیر اس زمین پر ہیں جو اتنا سب کچھ برداشت کرتے زندہ رہتے ہیں صرف" اپنوں کیلئے۔" وہ اسے سلیوٹ کرتا بولا۔

بہزاد ہنستا ہوا اسے کھینچ کے گلے لگا گیا۔

، بھول تو نہیں جائے گا اس انور کھوکے والے کو۔ اب تو تُو ایک بڑا آدمی ہے۔ کمینے کیسے ایک بدبودار کمرے میں رہتا تھا تو" حیرت ہے مجھے۔" وہ اس سے الگ ہوتا آنکھیں صاف کرتے بولا۔

یار اسے چھوڑ میڈم کیلئے کچھ بھی کر سکتا ہوں۔ یہ کیا بکواس تھی بھولنے والی بات کمینے، تجھے بھول سکتا ہوں؟" وہ ایک مکا" جڑتا بولا انور کراہ اٹھا۔

بہزاد نے مسکراتے ہوئے جیب سے ایک چابی اور پیپرز نکالے۔

میری طرف سے تحفہ نکاح کا۔" اس نے اسکا ہاتھ پکڑتے اس کیفے کے پیپرز اور چابیاں اسکے ہاتھ پر رکھیں۔"

انور نے اسے دیکھا اور پھر اپنے ہاتھ کو۔

میرے لئے تیری دوستی ہی ایک تحفہ ہے۔مجھے اور کچھ نہیں چاہیے تجھ سے۔ سمجھا بس کبھی اپنی مصروف زندگی میں یہ "
سوچنا کہ ہر انسان کی زندگی میں ایک اچھا دوست اللہ کی طرف سے نعمت ہوتی ہے۔ جیسے میری زندگی میں تُو۔" وہ روتے
ہوئے بولا بہزاد قہقہہ لگا اٹھا۔

اور میری زندگی میں تُو۔ میں نے اپنی اسٹرا کے علاوہ کبھی کسی سے دوستی نہیں کی پر تُو وہ واحد بندہ ہے تھا جو میرا سچا"
اور مخلص یار ہے۔" اس نے دل سے کہا وہ خوش ہوتا سر ہلا گیا۔

،اسکے بعد وہ باتیں کرتے رہے بہزاد نے اسے بتایا کہ وہ جلد ہی شادی کرنے والا ہے اور اسے شادی میں ضرور آنا ہے
مولوی کی فیملی کے ساتھ۔ بہت دعائیں اور احسان ہیں تم سب کے مجھ پر۔

پھر زبردستی اسے کیفے کے پیپرز یہ کہہ کر تھمائے کہ وہ ہر شام کو چائے پینے آیا کرے گا اور اسکی خودداری کو ٹھیس نا
پہنچاتے وہ کیفے اسے یہ کہہ کر دیا کہ اس سے جتنا تو ایک مہینے کا کمائے گا اسکا آدھا تو اپنے محلے میں کسی غریب کے گھر میں
دے دینا۔

وہ پھر بھی لینا تو نہیں چاہتا تھا پر اسک یاری توڑنے کی دھمکی سے خوفزدہ ہوتے اس نے حامی بھر لی کہ وہ ہر ماہ کے کمائے
پیسوں سے آدھا اسکی خواہش مطابق محلے کے کسی غریب گھر میں دے گا۔

بہزاد خوش ہو گیا اور پھر کافی دیر وہ باتیں کرتے رہے۔ اسکے بعد بہزاد نے اسے کیفے کے آنر سے ملاقات کروائی۔
چند رسمی باتوں کے بعد انہوں نے کیفے کی بابت معلومات دی انور کو۔

اب تُجھے تیرا خواب پورا کرنا ہے اور اس کیفے کو بدل کر ایک ہوٹل کے روپ میں لانا ہے۔" بہزاد نے جاتے جاتے کہا۔"
وہ جی جان سے راضی ہو گیا۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ اللہ کو میرا یہ خواب اتنا پسند آ گیا تھا۔" اس سے ملتے ہی وہ وہاں سے چلا گیا اور اسکے جانے کے بعد "
ڈرائیور اسکے لئے گاڑی لایا۔
وہ بیٹھ کر وہاں سے نکل گئے۔۔

بہزاد نے ایک کیفے آنر کو کچھ دن کیلئے پیسے دے کر انور کیلئے رکھ لیا تھا تاکہ وہ اسے سب کچھ سمجھائے دے کیسے چلانا ہے اس کاروبار کو۔

ملک مینشن کے پارکنگ ایریا میں گاڑی کے رکتے ہی ملازم نے اسکے لئے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ وہ باہر نکل کر اندر بڑھا اور اپنے کمرے میں آکر فریش ہوتے اب ہانیہ کے کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔

اپنے مام ڈیڈ کے روم کے دروازے کو بند دیکھتے وہ اس کا ڈور ان لاک کرتے اندر آگیا۔

سامنے ہی وہ جہازی سائز گلابی بیڈ پر بلینکٹ میں دبکی سوئی ہوئی تھی۔

بہزاد مسکراتا ہوا اسکے پاس آیا۔

اسکے سرخ تپتے چہرے کو دیکھ کر وہ سسکے پاس لیٹا۔ کل آدھی اسٹرابیری کھانے کے بعد سے اسکا گلا دکھ رہا تھا۔

یہ دونوں اسٹراا سکی صحت کیلئے خطرناک تھیں پر ان دونوں کے بغیر گزارا بھی تو نہیں تھا۔

اسکے اوپر سے بلینکٹ ہٹاتے اسکے نازک وجود کو دیکھا اور آہستہ سے بازو اسکی نازک کمر میں ڈالتے خود سے قریب تر کرلیا۔

ہانیہ اس اچانک حملے پر بوکھلاتی آنکھیں کھول کر اسے دیکھنے لگی۔ اپنے قریب لیٹے بہزاد کو دیکھتے اسکی گرم تیز تیز چلتی سانسیں تھم سی گئی۔

وائلڈ مین!" اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے وہ اسے خود سے دور کرنے لگی پر بخار نے اس میں ہمت کہاں چھوڑی تھی۔ اسکے" سارے وجود کو نچوڑ دیا تھا۔

وہ سبز آنکھیں جن میں بخار کی وجہ سے سرخ ڈورے پڑ گئے تھے۔ وہ بہزاد کو لرزتی پلکوں سے دیکھتی خود سے دور کرنے میں ہلکان تھی۔

اسکی چھوٹی سی سرخ ناک، شنگرفی لب، گلابی رخسار، ٹھوڑی پر موجود وہ تین تل، جنہوں نے اسے بہت تڑپایا تھا۔ اسکا قریب ہونا اسے بے خود کر دیتا تھا۔ آج اس کے سارے وجود کو اپنی ملکیت میں دیکھ کر اپنی بانہوں میں بھرتا وہ دلکشی سے مسکرایا۔

اسکے مسلسل کسمسانے پر بہزاد نے دوسرا بازو بھی اسکی کمر میں ڈالتے ہوئے اسے مزید قریب کر لیا۔ اب بہزاد کی گرم سانسیں ہانیہ کو اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔

یہاں تک۔۔۔کیوں آئے ہو؟" وہ آنکھیں میچ کر اسکی انگلیوں کی سرسراہٹ اپنی کمر پر محسوس کرتی اپنی سانسیں بحال کرنے کی تگ و دو میں نڈھال ہوئی جا رہی تھی۔

اسٹرا تکلیف میں ہے نا تو بیری کیسے دور رہ سکتا تھا۔ ناوائلڈ مین، نا ہی بہرام بہزاد ملک اور سب سے ضروری باڈی گارڈ کو" اس صورتحال میں اپنی میڈم کے پاس ہونا چاہیے سو میں آ گیا۔" اس نے مسکراتے ہوئے اسکی اودھم مچاتی دھڑکنوں کی تال کو اپنے سینے پر محسوس کرتے اسکی ناک پر اپنی ناک رکھتے گہرے سانس بھرے۔ وہ سہم سی گئی۔

شرم نن نہیں آتی۔ ایک لڑکی پر چار چار لڑکے فدا کرتے۔" وہ بے بسی سے کہتی آنکھیں کھولے اسے دیکھنے لگی۔"

بہزاد ڈھیٹ بنا مسکرایا اور اسے دیکھتے اسکے سرخ پڑتے لبوں پر اپنے لب رکھے۔۔

اور پھر اسکی ٹھوڑی کے نقطوں کو چھوا۔۔۔

"میرے ہر روپ کا جنون ہو تم"

چاہے بیری ہو، چاہے باڈی گارڈ ہو یا چاہے بہرام بہزاد ملک ہو۔ سب کی دھڑکنوں میں ایک ہی سر ہے ہانیہ خان کے نام" کا۔" اسکے کان میں سرگوشی کرتے اس نے اسکی گردن پر اپنے لب رکھے اور اسکی کمر کے گرد قائم حصار کو مزید تنگ کرتے اسے خود میں بھینچ لیا۔

وہ جو پہلے ہی نڈھال تھی اسکے لمس پر اسکی بانہوں میں بکھر گئی۔ بہزاد نے مسکراتے ہوئے اسے خود میں سمیٹتے اسکے سنہری بالوں میں انگلیاں پھنسائیں اور اسکے ریشم سے نازک رخساروں پر اپنی شیو کو رگڑا وہ سسک اٹھی۔

پلیز! وہ اسکی شدتیں مزید سہہ نا پائی تو اسکے سینے پر ہاتھ رکھتے اسے خود دور کر دیا۔ کروٹ بدلتے اپنی دھڑکنوں پر ہاتھ" رکھتی وہ اپنی سانسوں کو ہموار کرنے لگی۔

بہزاد نے اسکی حالت پر ترس کھاتے اسکے اوپر بلینکٹ ڈالا اور مسکراتے ہوئے اسکی کمر میں بازو ڈال کر واپس اپنے قریب کر لیا۔

بیری!" ہانیہ کی پشت اسکے سینے سے ٹکرائی تو وہ تڑپ اٹھی۔"

کچھ نہیں میری جان سو جاؤ بس۔" اسکے بالوں پر بوسہ دیتے اسکا سر اپنے بازو پہ رکھتے اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر اسکی انگلیاں" چومتے اسے خود میں سمیٹ کر وہ آنکھیں موند گیا۔

ہانیہ خود کو تپتے صحرا میں محسوس کر رہی تھی۔ اپنے بیری کا گھنا سایہ خود پر محسوس کرتے وہ مسکراتی ہوئی اسکا بازو جو اسکی کمر کے گرد لپٹا ہوا تھا اسے اپنے ہاتھوں میں تھام کر سونے کی کوشش کرنے لگی۔

----------------------------*

دہشت گرد جو حملہ پولیس اہلکاروں پر کر کے حارث خان اور فواد چوہان کو لے کر گئے تھے اس نے پبلک میں اودھم مچا دیا تھا۔

ہر طرف لوگ ان کے پکڑے جانے کی دعائیں مانگ رہے تھے اور کوئی انھیں نوچنے کی خواہش کرتا کسی کی سسکیوں اور آہوں کو قبولیت تک پہنچا گیا۔

بہزاد کی صبح آنکھ کھلی تو کریم نے اسے کال کر کے ساری صورتحال بتائی۔

اس نے گھر میں اس نیوز پر بات کرنے سے منع کر دیا تھا۔ مسز شمیم اور ملک ظفر ملک بھی متفق تھے اس سے۔

کریم سے بات کرنے کے بعد اس نے موبائل واپس رکھا اور اپنے حصار میں سوئی اپنی میڈم کو دیکھا۔

سنہری بال بکھرے ہوئے اسکے سینے اور گردن پر پڑے تھے اور وہ اسکے سینے پر سر رکھے گہری نیند کی آغوش میں تھی۔

اس نے آہستگی سے خود پر پڑی اپنی زندگی کو بازو پر ڈالا اور اسکے چہرے سے بال سمیٹے۔

ہانیہ اسکے لمس پر کسمسا کر پھر سے سو گئی۔ اسکی حرکت کو دیکھتے بہزاد مسکرا دیا۔

گڈ مارننگ اسٹرا!" جھک کر اسکے لبوں کو ہلکا سا چھوتے گویا ہوا۔"

مجھے سونا ہے۔" ہانیہ نے اسکے لمس پر کسمسا کر ذرا سی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا اور اسکے چوڑے سینے کے گرد اپنا بازو"
ڈالتے اسکے سینے پر سر رکھ کر پھر سے سو گئی۔

بہزاد کے چہرے پر بہت دلکش مسکراہٹ ٹھہر گئی۔

یہ شکر تھا کہ اسکے دماغ میں آج اپنے باپ کا انجام نہیں گھوم رہا تھا۔ اسکے مطابق اسکے باپ کو آج پھانسی ہونے والی تھی۔

اسٹرا! جان!! آفس جانا ہے اور مام آجائیں گی تو؟" وہ بڑا معنی خیز سوال کرتے کرتے رک گیا۔"

ہانیہ کا جب دماغ بیدار ہوا اور اسکے سوال کو سمجھی تو بل کھا کر اس سے دور ہوئی۔

آنٹی آگئیں تو؟؟" وہ بدحواس سی اسے بیڈ پر پھیل کر لیٹے دیکھ کر بولی۔"

تو؟' بہزاد نے اسکی طرف کروٹ لیتے کہنی تکیے پر ٹکا کر ہاتھ پر سر رکھا اور متبسم لہجے میں پوچھا۔ اسکی پلکیں لرز گئیں۔"

تو تم جاؤنا۔" وہ ماتھے سے پسینے کے قطرے صاف کرتی منمنائی۔ بہزاد اسکا یہ روپ دیکھ کر جیسے بے خود ہو گیا۔"

اس نے ہاتھ تکیے پر رکھا اور کچھ اسکی طرف جھکا۔ ہانیہ گھبرا کر اسے دیکھتی پیچھے ہونے لگی۔

وہ اس پر جھکتا گیا اور ہانیہ بدحواس سی اسکی گہری نیلی آنکھوں میں دیکھتی تکیے پر گر سی گئی۔ بہزاد نے تبسم آنکھوں میں سجائے اسکے دائیں بائیں اپنے بازو ٹکائے۔

"میڈم اس گوگلی والے ڈبے سے سب کچھ تو مل سکتا ہے پر آپ نہیں۔ اس لیے آپ کو چھوڑ کر جانے کا دل نہیں کرتا۔"
اسکے نازک ہاتھوں کی مخروطی انگلیاں اپنی مضبوط انگلیوں میں پھنسا کر تکیے سے لگائے۔

ہانیہ آنکھیں پھیلائے خود پر جھکے بہزاد کو دیکھنے لگی، پھر اپنے دونوں طرف قید ہاتھوں کو بھی دیکھا۔

وائلڈ مین! شرم نہیں آتی اپنی میڈم کے ساتھ یہ سب کرتے ہوئے۔" شرم سے سرخ ہوتی بے ترتیب دھڑکنوں کے"
ساتھ وہ اپنے ہاتھوں کو چھڑوانے کیلئے مچلی۔

ہم پیدائشی بے شرم ہیں میڈم اور ہمیں بگاڑنے میں سراسر آپکا ہاتھ ہے۔ اب خاموش ہو جائیں جب تک مام ڈیڈ نہیں" جاگ جاتے تب تک اجوامنٹ (انجوائمنٹ) کرتے ہیں۔" اسکی خراب انگلش پر وہ دانت پیس کر اس پر جھپٹتی اسی پل اسکے ارادوں کو سمجھتے اس نے اسکے ہاتھوں پر پکڑ سخت کرلی اور اس پر سایہ بن کر جھک گیا۔

وہ اپنی سانسیں رک جانے پر مچلنے لگی پر وہ کہاں باز آنے والا تھا۔ جنگلی تو پہلے ہی تھا۔

آہستگی سے اسکی انگلیوں کو اپنے ہاتھوں کی قید سے آزاد کرتے اسکی نازک کمر میں دونوں بازو ڈالے اور اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگایا۔

گھبرائی ہوئی ہانیہ نے اسکی کمر پر اپنے ناخن گاڑ دیے۔

اسکے مزاحمت کرنے پر وہ اور شدتوں پر اتر آیا تھا۔ بالآخر اس نے تھک کر مزاحمت ترک کر دی تو وہ مسکرا کر سر اٹھائے اسے دیکھنے لگا۔ ہانیہ ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگی۔

میڈم! گن گن کر بدلے لینے ہیں آپ سے۔ سب کے سامنے جو تھپڑ مارتی تھیں نا، قصائیوں کی طرح کاٹنے کی دھمکی" دیتی، ہزار قسم کی پابندیاں لگاتی تھیں، پوری یونیورسٹی میں لوگوں کو ہنساتی تھی سب الف سے ی تک کا بدلہ ہو گا اور انتقام کافی حسین ہو گا اور اسکا اختتام پچیس ننھے پھولوں پر ہو گا۔" اسکی بے ترتیب سانسیں دیکھتا وہ مسکرا کر اس سے دور ہوا اور شرٹ اٹھا کر پہنتا بیڈ سے نیچے اترا۔

میں نے بھی اپنی دوست سے وعدہ کیا تھا کہ جب بھی ہمیں وہ کمینہ انسان ملے گا جس نے گن پوائنٹ پر مجھ سے سائن لئے" تھے، اسے مل کر ماریں گے۔" وہ اسکی آنکھوں میں غصہ دیکھ کر بات مکمل کرتی خاموش رہ گئی۔

خوش فہمی۔" آنکھ مار کر وہ کمرے سے باہر نکلا۔"

کچھ دیر بعد اسکے روم میں ہی مسز شمیم ناشتہ لے کر آگئیں اور خود اسے محبت ناشتہ کروانے لگیں۔

وہ انہیں دیکھتی سوچ رہی تھی کہ بیری کو کتنے پیارے ماں باپ مل گئے۔

ہم تمہارے بھی ماں باپ ہیں۔ ہمیں ایک بیٹی کی شروع دن سے خواہش تھی۔ جو اب تمہاری صورت میں پوری ہوئی۔" اسی پل اسکی آنکھوں میں دیکھتیں اسکے ماتھے پر بوسہ دیتے مسز شمیم بولیں۔ ہانیہ روتی ہوئی ان کے سینے سے لگی۔ اسے اپنے باپ کی یاد آئی۔ جس سے اسکی طبیعت بگڑ گئی۔

اسکی سسکیوں اور چیخوں پر بہزاد بھاگتا ہوا روم میں آیا اور بمشکل اسے سنبھالتا اسے آرام کی دوائی دے کر سلا دیا۔

کچھ دیر اسکے پاس بیٹھ کر اسے دیکھتے ہوئے وہ ایک فیصلہ لیتا اٹھا اور آفس چلا گیا جو اب تک اسکے ڈیڈ نے سنبھالا ہوا تھا۔

آج رات کا جہاں اسے بے صبری سے انتظار تھا وہیں دو وجود وہ بھی تھے جنہیں پل کا بھی سکون میسر نہیں تھا۔

*______________*______________*

وہ دونوں ایک تہہ خانے میں چیئر پر بیٹھے بندھے ہوئے تھے۔ اچانک دروازہ کھلا اور ایک کے بعد تین وجود اندر داخل ہوئے۔

جہان نے ہاتھ بڑھا کر تہہ خانے میں لگے واحد بلب کو روشن کیا اور دونوں کی بے چین اور خوفزدہ نظریں ان چہروں کی طرف اٹھیں۔

باڈی گارڈ، عبداللہ اور کریم۔"

وہ باری باری بڑبڑائے حارث خان کے لبوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

مجھے تم دونوں پر پورا یقین تھا۔ تم دونوں مجھے ضرور بچاؤ گے۔" وہ خوش ہوتے بولے انکے لہجے میں زندگی کی کھنک تھی۔"

ایسا کیوں؟" بہزاد نے سر کھجاتے پوچھا۔"

کیونکہ مجھے تم دونوں پر مان تھا۔" وہ ہنس پڑے۔"

اس مان کے بارے میں کیا کہتے ہو جو حدید خان کو تم پر تھا حارث خان؟" بہزاد نے پھنکار کر پوچھا۔"

جو ایک معصوم لڑکی کو تم پر تھا۔ جو عزت سے جاب کرتی تمہارے روم میں صرف سرو کرنے آئی تھی؟" جہان اور" جہانگیر نے پوچھا۔

کک کون ہو تم تینوں؟ عالیہ کے بارے میں تو کسی کو نہیں معلوم تھا پھر انہیں کیسے معلوم ہو گیا۔" حارث صاحب خوفزدہ ہوتے ان تینوں کو دیکھنے لگے اور کہیں کریم کی موجودگی پر الجھ گئے تھے۔

تہہ خانے کی فضا میں تینوں کے بلند و بانگ قہقہے انکی سانسیں نوچنے کیلئے کافی تھے۔

اس بہن کا بھائی جہان عرف عبداللہ۔" اس نے کہتے ہوئے اپنا کوٹ اتارا۔ حارث خان کی نظریں پاک فوج کے یونیفارم" پر ٹک گئیں۔

انہوں نے صدمے سے پھر کریم کی طرف دیکھا۔ فواد چوہان کی بھی وحشت بھری نظریں اٹھیں۔

اسی معصوم و بے قصور کا چھوٹا بھائی جہانگیر عرف کریم۔" اس نے بھی کوٹ اتارا اور دونوں کی پھٹی آنکھیں اسکی پولیس" کی وردی پر ٹک گئیں۔

تت تم کون ہو؟' اب دونوں کی نظریں مسکراتے ہوئے بہزاد پر ٹک گئیں۔ وہ دونوں اسکے دائیں بائیں کھڑے تھے۔"

میں کون ہو سکتا ہوں چاچا جان میں کیا تعارف کرواؤں جب ایک چاچا کو اپنے بھتیجے کی پہچان نا ہو تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔" یہ بتاؤں کہ میں "بہزاد حدید خان ہوں۔ جس کے باپ کو سوتے ہوئے اسکے بھائی نے قتل کیا تھا یا یہ بتاؤں کہ جسکی ماں کو بے دردی سے مارا تھا؟ یہ تعارف دوں کہ جسکی معصوم چاچی کو اسکے شوہر نے اسکے بچے سمیت مار ڈالا تھا۔ کون سا تعارف دوں؟" بے بسی سے کہتا اپنی سرخ انگارہ آنکھیں اس پر ٹکاتے ان میں سے لینز نکالتے ان کی سانسیں بند کر گیا۔

کالی سیاہ آنکھوں کے پیچھے اوشن بلیو آنکھیں دیکھتے وہ منہ پھاڑے اسے دیکھ رہے تھے۔ جو دیکھتے ہی دیکھتے باڈی گارڈ سے بہرام بہزاد ملک میں بدل گیا تھا۔

بب بہرام کک کون ہے؟" ان کی خوف و دہشت سے کپکپاتی آواز گونجی۔"

بہرام وہ جو بے گناہ ہے بہزاد کی جگہ مارا گیا تھا۔ بہزاد وہ ہے جو اسکا بدلہ لینے کیلئے دوبارہ جنم لے کر اٹھا ہے۔" غرا کر کہتے وہ ان دونوں کی جان خشک کر گیا۔

مم مجھے معاف کر دو۔ بیری! مم۔۔۔ میں تمہارا چاچا ہوں نا۔" حارث گڑگڑا کر بولا۔"

مم۔۔۔میں نے کیا کیا ہے ؟ یہ سب تو تمہارے چاچا کا پلان تھا۔ مجھے کیوں مار رہے ہو ؟ مجھے جانے دو۔" فواد چوہان پھوٹ پھوٹ کر الگ رونے لگے۔

بکواس بند کرو۔ یہ تمہارا اور براک ڈینئل کا پلان تھا۔ تم دونوں نے میرا سر کھایا ہوا تھا۔" حارث نے غرا کر کہا اور پھر" دونوں آپس میں چیخنے دھاڑنے لگے۔

تب تک وہ تینوں اپنی گنز لوڈ کرنے لگے۔

جہانگیر!" بہزاد نے ہاتھ اسکی طرف بڑھایا جس نے ایک سفید کاغذ اور پین اسے تھمایا۔"

وہ لیتے ہی ان تینوں نے آپس میں الجھتے حارث خان اور فواد چوہان کی ٹانگوں کا نشانہ لیتے اگلے ہی لمحے فائر کیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی ان دونوں کی دل دہلا دینے والی چیخیں گونج اٹھیں۔

بب بیری! معاف کر دو۔ بیری!! بب بھائی صاحب ہوتے تو مجھے معاف کر دیتے۔ میں انکا لاڈلا بھائی تھا۔" حارث خان" فواد کی آہوں پر منت سماجت پر اتر آیا۔

وہ مچل کر خود کو چھڑواتے چیخنے لگا پر اس ویرانے میں بنے فلیٹ کے تہہ خانے میں کون سنتا۔

صد افسوس، پر نہیں۔" وہ تمسخر سے انکے بھیگے چہرے کو دیکھنے لگا جس پر موت کی وحشت پھیلی ہوئی تھی۔"

لکھو یہاں کہ تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ پاکستان چھوڑ کر ہمیشہ کے لیے چلے گئے ہو۔ اب کبھی واپس نہیں آؤ گے پاکستان" "اور ہانیہ کے بارے میں بھی لکھو کہ خوش رہنا اپنی زندگی میں اور معافی مانگ لو اس سے۔ یہ احسان کر رہا ہوں ایک اور۔ اس نے غرا کر کہا اور جہانگیر نے اسکا ایک ہاتھ کھولا۔

جہان خونخوار نظروں سے حیوانوں کو گڑگڑاتے دیکھ رہا تھا جب ڈھول پڑی تھی تو کیسے آنسو بہہ رہے تھے۔۔ حارث خان اپنی بیٹی کی حالت کا اندازہ کرتے جلدی جلدی لکھنے لگے۔

اور جب انہوں نے لکھ لیا تو بہزاد نے وہ چٹ اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لی۔

شکریہ چاچا صاحب! اب میری زندگی سکون سے گزرے گی اور میری اسٹرا کی آنکھوں میں صرف آپکے لئے نفرت"
ہو گی۔" بہزاد کے کہنے کے بعد باری باری تینوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔
انکے سامنے اپنوں کے چہرے گھوم گئے اور ساتھ ہی انہوں نے اپنی پسٹل کا سارا میگزین باری باری دونوں کے سینوں میں
اتار دیا۔
وہ ایک چیخ کے ساتھ بے جان ہوتے کرسی کی پشت پر ڈھے گئے۔ بہزاد نے اوشن بلیو آنکھوں سے بے ساختہ نکل آنے والا
آنسو پونچھ کر بغیر انکی طرف دیکھے پشت کرلی۔
"انکی لاش صبح بیچ سڑک پر ملنی چاہیے۔ دونوں کی برائی کا قصہ ختم۔ اب کوئی حارث خان نہیں نا ہی کوئی فواد چوہان ہے۔"
وہ بغیر ایک پل بھی رکے وہاں سے نکلتا چلا گیا۔
مجھے پتا ہے آپ سب مجھ سے ناراض ہوں گے پر میں مجبور تھا۔ مجھے یہ کرنا پڑا۔" وہ آسمان کی طرف دیکھتا کہہ کر وہاں"
کھڑی اپنی گاڑی میں بیٹھا۔
چند پل گہرے گہرے سانس بھرے۔۔
جہان اور جہانگیر کے کندھے پر ان دونوں کی لاشیں دیکھتے وہ مسکراتا ہوا سکون سے گاڑی لے کر وہاں سے نکلتا چلا گیا۔
وہ شکریہ کا میسج آئی جی سرفراز اور بریگیڈیئر محمد یوسف کو بھیجنا نہیں بھولا تھا جنہوں نے اپنے فرض کو نبھاتے برائی کو مٹانے
میں پل پل اسکا ساتھ دیا تھا۔
گھر جا کر فریش ہوتے وہ ہانیہ کے کمرے میں آیا اور حارث خان اور فواد چوہان کی دہشتگردوں کے ساتھ جیل توڑ کر بھاگنے
کی نیوز دکھاتے اس نے وہ چٹ ہانیہ کو تھمائی جسے پڑھ کر اس نے نفرت سے دور پھینک دیا۔
مجھے نفرت ہے اس دہشتگرد سے۔ جسے معصوموں کو مارتے ہوئے ذرا احساس نہیں ہوتا۔ میں دعا کروں گی کہ وہ زندگی"
میں کبھی میرے سامنے نہ آئیں۔" وہ روتے ہوئے بہزاد کے سینے میں چھپ گئی۔
اور اس نے آسودگی سے مسکراتے اسے خود میں سمو لیا۔

"محبت کبھی نہیں ہارتی پتا نہیں یہ بات کیسے حارث خان بھول گیا۔"

وہ محبت لازمی نہیں ایک لڑکی کی لڑکے سے ہی ہو۔

اس محبت کے ہزار روپ ہوتے ہیں جیسے۔۔

جہان، جہانگیر کی اپنی معصوم و بے گناہ بہن سے۔

ہادی چوہان کی اپنی ماں اور دوست سے۔

رومیصہ کی اپنے ماں باپ سے۔

ظفر ملک کی اپنے بیٹے سے۔

اور پاک مٹی کے اس دوست بہزاد خان کی اپنے خاندان سے۔۔۔

تبھی تو محبت ست رنگی ہے۔۔۔

----------------------------------*

اب ٹھیک ہے؟" وہ مسکراتی ہوئی ہاتھ جھاڑ کر بولی۔"

کاؤچ پر بیٹھے ہادی نے نظریں موبائل سے ہٹا کر اسے دیکھا اور پھر بیڈ کو۔

بیچ میں ابھی بھی سلوٹیں ہیں غور سے دیکھو اور ٹھیک کرو۔" سختی سے گھورتے وہ بولا۔ رومیصہ نے غصے سے اپنی مٹھیاں" بھینچیں۔

ہادی! آپ کب سے تنگ کر رہے ہیں۔ پہلے یہ بھاری ڈریس زبردستی پہنایا۔ پھر تیار کروایا اب بار بار بیڈ شیٹ کو درست" کروا رہے ہیں۔" وہ خفگی سے بولتی بیڈ پر گھٹنوں کے بل چڑھ کر ہتھیلیوں سے بیچ کی سلوٹیں دور کرنے لگی۔

جس پر پھر دوسری طرف سے پھر سلوٹیں پڑ جاتی تھیں۔

اف!!!! مجھ سے نہیں ہوتا۔ میں ایسے ہی سو جاتی ہوں۔" وہ کہہ کر بیڈ پر لیٹ گئی۔"

وہ مسکرا دیا اسکے اپنی خامی کا اعتراف کرنے پر۔

اس نے نہ جھجھک محسوس کی نہ ہی جھوٹ بولتے صرف اسے خوش کرنے کیلئے کوئی تگ ودو کی۔ یہی خالص رشتہ تو چاہتا تھا وہ رومیصہ سے۔

پر وہ نادان اس سب کا مقصد سمجھے تو نا۔۔

اپنا فلیٹ بیچ کر وہ پیرس آ گیا تھا ہمیشہ کیلئے رومیصہ کے ساتھ۔

اسکے باپ نے اس سے ملنے کی خواہش کی تو اس نے منع کرتے وکیل سے کہہ دیا کہ بول دو وہ چلا گیا پاکستان سے۔

جس طرح ساری زندگی اسے تڑپایا تھا۔ دولت کو حاصل کرنے کیلئے اسکی ماں کو مارا تھا۔ اس بے گناہ باڈی گارڈ کو مارا۔ بزنس کی آڑ میں اسکا باپ ایک اسمگلر تھا۔ اسے حرام کھلاتا تھا۔ وہ کیسے جاتا اس انسان کے پاس؟ کیسے اسے معاف کر دیتا؟

اگر معاف کرتا بھی تو وہ جانتا تھا اسے بہت وقت لگے گا انہیں معاف کرنے میں۔ کیونکہ صرف ایک زخم نہیں دئے تھے انہوں نے ہادی چوہان کی ہستی کو مٹی میں ملا دیا تھا۔

ایک رشتہ نہیں، اس سے اسکا سب کچھ چھین لیا تھا۔ اسے اسکی دوست کے سامنے نظریں اٹھانے کے لائق نہیں چھوڑا تھا۔ اس لیے وہ چپ چاپ رومیصہ کو لے کر یہاں آ گیا تھا۔ اب جب تک اسکے زخم نہیں بھرتے اس نے سوچ لیا تھا وہ واپس نہیں جائے گا۔

کچھ دن کی بھاگ دوڑ کے بعد اسے اسکی ذہانت کو دیکھتے ایک ملٹی نیشنل کمپنی میں جاب مل گئی تھی اور اس نے ایک چھوٹا سا گھر بھی لے لیا تھا یہاں۔

جہاں کچھ دن انہیں سٹینگ میں لگے۔ آج سے وہ اپنی نئی زندگی شروعات کرنے والا تھا، ایک خوش حال فیملی کی۔

جس میں رومیصہ صرف ہوگی اور ہادی چوہان ہوگا۔ نہ درد ہوں گے نہ زخم، بس خوشیاں ہوں گی اب۔

دولت کی ہوس کہیں نہیں ہوگی۔ نہ ہی ماضی کی تلخ یادیں ہوں گی۔

پاکستان میں اب اسکا صرف ایک رشتہ بچا تھا۔ وہ دل کا اور وہ دل تھی اسکی دوست جسکا نام ہانیہ خان تھا۔ اسکی شادی بہرام ملک سے اسکے ڈیڈ نے خود کروائی تھی۔ جسکا اسے رومیصہ نے بتایا تھا اور یہ بھی کہ بہرام ملک ہی بیری ہے اور بیری ہانیہ کا باڈی گارڈ" ہے۔"

کتنے لمحے تو وہ کچھ بول ہی نہیں سکا۔

باڈی گارڈ ہی بیری تھا جسکے سامنے وہ اسکی اسٹرا کو ہرٹ کرتا تھا تو وہ کیسے خاموش رہ پاتا تھا۔

کلب میں وہ کیسے پاگل ہوتا اس پر جھپٹا تھا۔ کیسا جنون تھا اسکی آنکھوں میں ہانیہ کی حالت پر وہ کیوں نہیں سمجھا تھا یہ۔

یہ باڈی گارڈ نہیں ایک بہروپیا تھا۔

موبائل سائلنٹ کرتے وہ اٹھا اور مسکراتا ہوا ڈور لاک کر کے اسکی طرف بڑھا۔

وہ بیڈ پر پاؤں نیچے لٹکائے سیدھی لیٹی ہوئی تھی اور بازو خفگی سے آنکھوں پر رکھا ہوا تھا۔

وہ اسکے سامنے مسکراتا کھڑا ہو گیا۔

میرون میکسی میں نفیس سی ڈائمنڈ کی جیولری پہنے، جو ہادی نے اسے اپنے پیسوں سے لیکر دی تھی۔ وہ اپنے کمسن حسن سے انجان لیٹی ہوئی تھی۔

اسکے باپ کی جائیداد میں اسکا کچھ نہیں تھا اور جو آفس میں کام وہ کرتا تھا اسکے حساب سے سیلری اسکے اکاؤنٹ میں جمع کی جاتی تھی جسکا فواد صاحب پائی پائی کا حساب رکھتے تھے۔

ساری تلخ یادوں کو پیچھے دھکیلتے وہ اپنی زندگی کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

ہارٹ بیٹ!" اسکے پاس بیٹھ کر اسکی آنکھوں سے بازو ہٹائے۔"

بولیے۔" رومی نے منہ بسور کر اسے دیکھا۔"

ہادی نے اسکا ہاتھ پکڑتے اسے کھینچ کر اپنے حصار میں لیا۔

ہادی کیا کر رہے ہیں؟" وہ یکدم گھبرائی۔"

آج میں اپنی زندگی کی شروعات کرنے جارہا ہوں تمہارے سنگ، کیا اس میں تم میرا ساتھ دوگی؟" گھمبیر لہجے میں پوچھتے "
ہادی نے اسکے سامنے ہاتھ پھیلایا۔

رومیصہ کی دھڑکنیں بے ترتیب ہوگئیں۔ وہ جھجھک کر اس سے دور ہو کر بیٹھ گئی۔ اسکی نظروں میں سوال دیکھتے اسکی پلکیں لرز کر گالوں پر سایہ فگن ہوگئیں۔ رخساروں پر شرم سے لالی بکھر گئی۔

ہمت کرتے اس نے اپنا کانپتا ہاتھ اٹھایا اور اسکی چوڑی ہتھیلی پر رکھ دیا۔

ہادی مسکرا دیا اور اسکے ہاتھ کو تھام کر اپنے لبوں سے لگایا۔ جس پر وہ سمٹ سی گئی۔

لبوں پر بکھری شرمگین مسکراہٹ، اسکے گالوں کے خوبصورت ڈمپل ہادی کی نظروں کو بے چین کر گئے۔ اس نے اپنے دل کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے انگلیوں سے اسکے گالوں پر موجود ڈمپلز کو چھوا جس پر وہ چھوئی موئی سی ہوگئی۔

ہادی اسے دیکھ کر دلکشی سے مسکرایا۔

ہمارا ماضی جو بھی رہا ہو، وہ ہمارا ماضی تھا رومیصہ اور ماضی کو میں دہرانا نہیں چاہتا۔ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ سے "
وعدہ کرو کہ تم آگے ہماری زندگی میں مجھ سے مخلص رہوگی اور مجھ سے کبھی کچھ نہیں چھپاؤ گی، پرامس کرو اپنے ہادی سے تم اسکا تاحیات ساتھ دوگی۔ ایک مخلص بیوی بن کر اور یہی وعدے میں تم سے کرتا ہوں۔" وہ اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر بولا۔ رومیصہ نے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

میں وعدہ کرتی ہوں اپنے ہادی سے کہ میں اسکی مخلص بیوی بن کر زندگی گزاروں گی۔ کبھی ان سے کچھ نہیں چھپاؤں گی۔"
ہمیشہ انکے سکھ دکھ کی ساتھی رہوں گی۔ انہیں اپنی طرف سے زندگی کی ہر خوشی دوں گی اور میں آپ سے وعدہ لینا چاہتی ہوں کہ آپکی زندگی میں صرف میں ہی رہوں گی اور چاہے میں بوڑھی ہو جاؤں آپ پھر بھی مجھے اسی طرح پیار کرتے رہیں "گے اور میرے لئے چاکلیٹس لاتے رہے ہیں گے۔ اگر کبھی بھول۔۔۔

کبھی نہیں بھولوں گا۔" ہادی نے اسکی بات اچک کر کہا جس پر رومیصہ نے مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔"

پیار کرتی ہو؟" اسکے بال سنوارتے ناک کی نوک کو انگلی سے چھو کر پوچھا۔ وہ سر جھکا کر شرماتی ہوئی سر اثبات میں ہلا گئی۔"

بہت۔"وہ ہاتھوں میں چہرا چھپا گئی۔"

ہادی نے مسکراتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی دراز سے چاکلیٹس کا پیکٹ نکالا اور اسکے آگے کیا۔

چاکلیٹس کی خوشبو پاتے ہی وہ ایک دم آنکھیں کھول کر دیکھنے لگی اور پھر اسکی شریر نظریں دیکھ کر کھکھلا اٹھی۔۔

لو"اس نے ایک چاکلیٹ اسکی طرف بڑھائی۔ جلدی جلدی پیکنگ کی قید سے آزاد کروا کر چاکلیٹ منہ میں ڈالی تھی کہ"

چاکلیٹ پر لٹکتا خوبصورت سا پینڈنٹ پا کر اس نے خوشی سے اسے دیکھا۔

آئی لو یو! آپکو معلوم ہے مجھے سرپرائزز بہت پسند ہیں۔"وہ خوشی سے پینڈنٹ نکال کر دیکھتی بولی۔ہادی نے پینڈنٹ اسکے"

ہاتھ سے لے کر اسکی گردن میں پہنایا۔

ہارٹ بیٹ! اب ہم تو تمہیں ہر انداز سے سرپرائز کرتے رہیں گے۔"اس نے جھک کر اسکی چاکلیٹ سے بائٹ لیا۔وہ منہ"

بنا کر اسکی گھورتی آنکھوں کو دیکھ کر کھکھلائی جس پر ہادی بھی مسکرایا۔

ہادی نے ایکدم ہے اسکے منہ کی طرف بڑھتی چاکلیٹ کو اسکے ہاتھ سے لے کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔رومیصہ تڑپ اٹھی۔

کیوں میں نے تو ابھی کھائی بھی نہیں ہادی۔"وہ معصوم صورت بنا کر وہ بولی۔"

میرے پاس ہے۔"ہادی نے اسکی کمر میں دونوں بازو ڈال کر اسے اپنے قریب کھینچا وہ کٹی ڈال کی مانند اسکے سینے سے"

ٹکرائی۔

کہاں ہے؟"اسے کندھوں کو پکڑتے اسکے ہاتھ خالی دیکھ کر رومیصہ نے ڈبڈبائی آنکھوں سے اسے دیکھا۔ہادی اسکی"

نظروں کا ارتکاز پیچھے میز پر پڑی چاکلیٹ کی طرف دیکھ کر اسکے خوبصورت نقوش کو دیکھتے اسکے لبوں کو دیکھنے لگا۔ڈیپ

ریڈ لپ اسٹک نے اس کے لبوں کے خوبصورت کٹاؤ کو اور بھی واضح کر دیا تھا۔

ہادی کا ہاتھ اسکے گھنے سیاہ بالوں میں سر کے پیچھے کی طرف آیا اور رومیصہ کے ہوش میں آنے سے پہلے ہی وہ اسکے لبوں کو

اپنی شدت بھری پکڑ میں لے چکا تھا۔

یہ پل، میں اور یہ چاکلیٹس سب تمہارے ہیں۔" دونوں ایک دوسرے کی سانسوں سے الجھتے، ہادی اسکے بکھرے وجود کو" بانہوں میں سمیٹے اسکے کان میں سرگوشی کرتا بیڈ پر لیٹ گیا اور ہاتھ بڑھا کر لائٹ آف کر دی۔

ہ۔۔۔ہادی!" وہ اندھیرے میں اسکے سینے میں منہ چھپائے اسکے دہکتے لمس کو اپنی گردن پر محسوس کرتی سمٹ سی گئی۔"

شش!" ہادی نے اپنی انگلی اسکے لرزتے بھیگے لبوں پر رکھی اور اسکا سر اپنے سینے پر رکھ لیا۔"

پیرس کی یہ حسین رات رفتہ رفتہ گہری ہوتی گئی

اور اسکے ساتھ ہی ہادی چوہان کی شدتیں اپنی ہارٹ بیٹ کیلئے بڑھتی گئیں۔

ہواؤں میں سکون کی لہر دوڑ گئی۔

فضا میں دونوں کی سانسیں بکھرنے کے ساتھ کہیں دور کسے نے وائلن کی دھن چھیڑی۔ جسے سن کر ان دونوں کے لبوں پر ایک آسودہ مسکراہٹ بکھر گئی۔

وہ اسکے کانوں میں سرگوشیاں کرتے اسے یہ یقین دلا رہا تھا کہ اب کوئی تلخ یا برا وقت نہیں آئے گا اس پر اور وہ ہمیشہ اسکی ٹھنڈی چھاؤں تلے رہے گی۔

♡ اسکی ہارٹ بیٹ بن کر۔

--------------------------------------*

"پانچ ماہ بعد"

ہیزل براؤن آنکھوں کے سحر میں وہ لبوں پر پراسرار مسکراہٹ سجاتا اپنی پیکنگ کر رہا تھا۔

میں نے کہا تھا میں آؤں گا انجلین اور میں آرہا ہوں ڈارلنگ۔" بھاری گھمبیر لہجے میں خود کلامی کرتے اس نے کندھے پر" بیگ رکھا اور کوارٹر کا ڈور لاک کرتا وہاں سے نکلا۔

بریگیڈیئر محمد یوسف سے میٹنگ کے بعد وہ اب اپنے دوسرے مشن پر جارہا تھا۔ جہاں کی معلومات حاصل کرتے اسے انفارمیشن ملی تھی۔ ایک نفرت میں سانس لیتے وجود کی اور اس نے محسوس کیا تھا زندگی اسے خود واپس وہاں لے جارہی ہے جہاں سے کہانی شروع ہوئی تھی۔

اسکی انجلین کے پاس۔

جسکی ہیزل براؤن آنکھیں سفید صفحات پر ان سیاہ آنکھوں کو یاد کرتی اپنی نفرت کی کہانی لکھتی تھیں۔

اور یہ پر اسرار سی کہانی کئی پر اسرار سے راز کھولنے والی تھی۔

*______________*______________*

آج اسکی رخصتی تھی اور اسے رخصت ہو کر بہزاد کے کمرے میں جانا تھا۔

رخصتی کی تقریب میں صرف اپنے ہی شامل تھے۔

کل ان دونوں کے نکاح کی اناؤنسمنٹ کرنی تھی جس کیلیئے ایک وسیع پیمانے پر ویسے کی تقریب منعقد کرنے کی تیاری کی تھی ظفر ملک نے۔

چاروں طرف بکھرے خوش رنگ ماحول اور کھنکدار قہقہوں میں وہ اسٹیج پر اس مغرور شخص کے ساتھ سرخ بھاری گھونگٹ میں سر جھکائے اسکی مضبوط انگلیوں میں اپنی نازک انگلیوں کو محسوس کرتی شرمائی سی چھوئی موئی سی بیٹھی تھی۔

وہ فتح یاب ہوا تھا۔ اس نے بغیر جھکے دولت کو فتح کیا تھا بلکہ اپنی اسٹر اکو بھی پھر سے فتح کر لیا تھا۔

بہیارے!" انور اپنی فیملی اور مولوی صاحب کی فیملی سمیت وہاں موجود تھا۔"

اس نے انہیں یہ بتایا تھا کہ یہ بہزاد ہے۔ باقی کسی سوال کا جواب نہیں دیا۔

آگیا میرے یارے!" وہ اپنی انگلیوں میں موجود اسکی روئی جیسی انگلیوں پر ہلکا سا دباؤ دیتے اٹھ کھڑا ہوا۔ باری باری سب" سے ملتا انور کو خود میں بھینچ گیا۔

مولوی صاحب اور انکی بیگم نے اسے اور اسکی بیوی کو دل سے دعائیں دیں خوشیوں کی۔ جس پر بہزاد اور ہانیہ نے دل سے آمین کہا۔

ہانیہ انور کا سوچتی مسکراہٹ لبوں میں کچل گئی۔

کتنی حسین یادیں تھی اسکی باڈی گارڈ کے ساتھ۔

باڈی گارڈ!" تانیہ آئی جی سرفراز کے ساتھ سیاہ میکسی میں وہاں موجود تھی اور اسے ہاتھ ہلاتی اپنی موجودگی کا احساس دلاتی" پاس آئی۔

چڑیل!" ہانیہ چونکتی ایکدم گھونگٹ الٹ کر اسے دیکھنے لگی۔"

جہاں اسکے گھونگٹ الٹنے پر مسز شمیم سٹپٹائی تھیں وہیں بہزاد اور تانیہ نے بات سمجھ کر قہقہہ لگایا۔ تانیہ کو شرارت سوجھی۔

اس نے جھک کر بہزاد کے کان میں کچھ کہا۔

ہانیہ تو اپنے باڈی گارڈ کے اتنے قریب اسے پاتی چیخ اٹھی۔

کیا کہا اس نے وائلڈ مین؟" بغیر آس پاس کی پرواہ کیے وہ بہرام بہزاد ملک کو کالر سے پکڑے چلا کر پوچھنے لگی۔"

میڈم!" اس نے سب پر سرسری سے نظر ڈال کر اپنی میڈم کی جانب رخ کیا جو آنکھوں میں انگارے لیے اسے دیکھ رہی" تھی۔

شٹ اپ!" اس کے کالر کو جھٹکا دیتے وہ جنونی ہو گئی۔"

تھنکو میڈم!" آنکھ مارتے اس نے اسکی کمر میں بازو ڈالا اور خود سے قریب کر لیا۔"

جہاں کھٹاک کھٹاک ان کی تصویریں بننا شروع ہو گئی تھیں وہیں فضا میں سب کے جاندار قہقہے گونج اٹھے تھے۔

ول یو مرڈر می؟" وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور پلاسٹک کی رنگ کو اسکے سامنے پیش کیا۔"

مسز شمیم ملک اور مسٹر ظفران دونوں کی حرکتوں پر ہنس کر ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

ہے نا اپنا بہرام؟" انہوں نے پوچھا۔"

مسز شمیم سر ہلاتی اپنی نم آنکھیں پونچھنے لگیں۔

ہانیہ نے جتانے والی نظروں سے تانیہ کو دیکھا اور مسکرا کر بہزاد کی طرف مڑی۔

یس آئی ول مرڈر یو۔" کھکھلاتے ہوئے اس نے ہاتھ آگے کیا۔ جسے تھام کر اپنے لبوں سے لگاتے وہ اسے سٹپٹانے پر مجبور" کر گیا اور اسکی انگلی میں پلاسٹک کی رنگ پہنائی۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس رنگ میں اب اوپر چھوٹی سی "اسٹرابیری" لگی ہوئی تھی۔

اس نے اٹھ کر اسکی نم آنکھیں دیکھتے اسکے ماتھے پر لب رکھے۔

تھوڑا رحم کر لیا کرو۔" اتنی ساری انسلٹ پر وہ شکوہ کرتا بولا۔ ہانیہ نے ابرو اچکا کر اسکی طرف دیکھا۔"

میں نے تمہاری منت نہیں کی تھی کہ حق مہر میں اپنی زندگی اور باڈی گارڈ لکھ دو، اب بھگتو۔" واپس چہرے پر گھونگٹ" کرتے وہ سب کو پھر سے قہقہہ لگانے پر مجبور کر گئی۔

جہانگیر جو بے خود کھڑا اسٹیج پر منہ بسورے کھڑی بلیک میکسی میں تانیہ کو دیکھ رہا تھا کندھے پر ہاتھ پڑنے پر مڑا۔

کہاں؟" جہان کو بیگ کندھے پر لٹکائے دیکھ کر وہ پریشان سا پوچھنے لگا۔"

دو ماہ پہلے ہی ان دونوں کے پروموشن ہوئی تھی۔

کیپٹن جہان میجر جہان بن گیا تھا اور انسپکٹر جہانگیر اب ایس پی جہانگیر تھا۔

کوئی انتظار کر رہا ہے۔" اس نے مسکرا کر کہا۔"

جہانگیر نے اسکی آنکھوں میں جنون کی انتہا دیکھی۔

پاگل ہو گیا ہے؟ وہ نفرت کی راہ بچھائے بیٹھی ہے؟" اس نے جیسے جتایا پر اسے کہاں فرق پڑنے والا تھا۔"

اپنا خیال رکھنا میں رابطے میں رہوں گا۔" وہ مسکرا کر کہتا اسکا کندھا تھپتھپا کر سامنے بہزاد کی طرف مسکرا کر دیکھتا آگے" بڑھ گیا۔

جہانگیر اسکی پشت کو دیکھتا رہ گیا۔ جب تک کہ وہ نظروں سے اوجھل نہ ہو گیا۔

رخصتی کا شور مچا جس پر سب مسکراتے ہوئے انکی دائمی خوشیوں کی دعائیں دینے لگے۔ مسز شمیم اور مسٹر ظفر آمین کہتے رہے۔

منہ دکھائی میں کیا ہے؟" ہانیہ نے سرگوشی میں پوچھا۔"

سیکرٹ ہے۔" بہزاد لبوں پر مسکراہٹ سجائے بولا۔"

باڈی گارڈ!" اس نے غصے سے جھڑکا۔"

یس میڈم!" وہ فل فارم میں آگیا۔"

شٹ اپ!" ہانیہ نے دانت کچکچاتے رات کو سارا حساب کتاب کرنے کا سوچا۔"

تھنکو میڈم!" وہ جانتا تھا اس وقت وہ جتنی خونخوار بن رہی تھی اسکے قریب جاتے ہی اسکی شدتوں پر سہم جاتی تھی۔"

وہ اسکی حالت غیر کرنے کی پوری تیاری کیے بیٹھا تھا۔ اب شرارتی نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔

جبکہ دوسری طرف کھڑی ہانیہ مسلسل خود پر جہانگیر کی براؤن نظروں کی تپش محسوس کرتی مٹھیاں بھینچ گئی۔ جس پر جہانگیر کے لبوں پر مخصوص مسکراہٹ اپنی چھب دکھلاتی غائب ہو گئی۔

اسکے قدم بہزاد کی طرف بڑھے جہاں خوشیاں اسکی منتظر تھیں۔

-------------------------------------*

میری تو ہنسی نہیں رک رہی ہادی۔" وہ کھلکھلاتی ہوئی بیڈ پر ہادی کے ساتھ بیٹھی جہانگیر کی بھیجی گئی ویڈیو ایل ای ڈی پر" دیکھتی اس انوکھی رخصتی پر ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

ہادی بھی ہانیہ کو بہرام بہزاد کا کالر پکڑے دیکھ کر مسلسل مسکرا رہا تھا۔

کتنے مزاے کا ہے نا۔" رومیصہ نے ویڈیو دیکھتے ہادی کے کندھے پر سر رکھا۔"

ہمم" ہادی نے اسکے سر پر بوسہ دیتے سر ہلایا۔"

آپ نے ہانیہ سے معافی نہیں مانگی؟" وہ اسکی شرٹ کے بٹن پر انگلی پھیرتی پوچھنے لگی پر اصل مقصد اسے یاد دلانا تھا۔ہادی" نے نفی میں سر ہلایا۔

کب ملیں گے؟" نم آنکھوں سے وہ اپنے ماں باپ کے گھر اور بہرام ملک کے خیال کو یاد کرتی بولی۔"

جلد ہی ملیں گے۔" ہادی کو ماننا پڑ رہا تھا ملک سے دور رہنا بہت مشکل ہے۔"

جہان جہانگیر دونوں بھائی اپنی معصوم بہن کا بدلہ لیے اپنے فرض کے سفر پر نکل چکے تھے۔

ہادی دیار غیر میں بیٹھا فیصلہ کر رہا تھا کہ وہ جلد از جلد پاکستان واپس لوٹے گا کیونکہ جتنا سکون اپنے ملک میں تھا اتنا پردیس میں جہاں اس نے رومیصہ سے وعدہ کیا تھا وہ جلد ہی لوٹیں گے۔۔۔ کیونکہ اسکی پیاری سی بیوی اسکے جاب پر جانے کے بعد اکیلی اور اداس رہنے لگی تھی۔

اور یہ سب کہاں دیکھ سکتا تھا ہادی اس لئے ہی اس نے یہ فیصلہ لیا تھا کہ اسکی بیوی کی خوشی میں اسکی خوشی ہو گی۔۔۔

آخر کیوں ہر بار عورت ہی قربانی دے؟

پہلے مرد ان سے چھوٹی چھوٹی باتوں پر قربانیاں لیتے ہیں اور پھر اچانک بڑے حادثات ہو جاتے ہیں جن میں بھی قربانی عورت کو دینی پڑتی ہے پر وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا اسکی بیوی کی خوشی پاکستان میں رہنے کی تھی تو وہ ضرور جائے گا پاکستان اور وہیں اپنے آنے والے بچوں کی پرورش کرے گا وہ بھی بہتر سے بہترین۔

دوسری طرف تانیہ جہانگیر کی بے باک نظروں کا سوچتی تلملائی ہوئی تھی۔

ہونہہ! سمجھتا کیا تھا بندر خود کو ایکسرے کر رہا تھا جیسے۔" وہ بڑبڑاتی گرنے کے انداز میں بیڈ پر بیٹھی۔"

پر آنکھوں کے سامنے وہی گھوم رہا جس کی جذبوں سے چور آنکھیں اسے بے چین کر گئی۔

اللہ اللہ! یہ کیا مصیبت ہے۔" اپنی آنکھیں مسلتی وہ کھسک کر تکیے میں منہ دیکر لیٹ گئی۔"

پر چین کہاں تھا۔۔۔ وہ کسمسائی اور دائیں بائیں کروٹیں لیتی اپنا دھیان اس سے ہٹانے کی کوشش کرنے لگی تھی پر یہ ناممکنات میں سے لگ رہا تھا۔۔
دفعتاً اسے فنکشن میں لی گئی سیلفیاں یاد آئیں۔۔

اوہ شکر!" اسنے فوراً موبائل اٹھایا اور اب بہرام کے ساتھ لی گئی مختلف فنی پوز میں سیلفیاں دیکھتی کھکھلا رہی تھی جن میں" پیچھے جلی ہوئی ہنی کی شکل دیکھ کر اسے اور مزا آرہا تھا۔
اسے ماننا پڑ رہا تھا کہ وہ کافی پوزیسو تھی اپنے بیری کے معاملے میں۔۔۔

دفعتاً ایک سیلفی کو دیکھتی وہ ٹھٹھکی۔۔
یا اللہ یہ میرے اتنے قریب بھی آچکا تھا اور مجھے احساس ہی نہیں ہوا۔" وہ سیلفی میں جہانگیر کو بالکل اپنے پیچھے کھڑا" دیکھتی ہکا بکا کچھ سوچ ہی نہیں پا رہی تھی

جبکہ وہ بڑے حق سے مسکراتا اسکے چہرے کو دیکھ رہا تھا اور اس بیوقوف نے دھیان ہی نہیں دیا اتنا مگن ہو کر سیلفی نکال رہی تھی۔۔۔

اڈیٹ نہیں جانتا کیا کہ میں آئی جی کی بیٹی ہوں بیوقوف کہیں کا مجھ پر لائن مار رہا ہے۔" وہ تلملا کر بڑبڑائی اور لب بھینچ کر" موبائل بیڈ پر پٹخ دیا۔

مجھے سو جانا چاہیے میری طبیعت خراب ہو رہی ہے آئی تھنک۔" وہ بڑبڑا کر لیٹی اور کچھ دیر کروٹیں لیتی آہستہ سے نظریں" روم میں گھمانے کے بعد دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر موبائل پھر سے اٹھایا اور آن کرتے وہی سیلفی دیکھ کر کھلکھلا اٹھی۔

میں ڈر کس سے رہی ہوں۔" وہ اپنے چوروں کی طرح موبائل اٹھا کر دیکھنے پر قہقہہ لگا اٹھی۔"

ابھی ہنستی اسے دیکھ ہی رہی تھی کہ ان جانے نمبر سے میسج آیا۔۔

اس نے اوپن کر کے دیکھا تو وہاں لکھا پڑھ کر ساکت رہ گئی۔۔۔

کیسی لگی پھر ہماری جوڑی؟"

مثبت جواب دیں تاکہ یہ آپکا پہلی نظر کا عاشق آپکے دربار پر حاضری دے۔

فقط آپکا ہونے والا باڈی گارڈ۔۔۔

ایس پی جہانگیر۔" تانیہ نے گھبرا کر آس پاس دیکھا

پر اس ہال نما روم میں اسکے علاوہ کوئی نہیں تھا۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا البتہ بے ترتیب دھڑکنوں کو سنبھالتی موبائل آف کیے چھپا گئی

اف اللہ تو کیا اسنے میری باڈی گارڈ والی باتیں سنی تھی جو میں نے ڈیڈ سے کہیں تھی اسے بھی باڈی گارڈ چاہیے!'' نم" ہتھیلیوں کو آپس میں رگڑتی ہوئی سوچنے لگی۔۔۔

اور پھر اپنی حالت پر نظریں ڈالتی ہنس پڑی۔۔۔۔

میں بہت خطرناک ہوں مسٹر باڈی گارڈ سنبھل کر آنا۔" اسنے بڑبڑا کر منہ پر تکیہ رکھ لیا۔"

کچھ ہی دیر میں اسکی کھکھلاہٹ روم کی فضا میں گونج اٹھی۔۔۔۔

*۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کچھ ماہ بعد۔

کوٹ ہاتھ میں تھامے وہ بالکل خالی جیبیں لیے روم میں داخل ہوا۔
رومیصہ تو نہیں تھی پر تانیہ اسکی ساری جیبیں خالی کر گئی تھی۔
وہ دروازہ لاک کرتا روم میں داخل ہوا اور نظریں سیدھا پھولوں سے سجے بیڈ پر گئی جہاں وہ دشمن جاں گھونگھٹ ڈالے بیٹھی تھی۔۔

بہزاد کو جھٹکا لگا کہ وہ ایسے اتنے آرام سے کیسے اسکے لئے بیٹھ سکتی ہے اس نے تو بہت کچھ کی توقع کر لی تھی۔
پر یہ ایک خوشگوار تبدیلی بھی تھی فسوں خیز سرخ پھولوں اور موم بتوں سے سجے روم میں اسکا یوں بیڈ پر گھونگھٹ کیے بیٹھنا اسکے دل کو خوش کر گیا۔

آر یو اوکے اسٹرا؟" کاؤچ پر کوٹ پھینکتے ہوئے وہ گلے سے ٹائی نکالتا اسکے پاس آکر بیٹھا۔"

پر دوسرا جھٹکا تو یہ لگا جب وہ خود میں سمٹ گئی۔

ہنی یار تم ٹھیک ہو؟" اپنے شوز اتار تا وہ اسے دیکھ بھی رہا تھا شاکڈ"

بے بی واٹ ہیپن؟" وہ کافی حیران ہوتا سیدھا ہو کر اسکے سامنے بیٹھا۔"

پر وہ ٹس سے مس بھی نہیں ہوئی ویسی ہی سکڑی سمیٹی گھونگھٹ کیے سر جھکائے بیٹھی تھی۔

بہزاد کو تشویش ہونے لگی اسنے گلا کھنکارا اور ہاتھ بڑھا کر گھونگھٹ اٹھانا چاہا۔۔۔

میری منہ دیکھائی؟" مدھم آواز میں اسنے اپنی مہندی سے رنگی سرخ ہتھیلی سامنے پھیلائی اور کچھ پیچھے کھسک گئی۔"

اس نے حیرت سے دیکھا۔۔۔ اور سر ہلایا۔

سائیڈ دراز سے اسٹرابیری کا پیکٹ نکال کر اسنے اس شرمیلی دلہن کی ہتھیلی میں رکھا جو سچ میں شرما رہی تھی یا دورے پڑے تھے بچی پر۔۔۔

وہ آہستہ سے اندر لے گئی گھونگھٹ میں بہزاد حیران سا دیکھنے لگا۔

آہم۔۔۔!" اسنے متوجہ کرتے ہاتھ اٹھا کر گھونگھٹ اٹھانا چاہا کہ وہ پھر پیچھے کھسک گئی۔"

آئی تھنک منہ دیکھائی دینے کے بعد گھونگھٹ اٹھانے کی اجازت مل جاتی ہے میڈم!" وہ جھنجھلا کر بولا"

ہانیہ نے مسکراتے نظریں اٹھائیں۔۔۔
چپ کر جائیں جی! پلیز مت بھولیں کہ آپ اپنی زندگی میرے حق مہر میں لکھوا چکے ہیں زیادہ پھڑ پھڑانے کی ضرورت" نہیں ہے جی!" وہ شرمیلے انداز میں کہتی بہزاد کو جھٹکا دے گئی۔

کیا تمہیں یاد تھا اس حالت میں بھی؟" وہ حیران ہوتا بولا"
اسے یاد تھا جب اسنے نکاح کیا تھا تب اسے خود کا ہوش نہیں تھا کہ وہ کہاں ہے کہاں بیٹھی ہے پھر کیسے یاد کر لیا اس حساس وقت میں وہ بھی اتنی خطرناک بات۔۔۔

جی نہیں!" وہ نفی کرتی اندر ہی اندر اسٹرابیری کھاتی بولی"
تو پھر کس نے بتایا؟" اسنے الجھ کر پوچھا۔"

جی وہ عبی نے۔۔۔! انہوں نے جاتے ہوئے مجھے میسج کیا تھا کہ آپ اپنی زندگی میرے نام کر چکے ہیں جسکا ثبوت انہوں نے" ویڈیو ریکارڈنگ کے تھرو دیا ہے۔۔۔
اور یہ بھی کہا ہے کہ اب میں جیسے چاہے آپکو توڑوں موڑوں ٹکڑے کروں اپنے ڈاگز کو کھلائوں کوئی کچھ نہیں کہے گا کیونکہ میرے پاس آپکی زندگی کا ثبوت ہے کہ وہ میری ہے۔" اسکی باتیں نہیں خطرناک خوفناک ارادے سنتے بہزاد اپنا کانپتا دل تھام گیا۔۔۔

جہان میں تمہارا خون کر دوں گا!" اسنے دانت کچکچائے۔۔۔"

پھوپھا کٹنا تمہیں تو میں چھوڑوں گا نہیں۔۔۔" طیش میں سوچتے اسے سمجھ نہیں آرہا تھا اب کیا کرے۔۔۔"

یہ عبی تو وہی تھا نا جو کل تک اسے اپنی بے بی تک پہنچانے میں ساری مدد دیتا تھا کیمرہ ہیک تک کا کام خود انجام دیتا ٹائم سیٹ کرنا اسے روم تک پہنچانا سب اسنے کیا تھا کیونکہ وہ چاہتا تھا دونوں مل جائیں پر یہ جاتے ہوئے کون سی دشمنی نکال کر گیا تھا۔

ہاتھ تو لگ جا میرے بچے پھر تجھے بتائوں گا یہ تھری ان ون کیا چیز ہے۔" وہ عہد باندھنے لگا۔"

میں نے تمہیں کہا تھا مت کر شادی، بربادی ہے یہ اب بھگت۔" دماغ نے ٹھوکر ماری وہ بلبلا اٹھا۔"

تم اسکی مت سنو تم نے بہت اچھا کیا ہے اسے حاصل کر کے وہ تمہاری ہی تھی اور نکاح ایک خوبصورت بندھن ہے جو تم" نے باندھا ہے، یہ تو محبت کی شرارتیں ہیں۔" دل نے سمجھایا بہزاد کے لبوں پر مسکراہٹ چھا گئی۔

بکواس کرتا ہے! تمہیں الو بنا رہا ہے پھنسا رہا ہے، میں بتا رہا ہوں تمہیں بہت پچھتانے والے ہو اسلئے ابھی سے کچھ روعب" شوعب رکھو۔" بہزاد نے اوپر کی طرف دیکھا

بکواس تم کر رہے ہو اسے غلط راستے پر دھکیل رہے ہو باز آجائو ہمارے معاملے میں مت بولو۔" دل بھڑک کر کلہاڑی" لیے میدان میں اتر آیا جبکہ بہزاد ششدر تھا خود پر۔۔۔

شاید ہی وہ دنیا کا پہلا بندہ تھا جو اپنے دماغ دل کی جنگ سنتا تھا جس میں تکلیف دونوں طرف سے اسے ہی ہوتی تھی۔۔۔

اور وہ دونوں بھرپور طریقے سے لڑ کر آخر میں ہمیں کیا کہتے نکل جاتے تھے۔

ہانیہ نے مکمل خاموشی دیکھتے ذراسا گھونگھٹ اٹھا کر اسے دیکھا تو جھٹکے سے سیدھی ہوئی۔

اس پر پھر سے دورے پڑے تھے۔۔

تم ٹھیک ہو وائلڈ مین؟" وہ اس حساس وقت خوبصورت رات میں اسے ایسے دورے پڑتے دیکھ کر بھڑک ہی تو گئی" تھی۔۔

وائلڈ مین!" اسنے اگے بڑھتے اسکے بازو کو پکڑ کر ہلایا پر اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔"

یہ تمہارا نہیں میرا ابھی معاملہ ہے اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی مجھے بکواس کہنے کی؟" وہ اب چیختا اسکے سر میں درد کر رہا تھا" جبکہ دل چاہا رہا تھا سر پھاڑ دے۔

نہیں۔۔۔۔!!" اچانک حلق نیچے آواز میں دھاڑا کہ ہانیہ اچھل کر پیچھے ہوئی"

وائلڈ مین لفنگے لوفر کون سے دورے پڑ رہے ہیں۔۔"
مجھے نہیں رہنا اس پاگل سے دفع ہو جائو نکلو یہاں سے۔" وہ چلائی
وہ بلند قہقہہ لگا اٹھا۔ ہانیہ نے چونک اسے قہقہہ لگاتے دیکھا

یا اللہ میں کہاں پھنس گئی یہ تو کوئی پاگل ہی لگ رہا ہے میرا بیری گارڈ کہاں گیا۔۔۔" وہ رونے جیسی ہو گئی"

آگئی ہوش میں ؟ اتر گیا بخار جی جی کا؟" اس نے محبت سے پوچھا"

دفع ہو جاؤ نکلو ابھی پتا نہیں کہاں سے بیوقوف ہو گئے ہو۔" وہ غصے بولی جبکہ بہزاد کا ہنس کر برا حال ہو رہا تھا۔"

دفعتاً جلتی کڑھتی ہانیہ کو دیکھتے وہ خاموش ہوا۔

سر سے اترا بھاری دوپٹہ زیورات سے سجی وہ کوئی حور لگ رہی تھی۔

اسکے سرخ ڈیپ رنگ میں سجے پنکھڑیوں سے لب اسکی تشنگی کو بڑھا گئے مزید تو ستم ناک میں پہنی نتھ کا موتی جو شرارتیں کرتا اسکے لبوں کو چھو کر اسکی پیاس کو مزید گہرا کر گیا۔

ٹھوڑی پر موجود وہ سیاہ تل آج بھی اپنی آب و تاب سے چمکتے اسے چھو کر گستاخیوں پر اکسا رہے تھے۔

اسکی چھوٹی سی پھولتی ناک کی نتھنیں بہرام بہزاد کی لبوں پر مسکراہٹ کا سبب بنی۔

تو دوسری طرح اسے یوں خاموشی سے اپنا جائزہ لیتے دیکھ کر وہ گھبرائی سی انگلیاں آپس میں جوڑ موڑ کرتی لب دانتوں میں دبا کر نظریں جھکائے آنے والے لمحات کا سوچتی بوکھلا ہوئی تھی۔

اسکے وجود پر اسکی گہری تپش دیتی نظروں سے کپکپاہٹ سی ہونے لگی تھی۔

اسٹرا۔۔۔!" جذبات سے چور لہجے میں اسنے پکارا اور اسکا ہاتھ تھامنا چاہا کہ وہ سہم کر دور ہوتی سکڑ گئی خود میں۔۔۔"

یں۔۔۔یہ آپکا ملک۔۔۔!" بوکھلا کر کچھ نا سمجھتے اسنے سائیڈ ٹیبل سے دودھ کا گلاس اٹھا کر سامنے کر دیا۔"

اسے دیکھتے بہزاد پہلے چونکا پھر بمشکل قہقہہ دباتے تھام لیا۔

مجھ لگتا ہے اسکی ضرورت تمہیں ہے کافی۔" کہنے کے ساتھ ہی ایکدم آگے بڑھتے اسکے سرخ لبوں سے گلاس لگا دیا کہ وہ" پھیلی آنکھوں سے دیکھتی پھڑ پھڑا بھی نا پائی۔۔۔۔

ابھی کچھ دیر پہلے ہی مسز شمیم اسے سب کے ساتھ لاکر یہاں بیٹھائے کچھ نصیحتیں تو کچھ ہدایات کر گئیں تھی ان میں یہ دودھ والا گلاس بھی تو انکے بیٹے کو پینا تھا پر یہاں تو کیس ہی الٹ گیا۔

بہزاد کی جگہ خود دودھ کا گلاس پیے اب اسے دیکھ رہی تھی حیرت سے۔۔۔

اب تم بیری؟" اسنے منہ صاف کرنا چاہا کہ اسنے ہاتھ تھام کر روک دیا اور اسکے نتھ کے موتی کو دیکھا جس پر دودھ کی بوند" ٹکی تھی۔

میں بھی پی لیتا ہوں۔۔۔" معنی خیزی سے کہتے اسنے اسکی ٹھوڑی سے پکڑ کر چہرا اونچا کیا اور آہستہ سے اپنے دہکتے لب اس" موتی پر ٹکا دیئے کہ اس افتاد پر ہانیہ نے مچل کر اسکے چوڑے شولڈرز کو تھاما۔۔

اور بہزاد کے ہاتھ کی مضبوط انگلیاں گھومتی اسکی گردن میں آئیں اور آہستہ سے بھاری ہار کے ہیک کو کھولنے لگی۔۔۔

وہ اسکے لمس پر سانس روکے اسکی پیشانی سے پیشانی ٹکرائے بیٹھی تھی جبکہ بہزاد مسکراتا اب اسکے سارے زیور اسکے وجود سے الگ کر رہا تھا۔

بہت خوبصورت ہو اسٹرا۔" وہ بھاری سرگوشی میں بولتا اسکے ناک سے ناک رگڑنے لگا اور اسنے اپنی بانہوں کا ہار اسکی" گردن میں ڈال دیا،، بہزاد نے بہت نرمی سے اسکے بالوں کو پشت پر پھیلا دیا۔

اسٹر ا!" اسکی کمر میں تنگ حصار ڈالتے اسے کھینچ کر قریب کیا اور اپنے سینے سے لگاتے ہوئے سر گوشی میں پکارا کہ وہ" مونديں آنکھوں سے شرم سے ادھ موئی ہوتی صرف "ہوں" ہی کرتی رہ گئی۔

پیار کرتی ہو اپنے باڈی گارڈ سے ؟" وہ اسکے رخسار پر ناک پھیر تا اسکی خوشبو کو گہرائی سے سانسوں میں اتار تا ہوا مدہوشی" کے عالم میں خمار آلودہ لہجے میں پوچھنے لگا

ہانیہ جھینپ کر سمٹ گئی اسکے سینے میں۔

بیری سے کرتی ہوں ناں۔" وہ مدھم شرمائی آواز میں منمناتی یکسر مختلف تھی اپنے روپ سے۔"

یا اپنی محبت کو پا کر وہ واقعی ہی بدل گئی تھی ساری تلخیاں بہہ گئی تھیں اسکی محبت میں۔

بہزاد نے اسکی خاموشی پر آنکھیں کھول کر دیکھا تو وہ آنکھیں میچے اسکے حصار میں اسکے رحم کرم پر تھی۔

وہ مسکراتا ہوا اسکے مچھلی کی طرح کھلتے بند ہوتے لبوں پر اپنے لب رکھ گیا، ایک ہاتھ اسکی کمر میں تو دوسرا اسکی گردن میں ڈالتے وہ اسکے چہرے پر جھکا خود کو سیر اب کر رہا تھا۔

وہ نڈھال سی اسکی شدتوں پر اسکے بالوں میں انگلیاں پھنسا گئی، جبکہ بہزاد اب اسکے نقوش کو پاگلوں کی چھو کر محسوس کر رہا تھا جیسے صدیوں کا پیاسا ہو۔۔۔

اسکی شدتوں کے سامنے وہ بے بس سی ہو گئی تھی۔

دفعتاً وہ مچل کر گہرے سانس بھرتی اس سے دور ہوئی اور اسکی طرف پیٹھ کیے بیٹھ گئی۔

بہزاد مسکرایااور اسکی کمر میں بازو ڈالکر اسے قریب کرتے اسکی پیٹھ سے بال ہٹائے آگے ایک سائیڈ کرتا اسکی سفید بے داغ گردن پر لب رکھتا اسے ساکت کر گیا۔۔

ہنی۔۔۔!" اسکے بالوں میں گہرا سانس بھر کر پکارا پر وہ کوئی جواب نہیں دے پائی۔۔۔"

بیری پلیز۔۔۔" اسے حد سے بڑھتے دیکھ کر رونی آواز میں کہتی مچل کر بیڈ سے اتری کہ اسکے گود میں پڑے سارے" زیور پھولوں پر بکھر گئے اور وہ کھلے بکھرے بال بغیر دوپٹے کے مدہوش کرتے سراپے کے ساتھ اسکے سامنے کھڑی تھی۔۔۔

کیا ہوا؟" اسنے پریشان ہو کر اسکی رونی صورت دیکھی اور محبت سے پوچھا جس پر وہ مسکرا دی۔۔"

نوافل ادا کرلیں شکرانے کے بیری؟"
دیکھو ہم کیسے بچھڑے اور کیسے ملیں ہیں۔" انگلیاں پٹخاتی ہوئی وہ بولی بہزاد آسودگی سے مسکرایا

میں پہلے ہی ادا کر چکا ہوں جانم پر اگر تم چاہتی ہو تو تمہارے ساتھ بھی ضرور ادا کروں گا کیونکہ اسکے جتنے شکر ادا کیے" جائیں کم ہیں۔" وہ مسکراتا بیڈ سے اٹھا ہانیہ بدک کر پیچھے کوئی ار بھاگ کر باتھ روم کی طرف بڑھی یہ دیکھتے بہزاد قہقہہ لگا اٹھا۔

ابھی صرف ٹیلر دیکھتے یہ حال ہے آگے کیا ہو گا سوئیٹ ہارٹ مجھے ڈر ہے تمہیں کچھ ہوئی نا جائے۔" وہ دوپٹہ اسے پکڑاتا اسکی چھوٹی سی ناک کو چھو کر بولا وہ کیا کہتی نظریں جھکا کر باتھ روم میں بند ہو گئی۔۔۔

کچھ ہی دیر میں دونوں وضو کیے جائے نماز پر کھڑے ہو کر شکرانے کے نوافل کی نیت باندھے ساتھ اپنے رب سے ہم کلام تھے۔

یہ ایک انتہائی خوبصورت منظر تھا جسکا ہانیہ خان اور بہزاد خان کو ہمیشہ سے انتظار تھا اور آج وہ اپنی منزل تک پہنچے تھے۔۔
آج اپنے رب کے شکریہ ادا کرتے اپنی زندگی کی ایک حسین شروعات کرنے جارہے تھے جسکی ایک پرنور صبح ہو گئی۔۔

انہیں امید اپنے رب پر یقین تھا انکا آگے کا سفر خوشحال گذرے گا اب کوئی تلخیاں راستے میں نہیں آئیں گی۔
بہزاد سے بیری، بیری سے بہرام، بہرام سے بہزاد، بہزاد سے باڈی گارڈ کا سفر ایک بہت ہی دلچسپ اور خوبصورت تھا اسنے اپنے ماں باپ کے قاتلوں کو انکے انجام تک پہنچایا تھا اپنی اسٹرا کو واپس پا لیا تھا۔

ظفر صاحب اور مسز شمیم اپنے بچوں کی خوشیوں کیلیئے دعا کرتے تہجد پڑھ رہے تھے، اپنی بہو اور بیٹے کے ساتھ اپنی خوشحال زندگی گذار رہے تھے۔۔
تو دوسری طرف میجر جہان اپنے مشن کی تیاریوں میں تھا۔۔۔
اور اسے یقین تھا وہ نفرت کو ہرا کر اپنی محبت سے ضرور انجیلن کو پالے گا۔
جہانگیر ٹرائی کر رہا تھا کہ اب خود باڈی گارڈ بن کر اپنی تانیہ کے پاس جائے اور اسکے خواب کو پورا کرے پر اسے یہ بھی اندازہ تھا کہ بڑا خوار ہونا ہے اب اسنے۔۔۔

منہ دیکھائی گفٹ کیسا لگا؟" اسے اسٹرابیری کھاتے دیکھ کر وہ پاس آکر بیٹھا اور ہاتھ پکڑ کر پوچھا۔۔۔"
میں وہ انوکھی بیوی ہوں جسکے شوہر نے اسے منہ دیکھائی میں اسٹرابیری کا ڈبہ گفٹ کیا ہے ہاہاہا۔" وہ۔ کھکھلاتی ہوئی بولی"
بہزاد مسکرا دیا۔

سارا دن تو تم اسٹرابیری کھاتی رہتی ہو تو میں اور کیا کرتا؟" وہ اسکی لٹ کو انگلی پر لپیٹ کر اپنی طرف کھینچتے بولا۔"

کھائیں!" ہانیہ نے فوراً اسٹرابیری سامنے کی بہزاد نے تھام لی اور اپنے دانتوں کے بیچ رکھ کر اسے کھانے کا اشارہ دیا کہ ہنی"
کی سانسیں خشک پڑ گئی

وہ کبھی اسکی منتظر آنکھوں میں دیکھتی تو کبھی لبوں کے بیچ رکھی اسٹرابیری کو۔۔۔

بہزاد نے گھورتے ہوئے اسکی گود سے دوسری اٹھا کر سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیں اور خود اسکے قریب ہوا کہ وہ جان بچانے کی
چھوٹی سی کوشش کرتی بیڈ پر گر گئی۔

پر اسکے برعکس یہ تو بہزاد کیلیئے بہت آسانی ہوئی تھی وہ مسکراتی آنکھوں سے اسکے سرخ انار ہوتے چہرے کو دیکھتا اس پر
جھک گیا۔

مدھم سی سانسیں چھوڑی ہانیہ بیڈ شیٹ کو مٹھیوں میں جکڑ کر آنکھیں موندیں آہستہ سے منہ کھول دیا۔۔

بہزاد مسکراتا اسکے دہکتی رخسار سے گھماتا ہوا اسکے لبوں میں رکھ چکا تھا اور آہستہ سے اسکی مٹھیاں کھول کر اس میں اپنی مضبوط انگلیاں پھنسا کر اسکے اپنے ہونے کا احساس دلانے لگا۔۔۔

اور یہ احساس بہت ہی خوبصورت تھا کہ وہ خود سپردگی کے عالم میں حسین خواب پلکوں کی نوک پر سجائے اسکی سنگت میں ہم قدم ہو گئی۔۔۔

ایکدم زندگی اسکے حسین لگنے لگی تھی۔۔۔
اور اس حسین منظر کو دیکھتا چاند شرما کر بادلوں کے اوٹ میں ہو گیا۔۔۔

"آئی لو یو استرا۔"
تانیہ تم سے کیا کہہ رہی تھی وائلڈ مین" وہ بے ربط سانسوں کے درمیان کہتی اسکے قہقہہ لگانے کی ہمیشہ سے وجہ بنی تھی۔"

ہاہاہا نہیں بتا سکتا پرسنل ہے بہت!" اسے بازوئوں میں جکڑ کر وہ بولا اور ہنی مسکراہٹ چھپا کر اسکے بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ گئی۔

اگر نہیں بتائوں گے تو تمہاری خیر نہیں۔" وہ بھڑکی"
اس وقت تم اپنی خیر منائوں میری استرا مما کو پچیس بچے چاہیے۔" وہ کہتا اسکی حیرت کی زیادتی سے چیخ خود میں سمیٹ" گیا۔

****
The End

!ڈیئر قارئین

باڈی گارڈ۔۔۔اس نام سے کوئی ناواقف نہیں ہو گا نا ہی اس دور میں کوئی اس سے انجان ہو گا کہ باڈی گارڈ کون۔۔

آجکل تو ہر دوسرے امیر آدمی کے آگے پیچھے باڈی گارڈ موجود ہیں کیوں؟

ان کی جان بچانے کیلیئے ان پر آئی مصیبت خود جھیلنے کیلیئے انہیں سیف رکھ کر خود کو ہارنے کیلیئے۔

وہ ایک سچا محافظ ہے جس سے سب لوگ واقف ہیں پر اسکی اوقات قدر کسی کو نہیں، یہ ایک فنی کردار ہے ناول میں ایک محافظ ہے پر اصل میں یہ ایک کڑوی حقیقت ہے جو ہم سمجھ نہیں پاتے کہ جہاں سب کی عزت نفس ہوتی ہے وہیں ان محافظوں کی بھی ہوتی ہے جو اپنے دشمنوں کے سامنے سینہ تان کر چلتے ہیں اور آپکو اپنے حفاظت کے دائرے میں چھپا دیتے ہیں کی آپ پر آنے والی کوئی بھی مصیبت خطرہ پہلے انکا سینہ چیر لے۔۔

یا آپ پر بری نظر رکھنے والے کی وہ آنکھیں نوچ کر اسکے سینے میں گولیاں اتار دیتا ہے۔

سدا افسوس کہ جس طرح ہمارے ملک میں ہمارے محافظ، پولیس والوں کی قدر نہیں، ان سب کو برابر کر کے ہم انہیں ایک ہی نظر سے دیکھتے انہیں اپنے چبھتے ہوئے الفاظ کا نشانہ بناتے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں انہیں کچھ نہیں سمجھتے یہ صرف ان پولیس والوں کی کمزور نہیں کر رہے انہیں بے حس نہیں کر رہے بلکہ اپنے ملک کے دشمنوں کی پلاننگ آسان کر رہے ہیں، ہم اپنے محافظوں کو اپنے برے الفاظ کا نشانہ بناتے انہیں خود سے بد ظن کر رہے ہیں۔۔۔

اس سے ہمیں صرف چند پلوں کی خوشی ملتی ہے پر ان پولیس والے کے دل میں جو ہمارے خلاف بد گمانی بڑھتی ہے کہ عوام بہت بری ہے وہ بے حس ہے تو اب ہم بھی ایسے بن کر دیکھائیں گے، یہ بہت غلط ہے ہم اپنے محافظ کو خود سے بد ظن کر رہے ہیں، ہم اپنے ہی ملک کے دشمنوں کا ساتھ دے رہے ہیں تا کہ کل کلاں وہ ہمارے اس پیارے سے ملک پر اپنی غلیظ

نظریں گاڑے بیٹھے ہیں حیوانوں کی طرح ٹوٹ پڑے اور تب ہمیں بچانے والا کوئی نا ہو کیونکہ ہمنے اپنوں محافظ کو خود ہی بے حس بنادیا تھا اب رونا کیسا۔

اسی طرح باڈی گارڈ بھی ایک محافظ ہوتا ہے آپکا، میں ان سب سے ہاتھ جوڑ کر ریکویسٹ کروں گی کہ ہماری طرح ان گارڈز کی بھی سیلف ریسپیکٹ ہوتی انکی بھی فیملی ہوتی، انکی مجبوریاں تکلیفیں پریشانیاں ہوتی ہیں انکے لئے سہولتیں پیدا کریں نا کہ انکی عزت نفس کو کچل کرر کھ دیں، انہیں اپنی برتری سے نیچا دیکھائیں انکی پریشانیوں سے فائدہ اٹھائیں، نہیں بلکہ ہمیں چاہیے کہ ان سے اچھا برتاؤ کریں، جس طرح وہ آپکا خیال رکھتے ہیں ویسے ہی ہمیں ان پر بھی کبھی نظر ثانی کرنی چاہیے تاکہ کل کوئی محافظ سے دشمن نا بن بیٹھے۔

میں بس یہی کہنا چاہتی ہوں امید ہے آپ سمجھ گئے ہوں گے محافظ چاہے کوئی بھی ہو محافظ ہوتا ہے، جس طرح وہ اپنی ، نیندیں چین سکون ختم کیے ہماری حفاظت کرتے ہیں مزید کچھ نہیں تو تھوڑا بہت ہمیں انہیں بھی عزت سے پیش آنا چاہیے کبھی ناپسندگی کی نگاہ چھوڑ کر پسند کی نگاہ سے بھی دیکھا جائے تاکہ انکے دل میں وہ جو جذبہ ہے "مرمٹے گے پر سر د ہوا کو تمھیں چھونے نہیں دیں گے میرے وطن" وہ ہمیشہ زندہ اور تازہ رہے اس پر ہمارے رویوں کی دھول نا پڑ جائے۔۔

میرا باڈی گارڈ ناول پڑھ کر آپکو کیسا لگا بتائیے گا ضرور اپنی قیمتی رائے دیجئیے گا اچھی بری میری آنکھوں پر ہو گی۔
اب بات کرتے ہیں ناول کے بابت تو کہیں سے آپکو لگے گا کہ ناول کچھ ادھوراسا ہے، مکمل نہیں یا کچھ بھی جو تجسس رکھے ، جاری رہنے کی تو میری کوشش ہمیشہ یہی رہتی کہ میرا ناول اینڈ نا ہو، ہر کہانی کے بعد ایک نئی کہانی جنم لے
کیونکہ کہانی کا کبھی اختتام نہیں ہوتا ہر کہانی کے بعد دوسری کہانی جنم لیتی ہے، میری ہر کہانی میں آپکو ایک نئی کہانی پرواز کرتی دکھے گی، مجھے اچھا نہیں لگتا کہانی کو اینڈ کر دینا۔۔

میں ہر کہانی کے بعد ایک کہانی بناتی ہوں ایک سوچ بناتی ہوں جو آپکے دماغ میں آئے گی اسکے بعد یہ ہو گا پھر یہ ہو گا۔۔۔

ایک تجسس پیدا کرے گی آگے پڑھنے کا، آگے سوچنے کا اور مجھے اس سے خوشی ہوتی کہ میری کہانی کا اینڈ کوئی نہیں کہتا بلکہ اس سے ایک نئی کہانی کی فرمائش کی جاتی ہے۔

دوسری طرح سے دیکھائے جائے تو یہ مکمل ناول تھا اپنے نام کے حساب سے۔

زندگی کے سفر ختم نہیں ہوتے، سوچنے کو بہت کچھ اس میں مل جائے گا اور ہزار غلطیاں بھی ہوں گی، پر یہ ایک برائی کا کھیل تھا جو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہ سکا۔

ناہی برائی رشتوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔۔ دولت کی ہوس اندھا ضرور کر دیتی ہے پر جب اچھائی کی روشی پڑتی ہے تو اسکے چبھنے سے کوئی خود کو بچا نہیں پاتا، دولت میں کچھ نہیں رکھا دولت کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دیں وہ ہاتھ کا میل ہے آج تمہارے ہاتھ تو کل کسی اور کے ہاتھ میں۔۔

اپنے رشتوں کو اہمیت دیں ان سے مخلص رہیں، دوسروں کی باتوں کے پیچھے مت بھاگیں وہ اپنے مفاد کے خاطر آپ کو اندھی کھائی میں گرانے سے گریز نہیں کریں گے جبکہ اپنے تو صرف ہمارا سوچتے ہیں ان سے بدگمان مت ہوئیں، اگر ذرا سی خفگی بدمزگی ہو تو آپ چھوٹے، بڑے ہیں فوراًبات کر لیا کریں ایک تو آپکے اندر آپکو ایک سکون محسوس ہو گا دوسرا آپکی طرف سے کبھی رشتوں کو ٹھیس نہیں پہنچے گی۔

سب خوش رہیں ہمیشہ شاد و آباد رہیں ہنستے مسکراتے رہیں اور مجھے امید ہے میرا ناول آپکو اچھا نہیں تو برا بھی نہیں لگا ہو گا۔

سبق کیلیئے تو اس میں بہت سی باتیں موجود ہیں اگر ہم اس پہلو سے دیکھیں تو، اگر ایک کہانی کے حساب سے دیکھیں گے تو لفظوں کا کھیل لگے گا اور کچھ نہیں۔

پھر کہتی ہوں پڑھ کر اپنی قیمتی رائے ضرور دیجئیے گا میں منتظر رہوں گی۔

آپ سب کی پیاری معصوم سی رائیٹر

مہوش علی "۔"

♡ ختم شد۔۔